

www.iranicaonline.ir

مجلس
مجلس

مجلس
مجلس

مجلس
مجلس

مجلس
مجلس

مجلس
مجلس

نام کتاب

حدیث اللہ ریث

مصنف:

انوار غورشیہ

صفحات

۹۱۳

طبع مشرق

زوالج ۱۳۴۷ دسمبر ۲۰۰۶

ناشر

مکتبہ اہل حق لاہور

پابند نام

حافظ نسیم الدین

پرنس

احقر پرنٹنگ پرنس

athare12ks4@gmail.com

www.ahlehaq.com

www.usmanfarooqi.8m.com

الکتاب

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا سید عامر میاں رحمتہ اللہ علیہ

کنشس جامعہ دینیہ لاہور، (۲۰۰۶ء)

بحر العلوم حضرت مولانا قاری عبدالرشید رحمتہ اللہ علیہ

استاذ جامعہ دینیہ لاہور، (۲۰۰۶ء)

کی اذواج شہزاد کے نام

جن کی طبی و روحانی تربیت سے اس قابل ہو سکا

کہ اپنی یہ ایف ایل علم کی خدمت میں پیش کر سکیں

مگر قبول افتخار سے عجز و شرف

انوار غورشیہ



فہرست مضامین

نمبر شمار

تقدیم

۱ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی قرآن و تفسیر۔

۲ حضرت امام ابو حنیفہ اکابر امت کی تقریریں۔

۳ غیر متقدّمین کی تحفہ خفی سے تقریر و صلوات۔

۴ مولوی اشرف سلیم کا مبلغ علم۔

۵ علی الدین لاہوری غیر متقدّم کا مبلغ علم۔

۶ حقیقت الفسق کے چند عوامل کی تشریح۔

۷ غیر متقدّمین کا اسراف کے بارے میں خطبہ۔

۸ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اصولی اجتہاد۔

۹ چند مسائل کی بریں تائید کر چھوڑ کر احادیث پر عمل کیا گیا ہے۔

۱۰ غیر متقدّمین حدیث پر عمل کو کسے چاہیے اس سے بحث و استدلال۔

۱۱ خلیفہ کرامہ اور فرقہ فاضلہ سے غلط فہمیں اس سے نکلان جائز نہیں۔

۱۲ بخاری شرحیں لکھ کر انکی ایضاد افشاء۔

۱۳ نواب ویدالزائیں صاحب کی امام بخاری پر تنقید۔

سب حریفین سمیت ہیں ؟ اور کلام قرآنی اور مولانا عظیمی کی گفتار غیر متقدّمین کی اس قسم کی دہائی سے ان کی نگاہ نہٹ کا دلدار تو خود ہر ترکہ چھائی کی کتاب کی افادیت اور اس میں اپنا لکھنے کے سوا قلم ہی نہ لکھتا تھا۔ یہ بات بھی خطبہ میں آئی ہے کہ غیر متقدّمین اس کتاب کا جواب لکھ رہے ہیں، اگر یہ استدلال صحیح ہے تو چشم ہمدانی دلہ نشانہ ضرور جواب لکھیں، انہیں اس کا حق ہے لیکن جواب لکھنے والے چند باتوں کو ملحوظ رکھ کر جواب لکھیں تاکہ اس کا جواب لکھنے پر کوئی توجہ نہ دے۔

۱۴ جو صاحب جواب لکھیں اگر وہ اس کتاب میں لکھ کر احادیث پر عمل نہ کریں تو بہت متفکر کریں اور یہ کہ اس سب سے ان کی یہ توقع ہے کہ یہ نہ مانج بڑا پانچنے نہ کر متعصبانہ اس چیز کا خاص خیال رکھیں کہ ان کی رائے پر عمل کرنا ہی وہی قرآن کے اصول پر عمل کرنا ہے (۱۵) جو صاحب جواب لکھیں وہ جو عیسائی، اوسمانی، جہالت، ستائش جیسی چیزیں نہ کریں کہ ان کو اس قسم کی بریں متانت اور خواہش سے غم نہ ہو جاتی ہیں، ان کتابوں و خطبوں میں کتاب میں پہلے ہی کثرت کے ساتھ ذکر کرتے تھے ہیں، ان باتوں کو ملحوظ رکھ کر جواب دیا جائے گا کہ یہ کیا رد و خواہش کا سمجھا جائے گا کہ وہ مذہب کا اور اصول و باتوں سے ہمیں کوئی سروکار نہ ہو گا۔

بعض خدا اس کتاب کا دورانیہ نہیں قارئین کے اذکار میں ہے اس لئے ان میں بعض مقامات پر ترمیم و اضافہ کیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر حنفی حاشیہ چھانکے گئے ہیں اور پہلے ان میں نہیں تھا۔ وہ چھانکے گئے ان کی کثرت کی وجہ سے اس خطبہ کو دوست کر دیا گیا ہے اس طرح یہ کتاب اپنے افادیت اور فہم میں پہلے سے دو چندان ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس کاوش کو اپنے بارگاہ میں قبول و منظور فرما کر ہماری خدمات اور عوام کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ وما علیہما الا البلاغ

انوار محمد رشید

صفحہ	نقطہ
۱۰۷	۱
۱۰۸	۲
۱۰۸	۳
۱۰۹	۴
۱۰۹	۵
۱۱۰	۶
۱۱۰	۷
۱۱۰	۸
۱۱۱	۹
۱۱۲	۱۰
۱۱۲	۱۱
۱۱۲	۱۲
۱۱۲	۱۳
۱۱۲	۱۴
۱۱۲	۱۵
۱۱۲	۱۶
۱۱۲	۱۷
۱۱۲	۱۸
۱۱۲	۱۹
۱۱۲	۲۰
۱۱۲	۲۱
۱۱۲	۲۲
۱۱۲	۲۳
۱۱۲	۲۴
۱۱۲	۲۵
۱۱۲	۲۶
۱۱۲	۲۷
۱۱۲	۲۸
۱۱۲	۲۹
۱۱۲	۳۰
۱۱۲	۳۱
۱۱۲	۳۲
۱۱۲	۳۳
۱۱۲	۳۴
۱۱۲	۳۵
۱۱۲	۳۶
۱۱۲	۳۷
۱۱۲	۳۸
۱۱۲	۳۹
۱۱۲	۴۰
۱۱۲	۴۱
۱۱۲	۴۲
۱۱۲	۴۳
۱۱۲	۴۴
۱۱۲	۴۵
۱۱۲	۴۶
۱۱۲	۴۷
۱۱۲	۴۸
۱۱۲	۴۹
۱۱۲	۵۰
۱۱۲	۵۱
۱۱۲	۵۲
۱۱۲	۵۳
۱۱۲	۵۴
۱۱۲	۵۵
۱۱۲	۵۶
۱۱۲	۵۷
۱۱۲	۵۸
۱۱۲	۵۹
۱۱۲	۶۰
۱۱۲	۶۱
۱۱۲	۶۲
۱۱۲	۶۳
۱۱۲	۶۴
۱۱۲	۶۵
۱۱۲	۶۶
۱۱۲	۶۷
۱۱۲	۶۸
۱۱۲	۶۹
۱۱۲	۷۰
۱۱۲	۷۱
۱۱۲	۷۲
۱۱۲	۷۳
۱۱۲	۷۴
۱۱۲	۷۵
۱۱۲	۷۶
۱۱۲	۷۷
۱۱۲	۷۸
۱۱۲	۷۹
۱۱۲	۸۰
۱۱۲	۸۱
۱۱۲	۸۲
۱۱۲	۸۳
۱۱۲	۸۴
۱۱۲	۸۵
۱۱۲	۸۶
۱۱۲	۸۷
۱۱۲	۸۸
۱۱۲	۸۹
۱۱۲	۹۰
۱۱۲	۹۱
۱۱۲	۹۲
۱۱۲	۹۳
۱۱۲	۹۴
۱۱۲	۹۵
۱۱۲	۹۶
۱۱۲	۹۷
۱۱۲	۹۸
۱۱۲	۹۹
۱۱۲	۱۰۰

صفحہ	نقطہ
۱۰۷	۱
۱۰۸	۲
۱۰۸	۳
۱۰۹	۴
۱۰۹	۵
۱۱۰	۶
۱۱۰	۷
۱۱۰	۸
۱۱۱	۹
۱۱۲	۱۰
۱۱۲	۱۱
۱۱۲	۱۲
۱۱۲	۱۳
۱۱۲	۱۴
۱۱۲	۱۵
۱۱۲	۱۶
۱۱۲	۱۷
۱۱۲	۱۸
۱۱۲	۱۹
۱۱۲	۲۰
۱۱۲	۲۱
۱۱۲	۲۲
۱۱۲	۲۳
۱۱۲	۲۴
۱۱۲	۲۵
۱۱۲	۲۶
۱۱۲	۲۷
۱۱۲	۲۸
۱۱۲	۲۹
۱۱۲	۳۰
۱۱۲	۳۱
۱۱۲	۳۲
۱۱۲	۳۳
۱۱۲	۳۴
۱۱۲	۳۵
۱۱۲	۳۶
۱۱۲	۳۷
۱۱۲	۳۸
۱۱۲	۳۹
۱۱۲	۴۰
۱۱۲	۴۱
۱۱۲	۴۲
۱۱۲	۴۳
۱۱۲	۴۴
۱۱۲	۴۵
۱۱۲	۴۶
۱۱۲	۴۷
۱۱۲	۴۸
۱۱۲	۴۹
۱۱۲	۵۰
۱۱۲	۵۱
۱۱۲	۵۲
۱۱۲	۵۳
۱۱۲	۵۴
۱۱۲	۵۵
۱۱۲	۵۶
۱۱۲	۵۷
۱۱۲	۵۸
۱۱۲	۵۹
۱۱۲	۶۰
۱۱۲	۶۱
۱۱۲	۶۲
۱۱۲	۶۳
۱۱۲	۶۴
۱۱۲	۶۵
۱۱۲	۶۶
۱۱۲	۶۷
۱۱۲	۶۸
۱۱۲	۶۹
۱۱۲	۷۰
۱۱۲	۷۱
۱۱۲	۷۲
۱۱۲	۷۳
۱۱۲	۷۴
۱۱۲	۷۵
۱۱۲	۷۶
۱۱۲	۷۷
۱۱۲	۷۸
۱۱۲	۷۹
۱۱۲	۸۰
۱۱۲	۸۱
۱۱۲	۸۲
۱۱۲	۸۳
۱۱۲	۸۴
۱۱۲	۸۵
۱۱۲	۸۶
۱۱۲	۸۷
۱۱۲	۸۸
۱۱۲	۸۹
۱۱۲	۹۰
۱۱۲	۹۱
۱۱۲	۹۲
۱۱۲	۹۳
۱۱۲	۹۴
۱۱۲	۹۵
۱۱۲	۹۶
۱۱۲	۹۷
۱۱۲	۹۸
۱۱۲	۹۹
۱۱۲	۱۰۰

۱۷	۲۱۷	جمہر کے دن غسل واجب نہیں سنت ہے۔
۱۸	۲۲۱	تیمم میں دو ضروری ہیں۔
۱۹	۲۲۲	حیض کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت۔
۲۰	۲۱۶	طہارت کے بغیر قرآن پاک کو چھونا جائز نہیں۔
۲۱	۲۲۲	کپڑوں کا اور بدن کا پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے۔
۲۲	۲۲۵	بلکہ پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے۔
۲۳	۲۳۸	ستر کا ٹوٹنا نماز کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے۔
۲۴	۲۴۰	فحش نماز خوب روشنی میں پڑھنا افضل ہے۔
۲۵	۲۴۷	غیر نماز گریوں میں تاخیر سے اور سواروں میں جلدی پڑھنی چاہیے۔
۲۶	۲۵۰	نہیں اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔
۲۷	۲۵۱	بلکہ عذر و قناظوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا جائز نہیں۔
۲۸	۲۵۸	فحش ہال کھینچنے کے لیے جمع بین اصلاحتین۔
۲۹	۲۵۸	تو کمری کے لیے جمع بین الصلوٰتین۔
۳۰	۲۵۹	اقامت کے طمات، دعو و دعوہ کے جائیں۔
۳۱	۲۶۰	عجبیر تحریر کہتے جوئے دونوں ہاتھوں میں اٹھانا سنت ہے۔
۳۲	۲۶۵	نماز میں دونوں ہاتھوں کے نیچے ہاتھ منہن ہے۔
۳۳	۲۸۵	عجبیر تحریر کے بعد سبحانہ اللہ و بحمدہ پڑھنا مستحب۔
۳۴	۲۹۱	نماز میں بسم اللہ اونچی آواز سے نہیں پڑھنی چاہیے۔
۳۵	۲۹۶	امام کے نیچے قرائت نہیں کرنی چاہیے۔
۳۶	۳۲۸	علمدار لاشرین امام کے نیچے قرائت کرنے سے منع کرتے تھے۔

۳۷	۳۲۸	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قرآن۔
۳۸	۳۲۹	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قرآن۔
۳۹	۳۳۰	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول و عمل۔
۴۰	۳۳۱	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول و عمل۔
۴۱	۳۳۲	حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول و عمل۔
۴۲	۳۳۵	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا قرآن۔
۴۳	۳۳۵	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قرآن۔
۴۴	۳۳۶	حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کا قول و عمل۔
۴۵	۳۳۷	حضرت ابو دردار رضی اللہ عنہ کا قرآن۔
۴۶	۳۳۸	حضرت طلحہ بن عقیس رحمہ اللہ کا قول و عمل۔
۴۷	۳۳۹	حضرت عمرو بن مسمون رحمہ اللہ کا قرآن۔
۴۸	۳۳۹	حضرت اسود بن یزید رحمہ اللہ کا قرآن۔
۴۹	۳۴۰	حضرت اسود بن غنمہ رحمہ اللہ کا قرآن۔
۵۰	۳۴۰	حضرت سعید بن السبیب رحمہ اللہ کا قرآن۔
۵۱	۳۴۰	حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قرآن۔
۵۲	۳۴۱	حضرت ابراہیم غسانی رحمہ اللہ کا قرآن۔
۵۳	۳۴۲	حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ کا قرآن۔
۵۴	۳۴۲	حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک۔
۵۵	۳۴۳	حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک۔
۵۶	۳۴۳	حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک۔
۵۷	۳۴۳	امام نوافل بن عبد بن عمر رازی شافعی کے حقیقی۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ: لا تقوی۔

ملفوظات امیر المومنین علیؑ

حضرت کو کہیں نہیں دیکھا اس لیے وہ گرفتاری۔

وہ نہ کہ ان کی سبکدوشی پر صرف سوئے ہوئے طور پر غصے کا مظاہرہ

میرزا حسن علی آصفیہ صاحب نے یہ کتاب لکھی ہے۔

4444

— *Chrysomelidae* (100%)

خارجی مسائل پر پاکستان کی پالیسی

حضرت علیؓ اور حضرت علیؓ اپنے اہل خانہ کے ساتھ

حضرت عبداللہ رحمہ اللہ بھی آپ سے ادا فرمائی تھی۔

حضرت امیر شہنشاہ خود بھی بہت آواز سے آہیں اٹھاتے تھے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

1998, 1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 2679, 26

1900

1997, 1998, 1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 26

حضرت مغیالہ کو رکنی کا مسلک میں اپنا دستور اور

حضرت امام غزالی علیه السلام یقیناً از این جهت که

ایک طرف سے

۱۴۸۱

مجلس

تجربہ قیوم کے مطالعہ و تحقیق میں نہیں کرنا چاہیے۔

غلام احمد میں صرف تجسیمِ محمد کے وقت رفعِ یدیں کرتے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مکتوب کے مطابق یہودیوں نے

— *U. S. Fish and Wildlife Service, 1997*

مجلس شورای ملی

الحمد لله الذي جعل القرآن الكريم
الذي هو الكتاب العظيم

یہی ہیں انہیں کہتے تھے۔

حضرت علیہ السلام کی سطور و کلمات سے بہرہ ور ہونے کے لیے

علاقہ وسیع پر پھیلی ہوئی ہے۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بھی تجلی نور کے واقعہ ہیں

یہ بھی دیکھو کہ

جہاں سے اس نے اپنے دل کی بات کہی ہوگی

الحمد لله رب العالمين

صوت تمام اور کسی کتاب پر ہزار ہا حواشی لکھی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا جلیب کریم کے دست مبارک

رفعی و پیکر۔

حضرت عبدالطیف بن نعیم رضی اللہ عنہما کو ریحِ یدیں کیسے دیکھ کر حطم

یہی تھی کہ حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ جبکہ حضرت عائشہؓ کو

حضرت عبداللہ بن یحییٰ رحمہ اللہ سے حضرت عباسؓ کا فرمایا۔

حضرت علیؑ اور حضرت عبداللہؑ کی مصروف زندگی اور ان کی عبادت کی عکاسی

قوتِ امانت کے لیے جو فیوضِ انوار کے لیے

تاریخ: ۱۳۸۵/۰۵/۰۵

سید احمد علی شاہ صاحب

یہ عملی اختیار غازی کے علاوہ وسیع پیمانے پر استعمال ہو رہا ہے۔

۳۱۳	حضرت اسد بن زید اور حضرت عقیلؓ بھی ابتداء نماز کے علاوہ
۳۱۳	رفع یرین نہیں کرتے تھے۔
۳۱۳	حضرت حمزہؓ بن ابی عامرؓ بھی ابتداء نماز کے علاوہ رفع یرین نہیں
	کرتے تھے۔
۳۱۳	حضرت جبارؓ بن ابی لہبؓ بھی صرف ابتداء نماز میں ہی رفع
	یرین کرتے تھے۔
۳۱۳	حضرت خضرؓ بھی صرف ابتداء نماز میں رفع یرین کرتے تھے۔
۳۱۳	حضرت سفیانؓ ثمالیؓ بھی صرف تکبیر تیسرے کے وقت رفع یرین کرتے تھے
۳۱۵	محدث اسلمؓ بن اسراقلؓ بھی صرف تکبیر تیسرے کے وقت ہی
	رفع یرین کے قائل ہیں۔
۳۱۵	حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مسک۔
۳۱۶	حضرت امام مالکؒ کا مسک۔
۳۱۶	شرک رفع یرین پر اہل بیتؑ کا اجماع۔
۳۱۷	شرک رفع یرین پر اہل کوفہ کا اجماع۔
۳۱۸	شرک رفع یرین پر بغداد کا اجماع۔
۳۱۸	کسی بھی مقام پر رفع یرین کے واجب نہ ہونے پر اجماع۔
۳۲۸	رفع یرین کے مسئلے میں علمیر متقدمین کی کتب میں ابواب اربعہ بیان ہیں۔
۳۲۹	نماز میں جلد استراحت نہیں کرنا چاہیے۔
۳۳۱	تخلیۃ الشریعہ جلد استراحت نہیں کرتے تھے۔
۳۳۱	حضرت عبداللہؓ بن محمدؓ بن ابی اسلمہؓ بن ابی جابرؓ بن سلمہؓ بن کریمؓ تھے۔
۳۳۲	سیدہ عبداللہؓ بن زیدؓ بھی جلد استراحت نہیں کرتے تھے۔

۳۳۲	حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ بھی جلد استراحت نہیں کرتے تھے۔
۳۳۳	حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ اور حضرت ابو سعیدؓ بن خدیجؓ بھی جلد
	استراحت نہیں کرتے تھے۔
۳۳۳	عام سیدہ کرامؓ جلد استراحت نہیں کرتے تھے۔
۳۳۵	حضرت ابن ابی لہبؓ بھی جلد استراحت نہیں کرتے تھے۔
۳۳۵	حضرت ابی نعیمؓ بھی جلد استراحت نہیں کرتے تھے۔
۳۳۵	عام شایخ کاسریؓ تھا کہ وہ جلد استراحت نہیں کرتے تھے۔
۳۳۶	حضرت امام ابو حنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام احمد بن
	حنبلؒ جلد استراحت کے قائل نہیں ہیں۔
۳۵۰	ناذکؓ کہہ چکی صاحب کا جھوٹ۔
۳۵۰	نماز میں سجدے سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھ زمین پر
	چسک کر نہیں اٹھنا چاہیے۔
۳۵۲	طویر ابن ابی نعیمؓ بنی قحقیق۔
۳۵۳	دونوں قعدوں میں ایک طرح بیٹھنا ہی مسنون ہے اور ٹھکر
	سٹھن نہیں ہے۔
۳۶۱	پچھلے قعدوں میں نشست آگے کھڑ نہیں پڑھنا چاہیے۔
۳۶۸	زین نماز کے بعد اٹھنا اگر چہ ہی دھما دھما سے ہے۔
۳۶۹	عورت اور مرد کی نماز ایک ہی نہیں بلکہ دونوں میں فرق ہے
	غیر متقدمین سے ایک سوال۔
۳۶۹	نماز کی امامت جائز نہیں۔
۳۶۹	امام بہتوں میں شخص بھنا چاہیے۔
۳۶۹	جب کوئی شخص گھول کو نماز پڑھائے اور پتہ چلے کہ امام نہیں

ہے۔ اچھے فخر ہے کہ امام اور مشتری سب نماز اٹھائیں۔

سمنوں کی کڑھائی میں کنڈے سے کنڈہ لانا سخت سہولت ہے۔
 قدم سے قدم لانا۔

۵۲- مولد کی مہینہ کی آمدنی پر عسکرانہ ٹیکس

۳۱۔ نماز میں تکرار مجیدہ پھر گرفت کر لے سے لے کر اسد پر جاتی ہے۔

۵۳۵ نماز میں کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ جان پر بھیج کر کلام کرے یا جھوٹے ہے۔

و قیادہ ہے۔

۵۳ در کہیں کہیں انھیں ایک سلام سے بڑھتی جا پیش اور در
کی پہلی در کھٹوں کے بعد تعدد واجب ہے۔

۴۶۴ حضرت مرقدی القیوم قرآنک سلام سے پڑھتے تھے۔

عنونت مل کرم الشوریہ و ترقی دہکات پڑھتے تھے۔

۹۱۱ حضرت عبداللہؑ کی سوزناک رخصت وتر کے قائل تھے۔

عنایت عبداللہ بن عمرؓ اپنی بیوی زکات و تبرک کے قائل تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ:

حضرت انسؓ تین رکعات و قیام کا نام سے پڑتے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ بھی دو تین رکعت ایک سلام سے چلتے تھے۔

۵۷. حضرت ابوالفضلؓ بھی قرین کاٹنے پر تھے۔

حضورِ سعید بن جبیرؓ بھی وتر میں رکعت پڑھتے تھے۔

عنایتِ خلقِ خدا بھی نہیں رکھتے اور نہ کمال ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ تین دعائیں درج ذیل ہیں۔

عنيت امرى هذا الفريزى والا وتوكلت على نفسي.

عزیز علیہ کے سات لختہ دی ایک سو دم کے ساتھ تھیں کہ

قد سئل عن

حضرت ابو بکرؓ کے ہونے کا حکم ہی محمدؐ کا فرمان ہے۔

قرآن میں یہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص اپنے رب سے کلمہ شہادۂ اسلام پڑھے اور ایمان لائے، وہ مسلمان ہو جائے گا۔

کے لیے فکر کرنا اور وہ فی الواقعہً تو ایک اٹھنا مٹنا ہے

اور کہا کہ تم لوگ اس سے پہلے بڑے محنتی بن جاؤ گے۔

غیر متعلقہ کا ایکب جھوٹ۔

صداق بیہ انگلی صاحب اور جو کہ اور دنیا است .

نمبر کی منتقلی نمبر کی جماعت کھڑی ہو جائے گی یہی بعض نمبر ہیں۔

فجر کا منتظر رہا کہ عیساٰ سنوئی نہیں آئے۔

فوجی شغیہ فزصلوں كے بعد سكرتھ سكرتھ كے پرنهنا سكره ه

مطلوب کی گزارش ہے چھ نکل پڑھا مسنون نہیں ہے۔

تلاوتِ نبوی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتیات مبارک میں۔

حضرت حمزہؓ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ میں نے تم سے دعا کی ہے کہ تم میری اصلاح فرماؤ۔

ہیں مرنے والے ہیں۔

محرک کی - کی ایک سلسلہ کی حالت میں آبی مولیوں کے ذریعہ

[illegible]

تاریخ کے ساتھ ساتھ ان کے لیے بھی ایک نیا دور

میں نے اس کے لئے ایک اور نسخہ بھی لکھا ہے۔

www.ck12.org

سکھنا سہو واجب ہے اور وہ (قعدہ انجیو میں) اسلام پھیر کر کیا جاتا ہے، اور اس کے بعد انتہائی سخت پلنگہ گر پھر اسلام بھرتا ہے۔

مفتی کی کو اگر سہو ہو جائے تو اس پر سہو سہو لازم نہیں۔
سہو تلاوت کے لیے ضرر شرط ہے ایسے ضرر سہو تلاوت
جائز نہیں۔

کتنی مسافت پر تھکرنا چاہیے۔
مسافر جب تک کہیں جگہ پر نہ روئے گا اس کی نفاست کی نیت
دیکھ کر اس وقت تک تھکر کرے گا۔

دوران سفر تھک کر آوا محب ہے اور پوری ناز چست کوڑھے
 دوران سفر گھر گھر برقرار سنتیں بھی پڑھنی چاہئیں۔
 گاؤں دیہات میں مسجد جائز نہیں۔
 جس کے صبح بوسنے کے لیے چند شرطیں ہیں جن کے بغیر
 مسجد جائز نہیں۔

مسجد کا وقت وہی ہے جو ظہر کی نماز کا ہے۔
مسجد کی دعا انہیں سنائی ہیں۔

جمہور کے دین خلیفہ کے وقت اذان منبر کے پاس خلیفہ کے سامنے سنائی جاتی ہے اور خلیفہ جمہور کی زبان میں ہوتا نظر آتا ہے۔

خطبہ جمیعہ کے درمیان فائز پر حسنا اور باستان چہیت کرنا منکرو مشفق
جمیعہ کی فائز سے پہلے اور بعد میں اس کا دعوت سنت لگنا ہے۔

ساقط نہیں ہوتی اس کا پڑھنا فرض ہی رہتا ہے۔

فریقین کو علیحدہ سے چاہیے۔

عصرِ سحر میں غلامیٰ خاتمہ ہو جائے۔

نہا جہان میں سرت پل بکیر تیر دفعہ میں کرنا چاہئے ان
میں نہیں۔

خداوند جانہ میں سورہ فاتحہ اور دوسری سورت بطور قرأت
پڑھنا جائز نہیں۔

خارج جہانہ میں دعائیں وغیرہ کہتے آواز سے بچے صحتی چاہتے
تھیں کہ ان کو بھی آواز دے۔

بغیر کسی خرد کے مسجد میں غلام جانا پڑھا مکمل ہے۔
ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تحقیق۔

تقدیم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علامت قیامت میں سے ایک علامت یہ ذکر فرمائی ہے کہ اس اامت کے پچھلے لوگ اگلے لوگوں پر لعن طعن کریں گے۔ یہ علامت اس دور پر پیش میں جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذکر کردہ دوسری علامت کا عجیب و غریب ہے۔ اور جس اس علامت کا بھی پوری طرح تصور ہو رہا ہے، ملاحظہ فرمادے کہ لوگ جو دین سے بے پروا اور دینی اقدار سے نا آشنا ہیں وہ اپنے مذموم مقاصد کی راہ میں جس بھی کو اپنے خلاف پاتے ہیں اس پچھل کر تنقید اور لعن طعن کر دیتے ہیں اور اس میں کسی کے مرتبہ و مقام کا لحاظ نہیں کرتے۔ انبیاء کرام ہوں یا صحابہ کرام، علماء و دانشمندان ہوں یا اہل بیت عظام، تابعین و تبع تابعین ہوں یا ائمہ مجتہدین، اولیاء کرام ہوں یا علماء دین، اس دور میں ان محترم شخصیات میں سے کوئی بھی تنقید کے بچا ہوا نہیں، دشمنان دینی اگر یہ طرز عمل اختیار کریں تو ان کا کیا ٹھکانہ ہو سکے۔ حدیث و استنباط کا مقام تو یہ ہے کہ کائنات کی تنقید کا مل وہ لوگ کر رہے ہیں جو اپنے آپ کو دیندار، بیکو اشاعت دین کا جھنڈا کر کے غیر سے ٹھیکیدار سمجھتے ہیں۔

چنانچہ غیر متقدمین حضرات جو اتنا اپنے آپ کو قرآن و حدیث پر محال ہار

تہا خود کو قرآن و حدیث کی تبلیغ و اشاعت کرنے والے سمجھتے ہیں، ان کا یہ حال ہے کہ ان کی تقریر و تحریر میں بے حد و حد اسلاف پر تنقید اور رائے مجتہدین کی تذلیل و تحقیر کی ہر گز کمی نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اس تنقید سے صاف کلام کا واسطہ بھی محفوظ نہیں رہتا، حدیث سے کہ تنقید کے اس مل میں غیر متقدمین کے چھوٹے، بڑے، بڑوں سے ہار قدم اٹھتے ہیں، جی۔

آئندہ بدر مذکورہ قسم کند

وہ محترم شخصیات جن پر تنقید کا بازار گرم ہے، ان میں سے ایک حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں، نہ جانے غیر متقدمین کو حضرت امام صاحب سے کس کا کیا ہے کہ ان کا بوجھ و ملازمت حضرت امام صاحب کی ذات کی طرح نہ سمجھتے اور ان کی قربان و فقیص کرنے میں مشغول ہیں حیران کن بات یہ ہے کہ حضرت امام عالی مقام میں اگر انہیں شیعوں سے مدد لینے کی ضرورت پڑتی ہے تو اس سے بھی گریز نہیں کرتے، جیہاں کہ اس کی شکایت حضرت شاہ اعظم صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد اور علیہ حضرت علامہ عبدالحق دہلوی پانی پتی مرحوم نے کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

”مولوی ذریعین صاحب نے سید محمد محمد شیعہ سے بذریعہ خطوط ملاحظہ ابوحنیفہ کے خطاب کئے اور بہت آپ کی طرف ملاحظہ ائمہ فقہار اور حبیبات صاحبہ کے مصروف ہے۔“

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی قربان و فقیص

غیر متقدمین حضرات آگے دن کوئی مذکور کی کتاب، رسالہ اور پمفلٹ شائع کرتے رہتے ہیں، بویا کہ حضرت امام صاحب کے خلاف ہر گز ان کی فکر کے

مطاف، اس میں ایسی سو قیامت اور ہزاروں زبان استعمال کی جاتی ہے کہ چکر شرم سے سرخجک جاتا ہے۔ غیر متعلقین کوئی ایسا ناز و جرات کے دیگر کرنے کو بھی نہیں چاہتا لیکن ان حضرات کا گھٹیا انداز و کھالے کے لیے دو چار عبارتیں مذکور ہیں کی جاتی ہیں تاکہ انہیں غیر متعلقین کی ذہنیت کا کچھ قوت پانا ملتا ہو سکے۔

چنانچہ حکیم فیض عالم لکھتے ہیں :-

۱۔ امام ابو حنیفہ کے درستی اور مزور فضائل کی داستانیں شیعیت کے مزور امام سے بھی کئی گنا زیادہ ہیں مگر اس باب کو اس بہت پر ختم کرنا چاہتا ہوں کہ فقہ حنفیہ کے اس ناگفتہ بہ پیوند میں برابر ان افراد کی جو حرکت کر گئی ہے۔ حدیثی حنیفیت، قرآنی حنیفیت، عقلی حنیفیت، ہذا مذہب ابی حنیفہ متذکرہ و دیکھو کون سے ابو حنیفہ ہیں۔

۱۔ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوئی کے ہاں ۵۰ ہجری میں پیدا ہوئے جو جیسی انسل لکھے وہ کسی صحابی سے طاعت ثابت نہیں، آپ کچھ اپلا مسلمان ہوئے تھے، جو جب کہ باقی جیسی انسل کو سولوں کی طرح قسلی عصبیت و رش میں پانی پر اور بال ٹھکرینہ قدیمیت جہم را کے نام میں شمار ہوتے ہوں۔

عوض فرمائیے حکیم صاحب نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا کس قدر بے انداز میں تذکرہ کرتے ہوئے آپ کے جیسی انسل پر لکے کو بدو وطن و گریبا بیٹے حالانکہ یہ کہی طعن کی چیز نہیں کیونکہ جو شخص خود مسلمان جو اس کے لیے اس کے باپ ادا کا غیر مسلم جو گناہی عیب نہیں، چاہے کچھ میں سکے باپ دادا بھی مسلمان ہوں و رش تو یہ طعن اس وقت میں سے کسی ایک پر نہیں سیکھوں پر ہو سکے گا اور باپ کا گے

۲۴

۱۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا کس قدر بے انداز میں تذکرہ کرتے ہوئے آپ کے جیسی انسل پر لکے کو بدو وطن و گریبا بیٹے حالانکہ یہ کہی طعن کی چیز نہیں کیونکہ جو شخص خود مسلمان جو اس کے لیے اس کے باپ ادا کا غیر مسلم جو گناہی عیب نہیں، چاہے کچھ میں سکے باپ دادا بھی مسلمان ہوں و رش تو یہ طعن اس وقت میں سے کسی ایک پر نہیں سیکھوں پر ہو سکے گا اور باپ کا گے

۱۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا کس قدر بے انداز میں تذکرہ کرتے ہوئے آپ کے جیسی انسل پر لکے کو بدو وطن و گریبا بیٹے حالانکہ یہ کہی طعن کی چیز نہیں کیونکہ جو شخص خود مسلمان جو اس کے لیے اس کے باپ ادا کا غیر مسلم جو گناہی عیب نہیں، چاہے کچھ میں سکے باپ دادا بھی مسلمان ہوں و رش تو یہ طعن اس وقت میں سے کسی ایک پر نہیں سیکھوں پر ہو سکے گا اور باپ کا گے

۱۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا کس قدر بے انداز میں تذکرہ کرتے ہوئے آپ کے جیسی انسل پر لکے کو بدو وطن و گریبا بیٹے حالانکہ یہ کہی طعن کی چیز نہیں کیونکہ جو شخص خود مسلمان جو اس کے لیے اس کے باپ ادا کا غیر مسلم جو گناہی عیب نہیں، چاہے کچھ میں سکے باپ دادا بھی مسلمان ہوں و رش تو یہ طعن اس وقت میں سے کسی ایک پر نہیں سیکھوں پر ہو سکے گا اور باپ کا گے

۱۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا کس قدر بے انداز میں تذکرہ کرتے ہوئے آپ کے جیسی انسل پر لکے کو بدو وطن و گریبا بیٹے حالانکہ یہ کہی طعن کی چیز نہیں کیونکہ جو شخص خود مسلمان جو اس کے لیے اس کے باپ ادا کا غیر مسلم جو گناہی عیب نہیں، چاہے کچھ میں سکے باپ دادا بھی مسلمان ہوں و رش تو یہ طعن اس وقت میں سے کسی ایک پر نہیں سیکھوں پر ہو سکے گا اور باپ کا گے

۱۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا کس قدر بے انداز میں تذکرہ کرتے ہوئے آپ کے جیسی انسل پر لکے کو بدو وطن و گریبا بیٹے حالانکہ یہ کہی طعن کی چیز نہیں کیونکہ جو شخص خود مسلمان جو اس کے لیے اس کے باپ ادا کا غیر مسلم جو گناہی عیب نہیں، چاہے کچھ میں سکے باپ دادا بھی مسلمان ہوں و رش تو یہ طعن اس وقت میں سے کسی ایک پر نہیں سیکھوں پر ہو سکے گا اور باپ کا گے

حال ہی میں کراچی کے غیر مسلموں نے پچھلے عربی پیر میں اردو میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے تلامذہ کے خلاف ایک کتاب شائع کی ہے۔ اس کتاب کا نام اس قدر گھٹیا اور مذہبی آغوش غیظ ہے کہ یہاں نہیں کیا جاسکتا۔ اس کتاب میں اگر حدیث کی طرف منسوب کیے کہ ایسی ایسی موضوعات میں گھڑت روایات، تو فکر کی غمی جس کشتہ کی پناہ۔ ہم یہاں اس کتاب کے چند مضامین، تو فکر کرنے کے ہیں تاکہ اس کتاب کے مصنف کی گندہ روایتی لکچر افغانہ ہو سکے۔

تفصيلات

[illegible]

سے مل چکا ہوں وہ اکثر لاؤڈ اسپیکر پر یہ اعلان کیا کرتا ہے کہ ہمارے
کو میوے سامنے لاؤ میں اسے غار زاد کر لے گا طریقہ جانو گا اس
کے بعد وہ یہ آیت پڑھا کرتا ہے خسبوا للہ الذکر ان
کنتم لا تعلمون، قلبہاں صاحب نے شکوہ کرتے ہوئے
فرمایا کہ ایک جنگلی سے ہیں امید رکھیں چاہئے، واقم آلکم علی کیا
کر مولیٰ احسان اپنی تعلیم کے ساتھ علما و شریعہ میں جاں بحق ہوئے تھے
ایک مولوی صاحب کا نام اشتہار میں یوں لکھا جاتا تھا، شیر ربانی
مولانا حبیب الرحمن بنیاد فی خطیب، اعظم کامو لکی، میں نے ایک شخص
سے اس کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگا کہ ان کا پورا نام یعنی سے پہلے تو
مسافر کامو لکی سے گزر جاتا ہے، یہ خطیب اعظم کامو لکی جن تعلیمات
کئے۔ اگر اپنی تقریروں میں کوسا کہتے تھے اور انیس دین کے
مسائل سمجھانے کی آرزو دل ہی میں رکھتا کہ اس دنیا سے رخصت
ہو جائے۔

[illegible]

- ۱۔ ابوحنیفہ کے مخالف (از غم جراحہوں نے امت کو دیکھا)۔
- ۲۔ ابوحنیفہ کے فضول اور قبیح احوال کے بیان میں۔
- ۳۔ ابوحنیفہ کی راستے کی خدمت اور اس سے بچنے کے بیان میں۔
- ۴۔ ابوحنیفہ اور ہر سچے ماہر۔
- ۵۔ ابوحنیفہ اور اس کا نسب۔

ان معاملات کے تحت جو کچھ ذکر کیا گیا ہے اس کے ذکر کرنے کا بملہ فائدہ
و حکم کو یاد نہیں ہے۔

خیر تلمیذین کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہوئی وہ عداوت ہے اس کے
صرف چند کمالے بطور مثیل نمود از غم و اسے ذکر کرنے گئے ہیں، تمام کا ذکر
نہ مقصود ہے اور نہ ہی ان کا کوئی فائدہ ہے۔

ان حضرات کا یہ جابرانہ بیگناہی غافلانہ ایسا ہے جس سے پاس کے تو
پارستے ان کے بعض متعلقات بزرگ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ سکے اور انہوں
نے ان کو گول کے اس طرح بل پرانہ بارافروں کیا، چنانچہ مشہور مؤرخ ابن کثیر
صاحب مولانا وادغری مروج کے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

دیکھو وہ ہیں ان کی خدمت میں حاضر تھا کہ جماعت ابوحنیفہ کی

۱۔	محمد بن عبداللہ بن ابی اسدی۔ امام ابوحنیفہ کا ساتھی و تلمیذ کی تعریف و تحسین	۱۰۰
۲۔	۱۰۰
۳۔	۱۰۰
۴۔	۱۰۰
۵۔	۱۰۰
۶۔	۱۰۰

متعلقات متعلق گفتگو شروع ہوئی، جسے درود کا کہجے میں فرمایا،
مولوی اسحق، جماعت ابوحنیفہ کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی
دعوائی بدوئے عام کے کہ جہیز لگائی ہے، ہر شخص ابوحنیفہ ابوحنیفہ کا گھر
ہے، کوئی بہت ہی عزت کرتا ہے تو امام ابوحنیفہ کا گھر دیکھتا ہے پھر
ان کے بارے میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں جانتے تھے،
باز یاد سے زیادہ اگر کوئی بڑا احسان کرے تو وہ ستر حدیثیں عالم
گروہاں ہے، جو لوگ اسے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نقد نظر
رکھتے ہوں ان میں احتیاط دیکھو، جی کیوں کر پایا ہو سکتی ہے۔ یہا
حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ و حضرت ابی اللہ۔

ایک موقع پر آپ نے فرمایا،

۱۔ دوسرے لوگوں کی یہ شکایت کہ اہل حدیث حضرات انہما کی
توجہ کرتے ہیں جو جہیز نہیں ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ جہیز عداوت
میں عوام ہیں مگر اہل میں مبتلا ہو رہے ہیں اور انہما کے اقوال کا
تذکرہ و دعوات کے ساتھ بھی کھاتے ہیں، یہ جہیز سخت گمراہ کن اور
خطرناک ہے اور ہمیں سختی کے ساتھ اس کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

فاریں محترم! خصوصیت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وہ جلیل القدر و فاضل القدر
اسکی ہیں، جن کی بدولت شان، المامت و تقابست اور فضل و کمال کو بڑے بڑے
اسلامیین علم و فضل اور کبار مفسر و محدثین نے تسلیم کیا ہے۔ ہم تہنیکاً چاہنا کہ
کے احوال ذکر کرنے ہیں اگر فاریں کو اندازہ ہو سکے کہ کتنا بڑا امت میں جی کے

۱۔ صلوات اللہ و بركاتہ علیہ و آلہ و سلم و تحریب و تہذیب و تہذیب و تہذیب

۲۔

بار سے میں بڑھائے رکھتے ہیں اس ہستی کے ساتھ بغیر متلائی کا کیا مدد ہے،

۱۱۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک بزرگ آئے، جب وہ اٹھ کر چلے گئے تو حضرت امام کاظم رحمہ اللہ نے فرمایا جانتے ہو یہ کون تھے؟ حاضرین نے عرض کیا کہ انہیں (اور میں انہیں پہچان چکا تھا) فرمائے گئے۔

" هذا ابو حنیفۃ العراقی ابو حنیفہ میں عراق کے رہنے والے، لو قتال هذه الاصطوفیۃ واسے، اگر یہ کہہ دیں کہ یہ سستون من ذهب لحن جنت کہا سونے کا ہے تو کیا ہی نکل قتال لغتہ و من لد آئے انہیں فقر میں ایسی توفیق الفتۃ حق ما علیہ دی گئی ہے کہ اس فن میں انہیں فیہ کبیر مؤلفہ" لے ذرا مشقت نہیں ہوئی۔

۱۲۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔

" قلیل لما لک بن النضر حضرت امام کاظم رحمہ اللہ سے هل رأیت اب حنیفۃ؟ دریاقت کیا کیا کہ آپ نے ابو حنیفہ قتال نعم رأیت کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا ان رجلاً ذو کلمۃ فن بیان کیا ہے وہ ایسے شخص تھے کہ هذه الماریۃ انت اگر تم سے اس ستون کے سوا ثابت یجعلها ذہباً لغتہ کہنے کے دو قول بیان کریں تو وہ یحببہ" لے خود اپنی محبت میں کا عیاب دیں۔

۱۳۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

" من اراد ان یروى الفتنہ جو شخص فقر حاصل کرنا چاہتا ہے فلیلزم ابی حنیفۃ وہ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے واصحابہ فان الناس اصحاب کو لازم پکڑ سکے تو ان کا نام کلہم خیال علیہ فن لوگ فقر میں امام ابو حنیفہؒ کے الفتۃ" لے خوش چین ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ یہ بھی فرماتے تھے۔

" من اتیتک احسناً میں نے ابو حنیفہ سے بڑھ کر کوئی اقلتہ میتہ" لے خیر نہیں دیکھا۔

۱۴۔ حضرت ابو جبر مروزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

" لم یصح عندنا ان یمارسے نزدیک یہ بات ثابت ابی حنیفۃ قتال الصریح نہیں کہ ابو حنیفہ نے قرآن کو مخلوق مخلوق" کہا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ احمد لڑا اسے ابو حنیفہ رحمہ اللہ دیا امام احمد کی گنہگار ہے ان کا تو علم میں بڑا مقام ہے، فرمائے گئے۔

" سب علان اللہ ہو مت سلطان اللہ وہ تو علم، ورع و زہد العلم والورع والزہد اور عالم آخرت کو اختیار کر لے وایشار النار الاخرة میں اس مقام پر ہیں جہاں کہیں

(۱۱) حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

۔ "ولان الله قد اودعني" اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ابو حنیفہ

بابی حنیفہ و مسفیان اور سفیان ثوریؒ سے خریدا ہوتا

فکت بدعیاً؟ لے تو میں بدعتی ہوتا

(۱۲) امام زہبی رحمہ اللہ "مذکرۃ الصحاح" میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

ابو حنیفہ الامام الاعظم ابو حنیفہ امام اعظم اور عراق کے فقیہ

فقہ العراق دکان ہیں و امام ابو حنیفہ

امام اور دہا، حالہ عاملا عالم باطل، انتہائی عبادت گزار،

متعبہ اکبر الشان" لے اور بڑی شان واسے تھے۔

(۱۳) حافظہ محمد الدین بن کثیر رحمہ اللہ حضرت امام صاحب لا مذکرہ ابن الصالح سے

کرتے ہیں۔

۔ امام، فقیہ العراق، احد دو امام ہیں، عراق کے فقیہ ہیں

امۃ الاسلام والسادة امام اسلام اور بڑی شخصیات میں

الاعلام، احد ارباب سے ایک شخصیت ہیں، انکان

ملاء، اسد اسعد الاربۃ علماء میں سے ایک ہیں، امۃ

اصحاب هذا اہب امام ہیں کے غائب کی پیروی کی

المتوجہ لے جاتی ہے ان میں سے ایک امام ہیں۔

صلی اللہ علیہ وسلم ہم بعد آپ کے صحابہ کو دیکھ کر کہہ

صارائی اصحابہ شمسہ تابعین کو، چترابہیں سے امام

الذات بصیرۃ شمسہ ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کو

انہی حنیفہ و اصحابہ اس پر چاہے کوئی خوشن پر

منہن شام غریض ومن شاء یا ماضی۔

فلیس خط" لے

(۱۰) محدث عبداللہ بن ولودہ الخثعمی فرماتے ہیں۔

"ما یعیب اسبا حنیفہ ابو حنیفہ کی عیب

الا احد رجلین جاہل گوئی و کاذبین میں سے ایک کے

لا یرہت فضیل قولہ او سو کوئی نہیں کرتا، یا قریب ال شخص

حاسد لم یقت عللہ جو آپ کے قول کا درجہ نہیں دیتا

علیہ فحسدہ" لے یا حاسد جو آپ کے علم سے واقف

نہ ہونے کی وجہ سے حسد کرتا ہے

نیز فرماتے ہیں۔

"یجب علی اہل الاسلام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ

ان یدعوا للہ فی حنیفہ فی اپنی نماز میں ابو حنیفہ کے لیے

صلواتہم قال وہ کرے فخلد دعا کیا کریں، کیونکہ انہوں نے

علیہم السنن والفتن لے حدیث و فقہ کو ان کیلئے مختار کیا ہے

لے ابوجہاد علی الشیب بنی - تاریخ بغداد ۳۳۶

لے ابو حنیفہ حسین بن علی المبرری - انوار البیضاء اصحابہ ۴۹

لے ابوجہاد محمد بن علی الشیب بنی - تاریخ بغداد ۳۳۳

لے محمد بن احمد بن عثمان القسری الشافعی - مناقب امام ابی حنیفہ ۱۸

لے - مذکرہ مناقب ۱ ص ۱۲۸

لے محمد الدین بن کثیر رحمہ اللہ - المناقب والفتن ۱ ص ۱۰

کچھ آگے چل کر تھے۔ ۱۔

”مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ آج فقہ حنفی کی آڑ میں جو مجبورہ اسلاف ہوا اور شیخ ہمارے ہاں مروج اور شائع ہے اس میں ایک حرف بھی تید امام ابوحنیفہؒ سے ثابت نہیں کیا جاسکتا اور نہ آج تک کوئی ثابت کرنے کی جرات کر سکا ہے۔ اس مقام پہلے اختیار رسائیت کی اس فکر زنی اور دفع کی اس نقب زنی کی داد دینے کو جس چاہتا ہے۔“

حکیم صاحب کی طرف ان کی جہالت کے اور بہت سے حضرات بھی یہی دعویٰ کرتے ہیں، مگر ان کا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اس کی تردید کے لیے حضرت امام صاحب کی مسانید اور کتاب الآثار، نیز آپ کے کلام و حضرت امام محمد و قاضی ابویوسف رحمہما کی کتب کا مطالعہ کافی ہے۔ یہ سب کتب بھراؤنہ شائع ہو چکی ہیں ان کا مطالعہ کر کے دیکھ لیا جائے کہ فقہ حنفی کے مسائل ان کتب میں ہدایت امام ابوحنیفہؒ پاسے جاتے ہیں یا نہیں؟

جامعۃ خوارزمیہ دیش کے سابق امام مولوی عبدالنثار صاحب اپنے والد مولوی عبدالوہاب صاحب کی اسلامی خدمات کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں۔

”اپنے زمانہ کے بڑی سنی اپنے استاد شیخ الہند میاں صاحب مرحوم سے تحصیل علم کے بعد کمالہ میں مدرسہ دارالکتب والافتاء کی بنیاد پھر دی۔ میں فائز کر کے خالص درس قرآن و حدیث شروع کیا اور دیگر علوم الشریعہ و فقه و فقہ مروجہ وغیرہ کے حصول کا پور کمال کوشش کیا اور قرآن و حدیث کے جوئے پرستے ان پر عمل حقیقہ رکھنا رکھنا سخت جرم بتایا اور جان فریاد کر کتب فقہ مروجہ شریعت اسلام کے

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق مذکورہ جتنا کہ برا اعلام کے جدیدہ اقوال نقل کئے گئے ہیں ان کے علاوہ اور بہت سے بزرگوں کے اقوال و کتب نامتوں و تذکرہ میں موجود ہیں جن سے حضرت امام صاحب کی فضیلت و عظمت و عظمت و بزرگی ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت امام صاحب کے بارے میں ان اقوال کے موجود ہونے کو غیر متصدین کا ان پر علم و تحقیق کرنا، ان کی حقیقت جوئی اور حقیقت جوئی کرنا اپنی عاقبت خراب کرنے کے سوا کچھ نہیں۔

چوں خدا خلیل کہ بدو کس دراز
میلش اندر غنہ پا کاں ز کز
غیر متصدین کی فقہ حنفی سے نفرت و عداوت

جس طرح غیر متصدین، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بعض وعادہ دیکھتے ہیں، ایسے ہی انہیں فقہ حنفی سے بھی شدید نفرت ہے، ان کے چوسٹے بڑے و کٹاؤں فقہ حنفی کے خلاف لکھتے دیکھتے ہیں اور یہ قرآن کے ہر حرف کے زباں زد ہے کہ ”فقہ حنفی قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔“ بعض غیر متصدین تو فقہ حنفی کے خلاف نہایت ہی غلط زبان استعمال کرتے ہیں، فقہ حنفی کے خلاف غیر متصدین کی چند گزیر بات خدا کا زمین کی باقی ہیں۔

حکیم فیض عالم لکھتے ہیں:

”میں سچہ اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ آج فقہ حنفیہ کے نام سے جو آسمان ابوالمحیرث (دل بھلائے والی باطل باتوں و نقل) کا مجموعہ دنیا میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کے ایک حصہ کو گمراہ کرنے کا موجب بن رہا ہے اس کا ایک لفظ بھی حضرت امام ابوحنیفہؒ سے تعلق نہیں رکھتا۔“

باجل منائی ہیں، کتاب دست کے ہوتے ہوئے ان پر عمل کرنا محض گمراہی اور حرام ہے بلکہ اکل حال کے ہوتے ہوئے غنیمت کا گنگ دنا ہے۔

مزید لکھتے ہیں:-

"شرک و بدعت کی وہ پتلا درگتہ ہیں اور شخصی عقیدہ یا سید کا وہ کوئی حکومت ہیں اور شخص کے خلاف اور گندہ مسائل جو قرآن و حدیث کے سرسوخوت ہیں وہ منہی خلاف کرتے کہ باید و شاید۔" طبرستان کے مشہور مناظر مولوی طالب الرحمن صاحب لکھتے ہیں:-

"فقہ حنفی وجہ آپ کے علاوہ اس ملک میں بلکہ قانون ائمہ کوئی کی سرور اور کوشش میں مصروف ہیں اسنے گندہ مسائل سے ہر کی پرہیز کی ہے کہ قرآن کو کلمہ اور ہماری زبان اس بات کی حق نہیں کہ نہیں ضبط تحریر۔ یا کلمہ زبان پر لایا جائے کیونکہ یہ تو وہ فقہ ہے کہ جب یہ جملے کمال پاشا کے ملک تک لایا جاتی تو اس کی گزرا کی کا سبب بنی اور اسی کے مسائل سے کسی کا سے اسلام سے نفوت ہوئی اور پنجاب یونیورسٹی کا ایم۔ اے اسلامیات کی طلبات نے اس فقہ کی مشہور کتاب جلیہ کے متعلق کہہ دیں انہا جنہاں کیا کہ اگر یہ اسلام ہے تو ہمیں یہ تسلیم منظور ہے۔"

مولوی طالب الرحمن نے اس کتاب میں فقہ و اہل فقہ کے متعلق یہ کہہ چکا ہے

۱۔ عبدالمستزحق - غلبہ اہل سنت و جماعت اور اہل بدعت کا اہم
۲۔ عبدالمستزحق - غلبہ اہل بدعت کا اہم
۳۔ ابوحنیفہ کا مذہب - غلبہ اہل بدعت کا اہم

وہ ہمارے لیے ضبط تحریر سے باہر ہے اس لیے ان کے ایک ہی حوالہ پر اکتفا کرتے ہوئے آگے چلتے ہیں۔

غیر متعین کے ایک اور مناظر مولوی ابوالکلیم اشرف سلیم صاحب نے فقہ حنفی کے خلاف اپنی ایک کتاب کے آغاز پر یہ عبارت دیا ہے کہ کتاب ہذا میں محمد رسول اللہ کی احادیث مبارکہ اور فقہ حنفیہ کو فقہ کے لیے زیادہ غامض اور شرمناک مسائل کا اعلیٰ تحقیقی حوازیہ کیا گیا ہے۔

مولوی صاحب اس کتاب کا تعارف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"اس کے آغاز میں جسے میں خاص فقہ حنفیہ کے ایک حصہ گزارا کہ ان شرمنگ، انسانیت سوز، موجب لعنت، خود ساختہ، غیر معتبر، غیر مستند، مغرب اخلاق، عقائد باطلہ کا بیان کیا گیا ہے جسے پڑھ کر آپ بچار اٹھیں گے کہ واقعی متعین اصناف کی فقہ حنفیہ کے پرچے اڑ گئے اور قرآن و حدیث کا پرچم ہلکا رہا ہے۔"

اس کتاب میں مولوی صاحب نے جو بیرون ضرورات قائم کر کے ان پر ہاتھ لگائی کہ ہے وہ بیان سے باہر ہے۔

مولوی اشرف سلیم کا مبلغ علم

مولوی اشرف سلیم صاحب غیر متعین کے معروف مصنف، مقرر اور مناظر ہیں، اصناف کے خلاف اشتہار بازی اور چیلنج بازی کا عام مشغلہ ہے۔ ان اشتہارات اور چیلنج کے اندر کس قدر جھوٹ اور فریب ہوا ہے وہ تو ہم اس وقت زیر بحث نہیں لائے، اس وقت ہم ان کی کوہنہ نہ لگنا چاہتے کہ مولوی صاحب جو فقہ حنفی کو قرآن و حدیث کے خلاف ثابت کر کے

کے ورہے ہیں۔ ان کا اپنا مبلغ علم کیسے، تفصیل میں ہمارے نیز صرف ایک حوالہ عرض ہے۔

مولوی صاحب برصوف فلسفہ معراج بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :-
 ”ہر نبی کو اللہ تعالیٰ اس کی شان و مرتبہ کے مطابق معراج کرائی،
 حضرت آدم کو جہنم میں مقامِ توبہ پر معراج کرائی، حضرت فرح
 کو جبلِ جودی کے مقام پر معراج کرائی، حضرت ابراہیم کو گامہ میں
 معراج کرائی، حضرت اسماعیل کو چھری کے نیچے معراج کرائی اور
 حضرت عیسیٰ کو صلیب پر معراج کرائی۔“

فائدہ یہ اس عبارت کو بغور پڑھیے اور داد دیجئے مولوی صاحب کے علم و تحقیق
 کی ایسے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب معراج کے معنی سے بھی واقف نہیں،
 بس تقریری ترنگ میں ہر نبی کو معراج کروا رہے ہیں، دوسرے اس پر بھی غور کیجئے
 مولوی صاحب نے حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق لکھ دیا کہ
 انہیں صلیب پر چڑھا دی، اس سے ثابت ہو جائے کہ مولوی صاحب کے نزدیک وہ صلیب پر چڑھ
 گئے اور انہیں سزا دی گئی تھی۔ انکو یہ ننگیہ بیوقوفانہ و نصاریٰ کا قریب اہل اسلام
 کا نہیں اور یہ نظریہ قرآن و حدیث کے باطل مفاد ہے۔
 اللہ تعالیٰ فرمائے ہیں :-

وَمَا تَشْتَلُونَ وَمَا تَشْتَلُونَ وَمَا تَشْتَلُونَ
 تَلْبَسُونَ تَلْبَسُونَ تَلْبَسُونَ
 ۱۵۷: ۴۰

جہاں کا مبلغ علم ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر معراج کروا رہے

پہل جو قرآن و حدیث کے بنیادی عقائد سے بھی واقف نہیں جو لغو قرآن و حدیث
 کے غلط کھڑے ہیں وہ امام ائمہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر کچھ
 اچھلے ہیں اور ان کی فقہ کے خلاف لکھتے ہیں۔

ہر فصل و دانش بیاہر گریست

ہم نے فقہ حنفی کے خلاف غیر عقلمند کی تحریرات کے صرف دو چار دلائل بطور
 نمونہ پیش کئے ہیں ورنہ ان کی اکثر کتب اسی قسم کی عبارت سے موری پڑی ہیں
 فقہ حنفی کے خلاف کہنا ان کا جو سبب مثلاً ہے، ایسے گناہ ہے کہ اہل علم نے
 فقہ حنفی کے خلاف یہ دیکھ کر اپنا نشان بنالیا ہے تاکہ سادہ لوح عوام کو فریب
 دے کہ نہ فقہ حنفی سے متفرق نہ کریں، پہلے بھی اہل علم کے بڑوں نے فقہ حنفی کے خلاف
 بہت سی کتابیں لکھی تھیں اور آج بھی یہ کام زور و شور سے جاری ہے۔ آئے
 ملی کوئی نہ کوئی عقل و شعور سے عاری غیر متقدم فقہ حنفی کے خلاف لکھتا رہتا ہے اور
 یہ اس کا کوئی نئی تحقیق نہیں ہوتی بلکہ بڑوں کی پٹاری سے چر کر اپنے نام سے نکلنے
 کر دیتا ہے۔

ہماری مصلحت کے مطابق امام صاحب اور فقہ حنفی کے خلاف ایک دہ
 میں اپنی کتاب ”استقصا الاولیاء“ لکھی گئی ہے اس کے مصنف ایک خالی تہم
 کے شیعہ علامہ حسین کنتوری (متوفی ۱۳۰۹ھ) تھے، ان کا مشفق سی احمد اہل سنت
 اور ان کی کتب کی تردید کرتا تھا، بعد میں جرگہ میں فقہ حنفی کے خلاف لکھی گئیں،
 انہیں اس کی کتب کا چرچہ نہیں، یا اس کتاب کو ان کا فائدہ نہ کریں۔

۱۔ ہماری اس بات کی تصدیق مولوی محمد حسین صاحب شاہی کے اس جملے سے ہو چکی ہے جو ان کی
 حیران کن کتاب ”الہدایۃ“ میں لکھی ہے، موصوف لکھتے ہیں، ”نام ائمہ ابوحنیفہ
 ازہر جہاں حرارت، مداح انہما اہل الفکر، فیہ تصدیق کا انہما ہے۔“ (خالی، میں شہر کے گلیوں
 (پانی کے صوبہ)

اس کتاب کے بعد فقہ حنفی کے خلاف ایک مدوری کتاب "نظر المبین فی رد
مغلطات المقلدین" کے نام سے لکھی گئی۔ اس کے مصنف ہماری چندین ذرائع
تکثری تھے جو بعد میں سلطان ہجوک خاں کی الدین کے نام سے مشہور ہوئے۔

محمد الیرکین کی مدوری غیر متعلقہ کام "مبلغ علم
ان کا مبلغ علم کا تھا۔ اس کے متعلق ترجمان البیروت مولوی محمد حسین بکوی
صاحب کی زبانی کہتے، "مروفت محمد حسن امروہی مروانی سابق غیر متعلقہ تصدیق
کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"اس کی تشکیل میں ایسے بہت سے اشخاص کو پیش کر سکتے ہیں جو بکربانے
مروانی مفتی صاحب بھی مولوی نہ کہیں گے اور سمبھارہ صاحب
تصانیف ہیں۔ ان کا بعد ایک شخص کی الدین مرحوم کا کتب خانہ
ہیں جو بڑی بڑی ضخیم کتب "نظر المبین اور "نظر المبین وغیرہ ہمارے
شاگردوں علامہ حسین لاہوری اور اردو ترجمان کے مصنفیت کر کے
تمام کھول میں شائع کر گئے ہیں اور ان تصانیف کو دیکھ کر کتب سے
بامروہ اور دوسرے پڑوسندوستان، بنگال، ملتان، بمبئی، برہما، آسام
رنگون وغیرہ کے لوگ ان کو مولوی و عالم سمجھتے ہیں اور درحقیقت وہ

پیشہ تیار و موزون ہے۔ جب کہ سب کی بات چاہیے، ان کا وہ بہت نام ہیں اور ان کا ذکر
کے مستحقین کے لئے علامہ حسین لاہوری کی کتاب "اشعاع الایام اور اشعاع الایام فی تصنیف
انعام" کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں اس قسم کے مآثرین سے انعام فرماتا
علیہ الرحمۃ کے لئے کسی سزا نام ان کا نام بخاری وغیرہ کو سب سے پہلا۔ ایک ایک
نام سے کر کے ان کو مدد دیا جو غریب کو سب کا کتب خانہ ہے۔ (الاصحاح اصحابہ مکرمان
نام الاظمک علیہ السلام)

پہلے مینا، مشتبہ بھی پڑے تھے، اور مفتی صاحب کے سنی
مناہت تھے اور اس امر کو آپ بھی جانتے اور جانتے ہوں گے نہیں
جانتے تو لاہور اور لاہور کے لوگوں سے معلوم کر سکتے ہیں اور خود
بارع المبین کی مشہور اور مشہور تقریر مولوی ابو عبد اللہ علامہ حنفی
مرحوم کو دیکھ سکتے ہیں، اس میں مولوی صاحب مرحوم تمام تقریریں
کتاب میں اس امر کو بیان چکے ہیں۔

جس کتاب کے مصنف کا مبلغ علم یہ ہو کہ اسے علم صرف کی سمجھتا تھا جس میں
د آئی ہوں جسے مفتی صاحب کے سنی بھی معلوم نہ ہوں اس کتاب میں جو
ہر کتابی ہر جہ کے عقل و فروغ سے دور اور علم و تحقیق سے گلا ہوا ہوگا۔
کیا البیروت مولوی محمد حسین لاہوری صاحب کے تصور کے بعد ہم اس کتاب
ہر ایک جہ کے بغیر آگے جتے ہیں۔ "نظر المبین" کے بعد فقہ حنفی کے خلاف
"حقیقت الفتہ" لکھی گئی۔ اس کے مصنف محمد یوسف جے پوری صاحب
ہیں۔ معروف ہے اس کتاب میں جس قدر دلیل و تمہیدیں انبیاء اور دوسرے
رحم سے کام لیا ہے۔ شاید ایسی حرکت دشمنان دین میں سے کسی نے نہ کی
جو آج یہ ہے کہ پوری صاحب کو حضرت امام صاحب رحمہ اللہ اور ان کی
فہم سے جہد بغض و عناد ہے اس کا نتیجہ مظاہرہ و ذکر کر سکتے تھے اس کتاب میں
انہی اسناد کا پورا پورا مظاہرہ کیا ہے۔ جسے پوری صاحب نے اس کتاب
میں حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے متعلق الکبر کے حوالے سے جو بڑے حقائق
بمقام جتے ہیں کہ اس کا کچھ قصور اساتذہ کرام کے سامنے پیش کریں، تاکہ
مصنف کی ولیدہ دلیری، غیبت اور دوسرے رحمی سامنے آسکے اور سادہ لوگوں

عوام پر جو اس کی عزت و حریت ہے وہ ختم ہو۔
حقیقت الفقہ کے چند خواہشات کا تجزیہ

جے پوری صاحب نے حقیقت الفقہ میں ایک سرسری فہم کی ہے
"حقیقت مذہب کی حالت" اس مثنوی کے تحت انہوں نے حضرت امام ابوحنیفہ
رحمہ اللہ کو حدیث میں قلیل، ایضاً صحت یعنی اتہامی کم علم، اور ان کا پابند حدیث
میں گرا ہوا ثابت کرنے کے لیے، تیز انہیں مجبور قرار دینے کے لیے مختلف
منہات قائم کر کے تحصیل سے غامض فرمایا کی ہے، ایک عنوان اس طرح قائم
کیا ہے: "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور علم حدیث" اس عنوان کے تحت
لکھتے ہیں۔

"تاکثر ابن خلدون جلد اول ص ۱۸۱ میں ہے کہ خاجو حقیقت دینی
اللہ صمد یقال بافت روا نیستش (۱) ص ۱۸۱
حدیث اور نہ خواہ

تجربہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کہا گیا ہے کہ ان کو سترہ
حدیثیں پہنچی ہیں۔

جے پوری صاحب، ابن خلدون کی یہ عبارت کو ذکر کر کے بڑی غرض پیش کیا ہے
کہ چاہتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا حدیث میں پایا گرا ہوا ثبوت، لیکن
ابن خلدون کی اس عبارت سے امام صاحب کا علم حدیث میں پایا گرا ہوا ثابت
کنا خود غرضی اور دھوکہ دہی کے برابرا کچھ نہیں۔ اس لیے کہ اول تو جے پوری
صاحب نے ابن خلدون کی عبارت کا ترجمہ نقل کیا ہے، جے پوری صاحب
ترجمہ کرتے ہیں کہ "امام ابوحنیفہ کی نسبت کہا گیا ہے کہ ان کو سترہ حدیثیں پہنچی ہیں"

لے محمد و صحت جے پوری - حقیقت الفقہ ص ۱۸۱

روایت میں ترجمہ اس طرح ہے

"ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کی رعایت، یعنی
روایات، سترہ تک پہنچی ہیں۔"

دونوں ترجموں میں زمین آسمان کا فرق ہے، اصول حدیث سے بہت
ذرا ہی تسہل ہوگا وہ دونوں ترجموں کے فرق کو بخوبی سمجھ سکتا گا، عوام کے لیے ہم
توڑی سی وضاحت کئے دیتے ہیں، دیکھئے ایک ہونا ہے استاد سے حدیث
مائل کرنا اسے کہتے ہیں تعلیل حدیث اور ابوحنیفہ حدیث، اور ایک ہونا ہے استاد
سے پڑھی ہوئی احادیث آگے شاگردوں کو پڑھانا اسے کہتے ہیں اولیٰ حدیث
اور روایت حدیث، ابن خلدون کے ذکر کردہ قول کا مطلب یہ ہے کہ امام صاحب
نے آگے جو احادیث روایت کی ہیں وہ سترہ تک پہنچی ہیں یہ مطلب نہیں کہ امام
صاحب نے حدیثیں کل سترہ پڑھی ہیں، روایت حدیث میں قلیل ہونا کوئی تعجب
نہیں ہے، کیونکہ اس سے علم حدیث سے ناواقف یا ناقصیت کا تصور ہونا لازم
نہیں آتا۔ اس لیے کہ ممکن ہے محدث و خود نظم کیے بلا وجہ و عزم و احتیاط کی بنا پر
پروحدیث کی آئے روایت کم کرے، اور تو جہاں اعتراض حضرت امام صاحب پر
کیا جاتا ہے اس سے علما و دانشمندان خصوصاً حضرات ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دیگر
اعلما و صاحب کرام بھی نہیں بچ سکتے، کیونکہ ان کی روایات بھی دیگر صحابہ کرام کے مقابلہ
میں بہت کم ہیں۔ جے پوری صاحب اگر ابن خلدون کی عبارت کا ترجمہ صحیح کرتے
تو اعتراض کا کوئی پہلو نہ نکلتا، لیکن انہوں نے باوجود ان بوجہ کیا عربی سے غلط
ہونے کی بنا پر غلط ترجمہ کیا اور عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ امام ابوحنیفہ
رحمہ اللہ سے جے پوری صاحب نے ہمہ تن ابن خلدون سے اپنے مفید مطلب
عبارت نقل کی ہے اور آگے پیچھے سے ساری عبارت دیکھو و استہ جوڑ دی ہے

کیونکہ اس سے بڑا اعتراض ہی قائم ہوا کرتا ہے، ہم متعلقہ ساری عبارت کو دیکھتے ہیں تاکہ یہ پوری صاحب کی خیانت کھل کر سامنے آسکے۔
 موت ابن خلدون نہ تھکتے ہیں۔

واعلم ايضاً ان الاشجع المجتهدين لعنا وقوا في الكفاية من هذه الناحية و الاقتلاد فها هو حنيفي رضى الله عنه يفتال بفت روائيته الى سبعة عشر حديثاً او نحوها و ما لبث رحمه الله ان سلط صرحه عند ما في كتاب الموطا وغايته ان لسانه حديث او نحوها و احمد بن حنبل رحمه الله تعالى في مسنده خمسون الف حديث و كل ما اراه اليسير اجتاده في الف و قسمه تقول بعض المعضنين المتعصبين الى ان منهم من كان قليل الاعتناء في الحديث فلما قلت رايته ولا سبيل الى هذا المعتد في كبار الائمة - لا نسب اثر يستر انما توجه من الكتاب والسنة والامام ابو حنيفة استما قلت رايته لما شد في شروط الرواية والتحصيل و ثققت رواية الحديث ايضاً اذا عارضها العمل بنفسه و قلت من اجابها روائيه فقل حديثه لا انه تراءى رواية الحديث متصفاً وناشاً من ذلك و يبدل على انه من كبار المجتهدين في علم الحديث اعتماداً عليه بينهم والقويل عليه و اعشاره و قبالاً و اما

خير من المحدثين و هم الجاهل و فتومعوا في الشوط و كثر جدتهم و الكل عن اجتهاد و قد توسع اصحابه من بعده في الشروط و قلت روائيه

اور یہی جان لو کہ اگر مجتہدین حدیث کے فن میں متنازع ہیں کسی کی مرویات قلیل اور کسی کی کثیر ہیں، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کی مرویات سترہ ہزار اس کے گنگ جنگ پانچویں ہیں، امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح احادیث جو سترہ ہیں ان کی زیادہ سے زیادہ تعداد تین سو یا اس کے گنگ جنگ ہے اور امام احمد رحمہ اللہ کی سند میں ۵۰ ہزار احادیث ہیں اور ہر ایک نے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق سنی کی ہے۔ بعض لوگ جو بعض رکھنے والے اور متعصب ہیں، انہوں نے اس شخص کو بیکرا یا کہی ہے کہ ان میں سے کچھ امام حدیث میں قلیل البناعت ہیں اسی لیے ان سے روایت حدیث کم ہوتی ہے، لیکن اس اعتقاد کی کیا رائے کہ حق میں کوئی دلیل نہیں، کیونکہ احکام شرعیہ کتاب و سنت ہی سے اخذ ہوتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت اس میں قلیل ہوئی کہ انہوں نے روایت اور اس کے نقل کے بارے میں سخت شرطیں لگائیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ حدیث یقینی کی روایت جبکہ اس کے معارضہ میں فعل نفسی واقع ہو ضعیف ہو جاتی ہے دیکھ کر انہوں نے حدیث کی روایت کو عمدہ چھوڑ دیا، امام ابو حنیفہ

ہونے کی وجہ سے قلیل البصاۃ (مدیریت میں کم علم خیال کرتے ہیں)
یہ بعض ان کا افسوس ہے کہ بارگاہ کے بارے میں اس کی اطلاع انہیں نہیں

کیونکہ شریعت قرآن و سنت ہی سے اخذ کی جاتی ہے (اور جو شخص حدیث
پر قلیل البصاۃ ہو وہ کیسے احادیث سے احکام شریعت کا استنباط کر سکتا ہے)
باقی حضرت امام صاحب سے جو روایت حدیث قلیل ہوئی تو اس کی وجہ نہیں
کہ حدیث میں ان کا پایا گیا ہو تھا یا انہوں نے جان بوجہ کر روایت حدیث کو چھوڑ
رکھا تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے روایت و نقل حدیث میں خراک
بہت سخت لگا رکھی تھیں جس کی وجہ سے ان کی احادیث قلیل ہوئیں اور مزدولم
حدیث میں کیا ترجمہ ہیں سے تھے اور ان کے کیا ترجمہ ہیں میں سے ہونے کی دلیل
یہ ہے کہ اگر ترجمہ ہیں کے درمیان ان کا تہذیب و رد قبول کے اعتبار سے معتد
مستحب ہے۔

فدائیں آپ ابن خلدون کا مطلب پوری طرح سمجھ گئے ہوں گے اس لیے ہم
مزید شرح کی ضرورت نہیں سمجھتے البتہ ابن خلدون نے قلیل البصاۃ کی تفسیر میں
امام صاحب کے متعلق جو یہ کہا ہے کہ ”کہا جاتا ہے کہ ان کی روایات مستزو یا اس کے
کتاب مبالغہ پہنچتی ہیں“ اس کا ہم کچھ ترجمہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارا نظریہ یہ ہے
کہ حضرت امام صاحب کے بارے میں ابن خلدون کا نقل کردہ قول معتد و مستحب
ہے جس کے بہت سے شواہد ہیں۔

۱) ابن خلدون نے اسے بصیرت مرقیہ ذکر کیا ہے جو خود اس کے ضعف اور محرومیت
کی دلیل ہے۔

۲) ابن خلدون کا یہ اپنا قول نہیں ہے بلکہ انہوں نے اسے جمہول کے صنف
نفسانی سے ذکر کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ ”کہا جاتا ہے“ یہ کہنے والے

کے علم حدیث میں کیا ترجمہ ہیں میں سے ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے
کہ محدثین ان کے مذہب پر اعتقاد کرتے ہیں رد قبول کے اعتبار سے
امام صاحب کے علاوہ جمہور محدثین نے روایت حدیث کی
شرائط میں توسع اختیار کیا ہے اس لیے ان کی احادیث کثیر ہوئی
اور ہر ایک نے یہ شرائط اپنے اپنے اجتہاد سے طے کر لیں، امام
صاحب کے بعد ان کے اصحاب نے بھی روایت حدیث کی شرائط
میں توسع اختیار کیا تو ان کی روایات بھی کثیر ہو گئیں۔

فدائیں محترم آپ نے ابن خلدون کی پوری عبارت، علامہ خرائی کے
کہیں اشارت بھی ہے پوری صاحب کا مطلب ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری
عبارات ان کے خلاف جاتی ہے شاید اسی لیے وہ صرف ایک فقرہ ذکر کرتے
ہیں باقی سب کھا ہاتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ابن خلدون نے پہلے یہ بتایا
کہ بعض اقل قلیل الروایہ ہیں اور بعض کثیر الروایہ، پھر اس کی تفسیر میں
انہے غلطی کا ذکر کیا کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان
کی روایات مستزو یا اس کے گلب جگہ پہنچتی ہیں، حضرت امام مالکؒ کی
تین سو گلب، اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی پچاس ہزار گلب، اس سے
معلوم ہوا کہ ابن خلدون نے امام صاحب کے متعلق جو کہا ہے وہ ان کے
قلیل الروایہ ہونے کی تفسیر میں کہا ہے، بلکہ ضمن یا اعتراض کے
نہیں کہا، بلکہ انہوں نے ان لوگوں کی پُر زور دست کی ہے جو کسی امام کو قلیل الروایہ
ہونے کی وجہ سے حدیث میں قلیل البصاۃ (کم علم) سمجھتے ہیں چنانچہ وہ فرماتے

ہیں کہ

”بعض متعصب لوگ فرماتے ہیں کہ کسی امام کو قلیل الروایہ

کوئی جگہ نہ ہوگی۔

۱۲۱) انہوں نے آؤ متجوّلوا کا مفہوم لکھا کہ رشادہ کر پا کر خود انہیں میرا پتہ نہیں
کو سترویں کہنا ہے انفرادہ۔

۱۲۲) ایضاً یہ کہ عظیم حضرت اسلام میں لیکن انہیں اندک کلام کی مرویات کا یہی
علم نہیں اسی لیے انہوں نے امام مالک کی مرویات ان کی موطا میں جن میں سورجانی
ہیں حالانکہ بقول حضرت شاہ ولی اللہ کے موطا میں ۱۸۲۰۔ ۱۸۴۰ احادیث موجود ہیں۔

اور امام احمد رحمہ اللہ کی موطا بہ مستند احمدی پچاس ہزار بتائی ہیں، حالانکہ حضرت
احمدؒ میں کل تیس ہزار احادیث ہیں اور اگر کلام احمد رحمہ اللہ کے صاحبزادے
عبداللہ کی مرویات کو بھی شامل کر لیا جائے تو پھر کچھ پچاس ہزار بنتی ہیں۔ اب
غلو نہ کہ جب اندک مرویات کی صحیح تعداد معلوم نہیں تو حضرت امام ابو حنیفہؒ
کے تابعین میں انکے نقل کرنے والے کا کیا اعتبار کیا جا سکتا ہے؟

۱۲۳) حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے قبیل الروایات ہونے کی تردید کے
لیے آپ کے تلامذہ امام صاحب پر نظر کر لیا یہی کافی ہے ابن حجر متقی شافعی کو لاشہ
فرماتے ہیں کہ آپ کے تلامذہ کے بارے میں ایک قول تو یہ ہے کہ انہیں امام صاحب
سے جن لوگوں نے حدیث و فقہ حاصل کی ہے ان کی تعداد ذکر کرنا مشکل ہے بلکہ
آگے فرماتے ہیں "بعض متاخرین محدثین نے آپ کے آثار سوشاگر دلوں کی
فہرست لکھی ہے جس میں یہ تفصیل ہے کہ ان کا نام و نسب لکھا ہے"۔

یہ آثار سوشاگر کوئی معمولی لوگ نہ تھے بلکہ بارگاہ محدثین و مجتہدین تھے جن
میں سے ایک محدث حضرت عبداللہ بن یزید مرقیؒ کی رحمہ اللہ نے حضرت امام

صاحب سے فرمایا اور بیٹ سنی تھیں بلکہ خیال فرمائیے جس امام کے تلامذہ
و اصحاب اس قدر کثیر ہیں کہ ان کا شمار کرنا بھی دشوار ہو جس سے صرف ایک
جگہ روایات فرسودہ پہنچتی ہوں ۱۲۴) اس امام کے بارے میں یہ کہنا کہ انکی
مرویات مستند و ثابت پہنچتی ہیں انصاف کا طریق نہ کہنے کے مترادف نہیں تو کیا
ہے معمولی نقل و شورو کہنے والا آدمی بھی اسے تسلیم نہیں کر سکتا۔

۱۲۵) نیز اس پر غور کیا جائے کہ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کی پندہ مستند
روایات میں سے آپ کے شاگردوں نے جو اسلحہ آپ سے روایت کی ہیں، ان کے علاوہ
کروڑوں کی روایات دیگر حفاظ نے باواسطہ آپ سے روایت کی ہیں، ان کے علاوہ
آپ کے تلامذہ کی تصانیف مثلاً حضرت امام محمد رحمہ اللہ کی موطا کتاب الخیر
بلکہ، سیرت بنی ہاشم اور تفسیر ابو یوسف رحمہ اللہ کی کتاب الخیر اور انکی
مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہزاروں روایات آپ سے پہنچ
مستقل روایت کی گئی ہیں، حضرت امام صاحب رحمہ اللہ نے کتاب الاثر جن
میں تقریباً فرسودہ حدیث ہیں ان کا انتخاب پچاس ہزار احادیث کے کیا ہے چنانچہ
حدیث قدوسیؒ ابن احمد ترمذیؒ فرماتے ہیں۔

"انتخب ابن حنیفۃ رحمہ اللہ الاثر من الروایات
المتحدیۃ"۔
امام ابو یوسفؒ نے کتاب الآثار کا پچاس ہزار احادیث سے انتخاب
کیا ہے۔

حاکم ترمذی رحمہ اللہ امام محمد بن سجاد رحمہ اللہ متوفی ۲۴۲ ہجری سے نقل

مستحقین کو انہوں نے قریب لے

امام ابوحنیفہؒ کے لئے اپنی تصانیف
تصانیف میں تینا وجہیں
الف: حدیث و افتخار
ب: شمار میں اور نصیب الف
ج: حدیث و

صحابہ جبریت ہے کہ حضرت امام صاحب کو سرخ راز سے نوازا، محدثین پر اپنی تصانیف میں بیان فرماتے ہیں اور پانچویں باب میں کتاب الآثار کا انتخاب کرتے ہیں مگر دسویں باب پر لکھتا ہے کہ ان کی مرویات مستور کتب میں نہیں ہیں، اس وقت

نمبر ۱۰۔ جے پوری صاحب نے ابن خلدون کے قول کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول نقل کیا ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں:

۴۱۔ مفسر قریم اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ لاہور و سوات میں قول عبد اللہ بن مسعودؓ

كان أبو حنيفة يفتي في قضايا الزنا والحدود.

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

چھ پوری صاحب اس قول کو چکر لگاتے تھے جی حوام کو یہ باور نہ آتا کہ یہ ہے جس کے
صداؤں نے امام صاحب کا پیرویش میں لگایا تھا لیکن یہ ان کا نام خیال ہے وہ یہ
ہے کہ اگر وہ واقعی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے تو اس کے یہ
معنی نہیں لیے جاسکتے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کس پسند میں یہ تعبیر امر

بسم الله الرحمن الرحيم . مناقب الامام الاعظم زليخا الطاهر الغني يوم القيمة .

۱- تغییر در ساختار و فرایند

۱۰۰ حدیث سے بے بہرہ تھے کیا ان کو حضرت عبداللہ بن مبارکؓ نے دیکھ کر حضرت امام صاحبؒ کی شان و کرامت میں انہوں نے حضرت امام صاحبؒ کی قدر و حدیث دیکھ کر ان کی انتہائی تعریف کی ہے حتیٰ کہ انہوں نے لوگوں کو حدیث پیش کرنے کے لیے حضرت امام صاحبؒ کے پاس جانے کو لازماً قرار دیا ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔
 ۱۰۱۔ لولم ألق إلا حينئذ عظم أمره، ابوہنیفہؒ سے نہ مل سکا تو علم قللت من العنا لبراف میں غلٹ ہو گیا۔

[illegible]

بشری بھی مقرر ہے جس میں نے حضرت عبداللہؓ پر مبارک کرکے فرماتے
کے لئے۔

۱۵- علیکم بالورع والعبادۃ
 اور اوراد و عبادت کا علم حاصل کرنا
 کہ یہ اہل عقیقہ کا لازمی پیش کیمرہ
 انہی سے مدد لینا کہ معنی اور مفہوم
 حاصل ہو سکتا ہے۔

مسودہ ہی افکار تھے جس کو میں نے حضرت عبداللہؓ ہی مبارک کے گوئیہ فرماتے

(۴) لا تقبلوا رأی الی حدیثہ
بلکن قولوا انفس الی حدیثہ کہ
یہ کہو کہ اگر الی حدیثہ کی یاد آئے ہے
بلکہ یہ کہو کہ وہ حدیث کی تفسیر ہے

د. سرور زین العابدین - معاونت علمی و اقتصادی

[illegible]

Age Group	Total	Male	Female	Male	Female
18-24	100	100	100	100	100
25-34	100	100	100	100	100
35-44	100	100	100	100	100
45-54	100	100	100	100	100
55-64	100	100	100	100	100
65+	100	100	100	100	100

وعادات کے فحشان کے تحت نہ کر گیا ہے جس سے صرف حضرت امام صاحب کے خوش لباس رہنے کو بیان کرنا مقصود ہے اور کچھ بھی نہیں۔ چنانچہ یہ صاحب نے اسے قلعہ کے صاحب کے تحت بطور ضمن ذکر کیا ہے اور انتہائی بدویانہ سے کام لیتے ہوئے علامہ شبلی کی عبارت کے ساتھ تیار پانچ دینار سے لے کر ناکھ کنہا پانچ شش تک لائن زد عبارت کو جوڑ کر اپنا مطلب نکالا ہے۔ ہم نے غیر متنبہانہ کی طرف توجہ کیوت انھوں نے ایک ایک سطر چھان ماری لیکن ہمیں ہے پوری صاحب کی علامہ شبلی کے حوالے سے ذکر کردہ لائن زد عبارت کیس نظر نہیں آتی، اذناہ کیجئے کہ ہے پوری صاحب حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بعض احمدی ماس و مقولہ پہننے جس کو ان کے فحش و عبادت تراشی کرد و رسول کے حکم نکالنے سے بھی نہیں بچ سکتے اور انہیں یہ وہانہ شخصیت ہوتے ہوئے شرم و حیا مانع نہیں ہوتی، یا اللہ جب باضیعتہ العزوب۔

دوسرے بچے پوری صاحب کا حضرت امام صاحب کے بارے میں یہ ثابت کرنا کہ انہوں نے حصولِ حدیث کے لیے سفر نہیں کیا اس لیے ان کے امام کا کم مراد کا ہیں، یہ بھی مراسر و حواکہ اور فریب ہے، حقیقت یہ کہ باطل طاقت ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کا قیام کوئٹہ میں تھا، جہاں کیا بڑھن و تہجدیں ہو جود تھے جن سے امامیہ افادہ کرنے کے لیے لوگ خود کو قریا کرتے تھے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے طلبِ حدیث میں بخارا سے لے کر مصر تک تمام اسلامی شہروں کا سفر کیا تھا و دفعہ جزیرہ جگہ چار دفعہ بصرہ جانا ہوا چھ سال تک نماز میں تہنیم رہے مگر اس کے باوجود کوئٹہ اور بغداد کی وہ اہمیت تھی کہ فرماتے ہیں: لا احسن کم دخلت الی القوتہ و بغداد مع المحدثین^۱، میں شمار بھی نہیں کر سکتا کہ کوئٹہ اور بغداد میں مجھے مذہب

کے ساتھ تین بھائی بچا۔ ان حالات میں حضرت امام صاحب کو غلبہ حدیث کے لیے
اٹل ہو گیا جس کے کہ ضرورت تھی۔ لیکن تاؤ کا بھائی نے کہ آپ نے غلبہ علم میں کئی
سفر کئے ہیں، اس زمانہ میں کچھ لکھنا فائدہ و استحواہ کا بڑا ذریعہ تھا کیونکہ ممالک
اسلامیہ کے گوشہ گوشہ سے بڑے بڑے اہل کمال عربین میں آکر جیں ہو جاتے تھے
اور دروس و افتادہ کا سلسلہ بطور جاری و رستہ تھا، امام الحسن عربی نے بڑے فخر
کے ساتھ کہ آپ نے بچپن ہی کئے تھے، علاوہ انہیں ششما سے کئے کہ منہ و جاس
نے ان کی خدمت تک جس کچھ سال کا حصہ ہوتا ہے آپ کا منتقل طور پر تمام ہو
سکتا ہے میں عرض۔

۵۔ کچھ آگے چل کر ایک عنوان قائم کرتے ہیں۔

۱۰ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اجماع صحابہؓ

اس عنوان کے ذیل میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق یہ بات سنے کے لیے کہ وہ صحابہ کرام کا جہاں کی مخالفت کرتے تھے علامہ دمریری کی کتاب "تہذیب النہج" سے لفظ "جنین" کے تحت علامہ دمریری کی تحقیق نقل کی ہے۔

۴۔ علامہ مکمل الدین دہلوی میری حیاتِ انجمن کو مکتوبہ مصر علیہ الصلوٰۃ
 میں فرماتے ہیں: "الجنین هو ما یوجد فی بطن
 البہیمۃ بعد بدنها خان و یوجد مینما بعد بدنها
 فهو حلال باجماع العلماء کما نقلہ الماوروی
 فی المعادی وبہ قال مالک والشافعی والنوی و ابو یوسف
 و محمد بن واسطی و الامام احمد و تفرغ ابو حنیفہ
 بنحو مسلم اکلہ۔" (تبیح جنین وہ بچہ جسے عرصہ چار ماہ تک

میں فہم کے بعد نکلے اگر قبر کے بعد وہ بچہ مردہ ہو تو باجماع علماء
ہے جبکہ ماوردی نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے اور میں مذہب
اہم مالک اور اوزاعی اور شیعان ثوری اور ابو یوسف اور محمد اور
اسحق بن راہویہ اور احمد بن حنبل کا ہے۔ امام ابو حنیفہ صرف اکیٹھ
اس کو حرام کہتے ہیں اور صرف اس ایک ہی مسئلہ پر اختلاف کیا گیا اور
بہت ایسے مسائل ہیں کہ جن میں امام ابو حنیفہ نے اجماع صحابہ
کا اختلاف کیا ہے جس کی اہل علم پر پوشیدہ نہیں ہے۔

جے پوری صاحب نے یہاں بھی بذیانتی سے کام لیتے ہوئے اور حوری مجاہد
نقل کی ہے، حنیفہ النیران میں مذکور حدیث میں - بحرم الکفر - کے بعد یہ حدیث
ہے "محتجا بقولہ قتالی حرمت علیکم المیتة والدوم
و بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم احلت لنا میتستان و دمان
السکک والجراد والکبد والطحال و هذه میتة ثانیة
لسم تذکر"۔ یعنی حضرت امام صاحب نے اس کی تفسیر کا قول اللہ
تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کرتے ہوئے کیا ہے کہ "حرام کیا گیا ہے
تمہارے لیے مردار اور خون کو" نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان سے
بھی استدلال کیا ہے کہ "عزلی کہتے تھے ہیں ہمارے لیے دو مردار اور خون
یعنی کھلی اور مٹی، خنجر اور تی، تیشہیں جو مل رہا ہونگے وہ تیسرا مردار ہے جس
کا تذکرہ حدیث میں نہیں ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام صاحب نے یہ رائے کتاب کو سنت

لہ محمدیست جے چھٹی - حقیقت الفکر ص ۱۸

لہ کمال الدین دہلوی دہلی - حنیفہ النیران ص ۱۸

سے استدلال کرتے ہوئے تاہم یہی ہے کہ اصل تاہم نہیں کی، (جے پوری صاحب
نے اسے اس لیے ذکر نہیں کیا کہ اس عوام کو بہت پر زہل پڑ جائے کہ حضرت امام صاحب
اس مسئلہ میں کتاب و سنت سے استدلال کرتے ہیں نہ کہ اپنی رائے اور قیاس سے،
اور حضرت امام صاحب کا یہ استدلال بالکل صحیح ہے کیونکہ جن میں مردہ نکلتا ہے وہ
- میت - ہے جس کی حرمت آیت مبارکہ حرمت علیکم المیتة سے ثابت
ہے اور یہ قطعی الثبوت بھی ہے اور قطعی الخلاف بھی، اس کے بخلاف مردہ جن میں
بے محل ہونے پر جن امارت سے استدلال کیا جاتا ہے - اول تو ان میں تاویل
و احتمال ہے یعنی نکوۃ البیہن ذکوۃ امر کے معنی ہیں کہ ذکوۃ امر یعنی جن کا ذکا
ایسے ہی ہے جیسے اس کی ماں کا - وہ کیسے باطنی ان امارت کے محمول پر عمل نہیں کیا گیا
کیونکہ جن اگر زندہ نقل آتا ہے تو بالاتفاق سب کے نزدیک اس کا مستقل ذکر نہ کرنا
ضروری ہے، تیسرے وہ سب کی سب امارت ضعیف ہیں - لہذا ان امارت
سے جو یہ قطعی الثبوت میں نہ قطعی الخلاف، حضرت امام صاحب کی پیش کردہ آیت
مبارکہ کا قطعی الثبوت بھی ہے اور قطعی الخلاف بھی، کیسے مقابلہ کیا جاسکتا ہے اور
علم نفس پر عمل کیسے چھوڑا جاسکتا ہے۔

علامہ ابن عزم اس مسئلہ میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں -

"قال ابو محمد: لو صح عن النبي صلى الله عليه وسلم
لفعلنا به مسارعين. واذا لم يصح عنه فلا يصح
قولنا ان القرآن لفظول مقاتل اوقت المين:۔" لہ

ابو محمد ابن عزم کا کہنا ہے کہ اگر اس مسئلہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
صحیح طور پر کچھ ثابت ہوتا تو ہم بہت جلد اس کا قول کر لیتے، مگر چونکہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ میں صحیح طور پر کچھ ثابت ہی نہیں ہے۔
 ہے کہ اس ایک کچھ دے یا بہت سے کھنے والوں کے کھنے کی وجہ سے قرآن کو چھوڑنا محال نہیں ہوگا۔

باقی رہا ہادی کا اجماع صاحب کا دعویٰ کا قریب بلا دلیل ہے اور علامہ زمیری کا اس مسئلہ میں حضرت امام صاحب کو متفق یعنی اتفاق قرار دینا غلط ہے۔ کیونکہ علیہ السلام تابعی اور مورخ صاحب کے متنی حضرت ابراہیم غفر اللہ کا قول بھی یہی ہے، چنانچہ کتاب الآثار میں موی ہے۔

”اخبارنا ابو حنیفہ ترحم حماد عن ابراہیم قال لا تسکون زکوة نفس زکوة نفسین“۔

امام خود فرماتے ہیں کہ جس میں خبری امام ابو حنیفہ نے اور انہوں نے براہِ عملہ تھا حضرت ابراہیم غفر اللہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ایک ہزار کا فیک دو بار دنوں کا ذکر نہیں ہو سکتا،

علاوہ پوری صاحب کچھ آگے چل کر ایک عنوان قائم کرتے ہیں۔
 ”حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر جرح“۔

اس عنوان کے تحت ہے پوری صاحب نے بعض متصیین اور حاسدین کا ذکر کیا ہے حضرت کے حوالے نقل کئے ہیں جو خود فقہ تابعی کا سہارہ تھے، ان کے جوابات ہزاروں دعوے جابجائے ہیں، یہ حوالے نقل کر کے لے کر صاحب پوری صاحب لکھتے ہیں۔

”اسماؤ گرامی ان اثرہم ثین، قریبا ونفسا دے جنہوں نے حضرت امام

لے کتاب الآثار

لے محمد یوسف جہادی - حقیقت انصاف ۹۹

ابو حنیفہ کو ناقص الخلقہ اور عیث کم ہائے والا اور اس کی کیا پانچ دہر کہ میں ناقص، نیز عربی زبان میں ناقص بتلایا ہے اور ان کے عقائد اور مسائل پر اعتراض کیا ہے۔

یہ لکھنے کے بعد اتنی حضرات کے نام گنواستے ہیں جن میں امام مالک، امام شافعی، امام احمد، عبداللہ بن مبارک، ابن حنیفہ، یزید بن ابی رزین، عبداللہ بن ابی یزید بن سعید قطان رحمہم اللہ جیسے بزرگوں کے نام بھی ہیں۔

تاریخ ترمذی حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں آپ ان کا ذکر ائمہ محدثین کے اقوال کی طرح خلاف فرماتے ہیں کیا ان کی موجودگی میں یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے امام صاحب پر جرح کی ہوگی؟

اس فہرست میں ان لوگوں کے نام بھی ہیں جنہوں نے امام صاحب کی ملامت میں مستعمل کیا ہیں مگر میں مثلاً حضرت عبداللہ بن شوائب، مروان بن الحنفی، عمرو بن

وفیہ و غیرہ، اس میں وہ حضرات بھی شامل ہیں جو حضرت امام صاحب کے شاگرد تھے، ہم حیران ہیں کہ پوری صاحب کی عقل و فہم پر ہے پوری صاحب تو دنیا سے چلے گئے ہیں

تجربہ بیشتر کی وجہ سے دیتے ہیں کہ وہ مرد میدان نہیں اور بہت سے قوان نام اللہ سے بلند ہیں حضرت امام صاحب پر جرح ثابت کریں۔ دیدہ دلیر

علاوہ پوری صاحب مزید کہہ آگے چل کر ایک عنوان یہ قائم کرتے ہیں
 ”کیا حنفی مذہب میں ولی ہوتے ہیں؟“

اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

”اکثر حنفی کہا کرتے ہیں کہ ہمارے مذہب کے حق ہونے کی بڑی دلیل ہے کہ اس مذہب میں ہزاروں اولیاء اللہ ہوتے ہیں اسکا جواب

لے محمد یوسف جہادی - حقیقت انصاف ۹۹

گوش دل کا حلقہ ہو۔ حضرت پیران پشیمپش عبداللہ درجیائی کا کہہ کر میں کو
چاندی مذہب واسلے بڑا ولی بنتے ہیں اور صاف اس بات سے
انکار کرتے ہیں چنانچہ طہات ابن رجب جلد اسلک میں ہے کہ
قیل للشیخ ہسل کان للہ ولیا علی خبیہ اعتقاد احمد
بن حنبل فقہ مال حاکم ان خلا میکون۔ (ترجمہ حضرت پیران
پیر سے پوچھا گیا کہ خلی مذہب والوں کے سوا اور مذہب کیا بھی
پھر ولی ہوتے ہیں یا نہیں۔ فرمایا نہ تو ہونے میں اور نہ حمل کئے لے

اخلاف کے ساتھ پیر پوری صاحب کے بغض و عناد کو خطہ فرسیدہ کر انہیں
اخلاف کے اندر کسی ولی اللہ کا ہونا بھی گوارا نہیں ہے اور وہ یہ ثابت کرنا چاہتے
ہیں کہ حنفی مذہب میں کوئی ولی نہیں ہوا۔ اور یہ ثابت کرنے کے لیے انہوں نے
حضرت شیخ عبداللہ درجیائی رحمہ اللہ کا ایک قول ڈھونڈا ہے لیکن ان کا اس قول
سے استہلال کرنا باطل غلط ہے فائدہ اور بے کار ہے۔

اولاً :- تو اس لیے کہ پیر پوری صاحب کو کوئی حدیث پیش کرنی چاہیے تھی
جس سے ثابت ہوگا کہ حنفی مذہب میں ولی نہ ہوتے ہیں نہ ہوں گے، مذکورہ
قول تو امتی کا ہے اور غیر متقدمین کے ہاں تو اقوال صحابہ و محدثین چاہے کچھ دیگر
حضرات کے اقوال اس لیے یہ قول پیش کرنا شان حدیث کو بڑھانے کے
متراوت بلکہ بقول غیر متقدمین کے شرک ہے۔

ثانیاً :- پیر پوری صاحب نے مذکورہ قول کا ترجمہ بھی انتہائی غلط کر کے لوگوں
کو دھوکہ دینا چاہا ہے اس لیے کہ انہوں نے اعتقاد کا ترجمہ مذہب کیا ہے جو
غلط ہے۔ کیونکہ فقہی طور پر مذہب مسلک کے معنی میں ہوتا ہے اور حضرت

شیخ کے قول میں فتاد سے مسلک بزرگ نماز انہیں ملکہ اعتقاد سے وہ بنیاد دینی
مراویں جن پر کفر و اسلام اور حکمت و عذاب کا دار و مدار ہے۔ ظاہر ہے کہ ان
بنیادی عقائد میں اندراج باجم مستحق ہیں اور ان کا آپس میں کوئی اختلاف نہیں ہونا
جبکہ ترجمہ یہ ہوگا کہ حضرت شیخ عبداللہ درجیائی سے سوال ہوا کیا حضرت امام احمد
بن حنبل رحمہ اللہ کے جو عقائد تھے ان عقائد سے بحث کر کوئی ولی ہوا ہے تو
آپ نے فرمایا نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ اس ترجمہ کو سامنے رکھیے تو آپ کو معلوم ہوگا
کہ حضرت شیخ عبداللہ درجیائی رحمہ اللہ معتزلہ، خوارج و دوافض کی تردید کر رہے
ہیں کہ ان میں نہ ولی جواز ہو سکتا ہے کیونکہ وہ امام احمد کے عقائد سے جڑے ہوئے
تھے نہ کہ ابراہیمی سنت کے متبعین کی۔ براہی عدم تعلید کا یہ انسان کو کہاں سے
کہاں پہنچا دیتی ہے۔

ثالثاً :- اگرچہ پوری صاحب کے ترجمے کے مطابق حضرت شیخ کی جہالت
نا معلوم رہی ہے جو پوری صاحب سمجھنا چاہتے ہیں تو اس سے لازم آتا
ہے کہ خطیبوں کے سوا۔ مانگیوں اور شافعیوں میں بھی کوئی ولی نہ ہوا ہو، بے
پوری صاحب کے حواری سوچ کر جواب دیں کہ وہ یہ کہنے کے لیے تیار ہیں؟
یاد رہے کہ پیر پوری صاحب کا صرف خطیبوں میں اولاد ماننا یہ اس بات کا
افکار نہ ہے کہ غیر متقدمین میں بھی نہ کوئی ولی ہوا ہے نہ ہوگا کیونکہ غیر متقدمین
جس طرح امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے متقدمین ہیں اسی
طرح وہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے بھی متقدمین ہیں لہذا غیر متقدمین
خود اپنی زبان سے اقرار ہی ہو گئے کہ مذہب میں کوئی ولی ہوا ہے نہ ہوگا۔

دابعاً :- پیر پوری صاحب کا اخلاف میں ولیوں کا انکار کرنا سؤراج کی
روشنی میں دلی کا انکار کرنے کے مترادف ہے، بے پوری صاحب کچھ حواری ہیں

ہے۔ چاہے جہاں مسئلہ۔

مزید سمجھتے ہیں۔

(۱۹۶۶) تصدیق احادیث دینی الیہ فی قبلہ دکر وادہ دکر ج۔ چاہے جہاں

مسئلہ، شرح و تفسیر مسئلہ، وصول۔

(۱۹۶۷) سچی کی روایت میں ایک طرف سے جس کے آخر میں ہے کہ بھی آپ

کی تقلید ہی یہی ہے کہ اختلافی سے طالی ہوئے یہ حدیث صحیح الاستاد ہے۔

چاہے جہاں مسئلہ۔

(۱۹۶۸) دینی الیہ کی حدیثیں یہ نسبت ترکہ دفع کے قریب ہیں چاہے

جہاں مسئلہ۔

(۱۹۶۹) دینی الیہ کی حدیث ضعیف ہے۔ شرح و تفسیر مسئلہ، مسئلہ

جو پوری صاحب کو اس دنیا سے چلے گئے اس لیے موجودہ غیر متعلقہ سے جہاں

مطالعہ ہے کہ وہ دکر وادہ دکر کے اصل اور بنیادوں سے نکال کر دکھائیں وہ نہایت

کے ان خدا کے یہاں چاہے ہی کے لیے تیار ہیں، اگر غیر متعلقہ ہیں یکساں کہ ہم جہاں

کے ان میں سے جو ملے دکھائے ہیں تو ہم اس کے لیے تیار ہیں، وہ ہمیں چاہے

والی کتاب میں مندرج ہیں کہ ان کا اصل ہے ان کتابوں کی عبارت کا ترجمہ دکر

دکر وادہ دکر میں مندرج ہے کہ یہ سہرا الیہ عبارت کا ہے، لیکن ہم دکر و

سے کہتے ہیں کہ وہ اصل الیہ عبارت کا ترجمہ نہیں دکر و دکر کے لیے دکر وادہ دکر

الیہ کتابوں میں نہیں ترجمہ ہیں کہ ان سے کہیں گے۔

تاکہ یہی کلام بات کہ ان کے کلام ملی گئی۔ اصل بات یہ چل رہی تھی کہ پاکہ بند

ہے کہ مندرجہ کلام پہلی کتاب "استعداد الافحام" لکھی گئی جو کلام صحت

خالق کا شیعہ تھا، دوسری کتاب "ظفر المبین" لکھی گئی جس کا صحت

لے محمدیہ شیعہ ہے، حقیقت انہیں مسئلہ

(۱۹۷۵) سچے چاہے جہاں مسئلہ کی حدیث، اتفاق امر مشرعی صبح ہے جہاں

مسئلہ، شرح و تفسیر مسئلہ۔

(۱۹۷۶) نافت کے نیچے چاہے جہاں مسئلہ کی حدیث مرفوع نہیں دو قول حضرت عائ

سے ہے اور ضعیف۔ شرح و تفسیر مسئلہ۔

(۱۹۷۷) حضرت مرزا مظہر جان جانا، سیدہ زینب سیدہ چاہے جہاں مسئلہ کی حدیث

کو سیدہ قریب سے کتب کے قریب دیکھتے اور خود سچے چاہے جہاں مسئلہ ہے۔

مستند چاہے جہاں مسئلہ، وصول۔

(۱۹۷۸) ایک اختلافی نام ناکت سے چاہے جہاں روایت کیا ہے۔

چاہے جہاں مسئلہ۔

(۱۹۷۹) لا حولہ الا بعدنا تحسب الکتاب یہ حدیث بسند صحیح اصل

مستند وایہ حیات و سنی و لا حولہ الا بعدنا تحسب الکتاب ہے۔ چاہے جہاں مسئلہ۔

(۱۹۸۰) ایک امام نے ثعلب القرآن والی حدیث کے راوی کو شیعہ کہا کہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاں امام کے نیچے ناخوش ہے۔ چاہے جہاں مسئلہ

(۱۹۸۱) امام کے نیچے ناخوش ہے چاہے جہاں مسئلہ کی احادیث ضعیف ہیں۔ شرح و تفسیر

مسئلہ، وصول۔

(۱۹۸۲) حضرت ابن عمر کا اشفاق حضرت علی امام نہ چاہے جہاں ضعیف ہے

شرح و تفسیر مسئلہ۔

(۱۹۸۳) حضرت علی کا قول میں منع ناخوش ضعیف ہے اور باطل ہے۔

شرح و تفسیر مسئلہ۔

(۱۹۸۴) ایک کتاب امام تکبیر یا الخ حدیث ضعیف ہے چاہے جہاں مسئلہ

لے محمدیہ شیعہ ہے، حقیقت انہیں مسئلہ

مولوی محمد حسین بنالوی کے متوال میرزاں و مفتش بے کسی اوقات تھا اور اسے
 ماضی و مضامین کے معنی بھی نہیں آتے تھے، اس کے بعد "تحقیق الفہم" عجمی
 لکھی جس کے چند حوالوں کا ترجمہ گزشتہ صفحات میں پیش کر گیا۔ اس کے بعد شمس
 محمدی و داریت محمدی و طبر و خیر و طبر لکھی اور تاہم تہذیب سلسلہ جاری ہے۔ اور
 اب تو جو کچھ ترقی کا دور ہے اس لیے غیر مفیدین کے خلاف نقد معنی کی کتب کا
 فروغ دینا جائز نہ رہے ہیں، یعنی عالمگیری کے خلاف مستقل کتاب، ہادیہ
 کے خلاف مستقل کتاب علیٰ ذالعیسایہ ان سب کی قدر و شکر یہ ہے کہ ان میں
 دہلی کی گئی ہے کہ نقد معنی قرآن و حدیث کے خلاف ہے، تقریباً پہلی کتابیں
 ہماری نظر سے گزری ہیں۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کتب کے
 مصنفین نقد و حدیث کا تہا تہا قرآن ثابت کریں گے ان لوگوں کو تہا تہا کی
 تقریب بھی معلوم نہیں، بعض تصنیف وادانہ کے وجہ سے نقد معنی کے مسائل کو تہا تہا
 و حدیث کے مخالف و متناقض ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں حقیقت
 میں وہ مسائل قطعا قرآن و حدیث کے مخالف و متناقض نہیں ہوتے نہ مناسب
 معلوم ہوتا ہے کہ ان حقیقت کو ذرا دل نہ دیا جاسکے تاکہ دیکھیں کہ کتنی بے جا و
 توہین نقد کی تہا تہا جان چاہیے کہ کتنے کتب لکھے ہیں، فقہانہ نقد کی یہ تقریب
 کی ہے "علم بالا حکام الشریعة الشرعیة عن اولیہ
 التعصیلة" نقد جتنا ہے شریعت کے فروعی احکام کو ان کی تفصیل و دلیل سے
 اس تقریب سے معلوم ہو کہ فضی مسائل وہ ہوتے ہیں جو تفصیل و دلائل، قرآن،
 حدیث، اجماع است اور قیاس بہتر سے مستنبط ہوتے ہیں، غور فرمائیے جب
 فقہی مسائل ہوتے ہیں وہ ہیں جو قرآن و حدیث، اجماع است اور قیاس سے
 مستنبط ہوں تو میرزاں مسائل کے قرآن و حدیث مخالف ہونے کی وجہ سے وہ دوسرے

تقریب میں تہا تہا کی حقیقت اور اس کی شرائط کو سمجھنا چاہیے، تہا تہا کی
 تقریب اس طرح کی ہائی ہے۔

۱۔ التہا تہا ہر اختلاف التعصیلة میں بالاجاب و السلب
 بعین یقتضی الذات صلی صلی احدا ہا کذب الاخرہ
 اور بالعکس۔

تہا تہا کہتے ہیں دو تفسیروں کے ایک باہم و سلب میں اس طرح سے
 مخالفت ہونے کو کہ لفظ ایک تفسیر کا معاد ہو یا دوسرے تفسیر کے
 کاذب ہونے کا، یا ایک کاذب ہو یا دوسرے کے معاد ہونے
 کا قطع کرے۔

دو تفسیر معہ ہر میں تہا تہا کے لیے دو قول کا آٹھ جزو میں تہا
 بزائد دہلی ہے دو آٹھ جزو میں دو قول ہیں۔ دوسرے موضوع، دوسرے
 وحدت زمان، وحدت مکان، وحدت قوت و فعل، وحدت شرط، وحدت جزو کل
 وحدت اضافت۔ ان کو وحدت ثنائیہ کہا جاتا ہے۔ اگر ان میں سے ایک یا کئی نہ
 پائی گئی تو تہا تہا نہیں پایا جاسکتا، مثلاً ایک شخص کے نزدیک کھڑا ہے، دوسرا
 کے کمر کھڑا ہوا نہیں ہے تو اس میں تہا تہا نہیں ہے کیونکہ ایک کمر کے کھڑے
 ہونے کا اور کمر کے نہ ہونے کا زمانہ بھی ایک ہوا اور مکان (جگہ) بھی ایک
 ہو یعنی جس سلسلے میں ایک کمر کے نزدیک کھڑا ہے اس کی اور کھڑا ہے کہ کمر کے
 کے وقت کھڑا ہے اور جس نے یہ کہا ہے کہ نزدیک کھڑا نہیں ہے اس کی مراد یہ
 یہ کہ نزدیک مسجد میں دن کے وقت کھڑا نہیں ہے اس صورت میں دونوں یکساں
 اور اگر زمان یا مکان بدل گئے تو تہا تہا نہیں رہے گا، اسی مثال کو
 میں جس نے یہ کہا ہے کہ نزدیک کھڑا ہے اس کی مراد یہ کہ مسجد میں کھڑا ہے اور

جس نے کہا ہے کہ کھڑا نہیں ہے اس کی مراد یہ ہو کہ بازو میں کھڑا نہیں ہے نہ
اس میں کوئی شاقص نہیں ہوگا۔ یا جس نے کہا ہے کہ گزیدہ کھڑا ہے اس کی مراد یہ
ہو کہ فی الحال کھڑا ہے اور جس نے کہا کہ کھڑا نہیں ہے اس کی مراد یہ ہو کہ سر
کے وقت کھڑا نہیں تھا تو بھی کوئی شاقص نہیں ہوگا یہ کچھ لینے کے بعد اب آئیے
غیر متعلمین کے طرز عمل کی طرف دو فقہی مسائل کو قرآن و حدیث کے خلاف و
متن قضیہ ثابت کر کے وقت ان شرائط کا حاصل نماؤں میں کر سکتے ہیں انہیں ان شرائط
کی شاید ہوا بھی نہیں ملے گی۔ اس لیے یہ لوگ فقہی مسائل کو قرآن و حدیث کے خلاف
کہتے ہیں حقیقت میں وہ نہ لغت نہیں ہوتے۔

اب ایسا ضرور ہوتا ہے کہ بہت سی احادیث و تفاسیر آپس میں مخالفت ہوگی
ہیں ایک جہت ایک کو ترجیح دے کر اس پر عمل کرتا ہے تو اس کا عمل دوسری
حدیث کے بغلہ خلاف نظر آتا ہے اور دوسرا جہت دوسری حدیث کو ترجیح دے کر
اس پر عمل کرتا ہے تو اس کا عمل پہلی حدیث کے بغلہ خلاف نظر آتا ہے تو اسے
حدیث کا بغلہ خلاف تو کہا جائے گا۔ جہت کے مسئلہ کو حدیث کے خلاف و غلط
کہا جائے گا کیونکہ وہ تو حدیث ہی پر عمل کر رہا ہے۔ ہم ہمیں چار مسائل پیش کرتے
ہیں جنہیں غیر متعلمین قرآن و حدیث کے خلاف بتا سکتے ہیں حالانکہ وہ قرآن و
حدیث کے خلاف نہیں ہیں۔

(۱) حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

”بیت اللہ کی چیت پر نماز، پیچہ پرست کی مخالفت عن ابن عمر
قتال بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یصلی
فوق ظہر بیت اللہ (ترجمہ شریعت) حضرت ابن عمر رضایت
کر رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کی چیت پر نماز

پڑھنے سے منع کیا۔ فقہ کا اختلاف من حصول علی ظہر انکسبت
بجائز حلول است (یا بیابان اصلو فی التیمم)۔ کعبہ کی چیت
پر نماز پڑھنی جائز ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کی چیت پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے لیکن
فقہ کے کچھ نے کعبہ کی چیت پر نماز پڑھی اس کی نماز جائز ہے کیوں
جائز ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منع کریں وہ کیوں کر جائز ہو
سکتا ہے یہ حدیث پر زیادتی ہے۔ ۱۔

خود فرمائیے حدیث شریعت سے فقہ کا اختلاف تو جب ہوتا ہے کہ فقہ میں
یہ بیان کیا جاتا کہ بیت اللہ کی چیت پر نماز پڑھا کرو۔ پھر آپ کہتے کہ دیکھو حضور
صلی اللہ علیہ وسلم منع فرما رہے ہیں اور یہ حکم دے رہے ہیں فقہ میں بیت
اللہ کی چیت پر نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا گیا قطعاً یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی
شخص بیت اللہ کی چیت پر نماز پڑھے تو اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟
فقہاء نے فرمایا کہ ہو جائے گی اگر غیر متعلمین کے پاس اس مسئلہ کے خلاف
کلی حدیث ہے تو ہمیں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ بیت اللہ کی چیت پر نماز
نہیں ہوگی

دوسرے حکیم صاحب کی دیانت ملاحظہ فرمائیں کہ طبرستان نے پوری عبارت
نقل نہیں کی چاہیے میں مذکور عبارت سے آگے یہ عبارت صحیح ہے۔ ”الان شاء
میکرہ لہما فیہ من قرأتہ المظلم و قد وعد اللہ فی عنہ عن
المسیح علیہ السلام۔ ۱۔ یعنی تو نماز ہو جائے گی لیکن محکوم
ذکر کیونکہ بیت اللہ کی تعظیم کے خلاف ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام لانے

اس سے منع فرمایا ہے، دیکھتے اس عبادت سے خوفہ خفی میں بیتہ اللہ کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن حکیم صاحب - جو اہم کو فتنہ کے منتظر کہنے کے لیے دانت کا غلوں کو گتے اور یہ عبادت چھوڑ دی -

ایک فریضہ صاحب فتنہ کے اس مسئلہ کے خلاف یہ لکچو دے رہے تھے کہ بھلا اس مسئلہ کی ضرورت کیا ہے۔ بیت اللہ کی چھت پر کون پڑھتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ جو ضرورت تو قیضاً کوئی نہیں پڑھتا لیکن ضرورت کے موقع پر پڑھنے کی نفی نہیں کی جاسکتی مثلاً بیتہ اللہ کی چھت کی حرمت یا اس کی صفائی کی عرض سے پڑھنا ہو سکتا ہے، اور بیتہ اللہ کی چھت پر پڑھنا خود حدیث سے ثابت ہے۔ فتح مکی کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوالحسن اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ کویتہ اللہ کی چھت پر پڑھ کر کروان دو چنانچہ آپ نے ظہر کی اذان بیتہ اللہ کی چھت پر پڑھی تھی ثابت ہوا کہ ضرورت کے موقع پر بیتہ اللہ کی چھت پر پڑھنا صحیح ہے اور اس ضرورت میں جو حد تک تعلیم نہیں :- اس لیے یہ پڑھنا مکروہ بھی نہیں ہے۔ ایسی صورت میں کہ کوئی شخص ضرورتاً بیتہ اللہ کی چھت پر پڑھنا اور اس نے وہاں نماز پڑھ لی تو اس میں کیا استیسا ہے؟ اگر کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اس مسئلہ کی ضرورت بھی نہیں۔

مفسر، وحکم صاحب نے ہدایہ کی عبادت کا ترجمہ بھی صحیح نہیں کیا ہذا کی غلط تعبیر کیا ہے اور اسی سے غلام کو دھوکہ میں ڈالا ہے کہ یہ حد تک حکیم صاحب نے ترجیح کیا ہے کہ ہر کی چھت پر نماز پڑھنی جائز ہے، حالانکہ یہ ترجیح بظاہر کسی کے کویتہ اللہ کی چھت پر نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی۔

چوتھی حدیث ضعیف ہے لہذا اس سے غیر متقدمین کو استہلال کرنا

صحیح نہیں۔
(۲) مولوی اشرف سلیم اس شد سرخی "خفی مذہب اور تکبر شریعت میں

تبدیلی کے تحت لکھتے ہیں۔

"مسئلہ چہاں میں درج ہے کہ اگر گناہی نماز میں بھیجیے اللہ اکبر کے بعد سے کوئی اور فتنہ تعلیم کا کہہ دے تو جائز ہے اصل عبادت یوں ہے۔ قال بدل التکبیر اللہ اجل او اعظم او الرحمن اکبر اول اللہ الا اللہ او غیرہ من اسماء اللہ تسالی اجزاء عند ابی حنیفہ تہ ہدایہ احتلت - حدیث رسول: فہذا یہ مسئلہ بھی صحیحاً ہی حدیث کے خلاف ہے، صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الی الصلوٰۃ قال اللہ اکبر اسی معنی میں کہ وہ بیتہ میں حدیث میں سے ثابت ہوتا ہے کہ بدل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیشہ نماز میں اللہ اکبر لکھتے ہیں۔"

خود فرمائیے حدیث شریف سے فتنہ کا اختلاف تو جب ہوتا جب کہ فتنہ یہ فرماتے کہ جب نماز شروع کرے تو اللہ اکبر کہے جاسکتے اللہ اہل وغیرہ لکھا کو پھر آپ کہتے کہ دیکھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اللہ اکبر سے نماز شروع کرتے ہیں اور وہی کو بھی یہی حکم دیتے ہیں کہ اللہ اکبر سے نماز شروع کرو اور فتنہ میں ہے کہ نماز اللہ اہل سے شروع کیا نہ ہو۔ لیکن فتنہ میں تو ایسا کوئی حکم ہے ہی نہیں کہ تم اللہ اکبر پورو کرنا اللہ اہل کہہ کر پھر اختلاف کہاں؟ فتنہ کا اصل مسئلہ یہ ہے کہ نماز اللہ اکبر اگر شروع کرنا کی جاسکتا ہے چنانچہ مولوی اشرف سلیم نے ہدایہ کے جس مقام کے جملہ ایسا ہے وہی اس سے پہلے یہ لکھا ہوا ہے۔

"ویرضع بدید مع التکبیر و هو خفی لان النبی

صلی اللہ علیہ وسلم علیہ السلام

باندھنے سے متعلق حسن وجہ کی بہت سی احادیث اور آثار مذکور ہیں جن میں سے بعض احادیث صحاح ستہ کی معتبر کتاب ابو داؤد میں مؤید ہیں جن کی تفصیل آپ اصل کتاب میں وضع المیزان تحت المسألة کے تحت ملاحظہ فرمائیں اس تفصیلی سے معلوم ہوا کہ اصل میں تفریق متعلقین سے پہلے ہونا ضروری ہے احادیث کی مخالفت خود کرتے ہیں اور الزام یہ ہے کہ فقہ حنفی حدیث کے خلاف ہے۔

۱۔ مولوی اشرف علی صاحب ایک اور عنوان قائم کرتے ہیں "حنفی کتاب اللہ بانی فقہ کے کیا امامت" اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

"مسئلہ ۱: ہادیہ میں فقہ کا یہ مسئلہ بھی درج ہے کہ بانی فقہ کے کیا امامت اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں اصل عبارت یوں ہے ولا یجوز للرجال ان یقتضوا باصرۃ او صبیۃ حدیث: یولی: فقہ کا یہ مسئلہ بھی حدیث ہذا کے خلاف ہے جو صحیح مسلم شریف میں ترمذی واقعہ کے ساتھ ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ چھ سات سال کا بانی فقہ کچھ وقت نہ دے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔"

فقہ کا مسئلہ اس حدیث کے تعلقاً مخالفت نہیں جس کی طرف مولوی اشرف علی صاحب اشارہ کرتے ہیں کیونکہ اس سے قطعاً اتنی بات ثابت ہوئی ہے کہ ابتدائی دور اسلام میں صحابہ کرام نے ایک ہی جگہ کی نماز پڑھی یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس قطعہ کی خبر ہوئی اور آپ نے منع نہیں فرمایا۔ اگر یہ ثابت ہوتا تو غیر متقدمین کا موقف درست ہوتا لیکن غیر متقدمین کا موقف یہ تھا کہ میں نے اپنے پیچھے نماز پڑھنے کی خبر نہ سنی اور آپ

نے منع نہیں فرمایا۔ جبکہ فقہاء احناف کے پاس بہت سے کتاب کرام اور آثار ہیں جن میں جن میں بانی اہل کی امامت سے منع کیا گیا ہے احناف کا ان احادیث و آثار پر عمل ہے کہ بانی اہل کے پیچھے نماز سے روکنے والے فقہاء احناف نہیں حضرت مولانا سراف میں جو زمانہ مستحکم اس ردول صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا یہی عام صحابہ کرام میں بلکہ حضرت عمر بن خطاب حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم میں اسی طرح جلیل القدر تابعین حضرت عطاء بن ابی رباح حضرت عمر بن عبداللہ بن زید وغیرہ میں۔ تفصیل کے لیے اصل کتاب کے "باب ما تروا من حدیث" کو ملاحظہ فرمائیں اس کے دیکس غیر متقدمین کے پاس کوئی بھی صحیح حدیث یا صحیح روایت حدیث پر کی امامت سے متعلق موجود نہیں۔ تو حدیث کے مخالف یہ خود کہتے اور الزام فقہ حنفی پر۔

۲۔ غیر متقدمین کے ایک فاضل قسم کے مولوی صاحب الرحمن صاحب مدد حنفی کو قرآن و حدیث کے خلاف ثابت کرنے کے لیے عوام کے سامنے فقہ کا یہ مسئلہ پیش کیا کرتے ہیں کہ

فقہ کی کتاب ہادیہ میں ہے "وقدر الیہم وما دونہ من التنجس المعنوی کالدم والبول والخمر وخرقہ الفساج وجول الحمار حازت الصلوٰۃ معدوان فادلسم تعین۔"

اور ہم اس سے کہ نجاست فیکلہ مثلاً خون، پیشاب، شراب، مرقہ کا بیٹ، گھٹے کا پیشاب، کپڑے پر لگی ہوئی اور نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی اگر اگر نجاست اس سے زیادہ ہو گئی تو نہیں ہوگی۔

۳۔ بلال بن رباح رضی اللہ عنہ اور جابر رضی اللہ عنہ۔ جابر صاحب

۴۔ مولوی اشرف علی صاحب احادیث و آثار فقہ حنفیہ ص ۱۰

سے خون آلود کپڑے کے متعلق دریافت کیا تھا، آپ نے فرمایا ہے اسے
اچھی طرح دبا تو اس سے رگڑ دے پھر پانی سے دھو دے۔

اس سے معلوم ہوا کہ فقہ میں تو نمازی کے لیے کپڑے، بدن، جگہ سب کا
پاک ہونا واجب قرار دیا گیا ہے۔ سوچنے کا حال اختلاف رہا کہ قرآن و حدیث
سے؟ ہاں فقہ میں بطور فرض یہ مسئلہ ضرور ہے کہ اگر کسی غازی کے کپڑے یا بدن
پر ایک درہم یا اس سے کم نجاست کی رو یا اسے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ فقہاء
احناف فرماتے ہیں کہ ہو جائے گی۔ اس خاص جزئی مسئلہ کے خلاف اگرچہ اہل احناف
مذہب کے پاس قرآن کی کوئی آیت یا حدیث جو توہینیں کریں جس میں صاف لکھا ہو
کہ اتنی نجاست کی رو یا اسے نہ پڑھا تو نہیں ہوگی۔ ہم دھوی سے کہتے ہیں کہ طہارت
مذہب قیامت تک ایسی آیت یا حدیث پیش نہیں کر سکتے، دیکھنا ہمارے۔ تو
ان کا دعویٰ ہی دلیل کے مطابق نہیں ہے، کیونکہ ان کا دعویٰ خاص (جزی مسئلہ)
جدا اور دلیل عام جس کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق ہی نہیں رہتا یہ بات کہ فقہاء احناف
نہی یہ تقریریں نہیں دلیل سے کہ ہے کہ ایک درہم یا اس سے کم نجاست لگے تو نماز
ہو جائے گی زیادہ لگے تو نہیں ہوگی۔ یہ ہم سب کو سمجھنے میں۔

بہت سی احادیث اور آثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ انسان یا حیوان
نجاست کے ازالہ سے مکلف نہیں ہے۔ تھوڑی نجاست صاف ہے۔ شوقِ حیات
طہارۃ الاسلام فرماتے ہیں کہ "جب تک تم میں سے کسی کے بدن میں گر
جائے تو اسے اس میں اچھی طرح ڈبو کر نکال دو کیونکہ اس کے دونوں پیروں میں
سے ایک میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفا رہے۔" لے

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قبل نجاست صاف ہے۔ کیونکہ لکھی

جبکہ قرآن کہتا ہے کہ وشیاء بلت فطہن اپنے کپڑے پاک کیجئے
اور حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا بغیر طہارت کے نماز قبول
نہیں ہوگی۔ قرآن و حدیث میں ہے کہ نماز میں کپڑے پاک ہونے
پابین اور فقہ کہہ رہی ہے کہ ایک درہم یا اس سے کم نجاست لگی
رہی تو نماز ہو جائے گی لہذا فقہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔

تاکہ بین کلام خود فرمائیے کیا فقہ کا یہ مسئلہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے؟ قرآن
و حدیث کے خلاف جب ہوتا کہ جاہ میں یہ ہوتا کہ نماز میں کپڑوں کا پاک ہونا
کوئی ضروری نہیں۔ پھر آپ کہتے کہ دیکھئے قرآن و حدیث تو نماز میں کپڑوں کا پاک
ہونا ضروری قرار دے رہے ہیں اور فقہ میں ہے کہ پاک ہو ضروری نہیں۔

میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ غیر مستدین کبھی بھی اصل مسئلہ حرام کو نہیں جانتے
کیونکہ اگر بتا دیں تو سارا اعتراض ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اسی بلایہ میں جس باب سے
عالم الرحمن صاحب لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے یہ مسئلہ نکالتے ہیں اسی
باب کا یہی سطر ہے۔

"تطہیر النجاست واجب من وجہ المصلی و وجہ
والمكان الذي یصلی علیہ لقولہ تعالیٰ وشیاء بلت
فطہرو و قال علیہ السلام حتی یبش شتم اقصیہ
شتم اقصیہ بالماء" لے

نمازی کو اپنے بدن سے کپڑوں سے اور جس جگہ نماز پھر رہا ہے وہاں
سے نجاست کو دور کرنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ
اپنے کپڑے پاک کر لیجئے اور ایک عورت سے جس نے وضو کر لیا

میں نہیں دنا پاک چیزوں پر بیٹھنے کی وجہ سے خود بھی کسی نہایت ضروری بات ہے ایسی
 اس کے باوجود اسے مانیں وغیرہ میں دکر نکالنے کا حکم ہوا مطلق ہو کر اس میں نہایت
 معافیت ہے اور نہ تو میں بھی گراں وہ چیز دنا پاک ہو جاتی ہے۔

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ

” حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مرتبہ صحابہ کرام کے نماز شروع ہو چکے تھے
 کہ ایک کبوتر آپ کے جوتیاں اندر گر گیا میں طرف نہ دیکھی، مگر کلام خیر دیکھا
 تو انہوں نے بھی جوتیاں اندر دیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز سے
 نماز ہو کر پھر پکار کہ میں جوتیاں اندر لے کر پس چیز نے ابداداً صحابہ کرام
 نے عرض کیا ہم نے آپ کو جوتیاں اندر تے دیکھا تو ہم نے بھی اندر دیں، نبی
 علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مجھے تو جوتیاں امین نے اگر خبر دی تھی
 کہ جوتیاں میں دنا پاک لگی ہوئی ہے۔“

اس حدیث بھی ثابت ہوا ہے کہ خود بھی نہایت معافیت ہے کہ جو حضور
 علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علوم ہوا ہے کہ جو چیزوں میں دنا پاک لگی ہوئی ہے جوتیاں اندر
 کر نماز پڑھا ہے، ہے اور نہ انہیں توڑیں، اگر خود بھی نہایت معافیت نہ ہو تو
 آپ نماز توڑ دیتے اور جوتیاں اندر نہ لے کر نہایت معافیت ہے۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ کچھ نہایت تو معافیت ہے تو اب سوال
 یہ پیدا ہوا کہ عوام کیسے بتوا جائے کہ اس میں نہایت معافیت ہے اس کے پیر میں
 پر گئے نہایت کی صورت میں نماز ہو جائے گی اس سے زیادہ لگی نہایت کی صورت
 میں نہیں ہوگی یہ وہ ضرورت کو کہ کے لیے فقہاء نے اس حدیث میں خود کہا جس
 میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ” جب تم میں سے کوئی

پانے کے لیے جائے تو اسے چاہیے کہ اپنے ساتھ میں چھوڑ جائے جن
 سے وہ اجتناب کرے، یہ میں چھوڑوں سے اجتناب کر لیا اس کے لیے کافی ہوگا۔“ (امین
 پر اپنی ہے استغفار کو کہنے کی ضرورت نہیں رہے گی)۔

اس حدیث کے ثابت ہوا ہے کہ باقی ہے استغفار کرنا ضروری نہیں ہے مگر
 کوئی چیزوں سے استغفار کرے تو یہ بھی کافی ہے اور یہاں باطل خاص ہے کہ چھوڑ
 ہے استغفار کرنے سے نہایت، و علیہ السلام میں بھی کہ جو کچھ چھوڑنا مست کہ غفلت
 مر یا چھوڑ تو یہ ہے میں دیکھنا باطلیت داخل نہیں کہ نہ کہ نہایت رہ جاتی ہے لیکن
 اس نہایت کو شریعت نے معاف قرار دیا ہے، وہ تو باقی ہے استغفار کرنا کافی
 قرار دیا جاتا، اور یہاں تاں جگہ جہاں تکمیل نہایت لگی رہ جاتی ہے وہ وہم کے بدلہ
 ہے۔ اس پر نظر کر کے جوئے فقہاء کے یہ تصریح کی کہ اگر کچھ نہایت غلط وہم یا
 اس سے کم کم بدل یا کچھ نہیں پر گئی رہ جائے تو نماز ہو جائے گی اس اگر اس غلطی یا
 کسی دوسری تو نماز نہیں ہوگی، لیکن اس کا یہ مطلب یہ نہیں کہ اس نہایت کو غلط
 رچنے دیا جائے جس کا زائل کرنا ضروری ہے۔

فائدہ میں عوام یہ ہے فقہاء کا استدراج اور حدیث کے تینہ چھ لکھ غیر متعلقہ جو
 قیاس کو نکالنا نہیں قرار دیتے ہیں وہ اسے اس قدر سمجھنے کے نماز میں بھی کر کے
 این کر خدا کی نیا، خاص کر طالب العلم کا سب کا نماز اس قدر سلفیانہ ہونا ہے
 کہ ہم اسے پہچان نہیں کر سکتے وہ انہیں کے کشاں کا نشان ہے۔

جمادی اس تشریح سے ثابت ہو کر کہ حدیث میں نہایت کو زائل کرنا واجب
 ہے کہ قدر وہم ہے نماز نہایت مست کہ گئے نماز میں ہی تو نماز نہیں ہوگی اب دنا
 قصیر کا دوسرا مسئلہ بھی غلط فہم ہے جس وہ یہ کہ جو لوگ فقر کو قرآن و حدیث

صاحب اقرب الی السنۃ کیجئے تھے۔

چنانچہ حضرت شاہ جیلوری صاحب لکھتے ہیں۔

”اور سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ وہ (نواب صاحب) ناقل

حنفی طریقہ نماز کو اقران السنۃ کیجئے تھے۔“

صرف یہ نہیں کہ نواب صاحب حنفی طریقہ نماز کو اقرب الی السنۃ کیجئے تھے

بلکہ وہ نماز پڑھتے ہی حنفی طریقہ کے مطابق تھے۔ چنانچہ نواب سید مل من غلام فرزند

صاحب سوانح لکھتے ہیں۔

”واللہ اعلم جویم نماز چنگا حنفی طریقہ پڑھتے تھے۔“

غیر متقلدین کا احکام کے بارے میں نظریہ

غیر متقلدین حضرات جمیعاً کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر کیڑا بچا سکتے اور ان

کا فقہ میں کیڑے کھاتے ہیں، ویسے ہی حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے پیروکار

احکامات کو تسلیم نہ سوا دھکے پر دیتے ہیں، کہیں انہیں مشرک کا خطاب دیتے ہیں اور

کہیں انہیں تجار و درویشان کا بھاری کتہہ دیکر انہیں تقلید کا مرتضیٰ بتلاتے ہیں۔

سب سے زیادہ یہ طعنہ دیتے ہیں کہ آپ نے امام کو نبی و پیغمبر کیلئے خدا کے برابر

کہتے ہیں اور یہ قرآن و حدیث پر عمل کے بجائے ان کے افعال پر عمل کرتے

ہیں، ان کے قول ان کے افعال اصل ہیں اور قرآن و حدیث ان کے تابع الیاد اہل

چنانچہ ایک غیر متقدم عالم مولوی داؤد اللہ صاحب لکھتے ہیں۔

”مگر ان فرقوں میں اور مسلک اہل حدیث کے طرز عمل میں کیا آسان

کا فرق ہے، تقلیدی مذاہب میں اولیں بنیاد اقوال ان کے کو قرار دیا گیا

ہے۔ پھر قرآنی حدیث کو ان اقوال انہ اور قواعد مختصرہ پر چھٹی کیا جاتا ہے

مگر قرآن و حدیث ان اقوال انہ اور قواعد مختصرہ کی موافقت کریں تو

ان کو تسلیم کرنا پاتا ہے۔ اور اگر وہ اقوال انہ اور قواعد مختصرہ کے

خلافت واقع ہیں تو ان کی تاویل کر دی جاتی ہے۔ اداویث کو صرف قائل

ہے۔ دونوں کیا جاتا ہے ان کی تضعیف و تردید کے لیے و اگر ان کی ملکہ

کاوشیں ختم کر دی جاتی ہیں؟

پروفیسر عبداللہ بابر پوری یوں گوہر افشاں کرتے ہیں۔

”بہر مشرک پہلے متقدم ہوتا ہے پھر مشرک.....“

جہالت کہتے ہیں دوسروں کو طے سے بٹا جان کر اپنے آپکو اس

کے تابع میں جھوٹے سے جھوٹا سمجھنا، یہی کچھ متقدم اپنے امام سے

کرتا ہے وہ اپنے امام کو آستانہ بٹھا ہے کہ خود کو اس کے سامنے

بافور سمجھتا ہے اور بعد ازاں اس کی طرح سے اس کا تلا وہ غلطی میں ڈالتے

گو اپنی مساوت خیال کرتا ہے پھر آہستہ آہستہ اسے اللہ کا شریک

شبہ ایسا ہے۔“

منہ لکھتے ہیں۔

”حنفی بھگت شریعہ کی دفعہ دین کرتا ہے تو اس لیے نہیں کہ یہ سنت

رسول ہے وہ اس لیے کرتا ہے کہ حنفی طریقہ نماز ہی ہے وہ رکوع

کو پاس ہے اور اٹھتے رفیع دین نہیں کرتا اس لیے نہیں کہ یہ سنت رسول

نہیں جو اس لیے کہ حنفی نماز میں یہ رفیع دین نہیں، ہر رفیع دین حنفی

غریب میں نہیں بخواد و سنت رسول ہی ہو وہ اسے کھڑے کے

لہ خدایت مسک ہدایت جہاد ملکہ

لہ جہاد ہمارے ہی، اہل السنۃ II۔

لہ جہاد ہمارے ہی، اہل السنۃ

لہ سید مل من غلام، تہذیبی ۲۵ ص ۲۵

وہ ہارنے سے تشبیہ و تمثیل ہے۔

کار نہیں کلام اخلاص کے پیش نظر ہم صرف ان دو تین حوالوں پر اکتفا کر رہے ہیں وہ ان حضرات کی اکثر کتابوں میں اس قسم کی عبارت پائی جاتی ہیں اور تفسیر پر جو بڑا بڑا فیہ مبتدا سنی کا پرچارک ہے۔

لکھتے ہیں کہ مبالغہ لگائی نہیں ہو تو ان کو کوئی بات نہیں کر سکتا۔ یہی غیر متدین کی ان تحریروں پر شہ کرنا کیسے مختص ہے کہ وہ مبالغہ آرائی ہیں اور تو ان کو بھی ملت کر گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ باتیں سب جھوٹ اور بہتان ہیں جو غیر متدین نے انصاف سے بغض و عداوت کی بنا پر ان کے ذہن سے لگائے ہیں۔ انصاف کثرت سواد ہم کا ان باتوں سے دور کا بھی واسطہ نہیں اور وہ ان سے باطل بری ہیں۔

اللہ کے فضل و کرم سے اصناف قرآن و سنت کے درجات کو بخوبی جانتے ہیں اہل ایمان کے درجات کے مطابق ان پر عمل کو اپنی مساوات سمجھتے ہیں، احادیث کے یہاں پیلا و درجہ کتاب اللہ کا ہے دوسرا درجہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے تیسرا درجہ اجماع امت کا ہے اور چوتھا درجہ قیاس کا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصول و اجتہاد
چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اپنے اصول و اجتہاد کو کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”آخذ بکتاب اللہ معالیم احمد فبسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنان لم اجد في كتاب الله ولا سنن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اخفت بعقول اصحابه آخذ بقول من شئت منهم وادع من

لہ سبب ہذا پروری : اصل اہل سنت مسکن

شئت منهم ولا اخذ من قولهم الا قول غيرهم فتأما اذا انتفع الامر واجل الى ابراهيم والشعبي وابن سيرين والاحسن و عطاء وسعيد بن المسيب وسنة و جلال فقوم اجتهدا واجتهد كما اجتهدوا۔
یہ کتاب اللہ کو لیتا ہوں اگر اس میں حکم نہیں پاتا تو سنت رسول اللہ علیہ وسلم کو لیتا ہوں، اور اگر کتاب و سنت میں حکم نہیں پاتا تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول کو لیتا ہوں۔ ان میں سے جس کے قول کو چاہتا ہوں اسے لیتا ہوں اور جس کا قول چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں۔ لیکن سب حضرات صحابہ کے قول کو چھوڑ کر کسی اور کے قول کو نہیں لیتا۔ اور جب معاملہ ابراہیم، شعبی، ابن سیرین، حسن عطاء اور سعید بن مسیب تک۔ ان کے علاوہ کچھ اور نام بھی لکھتے چنانچہ سب تو جیسے انہوں نے اجتہاد کیا میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

احادیث کثیر اللہ سواد ہم استنباط مسائل میں حتی الوسع قرآن و سنت کو ماننے رکھتے ہیں، اور کسی بھی مسئلہ کے مراحض قرآن و سنت میں ہوتے ہوئے قیاس و اجتہاد نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ حدیث مرفوعہ کے ساتھ ساتھ روایت موقوف اور مرسل کو بھی جوت مانتے ہیں، اور خبر واحد کے ساتھ ساتھ ضعیف حدیث کو بھی اجتہاد و قیاس پر مقدم رکھتے ہیں اور اس کے ہوتے ہوئے قیاس نہیں کر سکتے۔

چنانچہ علامہ ابن قیم جوزی فرماتے ہیں۔

”واصحاب ابی حنیفہ رحمہ اللہ جمعوا علی ان

مذہب الی سنیفتی ان ضعیفہ نہ حدیث عندہ اولیٰ
من القیاس والراعی وعلیٰ ذلک یقوٰ ائمہ ہدیٰ سلمہ
حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب کا اس بابت پر اجماع ہے کہ
امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ ان کے نزدیک ضعیف حدیث بھی
قیاس و رائے سے اولیٰ و بہتر ہے اور اسی پر انہوں نے اپنے
مذہب کی بنیاد رکھی ہے۔
علامہ علاؤ الدین محمد بن علی اجمکفی استوفی ۷۰۸ھ و توفی ۷۷۸ھ فرماتے ہیں۔

- وقفہ عمل اصحاب الحدیث لایدخل فیہ الشانعی
اذا لم یکن فی طلب الحدیث ویدخل الاحنفی کان فی
طلبہ اولاً۔ ہزاریت اسی سکونتہ یعمل بالمسئل
و یقدم خبر الواحد علی القیاس

اگر کسی شخص نے اصحاب الحدیث پر کوئی چیز وقت کی قرآن فنی المسئل
اس میں داخل نہیں ہوگا تا وقتیکہ وہ حدیث کی طلب نہ کرنا ہو اور
حنفی اصحاب الحدیث کے ذمے میں داخل ہونا خواہ وہ طلب حدیث
میں مشغول ہو یا نہ ہو وجہ یہ ہے کہ حنفی مسل حدیث پر بھی عمل کرتا ہے
اور خبر واحد کو قیاس پر مقدم سمجھتا ہے۔

علامہ محمد بن علی بن ابی حمزہ بیان سے جہاں یہ معلوم ہو کہ احناف خبر واحد کو بھی قیاس
پر مقدم سمجھتے ہیں وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ اصل اہل حدیث کو اس کے مستحق
بھی احناف ہیں نہ کہ غیر مقلد نہ کہ وہ حاکمات سے یہ بات نہ مردود و دشمن گوارا

۱۔ شمس الدین محمد بن ابی حمزہ الموصوفی (رحمہ) - اعلام المؤمنین ۵۱۸ ص ۱۰۱

۲۔ درمذہب شرح رد المحتار ۴ ص ۱۰۱

وہی جو کسی کے احناف کے یہاں قرآن و سنت مقدم ہیں اور قیاس کا وہ چتر قرآن
و سنت اور اجماع است کے بعد کا ہے۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس موقع
پر فقہ حنفی کے چند مسائل ذکر کر دیں جن میں احناف نے قیاس کو چھوڑ کر حدیث
پر عمل کیا ہے۔

چند مسائل جن میں قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا ہے

(۱) قیاس کا قاعدا تو یہ ہے کہ قوم (امت) یا تقویٰ برہان میں ناقض وضو
سویا کہ بیہوش ہو جائے برہان میں ناقض وضو رہے۔ کیونکہ ناقض وضو کی علت
دونوں میں مشترک ہے۔ لیکن چونکہ عینہ کے متعلق حدیث میں تفصیل آئی ہے کہ نماز
میں قیام، قعود، رکوع سجود میں کوئی سو جائے تو اس پر وضو لازم نہیں ہے اس
لیے ہر عینہ کو ناقض وضو قرار دینا ہی لایا اور حدیث پر عمل کر کے ہر سوئے قیاس کو چھوڑ
دیا گیا چنانچہ صاحب ہایہ فرماتے ہیں۔

- قال شجاع حدث فی الاسوال کاہا و هو القیاس فی
الانیم الا انما عرفناہ بالاشوال والاشجاعا و قوتہ فلا
یقاس علیہ

بیہوشی برہان میں ناقض وضو ہے اور عینہ کی بابت بھی قیاس ہی
ہے اگر وہ برہان میں ناقض وضو ہو (مگر عینہ میں تفصیل) کہ
ہم نے حدیث سے معلوم کیا ہے اور ائمہ ائمہ سے بلکہ کہ جب
اس لیے عینہ کو اجماع پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

(۲) قیاس کا قاعدا تو یہ ہے کہ نماز میں قعود مانگنے سے وضو نہیں ٹوٹتا
چاہے عینہ قعود نہ کرے یا نہ کرے چنانچہ حدیث میں ہے کہ اگر نماز میں قعود مانگے تو وضو نہیں ٹوٹتا

۱۔ بیان المؤمنین ابی حمزہ الموصوفی - جامعہ اول ص ۱۰۱

منگلے سے وضو کرنا واجب ہے لیکن جو کچھ حدیث میں آتا ہے کہ وضو علیہ صلوٰۃ وعلیہ
سے نماز میں قہر ہارنے والوں کو وضو کرنے کا حکم دیا تھا اس لیے نماز میں قہر
ہارنے سے وضو کے ٹوٹنے کا قول کیا گیا اور قیاس کو پھوڑ دیا گیا۔

پہنچنا صاحب ہایہ فرماتے ہیں۔

”والفہمۃ فی صلوٰۃ ذات رکوع وحجۃ والقیاس
انہا لا تنقض وجوہ قول الشافعی لا منہ لیس بخریج
تجسس ولہذا لم یکن حد شافعی صلوٰۃ الجنانۃ وجمیۃ
الصلوٰۃ وسفاح الصلوٰۃ ولینا قولہ علیہ السلام
ان من ضحك منکم فہکما یتقلعہ فیوضہ والصلوٰۃ
جمیعہا وبہ مسئلہ یشترک القیاس“

اور وضو کر توڑنے والی چیز رکوع و سجود والی نماز میں قہر ہارنا بھی،
ہے۔ قیاس کا اقتضا یہ ہے کہ اس سے وضو نہ ٹوٹے اور یہی امام
شافعی رحمہ اللہ کا قول بھی ہے، اس لیے کہ قہر ہارنے کوئی جھٹکنے والی ناپاک
چیز تو ہے نہیں یہی وجہ ہے کہ نماز میں ہار، سجدہ کا صحت اور نماز سے بے اثر ہونا
مانا ناقض وضو نہیں۔ لیکن قہر ہارنے کے اتنا وضو پورے پر ہاری دلیل
عنصر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان ہے ”خبروا تم من سے بوجہ قہر
دار کر سنا ہے اسے چاہیے کہ وہ وضو اور نماز دونوں کو ٹوٹائے اور
اس جیسی حدیث کی موجودگی میں قیاس کو ترک کر دینا چاہیے

(۴) کہ نہیں ہیں اگر نہ ثابت ہو جائے تو اور وہ قیاس اس میں دو صورتیں
ہوتی ہیں ایک قہر ہارنے کی نہایت محکم دلیل سے یا وجہ بھی کتنا پاک نہ ہو کہ نہ

اس۔ دیہادوں وغیرہ پر جو نہ ثابت ہو۔ اس سے پاکی ممکن نہیں۔ دوسری
یہ کہ کوئی ناپاکانی جاری پانی کے حکم میں ہو کہ کبھی ناپاک ہی نہ ہو۔ لیکن چونکہ کوئی
حدیث میں آثار صحابہ پائے جاتے ہیں اس لیے کہ کوئی اس کے مسائل کو ان آثار
پر مبنی کیا گیا اور قیاس کو چھوڑ دیا گیا۔ چنانچہ صاحب ہایہ فرماتے ہیں۔

”ومسائل المہاجر مبنیۃ علی اتساع الذاہر دون
القیاس“

اور کوئی اس کے تمام مسائل قیاس پر مبنی ہیں بلکہ قیاس پر

(۵) مسئلہ نماز میں قیاس کا اقتضا قہر ہارنے سے کہ مروی نماز بھی فاسد نہ ہو
جیسے عورت کی نماز نماز میں جوں کی تو کچھ ناپاک کا تحقق دونوں سے ہوتا ہے ایک
تھے نہیں لیکن چونکہ حدیث سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ مروی نماز بھی فاسد نہ ہوتی ہے اس
لیے قیاس کو چھوڑ دیا گیا۔ چنانچہ صاحب ہایہ فرماتے ہیں۔

”ان حادۃ امرأۃ وہما مشترکان فی صلوٰۃ واحۃ
فسدت صلوٰۃ ان یؤف الامام امامتہما والقیاس
ان لا یفسد وجوہ قول الشافعی رحمۃ اللہ علیہ
اعتبارا بصلوٰۃہما حیث لا یفسد وجہ الاعتصان
عادرینا۔ واتہ من المذاہمین“

اگر کوئی عورت مروی کے لیے کھڑی ہو گئی اس سال میں کہ دونوں ایک نماز
میں شریک ہیں تو مروی نماز فاسد ہو جائے گی اگر امام نے عورت کی ناپاک
کی نسبت نہ کی۔ قیاس کا اقتضا تو یہ ہے کہ مروی نماز فاسد نہ ہو اور

لہ بیان الدین ابن الحسن علی بن ابی بکر بن عوفی - جلد ۱۱ طبع

۱۱۱

لہ بیان الدین ابن الحسن علی بن ابی بکر بن عوفی - جلد ۱۱ طبع

یہی حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی ہے، محدث کی فائز پر قیاس کرتے ہوئے کہ محدث کی نماز خاصہ میں برکتی وجہ امتحان وہ حدیث ہے جو ہم روایت کر چکے جو اگر ماویث مشہور وہیں سے ہے

(۵) امام غزالی وجہ سے بیڑ کر نماز پڑھا کے اور اس کے مقتدی اس کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھیں تو ان کی نماز جو باسنے گل، قیاس کا اقتضا تو یہ ہے کہ کمرہ کی نماز نہ ہو کیونکہ اس صورت میں مقتدی کی حالت امام کی حالت سے قوی ہے لیکن چونکہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صبر من الزفات میں بیڑ کر نماز پڑھائی تھی اور صحابہ کرام نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تھی اس لیے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا، چنانچہ صاحب ہایہ فرماتے ہیں۔

”و یجوز فی القیاس خلف القاعد و حال التماس و حق ترکناہ بالنس و حوما روی ان النبی علیہ السلام صلا آخر صلوٰتہ قاعداً و القوم خلفہ قیاماً“ لہ اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والا بیڑ کر پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے، امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے اور قیاس کا اقتضا یہی ہے کہ چونکہ قاعد کا حال قاعد سے قوی ہے لیکن ہم نے قیاس کو حدیث کی وجہ سے ترک کر دیا اور وہ حدیث یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخری نماز بیڑ کر پڑھی جبکہ صحابہ کرام آپ کے پیچھے کھڑے تھے۔

(۶) نماز کے دوران بے وضو ہو جانے کی صورت میں پابانہ نماز سے قیاس

کا اقتضا تو یہ ہے کہ بنا جائز نہ ہو کیونکہ اول تو بے وضو ہو جانے میں صلوٰۃ ہے دوسرے اپنی جگہ سے بٹنا پھر وضو کے لیے پل کرنا یا یہ خود وضو صلوٰۃ میں لیکن چونکہ حدیث میں بنا کر نماز قرار دیا گیا ہے اس لیے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا، چنانچہ صاحب ہایہ فرماتے ہیں۔

”ومن سبقت الحدیث فی الصلوٰۃ الضعف فان کان اصحابنا متخلفون و قویوناً و یسناً و القیاس ان یتقبل و هو قول الشافعی لان الحدیث یمنایھا و المشی و الانحراف یفسد انھا فاشتبھ الحدیث المسلمہ و لنا قولہ علیہ السلام من قضاہ او دعوت او آمنتی فی صلوٰتہ فلیصوت و لیتوضأ و لیسہن علی صلوٰتہ ما لم یتکلم“ الخ لہ

جیسے نماز میں حدیث پیش آجائے وہ لوٹ جائے پھر اگر امام ہے تو ضعیف بنانا چاہئے اور وضو کر کے بنا کر کرے۔ قیاس کا اقتضا تو یہ ہے کہ وہ سنتے ہوئے سے نماز پڑھے اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا قول بھی ہے وہ یہ ہے کہ حدیث میں صلوٰۃ ہے اور وضو کے لیے چل کر پڑھاؤ۔ قبلہ سے پھر یا یہ چیزیں مضبوط صلوٰۃ میں آہستہ بیان کر دے کہ بے وضو ہو جانے کے مشابہ ہو گیا (جیسے اس میں نماز سننے سے بے وضو ہو جاتا ہے اس میں بھی سننے سے بے وضو ہو جاتا ہے) لیکن (قیاس کے برخلاف) ہماری دلیل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد ہے کہ جیسے نماز میں سے آجائے یا گیسر پڑھنے یا ہڈی اٹھانے

ہاں تے تو وہ باکمال مذکور کرے اور اپنی نماز پر پناہ کرے جب تک کہ اس نے بات نہ کی ہو۔

(۵) عید الفطر کے دن کسی عذر کی وجہ سے نماز نہ پڑھی جانے کے تو دوسرے دن پڑھنی جائز ہے لیکن اگر دوسرے دن بھی کوئی عذر پیش آجائے تو تیسرے دن عید الفطر کی نماز پڑھنی جائز نہیں۔ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ دوسرے دن پڑھنی جائز نہ ہو کیونکہ نماز جو کسی نماز کی طرح ایک مخصوص نماز ہے جس کی ہست کی شرطیں ہیں اور جیسے جس کی نماز وقت نکلنے کے بعد قضاء نہیں کی جاتی ایسے ہی یہ بھی مذکور کیے گئے ہیں عید الفطر کی نماز کی قضاء دوسرے دن تک جائز رکھی گئی ہے اس لیے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا، چنانچہ صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

”فان حدث حدث من الصلاة في اليوم الثاني لم يصلها بعده لان الاصل فيها ان تغضي كل الجمعة الا ان تركناه بالحديث وقد ورد بالشاخي في اليوم الثاني عند الفطر“۔
 اگر کوئی ایسا مذہب پیش نہ کرے جس کی وجہ سے عید الفطر کی نماز کو کسی دن بھی ادا نہ کیے جانے کے تو پھر تیسرے دن ادا نہیں کیے گئے۔ کیونکہ قیاس کا تقاضا تو اس میں یہ ہے کہ یہ دوسرے دن بھی قضاء کی جائے جس کی نماز کی طرح لیکن ہم نے حدیث کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا اور حدیث میں مذکور ہے کہ عید الفطر کی نماز میں تاخیر صرف دوسرے دن تک ہی آتی ہے اس لیے دوسرے دن کو پڑھنی چاہیگی تیسرے دن نہیں۔

(۶) غیر مسلم کو رکوع دینی جائز نہیں لیکن صدقہ دیا جاسکتا ہے۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ رکوع کی طرح صدقہ دینا بھی جائز ہو لیکن چونکہ حدیث میں صدقہ دینے کی بہانہ موجود ہے اس لیے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

”وي دفع اليه ما سوى ذلك من الصدقة وقال الشافعي لا يدفع وهو رواية عن ابن جرير اعتبارا بالنكوة ولنا قوله عليه السلام تصدوا على اهمل الاميان كلها ولو لا حديث معاذ لقلنا بالجلون فبالنكوة“۔

قرآن و احادیث اسلام میں پہلے والے غیر مسلم کو رکوع کے علاوہ دیگر صدقہ دینے کا حکم ہے اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہیں کچھ دینا چاہیے۔ (اور یہی قاضی ابوجعفر نے بھی ایک روایت ہے) رکوع پر قیاس کرتے ہوئے کہ لیکن (قیاس کے بغیر) ہمارے دلیل علیہ اصلہ و اسلام کا یہ فرمان ہے کہ تمام دین والوں پر صدقہ کر دیا کرو اور اگر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث نہ ہوگی جس میں رکوع دینے سے منع کیا گیا ہے تو ہم رکوع دینے کو بھی جائز قرار دے دیتے۔

(۷) اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں جھوٹے سے کھانسی کے قیاس کا روزہ نہیں ٹوٹتا قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ روزہ ٹوٹ جائے کیونکہ روزہ کے سنائی چیزوں کی کئی۔ لیکن ایسے ہی جیسے نماز میں کوئی جھوٹے سے بات چیت کرے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جھوٹے سے کھانسی

لیئے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اس لیے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا چنانچہ ہم پر
 ہدایہ فرماتے ہیں۔

"انما اشكل الصيام او شرب او جامع تاسيا لم يغلط
 والقياس ان يغلط وهو قول مالک في جوده ما يناد
 الصوم قهرا كالصيام تاسيا في الصلوة ووجه الاستحسان
 قوله عليه الصلاة والسلام لذي اكل وشرب تاسيا
 يستحق علي صومك فانما اطعمك الله ومغفلة له
 اگر روزہ دار نے جھوٹے سے کھانے پینے، یا صحبت کر لی تو روزہ نہیں ٹوٹے
 گا۔ قیاس کا اتفاق تو یہ ہے کہ ٹوٹ جاتے ہیں حضرت امام مالک رحمہ اللہ
 کا قول بھی یہی ہے وہ یہ ہے کہ روزہ کے نفاذ چیز پانی جاری ہے لہذا
 یہ ایسے ہی ہوگا جیسے کوئی نمبر لے سے ٹاٹا میں بات چیت کرے لیکن
 استسنا کی وجہ (کہ روزہ نہیں ٹوٹتا) یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 نے اس شخص سے جس نے روزہ میں جھوٹے سے کھانے پانی لیا تنہا یہ فرمایا
 تھا کہ اچھے روزہ کو چروا کر تو میں اللہ تعالیٰ نے کھلایا بلا یہ ہے۔

(۱) اگر کوئی شخص روزہ میں جان بوجھ کر منہ بھر کر پکڑے کہ وہ قیاس پر روکے
 کی قضا لازم ہے، قیاس کا اتفاق تو یہ ہے کہ اس پر قضا لازم نہ ہو کہ نہ کوئی
 چیز جوف بطن یا جوف داغ میں تو گئی نہیں کہ میں سے روزہ ٹوٹے لیکن چونکہ
 حدیث میں یہ ہے کہ جسے از خود دے پہنچاتے اس پر قضا نہیں ہے اور جو خدا نے
 کر کے اس پر قضا ہے اس لیے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا چنانچہ صاحب
 ہدایہ فرماتے ہیں۔

فان استقام عندا من فیه فعلیه القضاء لهما
 ردینا والقیاس مترکک بہ
 اگر کسی نے عندا من بھر کر کھانے کی تو اس پر روزہ کی قضا لازم ہے اس کی دلیل
 وہ حدیث ہے جو ہم نے پہلے روایت کر چکی ہے اور یہ قیاس کہ اس
 پر قضا لازم نہ ہو کہ نہ کوئی چیز کھانے پانی نہیں (۱) اس حدیث کی وجہ سے
 (۱) احتکاف واجب کے لیے روزہ شرط ہے۔ اگر کسی نے روزہ کے
 بغیر احتکاف واجب کیا تو اس کا احتکاف نہیں ہوگا، قیاس کا اتفاق تو یہ ہے کہ
 احتکاف واجب میں روزہ کی شرط نہ لگائی جائے کہ غیر روزہ مستقل عبادت ہے
 اگر اسے دوسری عبادت کے لیے شرط قرار دی تو لازم آئے گا کہ یہ مستقل عبادت ہے
 ہے، لیکن چونکہ حدیث میں ہے کہ روزہ کے بغیر احتکاف نہیں ہوگا اس لیے
 قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

"والصوم من شوطه عندا من فیه فعلیه القضاء لهما
 ان الصوم عبادۃ وهو اصل بنفسه فلیكون شرطاً
 لغيره ولما قوله عليه السلام لا اعتكاف الا
 بالصوم والقياس في معاملة النفس المتناول غير مقبول
 روزہ احتکاف واجب کی شرط ہے ہمارے نزدیک، اختلاف اہم
 شافعی رحمہ اللہ کے وہ فرماتے ہیں کہ روزہ کو غیر خود مستقل عبادت ہے
 اس لیے کہ کسی دوسری عبادت کی شرط نہیں ہو سکتا۔ جمہوری دلیل حضور
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان ہے کہ روزہ کے بغیر احتکاف نہیں ہوگا
 اور حضور حدیث کے مقابلہ میں قیاس قبول نہیں کیا جاتا۔

قارئین! یہ مضمون ہم نے فقہ کی صرف ایک کتاب ہذا سے بہت مسائل جو صرف عبادات سے متعلق ہیں نقل کئے ہیں ان میں سے کچھ مسائل ایسا ہیں جن میں قبائیس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا ہے جو صرف مذہب و ملت ہم انہیں چھوڑ رہے ہیں اس وقت صرف یہ بتانا مستحسن ہے کہ غیر متعلمین نے عوام کو بکاٹنے کے لیے بہت سی آیتیں جیسے پرکھ کر رکھی ہیں جن میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ اصناف حدیث کو چھوڑ کر قبائیس دیکھنے والا مامول کے اقوال پر عمل کرتے ہیں، حالانکہ جن حدیث پر اصناف عمل کرتے ہیں کوئی اور نہیں کرتا۔ اصناف کے یہاں حدیث مرفوعہ بھی محبت ہے حدیث مرفوعہ بھی محبت ہے، حدیث مرسل بھی محبت ہے اور ضعیف حدیث بھی دیکھنے والے قبائیس کے مقابلہ میں مقدم اور محبت ہے، جو کچھ غیر متعلمین صرف مرفوعہ کو محبت دیتے ہیں وہ بھی جب ان کے حق میں ہو۔ اگر خلاف ہو تو وہ دیکھ دیتے ہیں۔ ان کے یہاں نہ مرفوعہ تھا نہ اصناف محبت ہیں نہ مرسل اصناف محبت ہیں اور نہ ضعیف اصناف محبت ہیں پھر بھی یہ عامل بالحدیث ہیں اور اصناف جو سب اصناف حدیث کو محبت دیتے ہیں وہ ان کے گمان میں عامل بالقبائیس اور تارک حدیث ہیں اور حقیقت یہ کہ خود تارکین حدیث ہیں مگر سوائے چند متنازعہ مسائل میں اصناف حدیث مطلقہ پر عمل کرنے کے ان کے بچے کچھ نہیں، متنازعہ مسائل میں بھی جن اصناف کو اپنے عقول کے مطابق سمجھتے ہیں ان پر عمل کرتے ہیں، باقی تمام اصناف کو کس پشت کوال دیتے ہیں؟ اس شخصیت کو ہم ذرا تفصیل سے دیکھ کر دیکھیں تاکہ ان حضرات کی اصلاح ہو سکے۔ قارئین! کتنے شکوک اور آہائیں ان کے قول و عمل کا حال معلوم ہو سکے، اس سلسلے میں ہم ان حضرات کے ابراہیم عبادات پیش کریں گے جو خود عمل بالحدیث کے دعویدار تھے غیر متعلمین حدیث پر عمل کرتے ہیں یا اس سے بغاوت؟

غیر متعلمین کے عمل بالحدیث کی حقیقت کیا ہے؟ کیا یہ توک واقفانہ نگاہ کے مام

شہد ہیں جن کی واحد ہیبت سے ہنسی حاصل کئے جاتی ہے؟ یا یہ صرف ایک دھوکہ بازی دھوکہ ہے جس کی حقیقت سے کوئی تعلق نہیں؟ اس کو جاننے کے لیے غیر متعلمین کے بزرگوں کی تحریرات پیش کی جاتی ہیں جن سے کئی یہ فیصلہ ہو جاتا ہے کہ غیر متعلمین کا عمل بالحدیث فقط دھوکا کا حربہ ہے، ماسوائے بالچکر، رغبہ، ناظر، کلمۃ الہام، ان میں سے چند متنازعہ مسائل کے دیگر مسائل سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں ہے، سارا زور و شور ان کے مسائل پر ہے۔ تمام حقیقتات کا دار میں مسائل ہیں گویا یہ مسائل فروعی مسائل نہیں بلکہ اصولی مسائل کی بنیاد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غیر متعلمین کے یہاں یہود شخص اہل حدیث اور کچھ فکری مسلمان ہے جو آئین چکار کر کے، رغبہ یہ کہتے، اس میں براہِ تقدیر سے امام کے کچھ کچھ سوائے چند پرچہ غلامی و کتابتیں باہل گندے افلاقی والا اور دیگر تارکین مذہب، ان جوابی مسائل پر عامل نہیں خواہ وہ کتنا ہی جڑا عالم باعمل شیعہ و پرہیزگار کیوں نہ ہو، وہ نہ "اہل حدیث" ہے نہ "مرد مسلمان" ہے۔ یا لقب غیر کتب غیر متعلمین کے عمل بالحدیث کے متعلق ان کے ہماروں کی تحریرات ملاحظہ فرمائیے۔

نائب صدر مجلس علمی صاحب تحریر فرماتے ہیں

"اس زمانہ میں ایک شہرت پسند اور دنیا کار فرقہ نے جنم لیا ہے جو ہر قسم کی خامیوں اور نقائص کے باوجود اپنے لیے قرآن و حدیث کے علم اور اس پر عمل پرستی کا دھواں ہے، حالانکہ انہی علم و عمل اور اہل عرفان سے اس کو کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ فرقہ ان علوم "اس" سے باہل ہے جن کی واقفیت حاج حدیث کے لیے اس فن کی تعلیم میں نہایت ضروری ہے اس کے ساتھ ساتھ یہی یہ فرقہ ان "علوم عالیہ" سے بھی باہل ہے جن کے ہر حرف حق سچے کی کوئی گنجائش نہیں، مثلاً صرف "نحو، لغت، معانی اور بیان" جو چار کچھ دوسرے کلمات ان میں سے ہائے "....." اسی لیے قرآن و لوگوں کو دیکھ کر کہہ کر کہہ کر اصل اصناف

سے غزیر بنی احمد شروع فرمائی تھے پھر چھ کتاب تھے اپنے ماموں کا مسلک کیوں ترک کیا اور
 امام ابوحنیفہ کا مسلک کیوں اختیار کیا ؟
 فرمایا ۔

" اس کا وجہ یہ ہوا کہ میں دیکھتا تھا کہ میرے ماموں امام اعظم کی کتابوں کا
 مسلسل مطالعہ فرماتے تھے اس لیے میں نے بھی یہی مسلک اختیار کر لیا ۔
 معلوم ہوا کہ امام حماد بن ابی اسحاق نے اپنے ماموں سے کوئی دعا مانگی تھی یہ سب باتیں عام ہیں
 کی لذت کی ہوتی ہیں ۔ دوسرے امام حماد بن ابی اسحاق نے شرع معانی آؤ بکر بعض علماء کے اعلا پر
 بھی تھی ۔ اصرار کہ وجہ یہ تھی کہ بعض محدثین لوگوں کے سامنے یہ ذکر کرتے تھے کہ امام ابو
 آپس میں بہت متناقض و متعارض چیز جس سے کم علم اور کم ذرا ایمان والے کچھ تپکا
 کا شکار ہوتے تھے امام حماد بن ابی اسحاق نے اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے ایک کتاب لکھی
 جس میں مانع و مضاعف واضح و مبرحہ مسمول و مشرک کو ظاہر کیا تاکہ حرام اس کی مذہب
 کا شکوکہ نہ رہیں مگر عام مسلمانوں کا فائدہ مہد کر کے انہوں نے امام حماد بن ابی اسحاق کے سامنے
 کے بچائے آٹا ان پر طعن شروع کر دیا اور امام لکھا کہ امام حماد بن ابی اسحاق نے احادیث کی
 رضا جوئی کے لیے یہ کام کیا حاشا و کلا بگزیر ہرگز امام حماد بن ابی اسحاق سے یہ گمان نہیں کیا جاسکتا
 خود ان کی کتاب شہادت دوسرے امر ہے کہ معاذ ہرگز ایسا نہیں کیونکہ شرع معانی
 اور مذہب بہت سی ادا و سدا ایسی ہیں جو احادیث کے ہاں مسمول کہا نہیں ہیں مگر بگزیر
 امام حماد بن ابی اسحاق کا مسمول ہیں ۔

غیر معتقدین کا مستفاد احادیث معتدل میں اختلاف و انتکاح پھیلائیے

جس شخص کے ہاں میں بھی احادیث مستفاد کا جذبہ ہو تاکہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی جہولت کی جہولت میں مل کرنا ہے اور اس کے چھپنے کے گڑبڑ کا بھٹا ہے اور اس
 میں کسی مصلحت کی پروا نہیں کرتا ، جیسا کہ اس پر اسلاف کے واقعات شہاد ہیں ۔

چنانچہ یہ بات کوثر مفسرین حواشی مست کے ذریعہ ہیں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کی تمام سنتوں کو اپنا لیتے اور کسی بھی سنت کے کچھ ٹوٹے کو بڑا ہاتھ سے لیتے وہ ایسا نہیں کرتے
 ان کے ہاں مطلقاً ایسا ہی ہوتا ہے جو سنت کے باطن سے چلنے پھرنے کے لئے ہوتے تھے چلنے پھرنے کے لئے
 کی دوسری سیکنڈ سنٹیوں سے جو سوتے جاگتے چلنے پھرنے کے لئے ہوتے تھے چلنے پھرنے کے لئے
 معاشرت و معاشرت سے متعلق ہیں کوئی مسمول کہ نہیں ۔

اور جن وقتانہ فیہ اعمال پر ان کا ذرا سے ایسا ہی ہے کہ جہاں کوئی مصلحت
 ہوگی انہیں ترک کر دیا مثلاً دفع ین کو سٹے کیجئے ، ان لوگوں کے یہاں دفع ین میں مسند
 ترکہ ، مست ، دائرہ مسند ، مٹا کر ، بلکہ فرض و واجب تک کے اور ہے میں ہے جس
 کے ثابت کے بلے انہوں نے سیکڑوں کتابیں لکھی ہیں جس پر ہر وقت متاخر و دھڑل
 ہو مٹا کر تک کے لیے تیار ہیں ، اس عمل کو بھی یہ لوگ فانی اور من کے لیے ترک کر
 دیتے ہیں ، چند حوالے و حوالہ فرمائیے ۔

عنایت اللہ لکھنوی لکھتے ہیں ،

" انہیں امام کا بگڑ ہے کہ مولوی عبدالوہاب صاحب نے محمد سے فرمایا کہ
 مولوی عبدالکیم خیر آبادی جب ٹولے بگڑ جاتے ہیں تو وہاں کے احادیث کی
 ضرورت الیہ میں چھوڑ دیتے ہیں ۔
 غزیر مفسرین کے جہاں اگر گزیرت روزہ و اقوام میں دفع ین سے متعلق ایک
 سوال اب شائع ہوا ہے اس سے بھی ملاحظہ فرمائیے ،

سوال یہ ہے ۔
 ۱۱ ، ہندو دفع الیہ میں کو سنت رسول کھ کر نماز میں الاکرنا ہے ظاہرین کا
 نہ ملاحظہ فرمائیے ۔ اور صفحہ ص ۱۳

والسنة ان تكون السورة بعد الفاتحة و بعد
التسبين و بعداً على ترتيب المصحف و لو خالف جاز
وصح بلا حرجاً ۱۱

اور ملت ہے کہ سورۃ فاتحہ اور آیت کے بعد جو اور باقی سورہوں میں
جو فرقہ کی ترتیب کے مطابق پڑھے اگر ترتیب کے خلاف پڑھا تو بھی
ہذا اور بلا حرج ہے۔

نہایت سے کہ درجہ شرف کے متعلق غیر متکثرین کے اہل نظر میں بھی خلاف واقعہ
ہیں۔ میان تہ حین صاحب کے ایک شاگرد مولوی سلاست اللہ حیرا پوری صاحب
کے کہ جزا سے اہل حیرا پوری صاحب لکھے ہیں۔

ان مولوی لکھنا کہ سہانی شاگرد میان تہ حین صاحب اہل اہل کی بیٹی
کو یہاں سے کہے کہ مولوی کے ایک معزز اور دو متمرد نہیں آئے۔ جانت
اہل حدیث میں اس شادی کی جڑی و حرم تھی۔ میں بھی والد صاحب

کے ساتھ مدعا بلایم صاحب کی مسجد میں گیا جہاں نکاح تھا۔ مجھے تعجب
ہو کہ میری پس جہاں اشرفی مقرر کیا گیا۔ وہاں ہی جب ہم سوار ہوئے

تو میں نے دیکھا کہ اس قدر کبر و متکبر کے خلاف ہے۔ پتا چلا
میں کہ مولوی صاحب نعمت اللہ پاپ گڑھی میں ساتھ تھے جنہوں نے
جو دھماکے جہاں مولوی امیر علی کا ساتھ دیا تھا، مفتی، بھاپہ اور سوائے

اللہ کے کسی سے نہ ڈرنے والے میری بات سن کر کہہ کر
مولوی کا حال کچھ سے سنو۔ یہی مولوی محمد بشیر اور مفتی محمد اشرفی
تھے جنہوں نے میری ایک دن بیٹھے ہوئے گفتگو کر چکے تھے۔ میں نے بیٹے
کو کہنا کہ مولوی سوائے اللہ کے کسی کی تسلیم کے لیے کھڑا ہونا جائز نہیں

ہو تو ادرست ہے۔ قیمت و درست ہر تہ بھی افضل و بہتر و مسنون
میں ہے کہ قبلہ کی طرف منہ شمال کی جانب سر ہو جناب کی جانب پر ہوں
جس طرح مرد کو قبر میں لایا جاتا ہے اگر اس کے خلاف چلتے کا تو منہ
نہیں جائز ہے۔ ۱۱

سوال (۳۱) ۱۱ شمسہ کہ آپ مفتی عبدالستار اور آپ کے طلبہ نماز کی سنی
کو ضروری نہ ہو کہ نہیں پڑھتے کیا یہ صحیح ہے اور کیا حقیقتاً سنتیں نہ پڑھتے
میں کوئی عرت نہیں فتا و السلام ایک مجلس میں حضرت مولوی محمد صفر رحمت

جواب (۳۱) میں دیکھئے طلبہ بخیر کو کسب تکمیل کرتے ہیں فرض یا واجب
نہیں جانتے کوئی شخص کسی وجہ سے سنتیں نہ پڑھتے تو قرآن سے کوہ
ہوگا، کار کا گنہگار نہ ہوگا۔ حضور صلیہ السلام نے ایک اعرابی اور ایک

عجمی شخص کو قہراً نماز روزہ، زکوٰۃ فرض کی ادائیگی پر مطلق اور مفتی فرمایا تھا
نیز انصوری صلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عالم کو جو فرض نماز پڑھ کر کہتے
سنت کے دین دیتے ہیں معروف ہوجاتا ہے نابہ طبیعت وہی ہے۔

فتا و رحیمہ استاذ امام جامعہ غفران اہل حدیث کو کٹر اسلام اور صحیح مسنونہ ہے
سوال (۳۲) ۱۱ بنی علیہ السلام نے فجر کی سنتیں کبھی ترک کی ہیں؟ فاضل دہلوی کے
تکذیب لگنا و قرینہ؟

جواب (۳۲) ۱۱ فاضل دہلوی صلوٰۃ کے ترک پر گناہ نہیں۔ ۱۱
نائب حدیث حسن خان صاحب تحریر فرماتے ہیں:

کتاب فی الفرائض - تالیف مولانا محمد امجد علی

مکتبہ مفتی محمد امجد علی صاحب دہلی - ۱۹۲۵ء

ہے۔ اس دور میں میں خوب صوفیوں میں غارتگی کے ہمارے وقت میں شریعت
میں رہتے تھے اور جماعت اس مسجد میں پڑھتے تھے۔ یہ معاملہ مولوی
ان کی تعلیم کے لیے کمرے پر گئے صرف میں بیٹھا ہوا تھا اور انہیں اس
خواب صاحب نے پرچا کر کیا بات ہے؛ میں نے ساتھ ساتھ یاد آگئی نہیں
پڑے۔ یہ مولوی جم کو تو حدیث سناتے ہیں کہ میں عدت کا حکم مجھ کو بہت
دلی ہو گیا ہے اور خود اپنی بیٹیوں کا حکم نہ دیتے ہیں یہی سب چیزیں یاد آ رہی ہیں۔

ماہم اور صوفی غیر متحد ہیں کہ ایک سیکر ہے ایک سیکرہ جو یہاں سے تبدیل کر دالے کے
لیجائے گا تو انہوں نے انہما کی تیل و دھوت سے کام لیتے ہوئے تبدیل کر کے عداوت کا کرلیا
اس پر داکم نے ان سے کہا کہ حدیث میں تو سوا واپس لینے کا غضبناک وارد ہوئی ہے
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں : من اقال اقال اللہ ع شرابہ آتہ ان کا تاراج
نے سوا واپس لے لیا اللہ اس کے گناہ مصلحت قرار دیتے ہیں ۔ آپ دھبہ بزمیشہ
ہیں کہ سوا واپس کرنا تو کج تبدیل یعنی نہیں کر سچے اس پر وہ مشغول ہو جاتا ہے پہلے
کہنہ گدازہر غلغلا و مشغول رہیں ان کی مدد نہیں آتی یہ آتی ہیں ۔

ٹوکیو کے ایک مرفا..... لے آؤم کو بقیہ میں بغیر مقلدی کے
 محض پرانے تواریخ میں پرچہ کرنے کے اجود بخا پر کھانا کھا دے تھے۔ میں نے فرما
 کیا کہ مرفا نصیر میں فرما ہے کہ الٹ کے نمودن میں پرچہ کھانا کھاتے تھے اور
 آپ کسی مجرور کے بغیر چلے ہوئے ہوتے تھے بخا پرچہ کھا دے ہیں۔ انہوں نے
 جو کھلتے فرما کہ ایک مرفا صاحب پئے اپنی تاریخ کریں۔ آپ لوگ نماز میں چلے
 نہیں رہے ہیں فرما کہ اگر کتے نہیں رہے تو اس میں اعتراض کر سکتے ہیں۔

ان احباب سے کثرتاً ملتا رہا کہ غیر مثنوی کے یہاں مثنوی حیدر اور شکرگاہ مثنوی کا رائج

خزوری ہے اور خزان کے چھوڑنے پر کوئی گناہ ہے بلکہ سب سے بڑا برائی ہے۔
 میرے چھوڑ دیں۔ لیکن آج کل ہر مافیہ دین کے سب سے بڑا گناہ
 امت کا خلاف ہے اور ان کے پاس اس قدر خزوری ہے کہ ان پر عہد آج کے غیر
 کسی کا فائدہ ہے اور نہ کوئی ان کے بغیر ٹھہری ہو سکتا ہے۔ ان دنوں سے ظاہر
 ہوتا ہے کہ لوگ دنیا پرست ہیں اور خزان کا مستند دنیا پرست ہے۔ ان
 کا صلہ فقر خدا تعالیٰ مہلت کو ہرگز دے گا اور ہرگز کام کا اٹھ کرنا ہے جو پرست
 کا مل ہے۔

مشورہ ہے کہ اگر کسی مشیر نے اپنے مشیرِ ذاکر سے کہا کہ تو تواسے ہوا داغ مہب کیا ہے؟ ذاکر نے جواب دیا کہ اہل سنت و جماعت کی اس کا انکس کرنا ہوا داغ مہب ہے۔
شاہِ غیرِ مغربی نے بھی اس روش کو اپنا لیا ہے اور ہر اس مسئلہ کی مخالفت کرتا ہوا کہنے لگے ہیں کہ اہل سنت کے یہاں مغفلی کیا ہے اہل سنت کا اس پر عمل ہے جس کا مغفلی فقیر اختلاف و افتراق کا بیڑا بن گئے۔



۱۶) یہ جنگ لڑی پر مسیح کو دم دیا جسے کہتے ہیں خدا کا لڑائی پر مسیح کا اور یہ ہے
اب سے ہے۔

۱۱) حامد انیس، اب سوائے میرالہوی پر تو گولی کو دیکھ کر مسکچا کہتے ہیں، مگر یہ کس کی چیز؟
صوفی کا یہ کتہہ سب سے بہت نہیں۔

۱۳) وہاں غارتگر دستوں پاؤں سے پاؤں جڑاتے ہیں تاکہ کسی بھی مروجہ حدیثیں ان کا تخریب نہیں

غیر متدین کی ایسی ناشائستہ حرکات جو سرحدِ بیعت کے خلاف ہیں ان سے کہتے ہیں کہ جو ہے اب بھی انہیں اگر انتشار و اختلاف کا باعث نہ سمجھا جائے اور بقول غیر متدین کے اسے ایسا مسند ہی کہ جسے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ بیعت مسند کا نام مسند ہے اور صحیح مسند پر عمل کرنا دین سے دور رہنا ہے ایذا یا فساد پر مسند پر شریک کی کاروائی ہی سختے پہنچے وہ کتا ہے۔

”اور سرحدیں یہ گل کھلا کر ہیں اپنے دہلے ضلع منظم گڑھ میں شاہی کرانے چاہی
 رقی نہ ہونے کی وجہ سے کئی دنوں کا سفر تھا۔ دیکھتے ہیں یہ ایک عرق رما
 جہاں نماز بھی آئین یا بھیر گئی اور شورش ہوئی خدا خدا کر کے اپنے وطن
 حسین پر ضلع منظم گڑھ میں پہنچے دہان میں اپنے قصہ (حسین پر) میں
 آئین یا بھیر گئی تو عام شورش ہوئی میدانِ ناکہ کہ میرے کس سرال والوں
 نے نکارا دیئے تھے انکار کر دیا“

لا خلاف یہ ہے یہ طریقہ ہے غیر متدین کے ایسا مسند کا جہاں جہانے ہیں گل کھلا
 دیں اور دو گل بھی کھلتا ہے کہ جہاں کجائی درست دگر بیاں ہو جاتے ہیں ماں باپ
 اور آل و اولاد میں لغزت ہو جاتی ہے۔ مگر میں عام شورش اور اختلاف و انتشار پیدا
 ہو گیا ہے نسبت مقدمہ بازی نہایت بچی ہے۔ حالانکہ ایسا مسند کا فرو تو یہ ہوتا
 ہے کہ کوٹے دل میں جہانے ہیں باہم بغض و عنیت پہل جاتی ہے۔ درحقیقت غیر
 متدین ایسا مسند نہیں کہتے مسائل متنازعہ کو جو چھڑتے ہیں جس کا نتیجہ تنازعہ ہوتا ہے
 یہ لوگ بے فدا ہی سے یہ نہیں کہتے کہ فدا پر شوم۔ فدا ہی سے کہتے ہیں کہ قربانی فدا
 نہیں ہوتی اس سے عمل فساد پیدا ہوتا ہے۔

اب تک ہو کر داغ غیر متدین کا بیان ہوا اس کی صداقت ان کے بعض علماء کی

تحریرات سے ظاہر ہوتی ہے جو جلاوڑ جو سرحد کے ہوتے۔ تحریریں غیر متدین کے
 جیل جلاوڑ کی تحریرات کا مظہر بنیں۔
 پادری بھیر گڑھ کی غیر متدین کا ایک ذیلی جماعت جماعت خوار اہل حدیث پر تبصرہ
 کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

”جماعت خوار اہل حدیث کی بنیاد صرف محدثین کی مخالفت پر رکھی گئی تھی
 صرف یہی مقصد نہیں بلکہ تحریک جماعت خوار پر بڑی کی تحریک کی
 مخالفت کر کے اکثر کو خوش کرنے کا مقصد یہاں تھا جس کا اظہار اس
 طرز کیا گیا کہ شریکوں میں مولوی عبدالوہاب ثنائی صاحب نے اپنے اہل علم
 کا دعویٰ کیا اور اس کو یہ کہا جو میری بیعت نہیں کرے گا وہ جہالت کی
 موت مرے گا۔“

میرزا ابیم سب انکوئی صاحب لکھتے ہیں۔

”جماعت اہل حدیث اپنے افسانہ اور غیر متنازعہ نہاد علماء کی تحریریں
 اور تقریریں سے دھوکہ نہ کھائے کیونکہ ان میں سے بعض تو پرانے عادی
 اور بے علم شخص اور پرانے کانگریسی ہیں جو کانگریس کا حق ناکہ ادا کرنے
 کے لیے ایک نہایت گہری زمین دوڑ گئے تھے انگریزی پاسی تفرقہ
 ڈالو اور فتح کرو سے مسلمانوں کو اختلاف مسائل میں مشغول کر کے باہمی اتفاق
 میں رکاوٹ اور مسلمانوں میں خصوصاً اہل حدیث میں تعصب پیدا کرنا
 چاہتے ہیں۔“

قاضی عبدالودود صاحب خان پوری تحریر فرماتے ہیں۔

”میرزا ابیم سب انکوئی۔ جماعت خوار تحریک جماعت خوار میں ۲۰

”میرزا ابیم سب انکوئی۔ جماعت خوار میں ۲۰ جماعت خوار تحریک جماعت خوار میں ۲۰

”اس زمانے کے جو شے اور عیث مہتر جن فقیہین سلف صالحین پر حقیقت
ماہر الرسول سے جا مل ہیں وہ حضرت میں طرقت اور شیعہ جو سنے ہیں
روافضی کے ہیں جس طرح شیعہ جیسے زمانوں میں باب اور وکیل کفر و
نفاق کے تھے اور مذکور ملحدہ و زنا و قمار کے اسلام کی طرف اسی طریقہ پر
جا مل جتنی اہل حدیث اس زمانہ میں باب اور وکیل اور مذکور ملحدہ
اور زنا و منافقین کے بعد مثل قبیل کے“

مقصود یہ ہے کہ رافضیوں میں ملحدہ قبیلہ غایر کے حضرت علی اور حسین
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی غلو کے ساتھ تعصب کے سلف کو غلو تک کہہ کر گالی
دے دی اور پھر جس قدر ملحدہ و زنا و قمار کچھ بڑا وہ نہیں اسی طرح ان
جہاں پر مسمیٰ کا زب اور بیٹوں میں ایک دفعہ روئے ہیں کرے اور تعبد کا
رو کرے اور سلف کو جنگ کرے مثل امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جن
کی امامت فی الفقہ اجماع امت کے ساتھ ثابت ہے اور پھر جو فکر کفر
و اعتقاد ہی اور ائمہ اور زندقہ تعصب ان میں پیدا ہوئے بڑی غلطی سے
قبول کرتے ہیں اور ایک مذہب ہیں انہیں بھی نہیں جانتے اگرچہ ملحدہ اور
عتبار اہل سنت بزرگ و فخر ان کو متنبہ کریں مگر انہیں سننے بھانے اللہ اعلم
الغیبتہ بلکہ رحمۃ اللہ علیہ اور سراسر کا یہ ہے کہ وہ مذہب و عقائد اہل السنۃ
والجماعہ سے نکل کر اتنا سلف سے مستحکم و متعصب ہو گئے ہیں تا قیام قیامت
ماہر مجاہد اہل حدیث دلی کے ایڈیٹر حکیم اہل خانہ دہلی و حکیم اہل خانہ نہیں جو مذہب
شرعی کے مشہور معروف حکیم (حسب ہیں) اپنی جماعت کی کارروائی پر تبصرہ کرتے
ہوئے بیٹھتے ہیں۔

”فی الوقت ہماری جمیعت اس ملک کی دعوت و تبلیغ کے لیے نہیں بلکہ روپیہ
اقدام کی جو کس کو نہا کر سنے کا ذریعہ بن کر رہ گئی ہے“ عوام کو یہ خوف بنایا
جدا ہے اور ملک و جماعت کے نام اور منصب کا ایک سکہ لیا جا رہا ہے
جس شخص کے پاس جمیعت کا حمد و منصب پر وہ پہلے اس کے ذریعہ عرب
دنیا میں پہنچا ہے پھر اپنے کا دل پر کو دین کرنا ہے کہ جو اس منصب کے
ذریعہ ویزا اور عرب شیعہ نامک وصالی ہر حال آسان برحق ہے اس لیے
ان جہاد پر وہ باہر آئے اور ہمیشہ پر قیام رہنے کی کوشش کی جا رہی ہے
جب کہ حالیہ جماعتی انتہا بات کے نظارے سامنے آئے ہیں لوگوں نے
ایک دوسرے کی باتیں کیچنے، آپہر دی کی کرنے، دھانسی چلانے کا فتویٰ
اور شرعی فتاویٰ کو پائل کرنے میں کوئی کسر کمر نہ نہیں رکھی ہے اور آپ
کو یہ جان کر حیرت ہو گی کہ سب سے بڑی دھانسی اور افتا و نہایت مرکزی
جمیعت کے ناظم صاحب کی طرف سے جو رہی ہے جس کا صاف مطلب
یہ ہے کہ وہ اپنے جہاد پر وہ باہر آئے کسی لیے بے چین ہیں اور اس
کے لیے جہاد و زندقہ اور مذہب ان کو روک رہے ہیں۔

لوگوں سے مل کر دیکھتے ہیں :

”دینی کامال اس سے بھی زیادہ فخر ہے۔ یہاں جمیعت کے کارکنان کو دیکھا
آئی اور دینی جماعت کے ماحول کو پرانہ کو سنے، پارٹی بازی پیونے کے
بجائے استقبال کیا گیا؟“

غیر متعلقین کے چاروں حصوں حصہ کے جہاد کے کارکن

جماعت فرما اہل حدیث کے دوسرے اہل جماعت صاحب نے جماعت

فرار، انجمنیٹ کے اجلاس دہل ۱۲۵۳ میں ایک خطبہ ادا کیا تھا جس میں خود کو حقیر و حقیر کے اپنے تہذیب کی خدمات کو ذکر کیا تھا، کچھ خدمات آپ ہی کا ذکر فرمائے گئے ہیں مولوی عبدالستار صاحب نے لکھے ہیں۔

”چودھویں صدی کے مجدد اعظم کی اہم ترین اسلامی خدمات، جناب حافظ
کلام رب العظیم تیسری صدی میں امام زمانہ وحید و ہر سرفراز الحاکم الامجد و الزلزال
رضی اللہ عنہ عالمی توحید و اکیلا شریک بھی اس نسبت جامع الہیہ اپنے زمانہ
کے مجددی نے اپنے استاد شیخ الہند میاں صاحب مرحوم سے تحصیل علم کے
بعد سند قلم میں عذرہ دارا کتاب و السنۃ کی بنیاد و شہرہ دلی میں قائم کر کے
خاص درس قرآن حدیث شروع کیا اور دیکھتے ہی علوم الہیہ و فنیہ متعلق و فلسفہ
فہرہ و غیرہ کے وصول کا پھول کھول کر شروع کیا اور قرآن حدیث کے
ہوتے ہوئے ان پر عمل و عقیدہ رکھنا رکھنا نہ سمجھتے غم بتایا ان بیان فرمایا
کہ کتب فقہ و روایہ شریعت اسلام کے بغیر کمال معانی ہیں۔ کتاب و سنت کے
ہوتے ہوئے ان پر عمل کرنا محض گمراہی اور حرام ہے بعد اکل عقل کے
ہوتے ہوئے غم نہ رکھنا کتب دراستے۔“

مزید لکھتے ہیں :

”بعد نماز علی الصبح کلام محمد کا ترجمہ ہوتا ہے، قرآنِ مغل جاسکتے ہیں۔
 کہیں گنج کے تمام اچھڑیٹ بڑھوں سے لے کر جوانوں اور شعردار بچے
 تک ترجمہ پڑھتے ہیں۔ مولانا محمد دس ترجمہ میں وہ عام فہم و فائق زبان میں لکھتے
 ہیں اور شرک و بدعت کی وہ چھٹاڑ کر دیتے ہیں اور غرضی تقلید کا سدھ کا وہ
 کھوکھو کھوتے ہیں اور فقہ کے غراب اور گندہ مسائل کی جو کجائی و بدعت

کے سرسرفات ہیں وہ مٹی غریب کرتے ہیں کہ باہر و شاہ اور بے تمکاش
 سامعین کی زبان سے سبحان اللہ اور بارگ اللہ نکلتا ہے۔
 غیر متقدمین کا احسان کی مساجد میں نماز پڑھنے کا مقصد
 غیر متقدمین کے حمد و عروج صدی کے مجدد انہم کے پوتے عبدالغفار علیٰ مغفیل
 کے بچے نماز پڑھنے کے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے یوں گوہر افشانی
 کرتے ہیں۔

اہل حدیث کی نماز غیر اہل حدیث کی اقتدا میں بہتر نہیں۔ اگر مسند ادا صحیح مسلک و امامت کی خاطر اسلاف کی اقتدا میں نماز پڑھی جائے تو جائز کی بجائے ضروری ہے کہ جو آپ احناف کی مسجد میں جا کر صحیح طریقہ کے مطابق تسبیح و تہنک کریں گے پھر نماز مسند طریقہ کے مطابق پڑھیں گے، مقتدیہ کو مستبدین مسند کی نماز کا علم ہوگا وہ آپ سے دریافت کریں گے آپ نے آمین کیوں کہی رضی اللہ عنہ کیوں کیا آپ ان کو جواب دیں گے اسنے والوں میں جس ہوں گے تو ایک تو آپ کا حامی ہی ہوگا۔ اس طرح آپ کا مسلک پیچھے لگا۔ اگر اس چوری کا ردوائی کی ہمت و جرات نہ ہو تو پھر آپ اہل حدیث مسجد بنانے کی انگلی کو شش کریں اور یہ قیام مسجد اپنی نماز گھر پر چھوڑیں۔ الخ

قاریین محرم یہ ایک طویل موضوع ہے جس کے لیے دفتر کے دفتر دیکر
 ہیں اختصار کے پیش نظر ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور کچھ غیر نظر کتاب حدیث
 اور اہل حدیث کے متعلق عرض کر کے مقدمہ کو ختم کرتے ہیں۔ سہ
 کبھی فرصت سے سن لینا بڑی سیجہ و داستانی میری

سبب تالیف

اس کتاب کے لکھنے کا سبب یہ بنا کہ کثیر غیر متقلین کی مذہبی یا سنی میں
 آگاہی کہ متقلین احناف حدیث پر عمل نہیں کرتے اور نہ ہی ان کے پاس حدیثیں
 ہیں۔ ان حضرات کی تحریرات میں بھی چیز نظر آتی تھی۔ اس چیز کو دیکھ کر دل
 میں خیال پیدا ہوا کہ میں اپنی فقہ کا جائزہ لے کر دیکھتا چاہیے کہ کیا واقعی غیر
 متقلین کے کہنے کے مطابق چارے پاس احادیث نہیں ہیں اور ہم اقوال اہل
 ہی پر عمل کرتے ہیں، یا ہمارے پاس بھی احادیث ہیں اور ہمارا عمل بھی ان کا
 پر ہے، چنانچہ جب ہم نے اپنی فقہ کا جائزہ لینا شروع کیا تو میر ہر مسئلہ میں اس
 قدر احادیث نظر آئیں کہ عقل حیران رہ گئی اور غیر متقلین کی لڑائی بروقی باتوں کے
 جدول کا اچھل طرح سے بول کھل گیا، اور یہ حقیقت ظاہر ہوئی کہ ان کی یہ سب باتیں
 جو وہ کا پسند ہیں جن سے فقہ حنفی کا دامن پاک ہے۔

ان احادیث مبارکہ کو دیکھ کر دل میں واضح پید ہوا کہ انہیں ترتیب دے کر ان
 کا ترجمہ کیا جائے اور عوام کو بتایا جائے کہ احناف کا عمل ان احادیث پر ہے۔

کتاب کا طرز

اس کتاب کا طرز یہ ہے کہ اس میں اقوال اور ایک عنوان قائم کر کے اس
 سے متعلق احادیث مبارکہ حدیث کی مستند کتابوں (صالح مترجم ج ۱) سے
 جو دخل کی گئی ہیں ساتھ ہی ان کا ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

بنا ان احادیث مبارکہ سے جو مسئلہ ثابت ہوتا ہے وہ ذکر کیا گیا ہے پھر اس
 مسئلہ کے خلاف غیر متقلین کے علماء کے اقوال ذکر کئے گئے ہیں، بعد میں ان پر
 تہرہ کر کے فیصلہ طرام پر چھوڑ دیا گیا ہے وہ فیصلہ کریں کہ غیر متقلین حدیث کی
 موافقت یعنی اس پر عمل کرتے ہیں یا اس کی مخالفت؟

غیر نظر کتاب میں غیر متقلین کے جن علماء کی تحریرات ذکر کی گئی ہیں مناسب
 سلام دیا ہے کہ ان علماء کا غیر متقلین کے ان جو مرتبہ و مقام ہے وہ بھی ذکر
 رہیں تاکہ عوام کے سامنے یہ بات بھی آجائے کہ ان اقوال معمولی غیر متقلین کے
 نہیں بلکہ ائمہ شیعہ کے ہیں جن کا دعویٰ تھا کہ ہم صرف قرآن و حدیث
 پر عمل کرتے ہیں۔

چنانچہ غیر متقلین کے ایک مقتدر عالم شیخ الدین راشدی صاحب نے جگہ
 ذیل الفاظ طارفتاً قہ صاحب لکھے ہیں۔

أما السنة النبوية - ناصي العقيدة الخلفية
 حشامع البعس - المجاهد لاهل كلمة الله

میں کوئی اور نہیں کرتا اور سختی کرتی ہے حدیث کے خلاف عمل کر کے ہیں انہیں
آئینہ میں ان کی صورت دکھانا اور سزا دینا کہیں یہ کثیر تعداد میں احادیث پر ایک
موجود ہیں جن پر جہاد عمل ہے اور آپ ان کے خلاف عمل کر کے ہیں۔ اس
لیے حدیث کے خلاف آپ ہیں ہم نہیں۔

ماہم: معروف ہے اس کتاب کی تدوین میں اس کتاب کا نام صلی اللہ علیہ وسلم پر خیال رکھا
جے کہ اس کے اصل کتابوں سے تلاش کر کے اصل کتابوں ہی کے دیئے ہیں اور جہاں
کہیں کسی دوسری کتاب سے حوالہ نقل کرنا پڑا وہاں اس دوسری کتاب کا حوالہ بھی
دیا ہے اس کتاب کی ترتیب سولہ حصہ مشائخ کے حدیث کی ہے اور کتاب سب
اعلام السنن کی ترتیب پر رکھی ہے۔ اس کتاب کی ترتیب میں احقر کو سب سے شمار
کتابوں سے استفادہ کا موقع ملا جن میں سب سے زیادہ استفادہ اعلام السنن اور
آثار السنن سے کیا۔ اللہ تعالیٰ مجھے مسنفین کے درجات بخش فرمائے اور ان کا فیض
تقیات جلدی و ساری رکھے آمین۔

چونکہ انسان خطا کا پتلا ہے اس لیے بہت محنت ہے کہ کتاب میں کچھ غلطی
گئی ہوئی ہوتا ہمارا کام ہے میری دعا ہے کہ وہ اس کتاب میں جہاں کہیں
کوئی غلطی ہوئی ہو یا نام کو اس پر غلطی ہوئی ہو یا نام کو اس پر غلطی ہوئی ہو
اور کسی بھی غلطی کی اصلاح کر کے میں خدا ہی میں عرض ہے کہ کام نہ لے گا بلکہ ان کتابوں
کا شکر گزار اور ان کے سن میں دعا گو رہا گا۔ قضا ہے اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول
فرمادے کہ اسے اور اسے کام کی اصلاح اور احقر کی نجات کا ذریعہ بنائے اور جن جگہوں
عزیزوں و دوستوں نے ماہم: معروف ہے جس درجے میں بھی خدا و ان کی ہے اللہ
انہیں جزا دے گا فرمائے۔ آمین۔ وما علینا الا البلاغ الحسین

انوار نور شہید

بجاست الماء القلیل بوقوع نجس فیہ قلیل کان او کثیرا
تصور اپنی نجاست کے واقع ہونے سے ناپاک ہو جاتا ہے تو کسی نجاست یا زیادہ

۱- عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا ولغ الکلب فی اماء احدکوا
فلیس فیہ ثم لیفسد سبع مرار

(مسلم ج ۱ ص ۱۴۲)
حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈالے تو اسے چاہیے
کہ وہ اسے بارہا سات مرتبہ دھو لے۔

۲- عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا ولغ الکلب فی اماء احدکوا
فلیس فیہ ثم لیفسد سبع مرات اولھن بالتراب

(مسلم ج ۱ ص ۱۴۲) (مرداؤی ص ۱۸۷)
حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈالے تو اسے چاہیے کہ اسے
سات مرتبہ دھو میں پہلی بار مٹی سے دھو لے۔

۳- عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم



وكان لا يولي احدكم في الجاه الا نسبه القوم
لا يحسب فيهم بغير نسبه

1. *Introduction*

سرت اور پرش کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا کیا
تو دنیا بکے تہ میں سے کئی غریبوں کو جو تہ لانی میں ہو کر ہوشی
راہی میں تہ لانی کے۔

عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا يؤمن أحدكم حتى يأخذوا بيدي. الرازي شرح

حضرت امیر المومنین علیؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے آپ کو اللہ کے رسول کے ساتھ جھڑپ کرے، اللہ کے ساتھ جھڑپ کرے گا۔

عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم
قال: إذا استيقظ أحدكم من الليل فلا يدخل بيته
فلا يقرأ حتى يفرغ من سبعين مرتبة أو مائة
فلا ينام حتى يقرأ ما أتى به

1. **Introduction**

[illegible][illegible][illegible][illegible]

تیسرا اور چوتھا نمونہ اس کے مسلم جو اس وقت کہ مصر میں تھے، ان کے لئے
 ظہر سے پہلے پانی نہیں پی سکتے کہ اس سے دوسرا نمونہ غسل کرنے سے منع فرما
 دے۔ ظہر سے پہلے غسل کرنے سے منع اس لئے کہ پانی پاک ہو جائے
 اور وہ خود پانی میں پی سکتے ہیں۔ چنانچہ یہ نمونہ اس کے لئے خاص ہے۔

پانچویں حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غزوہ سے
 بعد ہر کوئی کا تھکاؤ دھوئے بغیر پانی میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ جو مسکتا ہے
 کو سوتے ہیں اور تھکاؤ شنگاہ کو چھو جانے سے خطرہ گاہ پر رہ جانے والی نجات ہوا
 کو لگ جانے جس کی وجہ سے پانی ٹپاک ہو جائے اس لیے اعتدالاً اتھو دھوئے
 بغیر پانی میں ڈالنے سے منع فرمایا حالانکہ ٹپاک ہوا تو ڈالنے سے پانی کے اوصاف
 میں سے کوئی وصف بھی نہیں بدلتا۔ الغرض ان احادیث سے ثابت ہوا کہ اگر
 پانی میں چھاسٹ گر جائے اور پانی تھوڑا ہو کر پانی ٹپاک ہو جائے گا یا ہے پانی
 کے میزوں و سطوح میں سے کوئی وصف بدلتا ہے۔

لیکن ان تمام احادیث کے خلاف غیر متقدمین کا کہنا ہے کہ پانی تھوڑا ہو
 یا زیادہ وہ اس وقت تک ٹپاک نہیں ہوتا جب تک رنگ، بو، مزہ میں سے کوئی چیز
 تبدیل نہ ہو۔

چنانچہ نواب نور الحسنی لکھتے ہیں۔

”آب پاؤں و دریا و چاه و مطہرست غیر مٹی و گرد و شکر نجاست کے
 پر یا مزہ یا رنگ اور اگر داند“ (عرف الہادی ص ۱)
 ہاں، دریا اور کنوئیں کا پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے وہ ٹپاک
 نہیں ہوتا مگر اس نجاست سے کہ اس کے رنگ یا بو یا مزہ کو
 بدل دے۔

نواب عبداللہ لکھتے ہیں۔

”لا یفسد ماء البر و لو کان صفیرا و الماء فیہ
 قلیلا یوقوع نجاستہ او موت حیوان و موی
 ارضیہ و موی و لو انفع او تنفع او تحسب
 بشرہ ان لا یتغیر احد اوصافہ“ (۱)

کنوئیں کا پانی ٹپاک نہیں ہوتا اگرچہ کنوئیں چھوٹا ہو اور اس میں پانی تھوڑا
 ہو کسی نجاست کے گرے سے یا (اس میں) غولی یا غیر غولی جانور کے
 مرنے سے اگرچہ وہ جانور (مکرر) چھو لیا گیا ہو یا چھٹ گیا ہو یا اس
 کے بال و پر گر گئے ہوں بشرطیکہ پانی کے اوصاف میں سے کوئی صفت
 نہ بدلتے۔

حالانکہ فرمائیے۔ احادیث سے ثابت ہوا ہے کہ تھوڑے پانی میں نجاست
 اگرچہ تھوڑی ٹپاک ہو جائے گا۔ رنگ، بو، مزہ بدلتے یا نہ بدلتے لیکن غیر متقدمین
 عقل و کثرت میں غفلت کے بغیر کہہ رہے ہیں کہ میں صاف حساب تک رنگ، بو،
 مزہ میں سے کوئی چیز نہ بدلتے اس وقت تک پانی ٹپاک نہیں ہوتا۔ تاہم فیصلہ
 نزدیک کیر حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت۔

نوٹ ۱۔ غیر متقدمین کے اس نظریے کے مطابق اگر پانی کے ایک گلاس یا
 کسی ایک چھوٹے برتن میں چٹاب کے قطرے چڑ جائیں تو وہ پانی پاک ہونا چاہیے
 کیونکہ چٹاب کے قطروں سے پانی کے رنگ، بو، مزہ میں سے کوئی چیز بھی
 نہیں بدلتی۔

نجاسة المنی منی ناپاک ہے

۱- عن یحییٰ بن عبد الرحمن بن حاطب انه اعتمر مع عمر بن الخطاب فی ركب فیهم عمرو بن العاص و ان عمر بن الخطاب عرس ببعض الطریق فربما سرف بس المیاء فاحتلم عمر وقد کاد ان یصبح هنلم یجد مع الרכب ماء فركب حتی اذا جاء المیاء فجعل یغسل ماری من ذالک الاحتلام حتی اسفر فقال له عمرو بن العاص اصبحت و محتا ثیاب فذبح فوسبک یسل فقال عمر بن الخطاب و انجبا لک یا عمرو بن العاص لئن کنت تجدد ثیابا افعل الناس یجد ثیابا و الله لو فعلتها لکانت من ذبل اغسل ماریا و اضع مالم ار (مسند امام الکلی ص ۱۸۷)

یہی بن عبد الرحمن بن حاطب سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عمر بن خطاب کے ساتھ ایک ایسی جماعت میں شریک ہو کر عمر کیا جس میں حضرت عمر بن العاص بھی تھے۔ حضرت عمر نے پانی کے قریب ایک جگہ دست کوڑا ڈالا (تعلق سے) آپ کو احتلام ہو گیا۔ میرج ہونے کے قریب

تھی یہی آپ کو ساتھیوں سے پانی نہیں لایا نہ سچا آپ سوار ہوئے اور پانی کے پاس پہنچ کر احتلام کے اثرات و نشانات کو دھونے لگے حتیٰ کہ خوب روشنی ہو گئی۔ حضرت عمر کو اس العاص کہنے لگے کہ آپ نے تو شمس کر دی (یا) ہمارے پاس کپڑے ہیں (انہیں پہن کر نماز پڑھ لیجئے) اور اپنا کپڑا چھوڑ دیجئے۔ دو بعد میں دھو لیا جائے گا۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ عمرو بن العاص تم پر تعجب ہے۔ اگر تمہارے پاس کپڑے ہیں تو کیا سب کے پاس کپڑے ہیں؟ بخدا اگر میں نے ایسا کیا تو یہ ایک طریقہ بن جائیگا میں تو کپڑے میں سنی دیکھتا ہوں تو دھو لیتا ہوں ورنہ پانی چھڑک لیتا ہوں۔

۲- ابن وهب عن ابن جابر عن ابیہ قال عرستمع ابن عمر فی الاواء بشهر سئنا حین صلیت الفجر حتی ارتفع النهار فقلت لابی عمار فی صلیت فی اناری و فیہ احتلام و لم اغسله فوقفت علی فقال انزل فاطرح ازارک و صل رکعتین و اهتم الصلوة فحصل الفجر ففعلت۔

(مسند امام الکلی ج ۱ ص ۱۸۷)

حضرت ابن وهب بھوایت ابی بن جابر حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے (ایک وفد) حضرت ابن عمر کے ساتھ مقام ابراہیم دست گناری۔ ہم نے جب فجر کی نماز پڑھ لی تو وہاں سے چل پڑے یہاں تک کہ دن بلند ہو گیا۔ میں نے حضرت ابن عمر سے کہا کہ میں کپڑے میں میں نے نماز پڑھی ہے اس میں نمی لگی ہوئی تھی اور

میں اُٹھ دھوئیں سکا تھا۔ آپ میری وجہ سے رک گئے اور فرمایا کہ اگر کوئی کپڑے بدلے اور دو رکعت سنت پڑھ کر نماز کی اخلاصت بہرہ فجر کی نماز پڑھو، میں نے ایسا ہی کیا۔

۲۔ عن جابر بن سمرة قال سئل رجل النبي صلى الله عليه وسلم اهل في الثوب الذي اتي فيه اهل قال نعم الا ان تری فيه شيئا فقله۔

(موارد الغفران ج ۱ ص ۱۸۷)

حضرت جابر بن سمرة فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں ان کپڑوں میں نماز پڑھ سکتا ہوں جو میں نے بیوی کے صحبت کے وقت پہنے ہوئے ہوتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ہاں لیکن اگر تمہیں ان میں منی لگی ہوئی نظر آئے تو پھر انہیں دھو لو۔

۳۔ عن خالد بن ابی عزة قال سئل رجل حمير بن الخطاب فقال انما احتلمت على طهقسية فقال ان كان رطبا فاغسله وان كان يابسا فاحكك وان خفي عليك فارشش (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۸۷)

حضرت خالد بن ابی عزة فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب سے ایک شخص نے پوچھا کہ مجھے کپڑوں میں احتلام ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو لختی تر ہے تو اسے دھو لے اور اگر خشک ہے تو اسے کھڑا کر دے اور اگر مٹی کا پتہ ہی نہ پڑے تو اسے جکسا دھو ڈال۔

۵۔ عن عائشة رضي الله عنها قالت في المني اذا اصاب الثوب اذا رايت رطبا فاغسله وان لم تره فاحككه۔

(بخاری ج ۱ ص ۱۸۷)

حضرت عائشہؓ نے منی سے آلودہ کپڑے کے بارے میں فرمایا کہ اگر کوئی کپڑے میں منی لگی ہوئی دیکھے تو اسے دھو لے اور اگر نہ دیکھے تو پانی چھڑک دے۔

۶۔ عن معاوية بن ابی صفيان انه سئل اخت ام حبيبة تزوج النبي صلى الله عليه وسلم هل كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي في الثوب الذي يجامعها فيه فيس فاعلت نعم اذا لم ير فيه اذى۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۸۷)

حضرت معاویہ بن ابی سفیان سے مروی ہے کہ آپ نے اپنی بیوی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ حضرت ام حبیبہؓ سے پوچھا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کپڑوں میں نماز پڑھ لیتے تھے جو آپ سے صحبت کے وقت پہنے ہوئے ہوتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں لیکن اس وقت جب کہ آپ ان میں کوئی لندگی (منی) نہ دیکھتے۔

۷۔ عن ابی هريرة قال في المني يصيب الثوب ان ريت رطبا فاغسله والا فاغسل الثوب كله۔

(بخاری ج ۱ ص ۱۸۷)

حضرت ابو ہریرہؓ نے منی کے متعلق جو کہ کپڑے کو لگ گئی ہو اور شاد فرمایا کہ اگر وہ نہیں دکھائی دے تو اسے دھو لو ورنہ سارے کپڑے کو دھو۔

۸۔ عن عبد الملك بن عمار قال سئل جابر بن سمرة واحنا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم هل يصلي في الثوب الذي يجامع فيه اهل قال صلى الله عليه وسلم الا ان تری فيه شيئا فقله۔

فیر شیئا ففعلہ و لا تصححہ فان المنضح لا یزیدہ
الا مشرا (طحاوی ۵۱ ص ۱۸۷)

عبد الحاکم بن عوف فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن سمروہ سے میری
موجودگی میں ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جو اپنی کپڑوں
میں نماز پڑھ لیتا ہے جو اس نے ہیوی سے محبت کے وقت
پہننے پر ہے۔ آپ نے جواباً فرمایا کہ تو انہی کپڑوں میں نماز پڑھ
لے، تاہم کہ تو ان میں کوئی چیز (مٹی) دیکھے۔ ایسی صورت میں اس
کو دھوے اور پانی نہ چھڑک دے، کیونکہ اس سے تو مزید گندگی بٹھے گی۔

۹۔ عن عبد الکریم بن رشید قال سئل انس بن
حکام عن قطیفۃ اصابتها بجنابتہ لا یدری
این موضعہا قال اغسلہا۔ (طحاوی ۵۱ ص ۱۸۷)

عبد الحکرم بن رشید فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک سے
ایک ایسی چادر کے متعلق سوال کیا گیا جس میں مٹی لگ گئی تھی لیکن
یہ نہیں پتہ چلتا تھا کہ کہاں لگی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ (ساری) چادر
کو دھو۔

۱۰۔ عن عائشۃ قالت کنت افرك المسح من ثوب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یابسا
واغسلہ اذا کان رطبا۔ (طحاوی ۵۱ ص ۱۸۷)

عائشہ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے

سے مٹی کو کھرج دیتی تھی جب کہ مٹی خشک ہوتی اور جب کہ مٹی تر
ہوتی تو پھر میں اس کو دھو دیتی تھی۔

۱۱۔ عن حماد بن عمار قال افتتحنی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وامن علی ستراء لواء
فی رکوعہ فی فقال یا حماد ما صنعت ؟ قلت یا رسول
اللہ مباحی و امی اغسل ثوبی من نجامۃ
اصابتہ فقال یا حماد انما یفعل الثوب من
خمس من النجامۃ والبول ، والحق ، والدم ، والمخ
یا حماد ما نجامتک و دموی عینک والماء
الذی فی رکوعک الاسواء ، اللہ

(طحاوی ۵۱ ص ۱۸۷)

حضرت حماد بن عمار فرماتے ہیں کہ میں کونین پر اپنی چھانگ میں پانی
کھینچ رہا تھا کہ میرے پاس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے
اور فرمایا کہ تمہارا کیا کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم میرے لباس پر آپ پر قربان ہوں میں اپنا کپڑا دھو
رہا ہوں اسے خشک لگ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا تمہارا کپڑا کسے کو
پانچ چیزیں لگ جائے گی جو ہر سے دھونا چاہیے۔ چھینٹنا، پاخانہ
سے، خون، اور مٹی۔ تمہارا خشک، تہلری اسٹیکوں کے آغوش
دہائی، تو تہلری چھانگ میں سے سب بابر ہیں (یعنی سب پاک ہیں)

لکھنؤ، انوارِ وحی سے ثابت ہو رہا ہے کہ مٹی ناپاک ہے کیونکہ اگر مٹی پاک
ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام مٹی سے آلودہ کپڑے کو نہ خود

دھوتے نہ دھوئے کا حکم دیتے جبکہ انہی کپڑوں میں نماز پڑھ لیتے لیکن حدیث نبرا
اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منی سے آلودہ
کپڑے کے دھونے کا حکم دیا ہے۔ حدیث نبرا سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر
منی سے آلودہ کپڑے میں نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اگر منی پاک ہوتی تو کم از کم یہاں
جواز کے لیے زندگی میں ایک مرتبہ تو آپ منی سے آلودہ کپڑوں میں نماز پڑھتے
لیکن ذخیرہ احادیث میں کوئی ایسی حدیث نہیں جس سے ثابت ہو کہ آپ
نے منی سے آلودہ کپڑے میں نماز پڑھی ہے۔ احادیث نبرا، ۵، ۱۶، ۱۸ اور
۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت
ابو ہریرہؓ، حضرت جابر بن سمرہؓ، حضرت انس بن مالکؓ منی سے آلودہ کپڑے
کے دھونے کا فتویٰ دیتے تھے۔ حدیث نبرا سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت
عمر بن خطابؓ نے منی سے آلودہ کپڑے کو دھویا پھر نماز پڑھی حتیٰ کہ نماز میں غیر
کے بھی پردا نہیں کیا لیکن منی سے آلودہ کپڑے میں نماز نہیں پڑھی۔ حدیث نبرا
سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے منی سے آلودہ کپڑوں میں
پڑھی مگر نماز کے دھونے کا حکم دیا۔ اگر منی پاک ہوتی تو آپ نماز پڑھنے کا حکم دیتے
لیکن ان تمام احادیث کے خلاف غیر معتبرین کا کہنا ہے کہ منی پاک ہے اس لیے
نپاک ہونے پر کوئی دلیل موجود نہیں

چنانچہ قلاب صدیقؓ جس خان صاحب لکھتے ہیں:
"دور نجا سے منی آوی وکیل نیامدہ"

آوی کہ منی کے نپاک ہونے میں کوئی دلیل نہیں آئی، (پڑا و مروت)

قالب قدرا حسن لکھتے ہیں:-

"منی پر چند پاک است" (عزت الجاوی مثل)

منی پر صورت میں پاک ہے
قالب وجد الزمان لکھتے ہیں:-

والمنی طاهر سواء كان رطباً او يابساً مقلظاً
او غیر مقلظاً
اگر انا متعلق منی
نزلہ ہند اسلم

منی پاک ہے چاہے تر ہو یا خشک، کادھی ہو یا کادھی کے علاوہ
ملاحظہ فرمائیے:- احادیث سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے
کہ منی نپاک ہے لیکن غیر معتبرین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب منی بالکل پاک
ہے اور اس کے نپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔
قدیمین فیصلہ فرمائیں کہ منی کو پاک کہنا احادیث کی مخالفت کرنا ہے یا
مخالفت؟

الدلیل علی نجاسة المنی مشارک کے نپاک ہونے کی دلیل

بَلَّيْنَا الْاَرْضَ فَانْبَعَثْنَا مِنْهُ طُفُفًا يَتَذَكَّرُونَ
وَالْاَنْصَابَ وَالْاَزْوَاجَ لَمْ يُغْنِ عَنْهُمْ شَيْئًا
فَانْزَلْنَاهُمْ فِي سُلُوكِهِمْ نَارًا يَتَذَكَّرُونَ
۹: ۵

لے ایمان والو! میرے جیسے شراب اور حمار اور بہت اور پانی سے
ٹنڈے کام ہیں شیطان کے، سوائے سے پتھر کے کہ تم چاہو
عن الذی تعبدت الخشیۃ انہ سأل رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال انا نجا و اهل الکتاب
وہو یطبخون فی قدرہم الخنزیر
وہیں دون فی ایتہم الخشیۃ فقال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ان وجدتم عنین ما
فکلوا فیہما واشربوا وان لم تجدوا خیرھا
فارحضوها بالماء وکلوا واشربوا۔

(ابوداؤد ۲ ص ۱۸۱)

حضرت ابو ثعلبہ خثعمیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا
عرض کیا کہ ہم اب کتاب کے پڑوس میں رہتے ہیں یہ لوگ اپنی بیٹریوں
میں خنزیر پکاتے ہیں اور اپنے برتنوں میں شراب پیتے ہیں؟ رسول
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہیں ان کے علاوہ دوسرے برتن
میں قرآن میں کھائی یا اور اگر دوسرے نہ عین تو پھر ان کو پانی سے
دھو کر (ان میں) کھاؤ پیو۔

۲۔ عن عثمان قتال اجبتنبوا الخمر فان رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعاہام المنبات

(المعجم المحمدي ص ۱۸۱)

حضرت عثمانؓ بن عفانؓ نے فرمایا کہ شراب سے جو کچھ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام ام المنبات (نام پاک چیروں
کی ماں) رکھا ہے۔

۳۔ عن طارق بن سويد الجعفی سأل النبی صلی اللہ

علیہ وسلم عن الخمر فنهاہ وکرہ ان

یصنعھا للدواء فقال انہ لیس بدواء ولکنہ

(مسلم ۴ ص ۱۸۱)

حضرت طارق بن سويد جعفیؓ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شراب

کے متعلق سوال کیا، آپ نے انہیں روک دیا اور دوا کے لیے شراب
بنانے کو ناپسند کیا اور فرمایا کہ یہ دوا انہیں سب سے بہتر ہے تو ہماری سب سے

۴۔ عن سلمان بن موسی قال لما اخرج خالد بن

الولید الشام نزل احمدا فاعده لہ من بھار من

الاغصاف الحماہ لئلا یحزن بالخمیر

وکان لعمرو بن عبدالمطلب من بھار من بھار من

بھار من بھار من بھار من بھار من بھار من

بھار من بھار من بھار من بھار من بھار من

بھار من بھار من بھار من بھار من بھار من

بھار من بھار من بھار من بھار من بھار من

بھار من بھار من بھار من بھار من بھار من

بھار من بھار من بھار من بھار من بھار من

بھار من بھار من بھار من بھار من بھار من

بھار من بھار من بھار من بھار من بھار من

بھار من بھار من بھار من بھار من بھار من

بھار من بھار من بھار من بھار من بھار من

بھار من بھار من بھار من بھار من بھار من

بھار من بھار من بھار من بھار من بھار من

فكتب اليه يلقي عليك قد كنت بحرم
وانت قد حرم ظاهرا والخمر وباء لها وعد
حرم من الخمر كما حرم شرابها فنتكسوها
اجسامكم فانها تحس ونكر امان ١٤ ص ١٤

اور عثمان، ریح سے یا جو عارضہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر عارضہ علی کا غلبہ بن ولیدہ حام میں داخل ہوئے ہوں اور انہوں نے خود کے ہر کوئی خواہشوں کی جو شرب سے خیر کی گئی تھی۔

حضرت علامہ نے
حضرت خالد بن ولیدؓ کو لکھا۔۔۔ مجھے پتہ چاہیے کہ تم نے شراب
کی مالش کی ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ جاسم شراب
کے ظاہر و باطن کو ہی حرام قرار دیا گیا ہے اور شراب کے پینے کی طرح
اس کے چھونے کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔ شراب اپنے جسموں پر
صحت انگڑائی کرنا مکرم ہے۔

۶- عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ حرم الخمر وشعبہا وحرم الحمیۃ وشعبتھا وحرم الخنزیر وشعبہ - (ابو داؤد ج ۲ صفحہ ۱۸۸)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے شراب اور اس کی قیمت۔ کھنکھار اور اس کی قیمت۔ کھنکھار اور اس کی قیمت۔

٤- عن مجاهد: قتال إذا أصابك خمر فاقسله

هو امشد من الدم، اسفند این گیاه شنبلیله است ۱۹۳۴
حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ تباہی کے کپڑے پر شراب لگ جائے
تو اس کو دھوؤ یہ خون سے زیادہ شدید ہے۔

آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ شراب ناپاک ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شراب، جیسے اور اعضاء و اعضاء کو ہم کریم قرار دیا ہے جس کے معنی ناپاک کے ہیں۔

پہلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شراب اور خنزیر کے برتنوں میں دوسرے برتنوں کے جوئے کو نہ کھانے پینے سے روکا ہے اور دوسرے برتن نہ ہونے کی صورت میں ان کو دھو کر استعمال کرنے کا حکم دیا ہے اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ شراب ناپاک ہے دیر آپ ان برتنوں کو دھو کر استعمال کرنے کا اور دوسرے برتنوں کے جوئے ان کے استعمال کرنے کا حکم نہ فرماتے۔

دوسری حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
 شراب کو اہم الخبائث قرار دیا ہے۔ خبائث غیبیہ کی میں ہے اور غیبیہ غیب سے
 جاسے جس کے معنی نجاست و ناپاک کے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے حضور علیہ
 الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں لَا تَصِلُفَاتُ الْوَجْهِ وَالْهَوْدَجُ الْخَبِيثُ
 الْخَبِيثُ تِلْكَ الْأَوْبَانِ مِثْلُ حَالَتِ الْمَيِّتِ مَا زِلْتُمْ شَرِبْتُمْ کہ اسے شرف سے پیشاب پاشا
 تہا ہو۔ اس حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیشاب پاشا کو آفتاب
 کہا ہے۔ آفتاب، حَسْبُكَ كَأَنَّمْ تَغْضِلُ جِسْمَكَ کے معنی ہیں بہت ناپاک
 شراب کو آپ نے اہم الخبائث قرار دیا ہے جس کے معنی تمام ناپاک چیزوں
 کی اصل مادرِ مخرج

تیسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوا کے لیے بھی شراب بنانے کو اپنا پتہ فرمایا ہے۔ اس سے ایک قرینہ بنتا ہے کہ دوا کے لیے شراب بنانا صحیح نہیں۔۔۔۔۔ دوسرے یہ ثابت ہوا کہ شراب ناپاک ہے کیونکہ دوا و قسم کی دوا ایک دوا جو کھائی یا پی جاتی ہے دوسری دوا جو پانی پائی جاتی ہے۔ شریعت سے مطلقاً دونوں قسم کی دوا کے لیے شراب بنانے کو منع فرمایا ہے۔ اگر شراب ناپاک ہوئی تو کم از کم زہر پر لگانے کے لیے بنائی جائز ہوئی کیونکہ ہر ایسی چیز جو حرام ہو تو نیکون پاک ہو اس کا چھوٹا اجماعاً جائز ہے۔

چوتھی اور پانچویں حدیث سے شراب کا ناپاک ہونا باطل عرصت سے معلوم ہوتا ہے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ شراب کو ہم پر زہر دیا تو شوہر بنی اندھ کو کھینچ لیا کہ چھٹی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب کی خرید و فروخت حرام ہے اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ شراب ناپاک ہے کیونکہ اشیا کی خرید و فروخت کے حرام ہونے کی چند وجوہ تھیں اولیٰ یہ کہ وہ چیز کرمات (عزت و احترام و برکت) والی ہے اس لیے اس کی خرید و فروخت حرام ہے جیسے آؤ آؤ دلی کو بیچنا حرام ہے۔ دوم یہ کہ اس چیز سے مالت منبتی ہے۔ بن کی بنا پر اس کی خرید و فروخت حرام ہے جیسے سوم یہ کہ وہ چیز ایسی ہے جس سے سب کو نفع اٹھانا جائز ہے اس لیے اس کی خرید و فروخت حرام ہے جیسے کوئی بھی کاپی اور زمین پر لگی ہوئی ٹھاس چوس۔ چہارم یہ کہ وہ چیز ناپاک ہے اس لیے اس کی خرید و فروخت حرام ہے جیسے پیشاب یا غائط۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ شراب کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا گیا ہے اس کی کیا وجہ بن سکتی ہے چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں کہ تو آپ کو مکسوس ہو گا کہ شراب کی خرید و فروخت کے حرام بننے کی وجہ تو یہ ہے کہ وہ کرامات (برکت اور عزت و احترام) رکھتی ہے اور نہ یہ ہے

اس سے مالت منبتی ہے کیونکہ کافروں کی حق دین قود مال ہی ہے اور نہ شراب ایسی چیز ہے جس سے سب کو نفع اٹھانا جائز ہو۔ اب ایک ہی صورت اس کی خرید و فروخت کے حرام ہونے کی رہ جاتی ہے اور وہ یہ ہے اس کا ناپاک ہونا پیشاب یا غائط کی مانند۔ دلیل القدر جی حضرت مجاہدؓ کے فتوے سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب خون سے بھی زیادہ ناپاک ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ کپڑے پر لگ جانے تو اس کو دھوؤ۔ اگر شراب پاک ہوئی تو آپ شراب آلود کپڑے کے دھونے کا حکم دیتے۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ اور احادیث و آثار کی بنا پر فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ شراب ناپاک ہے، شراب کے ناپاک ہونے پر اجماع است بھی ہے چنانچہ محمد بن مبارک عن عائشہؓ فرماتے ہیں۔ "اجمعوا شجرة على نجاستها الخمر لا ما حکى عن داود انه قال بطها ونجاستها تحريمها" (وجمعة الامم في اختلاف الامم ح) یعنی شراب کے ناپاک ہونے پر تمام ائمہ کرام کا اجماع ہے البتہ داود ظاہری سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ شراب کو حرام سمجھتے ہیں۔

لیکن آیت کریمہ، احادیث و آثار اور اجماع امت کے خلاف غیر مسلمین کا کہنا ہے کہ شراب پاک ہے۔ شراب کو ناپاک کہنا بے دلیل ہے۔ چنانچہ قلاب صلیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

"فتحریم الخمر والخمر الذی دلت علیہ النصوص لا یلزم منه نجاستها ببل لا بد دلیل اخر علیہ والا بقیاس علی الاصول المتفق علیہا من الطهارة" (مروءۃ النبی ص ۱۵۱)

۳۔ عن عطاء عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ولغ الکلب فی الماء اسکرکم فلیس منکم ویضللہ ثلاث مرات ، (دارقطنی ۱ ص ۱۸۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اسے چاہیے کہ پانی پیا کرے اور برتن کو زمین پر رکھ دے۔

۴۔ عن الاصحیح عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الکلب یلغ فی الاثناء ان یشلہ ثلاثا او خمساً او سبعا ، (دارقطنی ۱ ص ۱۸۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ کتا برتن میں منہ ڈال دے تو برتن کو زمین پر پانچ یا سات دفعہ دھوا جائے۔

۵۔ عن عطاء عن ابی ہریرۃ قال اذا ولغ الکلب فی الاثناء قاہرقت بشم اعسلہ ثلاث مرات ، (دارقطنی ۱ ص ۱۸۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو پانی نہ گرا کر زمین پر مرتبہ اسے دھو لیجئے۔

۶۔ عن حذیفہ عن ابی ہریرۃ اسس کان اذا ولغ الکلب فی الاثناء امراقد وحمل ثلاث مرات ، (دارقطنی ۱ ص ۱۸۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر کتا برتن میں منہ ڈال دیتا تو آپ پانی نہ گرا کر زمین پر مرتبہ اسے دھو لیجئے۔

۷۔ عن ابن جریج قال قلت لعلی بن کسب یشل الاثناء الذی یلغ فی الکلب قال یلغ ذالک سمعت سبعا

وخمسا وثلاث مرات ، (مسند احمد ۱ ص ۱۸۱) حضرت ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال جائے اسے کتنی بار دھوا جائے۔ آپ نے فرمایا میں نے سب سنا ہے عین دفعہ بھی، پانچ دفعہ بھی، سات دفعہ بھی۔

مذکورہ احادیث دیکھ کر یہ بات بخیر لپکھ لپکھ آجائے کہ اگر کوئی حدیث ضعیف سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتے کے جوٹھے کے پھینکنے اور برتن کے دھونے کا حکم دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتے کا جوٹھا پانچ بار اور کتے کے جوٹھے کا پانچ بار اسی وجہ سے ہے کہ خود کتا پانچ بار ہے۔

دوسری حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے تو برتن پانچ بار دھوا جائے اس کے پانچ کر کے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے سٹا سے اٹھایا جائے پھر پانی سے دھویا جائے اس سے بھی پانی تیس بار دھو جائے کہ کتا پانچ بار ہے ورنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتے کے جوٹھے برتن کو پانچ بار تو دہیئے دلیل اللہ تعالیٰ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا عمل بھی تھا اور وہ اسی پر فخر فرماتے تھے لیکن ان احادیث سے آگے کوئی تفسیر مستدین کا کتا ہے کہ کتا بھی پانچ بار کتے کا غلبہ بھی پانچ بار کتے کا غلبہ بھی پانچ بار کتے کا پانچ بار بھی پانچ ، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

پناہ پھر نواب سیدی حسن خاں صاحب لکھتے ہیں۔
۸۔ حدیث دینور کلب دال برنجاہست تمامہ کلب و دم و شعر و عرق غیست بلکہ اس کو محض پونور اوست ، (چندہ ص ۱۸۱) زمین کتے کے منہ ڈالنے والی حدیث چاروں سے کہتے اس کے خون ، بال اور پیسے کے پانچ بار دھو کر لے کر نہیں کر لے جو کہ یہ حکم تو صرف اس کے منہ ڈالنے کے ساتھ خاص ہے۔

قواب وحیات النبی لکھتے ہیں۔

”واختلفوا في لعاب الكلب والخنزير وسورهما
والا رجح طهارته كما مر وكذا في البول
الكلب وخنزيره والحق انه لا دليل على
النجاسة“ (فتاوى اہل بیت)

لوگوں نے کہے، خنزیر اور ان کے جوڑے کے متعلق اختلاف
کیا ہے زیادہ باج بات یہ ہے کہ ان کا جوڑا پاک ہے جیسا اگر گزر
پاکہ اور ایسے ہی لوگوں نے کہے کہ پیشاب پاخانہ کے متعلق اختلاف
کیا ہے حق بات یہ ہے کہ ان کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

ملاحظہ فرمائیے۔ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ گناہ اور اس کا جوڑا ناپاک
ہے لیکن یہ مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاعب گناہ کے نالغاب، کہتے
کا جوڑا، کہتے کا پیشاب، کہتے کا پاخانہ صعب پاک ہیں۔ ان کے ناپاک ہونے
پر کوئی دلیل نہیں۔

قاریین فیصل فرمائیے یہ حدیث کی موافقت ہے! مخالفت؟

بول ما یؤکل لحمہ وما لا یؤکل لحمہ نجس

صلال و حرام سب جانوروں کا پیشاب ناپاک ہے،

۱۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر عذاب اللہ من البول؛

(مسندک حاکم ج ۱ ص ۱۵۸)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا۔ اکثر عذاب اللہ پیشاب (سے دہیچنے) کی وجہ سے ہوتا ہے

قال اتقوا البول فانہ اول ما یحاسب
بہ العبد فی القبر

(بحر النقاۃ ص ۱۸)

حضرت ابو امامہ فرمے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
فرمایا پیشاب سے بچو کیونکہ قبر میں بندہ کا سب سے پہلے اسی پر
محاسب ہوگا ہے۔

۲۔ عن ابی ہریرۃ مرہوناً استلم من البول
فان عامۃ عذاب القبر منہ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۵۸)

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا پیشاب سے بچو کیونکہ عام طور پر عذاب قبر پیشاب سے
دہیچنے) کی وجہ سے ہوتا ہے۔

۳۔ عن عبادۃ بن الصامت قال سألنا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم عن البول فقلت اذا

مسکمت شئ فاعسلوه فان اظن ان منہ
عذاب العتیر۔

(تہذیب التہذیب ص ۱۸۸)

حضرت عبادہ بن صامت فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے پیشاب کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب بول سے
فدا سا بھی پیشاب لگ جائے تو اسے دھو دو کیونکہ میرا گناہ
یہاں ہے کہ اس سے بھی عذاب قبر ہوتا ہے۔

۴۔ عن عمار بن یاسر قال انی سأل رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وانا علی بثر اد لولہ

عن ابی امامۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

فَرَكُوهُ فِي فُتَاتٍ يَاعِمَا مَا تَصْنَعُ ۚ قُلْتَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ بَابِي وَأُمِّي أَهْلُ ثَوْبِي مِنْ تَحَامَتِي
أَصَابَتْهُ فُتَاتٌ يَاعِمَا رَأْفَتَا يُغْفِلُ الْمُثُوبُ
مِنْ خُمْسٍ مِنَ الْعَانِطِ وَالْبَوْلِ وَالْعَيْتِ وَالْدَمِ
وَالْحَنْثِ يَاعِمَا مَا تَغَامُصُكَ وَدَمُوعَ حَيْنِكَ
وَالْمَسَامِ الَّذِي فِي زَكَاةِكَ الْإِسْوَارُ (واقطعة: ۱۰۸)

حضرت عمار بن یاسر فرماتے ہیں کہ میں کوئی تیس پر اپنی چھل میں پانی نہ کھنکھاتا تھا کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے لاسے اور فرمایا کہ تمہارا کیا کر رہا ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے قال باپ آپ پر قربان ہوں میں اپنا کپڑا دھو رہا ہوں اس سے تھوگ لگ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا تمہارے ٹھکے کو پانی چیر کر گھسنے کی وجہ سے دھونا چاہیے۔ چشما بڑا خانہ رکھے، انگوٹھ اور منی، تمہارا تھوک، تمہاری آنکھوں کے آسواں اور وہ پانی جو تمہاری چھل میں ہے سب برابر پینے لگ جائیں۔

روى احمد عليه السلام لما فرغ من دفن صحابي
صالح استلقى بعباد التفت بوجها الى امرأته فقال لها
عن اعباءه فقال انت يرحى العنقم ولا يبتئز من بوله
فحينئذ قال عليه السلام استنزهوا من البول
فان عاصاة عذاب العنقين منه - (ترمذی و تواتر)
مٹو و خانا و حاتیتہم انی العاکم

مر وی کہ حضور علیہ السلام ایک ٹیک و صالح صحابی کی

خوف سے فاصلہ ہو گئے، تو آپ کو احساس ہوا کہ وہ عذاب قبر میں مبتلا ہو گئے ہیں آپ ان کی اطمینان کے پاس کثرت سے لاسے اور ان صحابی کے اہل کے متعلق دریافت فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ بکریاں چرایا کرتے تھے اور ان کے چشما بے نہیں بچتے تھے۔ اس میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا چشما بے سے کچھ کیونکر بچ سکتا ہے عام طور پر اس کی وجہ سے ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ چشما بے ناپاک ہے۔ انسان کا چشما بے جو باہر کی آوازوں کا ہر باہر کام۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چشما بے سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے اور نہ بچنے پر وعید ذکر کی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ چشما بے ناپاک ہے اس کے ٹھکے سے جب ناپاک ہو گا اور جب بدن ناپاک ہو گا اور بے خیال میں کوئی چشما بے لگے جو نہ نماز پڑھے گا تو اس کی نماز نہ ہو گی۔ نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بدن اور کپڑے پر چشما بے لگ جانے کی صورت میں ان کے دھونے کا حکم دیا اس سے بھی عین ثابت ہوتا ہے کہ چشما بے ناپاک ہے ورنہ آپ دھونے کا حکم نہ دیتے اور چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چشما بے کے ناپاک ہونے میں مثال و حریم جانور کی کوئی تخصیص نہیں فرمائی اس لیے یہ بالکل جائز ہے کہ چشما بے مطلقاً ناپاک ہے۔ انسان کا جو، حیوان کا جو، مثال جانور کا جو یا غلام کا جو۔

لیکن ان تمام احادیث کے خلاف غیر متقدمین کا کہنا ہے کہ جانوروں کا چشما بے پاک ہے مثال جانور کا چشما بے جو یا غلام جانوروں کا چنانچہ نواب و میاں زناں بچتے ہیں۔

والحق طاهر و كذا لك الدم عن دم الحيض

وَكَذَلِكَ رُحِمَ بِهِ الْعُرْجُ وَكَذَلِكَ الْخُمْرُ وَهَبُولُ
مَا يُوَكَّلُ لِحَمْدِهِ وَمَا لَا يُوَكَّلُ لِحَمْدِهِ مِنْ
الْحَيَوَانَاتِ ۝ (نزلہ اور بارگاہ احادیث)

فرائض الغرض

یعنی منی پاک ہے، ایسے ہی حیض کے خون کے علاوہ باقی خون شرکاء
کی رغوبت، شراب اور محال و حرام جانوروں کا پیشاب سب پاک ہیں
مگر حنفی فرمائیے۔ اعاذیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ پیشاب ناپاک ہے خواہ
کسی کا بھی ہو لیکن غیر معتدین کا کہنا ہے حیرانات کا پیشاب پاک ہے خواہ محال
ہوں یا حرام۔
کارین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالف؟

المسح علی العمامۃ (صرف پجڑی پر مسح صحیح نہیں)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا
وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا
بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ (آیت: ۶: ۵)
اے ایمان والو جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے چہرہ کو دھوؤ
اور اپنے ہاتھوں کو کنپٹیوں سمیت (دھوؤ) اور اپنے سر پر مسح کر لو
اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت (دھوؤ)

۱۔ عن الحسن بن مالك قال رأيت رسول الله صلى
الله عليه وسلم يتوضأ وعليه عمامة قطرية
فتدخل يده من تحت العمامة فمسح مقدم
رأسه ولم يفيض العمامة (المجاود ص ۱۸۸)
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو وضو فرماتے ہوئے دیکھا آپ کے سر مبارک پر قطری کی پجڑی تھی
نے پجڑی کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر سر کے اگلے حصے پر مسح فرمایا اور پجڑی کو
کھول نہیں۔

الزبیر کان یسقى العمامة و یمسح رأسه بالماء - (تمطأ امام ملک ص ۱۱۰)

حضرت مرد بن زبیر سے مروی ہے کہ وہ سر سے چڑی بٹا کر پانی سے سر پر مسح فرماتے تھے۔

۶- عن نافع انه رأى صفية بنت أبي حنيفة امرأة عبد الله بن عمر تلتقي خمارها وتمسح على رأسها بالماء و نافع يومئذ صغير، قال يحيى و سئل مالك عن المسح على العمامة والخمار فقال لا ينبغي ان يمسح الرجل ولا المرأة على العمامة ولا الخمار وليمسحها على رؤوسها - (تمطأ امام ملک ص ۱۱۰)

امام نافع سے مروی ہے کہ انہوں نے ابو حنیفہ کی صاحبزادی اور حضرت عبداللہ بن عمر کی بیوی کے کچھ کر انہوں نے دوپٹہ سر سے بٹا کر پانی سے سر پر مسح کیا، نافع ان دنوں بچہ تھے۔ امام مالک سے چڑی اور دوپٹہ پر مسح کرنے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مرد و عورت کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ چڑی اور دوپٹہ پر مسح کریں، انہیں چاہیے کہ سر پر مسح کریں۔

ایک کہیے سے معلوم ہوا ہے کہ دورانِ حضور پر مسح کرنا فرض ہے اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو دیا ہے لہذا جو شخص دورانِ حضور پر مسح نہیں کرے گا اس کا وضو نہیں ہوگا۔ اداویف سے معلوم ہوا ہے کہ اگر کسی کے سر پر چڑی یا ٹوٹی پرتو دورانِ وضو نہ تو ان کے نیچے سے اقد خال کو سر پر مسح کرے یا پھر کسے چڑی یا ٹوٹی اگر مسح کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کیا کرتے تھے صحابہ کو ام کا بھی یہی معمول تھا۔

۱- قال الشافعي اخبرنا مسلم عن ابن جبريج عن عطاء ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ترضأ فحسرا العمامة عن رأسه و مسح مقدم رأسه او قال ناصيته بالماء - (کتاب الوضوء ص ۱۱۰)

حضرت عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو اپنی چڑی کو سر سے اوپر کیا اور سر کے اگلے حصے پر مسح فرمایا۔ یا حضرت عطاء نے فرمایا کہ آپ نے اپنی ناصیت پر مسح فرمایا پانی سے۔

۲- عن ابن عمر انه كان اذا مسح رأسه وضع القنطرة و مسح مقدم رأسه - (رواه الدارقطني ص ۱۱۰، تبيين المعنى ص ۱۱۰)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب سر پر مسح فرماتے تو ٹوٹی سر سے بٹا لیتے اور سر کے اگلے حصے پر مسح فرماتے۔

۳- مالك انه يلعن ان جابر بن عبد الله الانصاري سئل عن المسح على العمامة فقال لا حق يمسح الشعر بالماء - (تمطأ امام ملک ص ۱۱۰)

حضرت امام مالک سے مروی ہے کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے چڑی پر مسح کرنے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا جابر انہیں ہے جب تک باؤں کا پانی سے مسح نہ کرے۔

۵- مالك عن هشام بن عروة عن ابيه عروة بن

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اعلیٰ صفیہ حضرت حور و بنی زہیر کے بارے میں عرض ہے کہ وہ دوران و صومر سے بڑی جاکر سر پر مسج کیا کرتے تھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری سے بچڑی پر مسح کرنے کا مسئلہ فرمایا کہ تو
 آپ نے یہ فتویٰ دیا کہ بچڑی پر اس وقت تک مسح صحیح نہیں جو گنا جب تک ہاتھ
 بالوں کو نہ سکے۔

ان تمام تصریحات سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ اگر کسی نے صرف چٹوڑی یا ٹوٹی یا دو پشیرہ پر کسی گھر کے اندر داخل ہو کر کسی کو سزا دینا شروع کر دیا تو اس کا خواتین پر ہونا گناہ کی بجائے سزا دینے والے پر ہوتا ہے۔ اگر کسی نے سزا دینے کے لیے چٹوڑی یا ٹوٹی یا دو پشیرہ کے لیے اپنے سے باخود ہوا اور دوبارہ خواتین کی نسبت سے خواتین کو سزا دینا شروع کر دیا تو خواتین پر ہونا گناہ کی بجائے سزا دینے والے پر ہوتا ہے۔

لیکن آیت کریمہ اور احادیث و آثار کے خلاف غیر متقدمین کا کہنا ہے کہ ہر مسیح کے بغیر حضرت ثوبی یا بچھڑی پر بھی مسیح کر لیا جاتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں آج
خان صاحب کے نزدیک تنہا بچھڑی ہی مسیح ہے۔

(المعركة الثانية في ١٠ صفر ١٠٠٠ هـ)

عبداللہ مدنی صاحب لکھتے ہیں۔

”صرف پڑوسی پر بھی مس کا فنی ہے۔“ (قادیانی پمپرٹ، ص: ۲۴۵)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :-

”والجميع بين العسكرونيين والمرح علي

الخطين والمسح على العمامة والحدودين

سجائیں بخند تازہ (خوشیوں پر ہنسنا)

”نمازوں کو اکٹھا پڑھنا، موندوں پر صبح کرنا اور پچھڑی و جرابوں پر صبح

کرا ہمارے نزدیک بھانجہ ہے۔“

ماہِ حَظِّہ فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ تو سر پر مسج کا حکم دے رہے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سر پر ٹیڑھی وغیرہ پہننے کی صورت میں پگڑی بٹانے یا اس کے نیچے سے باندھ کر ڈال کر سر پر مسج کرنے کا طریقہ تعلیم فرما رہے ہیں۔ اسی پر صحابہ کرام کا عمل ہے اور اسی پر صحابہ کرام اور ائمہ عظام کا فتویٰ ہے کہ کسی غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ انہیں مساجد حروف پگڑی وغیرہ پہن بھی منع کافی ہے سر پر مسج کرنے کے لیے پگڑی وغیرہ بٹانے کی ضرورت نہیں۔

کارنیں فیصلہ فرمائیں کہ یہ قرآن وحدیث کی حوالہ دہی یا منہ گفت ہے ؟

غسل الرجلين في الوضوء

وضو میں پاؤں کا دھونا فرض ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا مَجَّعَكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ
فَاعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ وُجُوهَكُمْ
وَأَقْبِلُوا أَسْمَاءَكُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ

اَلْقَمِيْنِ اَللّٰمِ : ٥ : ٦

اسے ایمان و انوجیب تم نماز کے لیے اُٹھنے کو تو اپنے چہروں کو دھو
اور اپنے ہاتھوں کو کہیں نہ سمیٹ (دھوؤ) اور اپنے سر پر سرکڑ
اور اپنے چہروں کو بھی ششون سمیٹ (دھوؤ)

عن عبد الله بن عمرو قال تخلف عنا النبي
صلى الله عليه وسلم في حرة سافرة
فأدركناه وقد حضيت العصر فوجدناه قد سح

علی از جلد۱ خنثادی و دلیل للاعتقاد من الفتن
(مسلم ۱۵۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک سفر میں جو ہم نے آپ کے ساتھ کیا تھا ہم سب کے پیچھے رہ گئے۔ پھر آپ نے ہم کو پایا اس اثناء میں عصر کا وقت ہو گیا۔ ہم اپنے پاؤں پر مچ کر رہ گئے۔ آپ نے پکار کر فرمایا اڑیوں کے لیے ہلاکت ہے اگر سے۔

۲- عن ابی ہریرۃ ان الفسی صلی اللہ علیہ وسلم
رای رجلاً لم یفسل عقیبہ ففتال ویل
للعقاب من الفتن، (مسلم ۱۵۷۸)

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا
ایک شخص نے (پاؤں کو) اپنی اڑی نہیں دھوئی تو آپ نے
فرمایا اڑیوں کے لیے ہلاکت ہے اگر سے۔

آیت کریمہ سنا بہت چور ہے کہ دو زبان وضو پاؤں میں موزے نہ ہوں تو
ان کا دھونا فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پاؤں کے دھونے کا حکم دیا ہے اپنا
اگر کسی نے وضو کر کے پوتے پاؤں نہ دھوئے تو اس کا وضو نہیں ہوگا۔ حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمایا ہے جی ہاں بات ثابت ہوتی ہے کہ پاؤں میں موزے
نہ ہوں تو ان کا دھونا فرض ہے کیونکہ آپ نورانی اڑی کے خشک رہ جائے
آئی و عید فرما رہے ہیں جبکہ مسیح میں تو اکثر پاؤں ہی خشک رہتا ہے۔

خود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام کا ہمیشہ کا عمل یہی تھا کہ دو زبان
وضو پاؤں میں موزے نہ ہوتے تو پاؤں کا بھی طراخ و دھوئے اسی پر اہل بیت

ہی ہے۔

لیکن آیت کریمہ کا حدیث مبارکہ اور اجماع امت کے خلاف غیر متدین کا کہنا ہے
کہ اگر کوئی دو زبان وضو پاؤں پر مچ کر رہے تو اسے منہ نہیں کرنا چاہیے۔ ایک غیر متدین
ہتے گئے بڑے کہ انہوں نے فرمایا کہ مسیح ہی فرض ہے۔

چنانچہ قرآن و حدیث الزمان لکھتے ہیں:-

"ولا یجوز الا نكار علی امور مختلفتہ فیہا

بین العلماء کفصل الرجل وحجۃ" (دورہ ایک کا اضافہ)
یعنی جن امور میں علماء کے درمیان اختلاف ہے ان پر انکار جائز نہیں
ہے کہ دو زبان وضو پاؤں کا دھونا اور اس کا مسح کرنا۔

مولوی ابوبکر لکھتے ہیں:-

"پاؤں دھونے کے بجائے مسح فرض ہے۔"

(تذکرہ ابن عربی ص ۱۷۷ ج ۱، بیروت)

ملاحظہ فرمائیے قرآن و حدیث تو پاؤں کے دھونے کو فرض قرار دے رہے
ہیں اسی پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام اور ائمہ عظام کا عمل یہ ہے لیکن غیر
متدین کہہ رہے ہیں کہ اگر کوئی پورا پاؤں نہ دھوئے صرف مسح ہی کرے تو بھی صحیح
ہے اسے روک نہیں پاتا ہے بلکہ مسح ہی فرض ہے۔

فان من کرام فیصلہ فرمائیے یہ قرآن و حدیث کی مواضع یا نہ لغت؟

استجابا للسمیۃ عند الوضوء عدم کونہا فرضاً
وضو شرع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحب فرض نہیں،

۱- عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یا ابی ہریرۃ اذا توضأت فعلن بسم اللہ واللہ

لله منان حفظتک لا تسرح تکتب لک الحسنات
حق تحدث من ذلک الموضوع -

(الحکم فی صلی اللہ علیہ وسلم من بی انوار اللہ علیہ وسلم)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اے ابو ہریرہ جب تو وضو کرنے لگے تو کہہ بسم اللہ والحمد للہ کا شہد
تیرے کان پر فرشتے تیرے لیے مسلسل نیکیاں لکھتے رہیں گے حتیٰ کہ تو
اس وضو سے پہنچو ہو جائے۔

۲۔ عن السیراء مرفوعاً ما من عبد یقول یتول حین
یتوضأ بسم اللہ ثم یقول بکل عضو اشہد
ان لا اله الا اللہ وحده لا شریک له واشہد
ان محمداً عبده ورسوله ثم یقول حین ینزع
الثوبوا اجعلنی من المتوابعین واجعلنی من
المتطهرین الا فتحت له ثمانینۃ ابواب
الجنتی ینزل من ایھا شاء فان تمام من
ذکر ذلک فصلی رکعتین یتوضأ فیہما ویسلم
ما یقول اتقوا من صلاتہ کیوم ولدت
امہ ثم یقال له استأنت العمل -

(کنز العمال ج ۱ ص ۲۶۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص وضو کرتے
ووقت کے بسم اللہ پھر ہر عضو کو دھوئے دھوئے دھوئے دھوئے دھوئے دھوئے
اللہ وحدہ لا شریک لہ والحمد للہ انما عبد ورسولہ پھر وضو سے
فارغ ہو کر کہے اللھم اجعلنی من المتوابعین واجعلنی

من المتطهرین - تو اس کے لیے جنت کے انھوں دو دروازے
کھول دیئے جائیں گے جس سے چاہے داخل ہو جائے۔ پھر اگر وضو
سے فارغ ہونے ہی قرار دے تو کہیں اس طرح سے پڑھے کہ ان میں
قراردہ کرے اور جو کچھ کر دے بسم اللہ کا است علم بھی ہو تو وہ اپنی
نماز سے ایسے منتقل ہو گا جیسے وہ اس دن تھا جس دن اس کے اس
کی ماں نے جنم لیا۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ اب نئے سرے سے عمل کر

۲۔ عن رفاعۃ بن رافع انہ کان جالساً عند النبی
صلی اللہ علیہ وسلم فقال انہا لا تتم صلاۃ
لحدیثی فیسبغ الوضوء کما امرہ اللہ تعالیٰ
یفعل وجہہ ویذیہ الی الخرفتین ویسج
برأسہ ورجلیہ الی الکعبین -

(ابو داؤد اصحاح ابن ماجہ ص ۱۸۸)

حضرت رفاعہ بن رافع سے مروی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کسی کی نماز اس وقت تک
پوری نہیں ہوتی جب تک وہ اپنی طرح سے وضو نہ کرے جیسا کہ
اللہ نے وضو کا حکم دیا ہے پھر وہ وضو کرے ورنہ اپنی کینیاں
سمیت دھوئے اپنے سر کا مسح کرے اور دونوں پاؤں تختوں
سمیت دھوئے۔

۴۔ عن عبد اللہ بن مسعود قال سمعت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا تطہر
احدکم فلیذکر اسم اللہ علیہ فانہ یطہس
بجسده کما منان لم یذکر احدکم اسم اللہ

عَلَى طَهْرَةٍ لَمْ يَطْرَسَ إِلَّا مَا مِنْ عِلْيَةٍ الْخَالِدِ الْحَرِثِ
(بخاری ۱۵۷۵)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو اسے چاہیے کہ اللہ کا نام لے لے (بسم اللہ پڑھ لے) اس طرح سدا بسم پاک ہوگا اور اگر کسی نے دوران وضو اللہ کا نام نہ لیا تو جس عضو پر پانی جائے گا وہی پاک ہوگا۔

۵۔ عَنْ ابْنِ عَمْرِوَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَوَّضَ يَدَكَ اسْمَ اللَّهِ عَنْ وَضُوئِهِ كَانَ طَهُورًا لِحَيْسِهِ عَتَالٍ وَمَنْ قَوَّضَ يَدَكَ اسْمَ اللَّهِ عَلَى وَضُوئِهِ كَانَ طَهُورًا لَا عَضَائِلَ
(بخاری ۱۵۷۵)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے وضو کیا اور وضو کرتے وقت اللہ کا نام یاد کیا اس کے (سارے) بدن کی ہمارت ہوگا فرمایا جس نے وضو کیا اور وضو کرتے ہوئے اللہ کا نام نہ لیا تو یہ صرف اس کے اعضاء وضو کی ہمارت ہوگا۔

۶۔ عَنْ ابْنِ عَمْرِوَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَوَّضَ يَدَكَ اسْمَ اللَّهِ تَطَهَّرَ جَسَدُهُ كُلُّهُ وَمَنْ قَوَّضَ يَدَكَ اسْمَ اللَّهِ لَمْ يَطْهَرْ إِلَّا مَوْضِعُ الْوَضُوءِ
(بخاری ۱۵۷۵)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے وضو کیا اور اللہ کا نام یاد کیا تو اس کا بدن پاک ہوگا اور جس نے وضو کیا اور اللہ کا

نہم نہ لیا تو صرف اس کے وضو کی جگہ پاک ہوگی۔

۷۔ عَنْ ابْنِ الْحَسَنِ قَالَ قِيلَ لِي إِذَا قَوَّضْتُ يَدَكَ لَمْ يَفْعَلْ أَحَدٌ
(مصنف ابن ابی شیبہ ۱۵۷۵)

حضرت حسنؓ نے فرماتے ہیں کہ جب (کوئی) وضو کرے تو بسم اللہ پڑھے اور اگر نہ پڑھی تو بھی وضو ہو جائے گا۔

مذکورہ احادیث و آثار سے یہ ثابت ہو رہی ہے کہ وضو کرتے وقت شروع میں بسم اللہ پڑھنا چاہیے اس کا بڑا اجر و ثواب ہے لیکن اگر کسی نے بسم اللہ نہ پڑھی تو وضو بے حال ہو جائے گا اگر شک سنت کی وجہ سے ثواب کم ہوگا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک صاحب کی لڑائی کی اصلاح کرتے ہوئے وضو کا طریقہ بتلایا لیکن انہیں یہ نہیں فرمایا کہ پہلے بسم اللہ پڑھو۔ اگر وضو کے شروع میں بسم اللہ ضروری ہو تو آپ اس کا ذکر ضرور فرماتے۔ حدیث نمبر ۲۰۵، ۲۰۶ سے صراحت معلوم ہو رہی ہے کہ اگر وضو کرتے ہوئے بسم اللہ نہ پڑھی تو وضو ہو جائے گا، حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ تمہاری دیت تھی اسی پر اجازت امت بھی ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار اور اجماع امت کے خلاف غیر متقدمین کا کہنا ہے کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ اگر کسی نے بسم اللہ نہ پڑھی تو اس کا وضو نہیں ہوگا۔ چنانچہ مفتی عبدالبارک نے لکھے ہیں۔

”الطہر بن ہر کسی کو وضو کے شروع میں بسم اللہ یا بسم اللہ الحمد شروع کرنا چاہیے۔ اگر بڑا وضو میں معمولی جانتے تو ائمہ وضو میں بسم اللہ اور اگر کہہ دے وضو نہ ہوگا اور میں کا وضو نہیں اس کی لڑائیں خدا کی جگہ صاحب لکھتے ہیں۔“

”وضو کرنے سے پہلے بسم اللہ کہہ کر وضو شروع کرنا چاہیے جو بسم اللہ“

نہیں چھوڑتا اس کا وضو نہیں ہوگا۔
 ملا حضرت فرماتے ہیں :- وضو کے شرکاء میں ہم اشرعیت سے گنہگار اللہ تعالیٰ سے
 قائل ہیں بلکہ میں نے دیکھا ہے کہ بعض حدیث سے ہم اللہ کا شروری ہونا ثابت ہو چکا ہے
 اتراد بعد میں سے بھی ہم اللہ کے شروری ہو چکا کہ کمالی نہیں شان میں سے کہنے
 یہ فتویٰ دیا کہ اگر کسی نے وضو کرتے ہوئے ہم اللہ پر کسی تو اس کا وضو نہیں ہوگا
 لیکن حمل بالحدیث کے دو بار کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب وضو کرتے ہوئے
 ہم اللہ پر کسی وضو نہیں ہوگا۔

قدین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

یاد رہے کہ اس مسئلہ میں غیر مقلدین نے داود کا برہنہ کی تکفیر کیا ہے کہ نہ مقلدین
 کی اس بات کے قائل ہیں۔

چنانچہ کہ بن جبار نے لکھے ہیں۔

”وسمى عن داود انه قال لا يجوز في وضوءه الا بها
 صواته قوله عامدا او ناسيا“ (مذاہب ص ۱۸۲)
 داود کا برہنہ سے نقل کیا گیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ ہم اللہ کے غیر وضو نہیں
 ہونا چاہیے کہلی حق چھوڑنے یا ہونا۔

المسح على الرقبة

گردن (گدی) پر مسح کرنا مستحب ہے

۱۔ عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 قال من قوضاً ومسح بیده علی عنقہ

وقب العنق بجم الغیظہ (الغنی بحدیث ص ۱۸۳)
 حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گردن
 جس نے وضو کیا اور دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن (گدی) پر مسح
 کیا تو وہ قیامت کے دن طوق (پہنائے جانے) سے بچا یا جائیگا

۲۔ عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 قال من قوضاً ومسح بیدیه علی عنقہ من
 جم الغیظہ من العنق (مشکوٰۃ ص ۱۸۳)

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
 گردن جس نے وضو کیا اور دونوں ہاتھ اپنی گردن (گدی) پر پھر سے
 تو وہ قیامت کے دن طوق (پہنائے جانے) سے بچا یا جائیگا۔

۳۔ عن ایفہ عن طلحہ بن مصوف عن ابیہ عن جدہ
 اسندناکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 مسح مقدم رأسی حتی یبلغ العنق ذال من مقدم
 عنقہ۔ (طحاوی ص ۱۸۳)

حضرت طلحہ بن مصوف سے روایت اپنے والد، اپنے دادا سے روایت
 کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ
 نے اپنے سر کے آگے ہاتھ پر مسح کیا حتیٰ کہ آپ (اپنے ہاتھ) سر کے
 آخر تک پہنچ گئے۔

۴۔ عن طلحہ عن ابیہ عن جدہ انہ ذاکم
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمسح رأسہ
 حتی یبلغ العنق ذال وما یلیہ من مقدم العنق

حضرت طلحہ بن ایت اپنے والد ۱۰ چٹے داد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنے سر پر مس فرما رہے ہیں یہاں تک کہ آپ (اپنے ہاتھ) سر کے آخری حصے اور اس سے متصل گروں کے اوپر کے حصے تک ایک بار سے گئے۔

۵۔ عن موسیٰ بن طلحہ قال من مسح قفاہ مع رأسہ وقت الغسل یوم الفطر یتخلت فیحتل ان یتقال ہذا وان کان موقوفاً فخلہ حکم النویع والنفیر بحیرۃ المسک۔

حضرت موسیٰ بن طلحہ فرماتے ہیں جس نے اپنے سر کے ساتھ گری فاطمی مسح کیا وہ قیامت کے دن طوق (پہنائے جانے) سے بچا لیا جائے گا۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے۔

۶۔ حدثنی طلحہ بن عوف عن اخیہ عن جیدہ کعب بن عمرو النیسامی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قوماً فمہضم من ثلاثا واستنشق ثلاثا یاخذ لكل واحد ماء جدید او غسل وجہہ ثلاثا فلما مسح رأسہ قال ہکذا او ما بییدہ من مقدم رأسہ حتی یبلغ بھما اثنی عشر عنقہ من قبل قفاہ۔ (غایۃ المستدرک ص ۳۸۸)

حضرت کعب بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضور فرمایا۔ تین مرتبہ کھلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالو، ہر مرتبہ کھلی پانی اپنے بچترین دفعہ چہرہ کو دھویا جب آپ نے سر پر مسح کیا تو اس طرح کیا۔ دواؤں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے سر کے لنگے جیتے سے (مسح شروع کیا) یہاں تک کہ اپنے ہاتھوں کو گدی کی طرف سے گردن کے نیچے تک لگے۔

۷۔ عن وائل بن حجر (فی حدیث طویل) فضل وجہہ ثلاثا و غسل لحيۃ و مسح باطن اذنیہ ثم ادخل مضمرة فتداخل اذنیہ لیبلغ السامع مضم مسح رقبتہ و باطن لحيۃ من فضل ماء الوضوء۔ (الحدیث مجموعہ طبری کبیر ص ۱۲ ص ۱۸۸)

حضرت وائل بن حجر سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے چہرہ کو تین مرتبہ دھویا پھر ڈھری میں غول کیا اور کانوں کے اندر مسح فرمایا جھلی کان میں ڈال کر کان پرانی پہنچ جائے پھر آپ نے گردن (دوی) کا اور ڈھری کے اندر کے حصہ کا مسح کیا چہرہ کے نیچے ہونے پانی سے۔

۸۔ عن وائل بن حجر (فی حدیث طویل) ثم مسح حلقہ و رأسہ ثلاثا و ظاهر اذنیہ ثلاثا و ظاہر رقبتہ و اظفرہ قال و ظاہر لحيۃ

مشاورت و شہادت (مستند) اور ان کے ہزاروں احادیث (مستند)
حضرت وائل بن حجر سے (ایک اور حدیث میں) مروی ہے کہ جب حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے سر پر تین دفعہ مسح کیا اور کالوں کے
اوپر کے حصے پر تین دفعہ مسح کیا اور گردن کے اوپر کے حصے گردن
پر ہادی بکتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ حضرت وائل نے یہ بھی فرمایا کہ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ٹانگوں کے اوپر کے حصے پر بھی
تین دفعہ مسح کیا۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ دوران وضو گردن (گدی) پر
مسح کرنا مستحب ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بھی گردن (گدی) پر
مسح فرمایا ہے اور لوگوں کو بھی گردن (گدی) پر مسح کرنا عظیم دی ہے۔
لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر معتدین کا کہنا ہے کہ احادیث
میں گردن پر مسح کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ گردن پر مسح کرنا احادیث فی الدین ہے۔
باعت سب پناچہ عظیم سادق یا مگوئی صاحب نگتے ہیں۔
”گردن کے مسح کا احادیث میں کہیں ذکر نہیں“ (اصول اسلام)
مفتی عبدالرحمن لکھتے ہیں۔

”اور گردن کا مروجہ مسح کسی حدیث میں نہیں بلکہ احادیث فی الدین
ہے“ (تاریخ اسلام ج ۲ صفحہ ۶)
خالد سید کرمانی لکھتے ہیں۔
”وضو میں گردن کا مسح کرنا ثابت نہیں بلکہ بدعت ہے۔“
(اصول اسلامی صفحہ ۶)

ملاحظہ فرمائیے۔ یہ سب غیر معتدین کی حدیث وافی اور عمل بالحدیث کا

حالت کو ذخیرہ احادیث میں گردن کے مسح کی کسی حدیث میں موجود نہیں مگر یہ کہتے
ہیں کہ گردن کے مسح کا احادیث میں کوئی ذکر نہیں، احادیث سے صاف
پتہ چل رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گردن (گدی) پر خود بھی مسح
کیا ہے اور لوگوں کو بھی ترغیب دی ہے لیکن یہ کہتے ہیں کہ گردن پر مسح بدعت
ہے۔ بدعت غیر معتدین کا نتیجہ کہ سب دھڑک نقل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو
بدعت کہہ دیا۔ العیاذ باللہ

قارئین کرام نصیحت فرمائیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فعل کو بدعت
کہنا یہ حدیث کی مواضع ہے یا مخالفت ہے۔

فوا تنض الوضوء

الوضوء من خروج الدم

جلد کے کسی حصے سے خون نکل کر پہنچے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے

۱۔ عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم من اصابه قتيبي او عات او غلس
او مذي فليغتسل فليغتسل ثم يغتسل ثم يغتسل
صلواته و هو ف ذاك لا يتكلم
(ابن ماجہ صفحہ ۶)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے وہ ان نمازوں کو جو جاسے یا خیر بہرہ پڑے یا شہرہ بھر کر پڑے

جو ہائے یا مذی غسل کرنے کو اسے چاہیے کہ جا کر وضو کرے اور
ناز پر بنا کر اسے بشرطیکہ اس دوران کوئی بات چیت نہ ہو۔

۲۔ عن عائشہ انھا قالت قالت فانا حلیمۃ بنت
ابی حیث بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یا رسول اللہ انی لا اظہر اصادع الصلوۃ فقال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما ذلک
عرق وليس بالحيض فاذا اقبلت الحيض
فانکب الصلوۃ فاذ اذهب قدرها
فانغسلی عنک الدم وصلی (بخاری ص ۱۸۸)
حدیث عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم شہادت الٰہیہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے سنا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو پاک بن جائیں
ہوتی تو کیا میں ناز پر نہ جھڑ دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ ہر گز نہ نکلنے والا خون اس لیے جب حیض کے چل جائیں
تو ناز پھر دوسے اور عیب افاناز کے مطابق وہ ایام گزر جائیں تو خون کو
دھو لے اور ناز پڑھ لے۔

۳۔ عن زید بن شہاب قتال قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم " الوضوء من کل دم مسائل"
(کالی بن ص ۱۵ مسئلہ)

حضرت زید بن شہابؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہر بچنے والے خون (کے نکلنے سے) سے وضو لازم ہے۔
۴۔ عن عمر بن عبد العزیز قال قال تعیم الطحا
وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "الوضوء

من کل دم مسائل" (حدیث ص ۱۵ مسئلہ)

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ فرماتے ہیں کہ حضرت تعیمؓ داری نے فرمایا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر بچنے والے خون (کے
نکلنے سے وضو لازم ہے)۔

۵۔ عن معمر بن ایوب عن ابن سیرین فی
الرجل یسقی دما قال اذا کاتب المناقب علیہ
الدم قوضاً (اصناف ص ۱۵۸)

عمر بن سیرینؓ نے اس شخص کے متعلق جیسے خون آلود جھوک آتا ہے فرمایا
کہ جب جھوک پر خون خالی ہو تو وضو ٹھیک ہے۔

ذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر بدن کے کسی حصہ سے خون نکل کر
بہر پڑے تو وضو ٹھیک ہے۔

پہلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے تکبیر
بجھنے کی صورت میں وضو کرنے کا حکم دیا ہے اور ظاہر ہے کہ تکبیر پہنی ہے تو خون
ہی علت ہے۔

دوسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپؐ نے حضرت فلانہؓ شہادت الٰہیہ میں
کو خون استحاضہ کرنے کی صورت میں منانہ کے لیے وضو کا حکم دیا ہے اور جو یہ
سزا نفاذ کی ہے کہ خون استحاضہ رنگ سے نکلنے والا خون ہے جو بالغ عورت و نابالغ
سب ایماز اس سے وضو باقی نہیں رہتا اس لیے نماز کے وقت وضو کرنا پڑیگا۔
اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ رنگ سے نکلنے والا خون ناقض وضو ہے جب
رنگ سے نکلنے والا خون ناقض وضو ہے تو پھر مرد بخون جو بدن کے کسی حصہ سے بھی
نکل کر بہر پڑے وہ بھی ناقض وضو ہوگا۔

کیونکہ بچنے والا خون رگ ہی کا ہوتا ہے شاید اسی لیے آپ نے یہ کلمہ بیان فرمایا
 واسطے کہ ہر بچنے والے خون سے وضو لازم ہو جاتا ہے۔ جلیل القدر تابعی حضرت
 امام ابن سیرینؒ سے کسی نے خون کا دھوک کے متعلق مسئلہ پوچھا تو فرمایا اگر خون
 غالب ہو تو وضو کرنا پڑے گا۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مسلمین کا کہنا ہے کہ جن کے کسی
 حصے سے بھی خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

چنانچہ قرابؒ تو اسے سمجھتے ہیں۔

”وہی ممکنہ از برآمدن خون وقتہ“ (عمر بن العاصی ص ۱۸۷)
 خون نکلنے اور وقتہ آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

غالب وحید الزمان سمجھتے ہیں :-

قَدْ لَا يَنْقُصُ بِخُرُوجِ الدَّمِ مِنَ السَّبِيلَيْنِ
 وَلَوْ سَالَ وَالدَّمُ الْخَارِجُ مِنَ الْجُرُوحِ
 وَالْثُّبُورِ لَا يَنْقُصُ وَكَذَا الْقَيْحُ وَالصَّيْفُ

(نول اباد ۱ ص ۱۸۷)

پیشاب یا عذ کی جگہ کے علاوہ خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اگرچہ وہ
 بہرہ پر ہے وہ خون جو زخموں سے پھلے وہ بھی وضو نہیں ٹوٹتا
 ایسے ہی خاص پیپ اور ثورن اگلا پیپ سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔

پرنس قریشی صاحب سمجھتے ہیں :-

”جن سے خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا“ (مستدرک ص ۱۸۷)

ملا حضرت فرمائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو فرما رہے ہیں کہ گہری جگہ سے
 خون نکل کر بہرہ پڑے تو وضو ٹوٹ جائے گا لیکن غیر مسلمین کہہ رہے ہیں کہ نہیں
 صاب خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

النَّضْوُ مِنَ الْقَيْحِ وَالرَّعَافِ

تھے آنے اور تحیر بچنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

عن عائشةؓ قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
 من أصاب قَيْحًا أو رَعَفًا أو قَلَسَ
 أو مَضَى فَلْيَتَوَضَّأْ الْحَدِيثَ - (برہم چشم)
 حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
 وہ ان نمازوں کو جو بھانسی یا گھیر پر طے یا غمزہ بھر کر تے ہو یا سنے یا
 نالی نکل آئے تو اسے چاہیے کہ بھاکر وضو کرے۔

۱۔ عن عائشةؓ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
 قال اذا افتاء احدكم قَيْحًا أو قَلَسَ
 فَلْيَتَوَضَّأْ قَلْبَتِي ضَمًّا لِمَوْعِظَتِي عَلَى مَا مَضَى مِنْ
 صَلَاتِهِ مَا لَعَنِيَتْ كَلِمَةً قَالَ ابْنُ جَرِيرٍ خَانَ
 قِسْمُ اسْتِثْنَاءِ (دارالمنہج ص ۱۸۷)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا
 تم میں سے کسی کو وہ ان نمازوں کو جو بھانسی یا غمزہ بھر کر تے ہو یا سنے
 تو اسے چاہیے کہ بھاکر وضو کرے اور جو نماز پڑھ چکا ہے اس پر پنا
 کرے جب تک بات حجت نہ کہ جو۔ ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ اگر
 بات حجت نہ کہ تو پھر نہ کہ سے نماز پڑھئے۔

۲۔ عن ابن جرير قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
 قَدْ تَوَضَّأَ فَلْيَقْبِضْ قَبْضَانِ فِي مَجِيدٍ وَمَشَقٍ

ہذا کہتے ہیں کہ فضائل صدق و امانا صبیحتہ و
وضوئہ ۔ (ترمذی ص ۱)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو
تھوڑی قراپ لے کر حضور فرمایا ۔ رادی کہنے ہیں کہ میں علیہ السلام
میں حضرت قراپ سے ملتا ہوں۔ اس بات کا ذکر کیا گیا

سفر آیا کہ ابوہریرہؓ نے کہا اور میں نے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
پر حضور کا پانی ڈالا تھا ۔

۴۔ عن ابن عمر انہما کان اذا رعت رجوع فتوضأ ولو
یتکلموا فتشور رجوع ویتخذا علی ما قد مضی ۔

(بیہقی ص ۱۵۹)
حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب کبھی اللہ کی عکسیر پڑھتے تھے تو
لڑتے کہ حضور کے اوقات چھوڑ کر تھوڑے چھوڑے اگر چھوڑتے تھے تو
پر جا کر بیٹے ۔

۵۔ عن ابن عمر قال اذا رعت الرجل في الصلاة
التي هي الاخرى او وجد مديا فانما يصرف
ويوضأ فتشور رجوع فليتخذا ما بقى من
مضى ما لم يتكلموا ۔ (صحيح ابن خزيمة ص ۲۴۳)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب کسی کی نماز میں
عکسیر پہنچے یا سقے غالب آجائے یا قریب پائے تو وہ چاکر وضو
کرتے اور واپس آکر باقی نماز کو پڑھیں پھر تو نماز پورا کر کے ہوتے
پھر نماز کے جب تک کہ اس نے کلام نہ کیا ہو ۔

ذکرہ ادا دینے سے ثابت ہو رہا ہے کہ نہ بھر کرتے آتے تھے اور عکسیر سے
وضو ٹھٹھا کرتے ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تھوڑی قراپ لے کر حضور
فرمایا کہ میں علیہ السلام میں حضرت قراپ سے ملتا ہوں۔ اس بات کا ذکر کیا گیا
لیکن ابن عمرؓ سے ملاقات پر عکسیر کا ذکر کیا گیا ہے کہ تھوڑے آتے تھے
نماز ۔ چنانچہ قراپ تو رخصت ہو گئے ہیں ۔

۶۔ وعلی شکرہ انہما کان اذا رعت رجوع فتوضأ ولو
یتکلموا فتشور رجوع فليتخذا علی ما قد مضی ۔
قراپ و عکسیر کا ذکر ہے ۔

۷۔ وکذا القیاح والصدیہ (نزلہ فیہ ص ۱)
ایسے ہی خاص پیپ اور خوشی آلود پیپ سے وضو نہیں ہوتا

ملاحظہ فرمائیے ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آتے سے خود وضو فرمایا ہے
کلام کہ کسی کی حکم دیتے کرتے آتے سے وضو کر دیکھیں فیہ مکتوب کہ کہہ رہے ہیں کہ
نہیں صاحب نے آتے سے وضو نہیں کرتے لہذا وضو کی ضرورت نہیں ۔
قارئین کرام فیصلہ فرمائیے کہ یہ صرف کی سراسر غلط کیا محافض ؟

فقط الوضوء من التقہد فی الصلوٰۃ
نماز میں تقہد لگانے سے وضو ٹھٹھا جاتا ہے

۸۔ عن ابی موسیٰ قال بینما النبی صلی اللہ علیہ
وسلم یصلی اذا دخل رجل فتردد فی
محضرۃ کانت فی المسجد وكان فی بصرہ ضرر

فَضَحَكَ كَثِيرًا مِنْ الْعَتَمِ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَأَمَرَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُعِيدَ
الْوُضُوءَ وَيُعِيدَ الصَّلَاةَ - (نعاہ الطبرانی
فی المعجم کبیر، ۱/۲۸۷)

حضرت ابو موسیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز چڑھا
رہے تھے کہ ایک صاحب آئے اور مسجد کے ایک گوشے میں
گرسے۔ ان صاحب کی آنکھ میں تکلیف تھی۔ بہت سے لوگ لوہا
نانا ہی بٹس پڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو
وضو اور نماز دونوں کے لئے ٹھکانے کا حکم دیا۔

۱- عَنْ ابْنِ الْعَلَاءِ قَالَ (الرَّمِيحُ) إِنْ رَجُلًا أَصْحَى
تَرَدَّى فِي بَيْتٍ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ فَضَحَكَ بَعْدَ بَعْدٍ مِنْ كَأَن
يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ
ضَحِكَ مِنْهُمْ أَنْ يُعِيدَ الْوُضُوءَ وَالصَّلَاةَ
(صنعت جبالرقاء ۱/۲۸۷)

حضرت ابو العالیہ الریمی فرماتے ہیں کہ ایک تاجنا آدمی
ایک کوئیں میں گر پڑا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام کو نماز
چڑھا رہے تھے۔ کچھ لوگ جو آپ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے بٹس
پڑے یہی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بٹسنے والوں کو حکم دیا کہ وہ وضو
اور نماز دونوں کر لیں۔

۳- مِنَ الْحَسَنِ النَّبَخَوِيِّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنَّهُ قَالَ بَيْنَمَا هُوَ فِي الصَّلَاةِ إِذَا قَبَلَ
رَجُلٌ أَحْشَى مِنْ قَبْلِ الْقِبْلَةِ يَرِيدُ الصَّلَاةَ وَالْقَوْمُ
فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ خَوِّقَ فِي رُبُوبِيَّتِي فَاسْتَضَحَكَ
بَعْضُ الْعَتَمِ حَتَّى قَهَقَهُ فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ قَهَقَهُ
مِنْكُمْ فَلْيُعِدْ الْوُضُوءَ وَالصَّلَاةَ
(کتاب آثار الشام، ۱/۲۸۷ روایت امام محمد شافعی)

حضرت حسن بن بصری حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے
ہیں فرماتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھا رہے تھے کہ
ایک تاجنا آدمی جب کی جانب سے نماز کے ارادہ سے آیا۔ تو کہہ کر
نماز میں مشغول تھے۔ یہ تاجنا ایک گوشے میں گر گیا۔ کچھ لوگ بٹس پڑے
تھے کہ انہوں نے ٹکھ لگایا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز
سے غافل ہوئے تو فرمایا تم میں سے جس نے ٹکھ مارا ہے وہ وضو
اور نماز دونوں کر لے۔

۲- عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْثَدَةَ
عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَبْدِ رَحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ فِي الصَّلَاةِ
إِذَا قَبَلَ رَجُلٌ أَحْشَى مِنْ يَمِينِ الصَّلَاةِ خَوِّقَ فِي
رُجْبِيَّةٍ فَاسْتَضَحَكَ بَعْضُ الْعَتَمِ حَتَّى قَهَقَهُ فَلَمَّا
انْصَوَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ
كَانَ مِنْكُمْ قَهَقَهُ فَلْيُعِدْ الْوُضُوءَ وَالصَّلَاةَ -

(کتاب آثار الشام، ۱/۲۸۷ روایت امام ابی یوسف شافعی)

حکیم بن عمر بن حنیفہ کے ایک شخص سے جسے جری کہا جاتا ہے۔
روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اوقات میں نماز
میں مشغول ہوتا ہوں اور میرا ہاتھ شرمگاہ پر چپکا ہوتا ہے آپ سے
فرمایا غار جاری رکھا کرو۔

۳۔ عن ابي عبد الله بن محمد بن عمار قال حدثنا جدي وانا
في الصلوة منا فضيحت الی ذکر فی قلقت
لعبد الله بن مسعود فقال لي اقطع يدك وهو يضحك
ان تعزله منك انما هو بضعت منك۔

(رواه الطبرانی في المعجم ورجالہ ص ۱۵۸)

حضرت ارقم بن شریح فرماتے ہیں۔ دو روز نماز میں نہ پانچواں کھجیا
تو ہاتھ شرمگاہ تکسچا گیا۔ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے
عرض کیا۔ آپ نے جنتے جنتے فرمایا اسے کاٹ دو، اسے اپنے سے
جدا کر کے کھل دے گا ورنہ یہ تمہارے بدن کا ہی ایک کرم ہے۔

۴۔ عن الحسن بن الحسن بن احمد بن محمد بن مسعود
ابن عیسیٰ بن ابی طالب و ابن مسعود
وحذیفہ وعمران بن حصین ورجلا آخر
قال بعضهم ما ابالي مست ذكری واورني بي
وقال الآخر فخذی وقال الآخر وکبتی۔
(رواه الطبرانی في المعجم ورجالہ ص ۱۵۸)

حضرت حسن بصریؒ سے مزی جبکہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے
پانچ صحابہ حضرت عائشہؓ ابی طالب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت
حذیفہ، حضرت عمران بن حصین اور ایک اور صحابی (شریحہ) کو ہاتھ
دک جانتے کے متعلق مذاکرہ ہوا، ایک نے کہا کہ مجھے کوئی پروا نہیں
ہے کہ میں شرمگاہ کو چھوؤں یا نہ کروں، دوسرے نے کہا کہ یا عائشہؓ
کو، تیسرے نے کہا کہ یا اپنے گھٹنے کو۔

۵۔ عن حذیف بن اسلم قال سأل رجل سعدا عن من
لقد كره فقال ان علمت ان منك بضعت نجسة
فما قطعها۔ (معنی ابن الاشعث ص ۱۵۸)

حضرت قیسؒ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے حضرت سعدؓ سے
شریحہ کو چھونے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم جانتے
ہو کہ یہ تمہارے بدن کا پانچواں کرم ہے تو اسے کاٹ دو۔

۶۔ اخبرنا ابو العوام البصری قال قال رجل
عطاف بن الربيع رباح قال يا ابا محمد
رجل من فريجه بعد ما قوضنا قال رجل
من القوم انه ابن عباس كان يقول ان كنت
فستعجبه فاقطعه قال عطاف بن ابی رباح
هذ او الله قول ابن عباس۔ (مواہم ص ۱۵۸)

ابوالعوام بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عطافؓ بن ابی رباحؓ سے
ایک شخص نے سوال کیا کہ اسے ابو محمد ایک شخص سے وضو کرنے

کے بعد اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگا لیا ہے۔ لوگوں میں سے ایک صاحب نے کہا کہ حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تو اسے ناپاک سمجھتا ہے تو کاٹ دے۔ حضرت عطاء بن ابی یاسرؓ نے فرمایا: بخدا یہ ابن عباسؓ ہی کا قول ہے۔

۷۔ عن علی بن ابی طالب فی مس الذکر قال ما ابائی مسنن او طرف النبی (مرقاۃ المفاتیح) حضرت علیؓ سے شرمگاہ کو چھونے کے متعلق مروی ہے کہ آپؓ نے فرمایا مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں اپنی شرمگاہ کو چھوں یا اپنی ناک کا کارہ۔

۸۔ عن البراء بن ربیع قال سألت حذیفۃ بن الیمان عن الرجل مس ذکوه فقال انما هو کسبہ ورائسہ۔ (مرقاۃ المفاتیح) حضرت براءؓ بھی کہیں فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حذیفہؓ سے یہاں سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا جس نے اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگا لیا جو تو آپؓ نے فرمایا ایسے ہی ہے جیسے سر کو ہاتھ لگا لینا۔

۹۔ عن حمید بن سعد النخعی قال کنت فی مجلس فیہ حماد بن میسرۃ ذکور من الذکر فقلت انما هو بضعتہ منك وان لک فک موضعاً حنیہ۔ (مرقاۃ المفاتیح) عمیر بن سعدؓ بھی فرماتے ہیں کہ میں ایک ایسی مجلس میں موجود

تھا جس میں حضرت عمار بن یاسرؓ بھی تھے کہ شرمگاہ کو ہاتھ لگانے کا تذکرہ ہوا۔ آپؓ نے فرمایا وہ تیرے بدن کا ہی ایک عضو ہے۔ بہت تیزی سے تیری کھال کے لیے اس کے علاوہ (بھی) کچھ ہے۔

۱۰۔ عن ابی الدرداء انہ سئل عن مس الذکر فقال انما هو بضعتہ منك۔ (مرقاۃ المفاتیح)

حضرت ابو الدرداءؓ سے شرمگاہ کو ہاتھ لگانے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا وہ تیرے بدن کا ہی ایک عضو ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ شرمگاہ پر ہاتھ لگانے سے وضو نہیں پڑتا۔ حضور علیہ السلامؐ نے اسی سے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ عام مہاجر کرام کا فتویٰ بھی یہی ہے چنانچہ حضرت علیؓ، حضرت عمارؓ، ابن یاسرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت خذیفہؓ، یحییٰ بن یحییٰ، حضرت عمران بن حصینؓ، حضرت ابو الدرداءؓ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ احادیث میں موجود ہیں۔ ان سب نے نزدیک شرمگاہ پر ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر معتدین کا کہنا ہے کہ شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ چنانچہ قلابی محسن کہتے ہیں۔

”وہ دس کہان نامض وضو است“ (الفتح المربع ص ۱۱۰) یعنی شرمگاہ کو ہاتھ لگانا ناقض وضو ہے۔ اب میرا خیال ٹھیک ہے۔

”وینقص مسح الذکر والعرج بطن الکفت او

بطلون الاصلایع من عین حاشی و ینقض وضوء
الافلاس والمفوسس (عل بابا ص ۱۸۱)
مرد و عورت کی شرمگاہ پر پھیل کے اندر کے حصہ یا انگلیوں کے
اندک حصہ سے بیڑ کسی رکاوٹ کے ہاتھ لگانے سے وضوء
ٹوٹ جاتا ہے اور ہاتھ لگائے اور نگھاسنے والے دونوں کو تھوڑا
یہاں قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

” ذکر یا قرین کو ہاتھ لگانے یا اونٹ کا گوشت کھانے سے
وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔ (دستور الہندی ص ۱۸۱)
ابو سعید شرف الدین لکھتے ہیں۔
” میں ذکر سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے ہذا وضوء کو فرض ہے۔

(فتاویٰ تائیسرہ ص ۱۸۱)

ملاحظہ فرمائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جلیل القدر صحابہ کرام فرما
رہے ہیں کہ میں ذکر (شرمگاہ کو ہاتھ لگانے) سے وضوء نہیں ٹوٹا لیکن غیر عین
بالکل بے حرک یا جھجک قوی دسے رہے ہیں کہ میں صاحب وضوء ٹوٹ
جاتا ہے۔ ان اداویث کو پیش نظر رکھتے ہوئے سوچئے کیا حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کا فرمان غلط ہے۔ کیا صحابہ کرام غلط فہم سے دیتے رہے؟ اگر غیر عین
کی بات صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سب صحابہ اور ان سے منسوب
کر عمل کرنے والے سبہ العین بے وضوء ہی نماز پڑھتے چھڑاتے رہے۔ الیاذ
ہذا ثواب و جہان ماں صاحب کی عقل کی داد دیتے ہوئے کہ انہوں نے یہ فرضی
اپنی طرف سے سرخوہ کیا اگر کوئی دوسرا کسی کی شرمگاہ کو ہاتھ لگائے تو جس نے لگایا
ہے اور جس کے لگایا ہے دونوں کا وضوء ٹوٹ جائے گا۔ ثواب صاحب کو تکرر
لگے کیا ثواب صاحب کے عبادی اس کے ثبوت میں کوئی حدیث پیش کر سکتے ہیں؟

فوا اس پر بھی غور فرمائیے کہ ثواب صاحب کے نزدیک دوسرا کسی کی شرمگاہ
ہاتھ لگائے تو دونوں کا وضوء ٹوٹ جاتا ہے لیکن اگر دونوں مباشرت کا حصہ
کریں، یعنی بالکل پہنہ ہو کر ایک دوسرے سے مل کر لگیں (تو اس سے ثواب
صاحب کے نزدیک وضوء نہیں ٹوٹتا۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

” وكذا مباشرة الفاحشة“ (ازلہ ص ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸

۳۔ عن جہنم بن حنیف ان المنصور علیہ وسلم

بعث، قال انت رسولی الی اهل مکة قل ان رسول الله صلی
الله علیہ وسلم ارسلن یتقرأ علیکم السلام ویأمرکم
بذلك لا تحلفوا بغير الله و اذا تخلفتوا فلا تقبلوا
القبلة ولا تستدبروها ولا تتخفوا بغيره
(مسند احمد ۲ ص ۱۸۷)

حضرت جہنم بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے انہیں قاصد بنا کر بھیجا فرمایا تم میرے قاصد بن کر اہل مکہ
کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے
بھیجا ہے وہ تمہیں سلام کہتے ہیں اور میں چیزوں کا حکم دیتے ہیں۔
(۱) خیال اللہ کی قسم نہ کاؤ (۲) جب بیت المقدس کا رخ کر کے طرف نہ
مکرور نہ پیشہ (۳) بڑی اہمیت کی وجہ سے استناد کر رہا۔

۴۔ عن جہنم بن سعد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اقاذب احداکم الا بغير حق ولا یستقبل القبلة
ولا یستدبرہا (بخاری ۱۸۷۷ ص ۱۸۷)

حضرت جہنم بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی بیت المقدس کا رخ کر کے طرف نہ
کی طرف نہ رخ کرے نہ پشتہ۔

۵۔ عن سلمان قال قال له بعض المشوکیں وهو یتمہذی
بہ الخ لاری صاحبکوی علیکوی علی شیخی حق
الخیرۃ قال اجل امرنا صلی اللہ علیہ وسلم ان

لا یتقبل القبلة ولا یتدبرہا الحدیث۔

(دارالفتح ۱ ص ۱۸۷)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُن سے کسی شخص
نے استہزاء کیا کہ تمہارے صاحب تو ہمیں ہر چیز سے نکالتے ہیں
یعنی کہ بیشاپ کاغذ کا طریقہ بھی، آپ نے کہا کہ ان سے کچھ سلی اللہ
علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ہم قبلہ کی طرف نہ رخ کریں نہ پشتہ۔

۶۔ عن معقل بن ابي معقل الاسدی قال قال نبی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ان یتقبل القبلة یت
یعنی او غافلہ (دارالفتح ۱ ص ۱۸۷)

حضرت معقل بن ابی معقل اسدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بیشاپ کاغذ کر کے وقتوں میں قبلہ
کی طرف رخ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۷۔ عن سلمۃ بن ورام قال سمعت طاووسا قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقی احدکم
القبول فلیسکر من قبلتہ اللہ فلا یستقبلہا ولا یتدبرہا
الحدیث۔ (دارالفتح ۱ ص ۱۸۷)

حضرت سلمہ بن ورام فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت طاووسؓ کو
سنا کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ
جب تم میں سے کوئی پائانتے کے لیے آئے تو اس سے پاس پیچھے
کہو اللہ کے قبلہ کا اکرام کر کے نہ اس کی طرف رخ کر کے نہ پشتہ

۸۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

من لو يستقبل القبلة ولو يستديرها في العشاء
كثرت له حسنة ومحيى عنه سيئة (بجملہ لغزاتہ اسئلہ)
حضور ابراہیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا جس نے بیت اللہ میں نہ قبلہ کی طرف منہ کیا نہ
چتر کی قوس کے لیے ایک نیکی بھی جائے گی اور ایک گناہ و گناہ دشا دیا
جائے گا۔

ابن قیم رحمہ اللہ کی تحقیق

قال ابن القيم:

”ومن خواصها (ای النکبۃ) ایضاً ان یحرم استقبالها
واستدبارها عند قضاء الحاجة دون سائر افعال
الارض واصبح المناهب في هذه المسئلة استنبلا
قرن في ذلك بين التضاد والبخيان لبعضه
حیث قد ذکر في غیر هذا الموضع“

(تذکار احادیث حدیث خیر العبادۃ ص ۱۵۸)

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

بیت اللہ شریعت کے خواص میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ قضا
عاجز کے وقت اس کی طرف نہ کرنا اور پشت کرنا حرام ہے دنیا
کی باقی تمام جگہوں کے علاوہ اور اس مسئلہ میں صحیح ترین مذہب یہ
ہے کہ استقبال و استدبار میں کوئی فرق نہیں خواہ منہ میں ہو یا
عمادت میں ابراہیم کے حرام ہے ان دونوں کی وجہ سے جو نہیں

نے دوسری جگہ جان کئے ہیں۔

مذکور بالا احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ بول و ہزار اہمیت
پانا نہ کرتے وقت بغیر کسی حد کے قبلہ نہ ہونا اور پشت کرنا مطلقاً ناجائز ہے
ابادی میں ہو یا صحرا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے سختی سے منع
فرمایا ہے اور قبلہ شریعت کے اکرام کرنے کا حکم دیا ہے جس کی صورت یہی
بتا رہی ہے کہ بول و ہزار کے وقت اُس کی طرف نہ رخ کیا جائے اور نہ پشت
نیز آپ نے اس شخص کے لیے جو بول و ہزار کے وقت نہ قبلہ نہ ہوتا ہے اور
نہ ہی اس کی طرف پشت کرتا ہے ٹیکوں کے لئے اور گناہوں کے لئے
کفر دینا ہے یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام بول و ہزار کے وقت قبلہ نہ
ہونے اور اس کی طرف پشت کرنے سے بچتے تھے اور اگر کہیں بیٹھا
قبلہ نہ ہونے ہوتے بھی ہوتے تو رخ بدل کر بیٹھتے تھے چنانچہ حضرت ابراہیم
احمدی رضی اللہ عنہ کی حدیث (علیہ السلام سے واضح ہے) امام ابن قیم
تحقیق کے مطابق صحیح ترین مذہب یہی ہے کہ آبادی ہو یا صحرا ہر حال
میں بول و ہزار کے وقت قبلہ نہ ہونا اور اس کی طرف پشت کرنا منع ہے
باقی کر کسی حد تک وجہ سے کیا جائے تو وہ دوسری بات ہے۔

لیکن ان صحیح، مرتبہ، مرفوعہ احادیث کے خلاف غیر معتدین کا کہنا ہے کہ
چٹا پانا نہ کرتے وقت قبلہ نہ ہونا یا پشت کرنا بالکل جائز ہے ناجائز ہونا تو
اور سلام دعا، جملہ نہیں ہے بلکہ مسنون ہے۔

چنانچہ کہ جس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

”مگر تحریریں ایسی ہرگز کیڑا میں جائز ہے“ (دستور مشرق ص ۱۵)

نواب و سیدالزماناں لکھتے ہیں :-

ولا یسکرہ الا مستقبلہ والایستد بان الاستدجارہ
(نزل اہل بیت ص ۱۵۲)

استدجار کے وقت قبلہ رو ہونا اور قبلہ کی طرف پیچ کرنا مکروہ نہیں ہے۔
حضرت شہید محمد علی صاحب دہلوی لکھتے ہیں :-

۱۔ ایک اور اہم سہامت قرآن میں۔ ایک آدمی کے اندہ بدلہ و ہزار کی طاقت میں
قبلہ کی طرف ٹٹے کر سنے کا سوا اور مختلف فیہ ہے اس لیے احتیاط بہر حال اس
میں ہے کہ اس سے احتراز کیا جائے مگر جامعہ سیٹ کے مان تو دوسرے
ملا سب کی خلافت میں چڑھاوا ہے چنانچہ لکھا تھا میں انہوں نے اپنی مسجد کے
استغناء خانے لگا کر ازمیر و قبلہ ٹٹے تعمیر کرائے ہیں۔ وجہ پر پھلے پراشتاد ہوا کہ

یہ سنت پروردگار سے مروی تھی ہم نے اس کو زندہ کیا ہے ۵

(حسن اختتام ص ۲۷۲)

لاحظ فرمائیے :- اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن ہے میں کر پیشاب
پاخانہ کرنے وقت ہرگز قبلہ رو نہ ہونا۔ صحابہ کرام آپ کے فرمان کے مطابق عمل کر رہے ہیں۔
حتیٰ کہ استغناء خانے تعمیر کرنا چاہتے ہوئے ہیں تو خود کو باطل بیٹے ہیں لیکن دانستہ
انسانی غیر عقلیوں کہتے ہیں کہ نہیں صحابہ کرام کہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پیشاب و خند
کرنے وقت قبلہ رو ہونا اس کی طرف پیچ کرنا یا ٹٹے جاننا نہ ہے اور صرف جاننا ہی نہیں
مسئلہ ہے حتیٰ کہ وہ قبلہ رو ہوا کہ پیشاب کر سنے کے لیے دوسرے کوٹا پر جتے ہوئے
استغناء خانے لگا کر قبلہ ٹٹے بنوائے ہیں اور اسے مروی سنت کو زندہ کرنا سمجھتے ہیں۔

خاموشی کا مہل پر اتھار لگا کر اور گلیہ کر تمام کو بتا دیجئے کہ اللہ کے نبی کے
فرمان کے خلاف کوئی عمل سنت ہو سکتا ہے ؟ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان
کے خلاف کسی عمل کو سنت قرار دینا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شان اقدس میں گستاخی
نہیں ؟ کیا اللہ کے نبی کے فرمان کے خلاف عمل کو سنت قرار دینے والے ائمہ سیٹ
کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں ؟ ۵

ناظر سرنگر شاہی سے اسے کیا کہئے

خاموشی کا مہل انصاف سے فیصلہ فرمائیے کہ یہ حدیث کا مواضع ہے یا مخالفت ؟

عدم وجوب غسل الجمعة وكونه سنة
جمعة کے دن غسل واجب نہیں سنت ہے

۱- عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من توضأ فاحسن الوضوء ثم اتی الجمعة فدفن واستمع وانصت غفرلہ ما بینتہ و بین الجمعة و زیادة ثلاثۃ ایام و من مس العصا فقد لغا۔

(رواہ الترمذی و قال ضاہد سیح بن میمنج اصلہ)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے خوب ابھی طرح سے وضو کیا پھر نماز جمعہ کے لیے آیا اور قریب ہو کر کان لگا لگائے اور خاموش رہا تو اس جمعہ سے اگلے جمعہ اور مزید تین دن کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس نے کندھریوں کو چھوا اس نے نونو کام کیا۔

۲- عن سمرۃ بن جندب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اغتسل فالغسل افضل۔

(ترمذی اصلہ، ابوداؤد اصلہ)

حضرت سمرہ بن جندبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کے دن وضو کیا تو خیر اچھا کیا اور جس شخص نے غسل کیا تو غسل افضل ہے۔

۳- عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان هذا يوم عید جعلہ اللہ للمسلمین فمن جاء الجمعة فلیغتسل وان كان طیب فلیس منہ وعلیکم بالسواک (ابن ماجہ ص ۱۰۰) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک یہ عید کا دن ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے (خاص) کر دیا ہے پس جو شخص جمعہ کی نماز پڑھنے آئے اسے چاہیئے کہ وہ غسل کرے اور اگر خوشبو ہو تو وہ بھی لگائے اور تم پر سواک لازم ہے۔

۴- عن ابن مسعودؓ قال من السنة الغسل يوم الجمعة (رواہ البزار و رجالہ ثقہ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۰)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے۔
۵- عن علیؓ قال یستحب الغسل يوم الجمعة و لیس بحکم (رواہ الطبرانی فی الاوسط و رجالہ ثقہ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۰) حضرت علیؓ فرماتے ہیں جمعہ کے دن غسل کرنا مستحب ہے واجب نہیں۔

۶- عن عکرمۃ بن ناسا من اهل العراق جاءوا فقالوا یا ابن عباس اترى الغسل يوم الجمعة فاجابا قال لا و لكن الطهر و خیر لمن اغتسل و من لم یغتسل فلیس بواجب۔ (ترمذی ابوداؤد اصلہ)

حضرت عکرمہؓ سے مروی ہے کہ کچھ اہل عراق (حضرت عبداللہ بن عباسؓ) کے پاس آئے اور کہنے لگے ابن عباسؓ کیا تم جموع کے دن غسل کرنے کو واجب سمجھتے ہو آپ نے فرمایا نہیں البتہ غسل زیادہ پاکیزگی کا سبب ہے اور جو غسل کرے اس کے لیے بہتر ہے اور جو نہ کرے تو واجب بھی نہیں ہے۔

۷۔ عن ابی واصل قال ذکر وغسل يوم الجمعة عنده فقتال ابوداثل انه ليس بواجب رب شيخ كبير لو اغتسل في البعد الشديد يوم الجمعة مات (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۹)

حضرت عبیدہؓ (راوی حدیث) فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے حضرت ابوداثلؓ کے سامنے جمعہ کے دن کے غسل کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا (جمعہ کے دن) غسل واجب نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو بہت سے بوڑھے جمعہ کے دن سخت سردی میں نہاتے اور مر جاتے۔

۸۔ عن زاذان قتال سألت عليا عن الغسل فقتال اغتسل اذا شئت فقلت انما اسئلك عن الغسل الذي هو الغسل قتال يوم الجمعة و يوم عرفة و يوم الفطر و يوم الاضحى

(طحاوی ج ۱ ص ۱۱)

حضرت زاذانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے غسل کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا جب چاہو غسل کرو۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو اس غسل کے متعلق پوچھ رہا ہوں جس کے کرنے میں تفصیل ہے۔ آپ

نے فرمایا جمعہ کے دن غرض کے دن میلا فطر اور عید الاضحیٰ کے دن۔

۹۔ عن ابن عمر ان عمر بن الخطاب بيضا هو قائم في الخطبة يوم الجمعة اذ جاء رجل من المهاجرين الاولين من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم فناداه عمر ايته ساعة هذه قال اني شغلت فلم انقلب الى اهلي حتى سمعت الساذين فلم ازد ان توضأت قتال والوضوء ايضا وقد علمت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يياصر بالفصل

(بخاری ج ۱ ص ۱۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کا خطبہ دے رہے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاجرین اولین صحابہ میں سے ایک صاحب (حضرت عثمانؓ) حاضر ہوئے حضرت عمرؓ نے پکار کر ان سے کہا کہ یہ (آئے گا) کوئسا وقت ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں کسی کام میں مشغول تھا اور ابھی گھر بھی نہیں لوٹا تھا کہ میں نے اذان سنی اور وضو سے زیادہ کچھ نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا صرحت وضو ہی کیا؟ حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کا حکم دیا کرتے تھے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے واجب نہیں ہے۔

پہلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ کے

دن اچھی طرح سے وضو کر کے آنے پر اجر و ثواب ذکر فرمایا ہے اس سے ظاہر ہوتا
کہ جمعہ کے لیے اگر کوئی صرف وضو ہی کرے تو بھی کافی ہے۔ غسل واجب نہیں اگر
غسل واجب ہوتا تو اس کو چھوڑ کر محض وضو کر لینے پر اتنا اجر و ثواب نہ ملتا۔
دوسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ
کے دن صرف وضو کر لینے کو بھی کافی بتلایا ہے البتہ غسل کو افضل قرار دیا ہے۔ اس
سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ غسل واجب نہیں صرف افضل ہے۔
تیسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ کے
دن غسل کے ساتھ ساتھ نہ وضو کر لگانے اور مسواک کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ اس سے
بھی معلوم ہوتا ہے کہ غسل سنت ہے واجب نہیں ورنہ تو غسل کے ساتھ وضو لگانا
اور مسواک کرنا بھی واجب ہوتا حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

پونہی پانچویں چھٹی ساتویں آٹھویں اعادیتھ سے بالترتیب ثابت ہوا ہے
کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت علیؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت ابوالفضلؓ
سب جمعہ کے دن غسل کو سنت سمجھتے تھے واجب نہیں سمجھتے تھے۔ اگر جمعہ کے دن
کا غسل واجب ہوتا تو یہ صحابہ کرام اس کا انکار نہ فرماتے۔

نویں حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن غسل سنت ہے واجب
نہیں کیونکہ حضرت عثمانؓ کے وضو کر کے آنے پر حضرت عمرؓ نے صرف انہیں ڈکا
تھا واپس نہیں بھیجا تھا کہ با وضو غسل کر کے آؤ اگر غسل واجب ہوتا تو حضرت عمرؓ
ضرور انہیں واپس بھیج دیتے اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا عمرؓ اور عثمانؓ دونوں
کے نزدیک بھی غسل واجب نہیں ہے۔ یہی تابعین و تبع تابعین کا مسلک ہے
اور اسی پر اجماع امت بھی ہے چنانچہ محمد بن عبدالرحمن انفاؒ لکھتے ہیں والغسل
للجمعة سنة عند جميع الفقهاء الا داود والحسن
(رد المحتار ج ۱ ص ۱۰۱)

جمعہ کے لیے غسل تمام فقہاء کے نزدیک سنت ہے سوائے
داود ظاہری اور حسن کے۔
لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جمعہ کا غسل
واجب ہے چنانچہ نواب نور الحسن لکھتے ہیں۔
”وہ برائے جمعہ واجب سنت“
(عرف الہادی ص ۱۸)
اور جمعہ کے لیے غسل واجب ہے
نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:-

”ولمن يريد ان يصلي الجمعة واجب“
(نزل الابراج ص ۱۷)
اور جو شخص جمعہ کی نماز پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہے اس پر غسل واجب ہے۔
پنس قریشی صاحب لکھتے ہیں:-
”جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے۔“
(دستور امتی ص ۱۷)

ملاحظہ فرمائیے:- احادیث و آثار سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ جمعہ کے دن غسل
کرنا سنت ہے۔ یہی صحابہ کرام کا مسلک ہے۔ اسی پر اجماع امت بھی ہے لیکن
غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب جمعہ کے دن غسل واجب ہے۔
فازین کرام فیصلہ فرمائیے یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟
یاد رہے کہ غیر مقلدین نے اس مسئلہ میں داود ظاہری کی تقلید کی ہے کیونکہ وہ
جمعہ کے غسل کو واجب قرار دیتے ہیں۔

ذیل میں نسل سے متعلق چند مسائل ذکر کئے جاتے ہیں یہ وہ مسائل ہیں جنہیں
نواب وحید الزماں صاحب نے بھی مختار (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی فقہ
کے طور پر پیش کیا ہے۔ دور مقرر ہیں:-

۱۔ ”ولو ادخل ذكره ف دبر نفسه لا يلزم الغسل الا بالانزال“ (نزل الابرار ج ۱ ص ۱۷۷)

اگر کسی شخص نے اپنا عضو متاسل اپنے پچھلے حصہ میں داخل کیا تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا مگر یہ کہ انزال ہو جائے۔

۲۔ ”ولو لم الحشف ف خروقة شو اولجها فان وجد لذة الجماع اغتسل والا“ (نزل الابرار ج ۱ ص ۱۷۷)

اگر کسی نے اپنا عضو متاسل بیٹی میں پسٹ کر عورت کی شرکاء میں داخل کیا تو اس صورت میں اگر صحبت کا مزہ پایا ہے تو غسل کرے گا ورنہ نہیں۔

۳۔ ”ولو ان عذاراء ولو غزل عذرتهما لا يجب الغسل ولو حبلت“ (نزل الابرار ج ۱ ص ۱۷۷)

اگر کسی نے کنواری لڑکی سے صحبت کی اور لڑکی کا پردہ بکارت زائل نہ ہوا تو غسل واجب نہیں ہوگا اگرچہ وہ لڑکی حاملہ ہو جائے۔

یہ اور ان جیسے دسیوں مسائل ہیں جنہیں فواب و مید الزمان صاحب نے نبی مختار کے فقہی مسائل کہہ کر پیش کیا ہے۔ فواب صاحب اگر حیات ہوتے تو ہم ان سے پوچھتے وہ تو اس دنیا سے جا چکے اس لیے اب ہم فواب صاحب کے مرثیہ خواںوں اور ان کی تعریف کمال باندھنے والے غیر متقلدین سے پوچھتے ہیں کہ فواب صاحب کے یہ مسائل قرآن و حدیث کے مطابق ہیں یا مخالفت؟ اگر یہ قرآن و حدیث کے مطابق ہیں تو پھر ان کے اثبات میں قرآن کی کوئی آیت یا احادیث میں سے کوئی حدیث پیش فرمائیں جس میں یہ مسائل درج ہوں۔

اور اگر یہ مسائل قرآن و حدیث کے خلاف ہیں تو پھر فواب صاحب اور ان کے متبعین کے بارے میں کیا فتویٰ ہے جو ان مسائل کو نہ صرف صحیح سمجھتے ہیں بلکہ

انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فقہی مسائل قرار دیتے ہیں؟ فواب صاحب اگر ان مسائل کو اجتہادی مسائل کہہ کر پیش کرتے تو ہمیں اس سوال و جواب کی ضرورت نہ پڑتی لیکن انہوں نے چونکہ یہ مسائل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فقہی مسائل کہہ کر پیش کئے ہیں۔ (فواب صاحب نے اپنی کتاب کا نام رکھا ہے ”نزل الابرار من فقہ النبی المختار“۔ جس کا مطلب ہے نبی مختار کی فقہ سے نیک لوگوں کی ہجائی) اس لیے اس سوال و جواب کی ضرورت پیش آئی۔

التیمم ضربتان تیمم میں دو ضربیں ہیں

۱۔ عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال التیمم ضربتان ضربۃ للوجه وضربۃ للیدین الی المرفقین۔ (داقطنی ج ۱ ص ۱۷۷)

۲۔ عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال التیمم ضربۃ للوجه وضربۃ للذراعین الی المرفقین۔ (داقطنی ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تیمم میں دو ضربیں ہوتی ہیں ایک ہاتھ کے لیے اور ایک کینوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لیے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تیمم میں ایک ضرب ہاتھ کے لیے ہے اور ایک کینوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لیے۔

۳- عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال التیمم ضربتان ضربت للوجه وضربة للیدین الی المرفقتین۔ (مسندکرمکہ ص ۱۶۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تیمم میں دو ضربیں ہوتی ہیں ایک ضرب چہرہ کے لیے اور ایک کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لیے۔

۴- عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال کان تیمم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضربتین ضربت للوجه وضربة للیدین الی المرفقتین۔ (جامع السنیۃ ص ۲۳۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیمم دو ضربیں تھا ایک ضرب چہرہ کے لیے اور دوسری کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لیے۔

۵- عن تافع ان ابن عمر تیمم فی مرید النعم فقال بیدیه علی الارض فمسح بہما وجہہ ثم ضرب بہما علی الارض ضربتہ اخری فمسح بہما یدیه الی المرفقتین۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۵۸)

حضرت نافع سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے چاہا کہ آپ کے ہاتھ میں تیمم کیا۔ آپ نے اپنے ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے چہرہ پر مسح کیا پھر دوسری مرتبہ دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں پر مسح کیا۔

۶- عن نافع قال سألت ابن عمر عن التیمم فضرب بیدیه الی الارض ومسح بہما یدیه ووجہہ وضرب ضربتہ اخری فمسح بہما ذراعیہ۔ (عمدۃ ص ۱۵۷)

حضرت نافع فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے تیمم کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان ہاتھوں اور چہرہ کا مسح کیا پھر دوسری بار دونوں ہاتھ مارے اور ان سے دونوں بازوؤں کا مسح کیا۔

۷- عن علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ قال التیمم ضربتان ضربتہ للوجه وضربتہ للذراعیں الی المرفقتین۔ (مسند امام نذیشک)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ تیمم میں دو ضربیں ہوتی ہیں ایک ضرب چہرہ کے لیے اور ایک کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لیے۔

۸- عن جابر انہ ضوب بیدیه الارض ضربتہ فمسح بہما وجہہ ثم ضوب بہما الارض ضربتہ اخری فمسح بہما ذراعیہ الی المرفقتین۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۵۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے چہرہ کا مسح کیا پھر دوبارہ دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کا مسح کیا۔

۹- عن حبيب الشهيد انه حضرت حبيب شہید سے مروی ہے
 سمع الحسن سئل عن کہ آپ نے حضرت حسن (بصری)
 التميم فضرب بیدیدہ کو سنا کہ آپ سے تیمم کے بارے
 علی الارض فمسح بهما میں سوال کیا گیا آپ نے اپنے دونوں
 وجهه شم خوب بیدیدہ ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے چہرہ
 علی الارض ضربتہ اخرى کا مسح کیا پھر دوبارہ دونوں ہاتھ
 فمسح بهما بیدیدہ الی زمین پر مارے اور ان سے کہنیوں
 المرفقتین - سمیت دونوں ہاتھوں کا مسح کر لو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۵۸)

۱۰- عن ابن طاووس عن ابن طاووس اپنے والد طاووس سے
 ابیه انه قال التیمم روا کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تیمم
 ضربتان ضربتہ للوجه میں دو ضربیں ہوتی ہیں - ایک ب
 وضبتہ للذراعین الی چہرہ کے لیے اور ایک کہنیوں سمیت
 المرفقتین - دونوں ہاتھوں کے لیے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۵۸)

۱۱- عن الزهری قال امام زہریؒ فرماتے کہ تیمم میں دو
 التیمم ضربتان ضربیں ہوتی ہیں ایک ضرب چہرہ
 وضبتہ للوجه کے لیے اور ایک دونوں ہاتھوں
 وضبتہ للذراعین - کے لیے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۵۸)

۱۲- عن ابراهيم في التيمم قال تضع راحتيك في
 الصمد فتمسح وجهك ثم تضعهما ثانية
 فتغسلهما فتمسح يديك وزراعيك الى
 المرفقتين - (کتاب الاطلاق الام المصنف بروایت امام محمد ص ۱۵۸)
 حضرت ابراہیم نخعیؒ سے تیمم کے بارے میں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا
 اپنے دونوں ہاتھ غصنی پر رکھ کر چہرہ کا مسح کر لو پھر دوبارہ دونوں ہاتھ رکھ
 کر جھاڑو اور کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کا مسح کر لو۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ تیمم میں دو ضربیں ہوتی ہیں - پہلی
 ضرب چہرہ پر مسح کے لیے اور دوسری ضرب دونوں ہاتھوں پر مسح کے لیے نجی علیہ
 السلوۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں - حلیل القدیر صحابہ کرام حضرت
 علی المرتضیٰؑ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت جابرؓ کے نزدیک بھی تیمم میں دو ضربیں
 ہیں - حضرت حسن بصریؒ، زہریؒ، طاووسؒ، ابراہیم نخعیؒ جیسے اعلیٰ تابعین کا فتویٰ
 بھی یہی ہے کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں - حرم شامی رحمہ اللہ بھی تیمم میں دو ضربوں کی فائزین و مؤیدین
 لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ تیمم میں دو
 ایک ہی ضرب ہوتی ہے اور کسی حدیث میں دو ضربوں کا ذکر نہیں۔

چنانچہ نواب نور الحسن لکھتے ہیں:-

(عن المجاہد ص ۱۵۸)

”تیمم ایک ضرب سے ہوتا ہے۔“

تیمم ایک ضرب سے زمین پر۔

نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں۔

”وداد حدیث صحیحہ جز ایک ضرب از برای وجہ و کہنیں و گینج بناؤ“
 صحیح احادیث میں چہرہ اور ہتھیلیوں کے لیے سوائے ایک ضرب کے
 (مؤید المصلح ص ۱۵۸)

اور کچھ نہیں کیا۔

ملاحظہ فرمائیے۔ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں۔
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام، تابعین عظام سب کہہ رہے ہیں کہ تیمم میں دو ضربیں
 ہیں لیکن یہ قائلین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب و وہ نہیں ایک ہے۔
 قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی کھلی مخالفت ہے یا موافقت ہے؟

اقبل الحیض واكثره

حیض کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت

۱۔ عن ابی امامتہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 قال اقبل الحیض ثلاثا و اکثره عشر -

(رواہ الطبرانی فی المعجم والاوسط جامع الزوائد ج ۱ ص ۱۸۱)

حضرت البراء بن مہزیہ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ
 نے فرمایا حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

۲۔ عن واسئلۃ بن الاسقع قال قال رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم اقبل الحیض ثلثۃ ایام و اکثره
 عشرۃ ایام

(دارقطنی ج ۱ ص ۲۱۱)

حضرت واسئلۃ بن اسقعؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا۔ حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

۳۔ عن انس قال ادلف الحیض ثلثۃ ایام

(رواہ الدارمی ج ۱ ص ۱۸۱ قلت بحال رجال مسلم اعلمہ اسنن ج ۱ ص ۱۸۱)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حیض کی کم از کم مدت ۳ دن ہے۔

۴۔ عن انس قال ادلف الحیض ثلثۃ و اقصاه
 عشرۃ

(دارقطنی ج ۱ ص ۱۸۱)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے
 زیادہ دس دن ہے۔

۵۔ عن الحسن ان عثمان بن ابی العاص الثقفی

قال الحائض اذا جاوزت عشرۃ ایام فہی
 بمنزلۃ المستحاضۃ تغسل و تصلی۔

(دارقطنی ج ۱ ص ۱۸۱)

حضرت حسنؓ حضرت عثمان بن ابی العاصؓ ثقفیؓ سے روایت کرتے
 ہیں کہ آپؓ نے فرمایا عائدہ عورت جب دس سے تجاوز کر جائے تو وہ
 بمنزلہ مستحاضہ عورت کے ہے غسل کر کے نماز پڑھے گی۔

۶۔ عن سفیان قال اقبل الحیض ثلاثا و اکثره عشر-

(دارقطنی ج ۱ ص ۱۸۱)

حضرت سفیانؓ فرماتے ہیں کہ حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ
 سے زیادہ دس دن ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے
 زیادہ دس دن ہے۔

لیکن ان احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ حیض کی اقل
 اکثر کوئی مدت متعین نہیں اور نہ ہی تعین مدت پر کوئی دلیل موجود ہے۔

چنانچہ قوابل صدیق حسن خانؒ لکھتے ہیں :-

و در تقدیر اقل و اکثر حیض آنچه بتمسک از دنیا مدہ

(بدور اہل بیت ص ۳۲)

اور حیض کی اقل و اکثر مدت کی تعیین سے متعلق کوئی قابل تسلل دلیل نہیں ملتی۔
نواب نور الحسن خاں لکھتے ہیں :-

” نیست مدت برائے اقل و اکثر حیض و در شرح و دلیل از
برائے اقل و اکثر طہر حیض نیامده “
(عزت الجملہ ص ۱۱۱)

اور اقل و اکثر حیض کی کوئی مدت متعین نہیں۔ اور شریعت میں اقل و اکثر
طہر حیض کے متعلق کوئی دلیل نہیں آئی۔

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :-

ولا حد لا قلة و اکثره
اقل و اکثر حیض کی کوئی حد نہیں
(نزل الابواب ص ۱۱۱)

ایک دوسرے مقام پر نواب صاحب رقمطراز ہیں :-

” اور اس باب میں جو حدیثیں خفیوں نے روایت کی ہیں وہ سب
موضوع اور باطل ہیں اور صحیح مذہب اہل حدیث کا یہ ہے کہ حیض کی
کوئی مدت متعین نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک محدث کی مادت پر اس کا
انحصار ہے۔“
(تیسرے باب ص ۱۱۱)

ملاحظہ فرمائیے : احادیث و آثار سے تو حیض کی اقل و اکثر مدت ثابت ہو رہی
ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ انہیں صاحب حیض کی کوئی مدت متعین نہیں
قاریین فیصلہ فرمائیے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

لای جو زمس المصحف الابطہار

طہارت کے بغیر قرآن پاک کو چھونا جائز نہیں

۱۔ عن حکیم بن حزام ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
لما بعثہ والی الی الیمن قال لا تمس القرآن
الا و انت طاهر (مسندک حاکم ص ۳۵۵ و اتطبی ص ۱۱۱)

حضرت حکیم بن حزام سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب انہیں
مین کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا کہ تم قرآن کو نہ چھو نا مگر اس حالت میں کہ
تم پاک ہو۔

۲۔ عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال لا یمس القرآن الا طاهر۔

(مداد الطیرانی فی البیور والصغیر و رجالہ موشعون مجع الزوائد ص ۱۱۱)

حضرت عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ قرآن کو پاک آدمی کے سوا کوئی نہ چھوئے۔

۳۔ عن عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم ان فی الکتاب الذی
کتبه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعمر بن حزم
ان لا یمس القرآن الا طاهر (منظر امام ایک ص ۱۱۱)

حضرت عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے جو خط عمر بن حزم کو لکھا تھا اس میں یہ بات بھی تھی کہ قرآن
کو پاک آدمی کے سوا کوئی نہ چھوئے۔

۴۔ عن انس بن مالك قال خرج عمر متقلداً سيف فقتل له انت خنك واخلك قد صبا فانا هما عمر وعندهما رجل من المهاجرين يقال له خباب وكافوا يفترون طاً فقال اعطوني الكتاب عندكم اقله وكان عمر يقرأ الكتاب فقالت له اخته انك رجس ولا يمسه الا المطهرون فقم فاغسل او توضأ فقام عمر فتوضأ ثم اخذ الكتاب فقرأ طاً۔
(دارتقنى ج ۱ ص ۱۸۷)

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ تلوار لٹکا کر نکلے آپ سے کہا گیا کہ آپ کے تو ہسٹوں اور بن صبا ہی ہو گئے ہیں۔ آپ یہیے بن ہسٹوں کے پاس آئے ان کے پاس ہمارے میں سے ایک صاحب جنہیں خباب کہا جاتا ہے موجود تھے یہ سورتہ طہ پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ کتاب و جو قوم پڑھ رہے تھے میں بھی پڑھوں اور کتاب پڑھنے لگے۔ آپ سے آپ کی بہن نے کہا کہ تم تو ناپاک ہو اور کتاب اللہ کو پاک لوگ ہی چھوتے ہیں اس لیے کھڑے ہو اور غسل یا وضو کرو حضرت عمرؓ اٹھے وضو کیا پھر کتاب لے کر سورتہ طہ پڑھی۔

۵۔ کان ابو اسلم يرسل خادماً وهو حائض الى ابني رزين فتاتيه بالمصحف فتمسك به لاقته۔
(بخاری ج ۱ ص ۲۳۷)

حضرت ابو اسلمؓ اپنی خادمہ کو حالت حیض میں حضرت ابورزین کے پاس بھیجتے تھے اور خدا و مران کے یہاں سے قرآن مجید ڈھری سے پڑھ کر لاتے تھے۔

آیت کریمہ اور احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ قرآن مجید کو چھونے کے لیے طہارت شرط ہے۔ طہارت (وضو یا غسل) کے بغیر قرآن کو چھونا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے منع فرمایا ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین عظام کا اسی پر عمل ہے اور اسی پر اجماع امت بھی ہے۔ چنانچہ عبدالرحمن الشافعی لکھتے ہیں۔

”ولا يجوز من المصحف ولا حمل له لمحدث بالاجماع“
(رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۵۸)

اور جائز نہیں ہے قرآن کا چھونا اور اٹھانا بے وضو شخص کے لیے اجماعی طور پر۔

لیکن آیت کریمہ اور احادیث و آثار اور اجماع امت کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ قرآن کو چھونے کے لیے طہارت شرط نہیں ہے۔ طہارت کے بغیر بھی قرآن کو چھو سکتے ہیں۔

چنانچہ قراب وحید الزماں لکھتے ہیں:-

”وقيل لا يشترط الطهارة لمس المصحف وحزم به الشوكاني وغيره من اصحابنا“
(نزل الابار ج ۱ ص ۱)

اور کہا گیا ہے کہ قرآن کو چھونے کے لیے طہارت شرط نہیں ہے اسی پر ہمارے اصحاب میں سے شوکانی وغیرہ نے جزم کیا ہے۔ قراب نور الحسن لکھتے ہیں:-

”اگرچہ محدث را لمس مصحف جائز باشد“ (عرف الہادی ص ۱۸۷)
اگرچہ سبب وضو شخص کے لیے قرآن کو چھونا جائز ہے۔

نے فرمایا کہ یہ رگ سے نکلنے والا خون ہے جس میں نہیں ہے اس لیے جب حیض کے دن آئیں تو نماز پھوڑو اور جب اعجازہ کے مطابق وہ ایام گزر جائیں تو خون کو دھو لے اور نماز پڑھ لے۔

۲۔ عن ابی سعید الخدری — قال

بیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی باصحابہ اذ خلع نعلیہ فوضمہما عن یسارہ فلما رای التوم ذالک التواضع لہم فلما قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاتہ قال ما حملکم علی التائبکم تعالکم قالوا رأیناک القیت نعلیک فالتینا تعالنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان جبریل علیہ السلام اتانف فاخبرنی ان فیہما قدراً الحدیث۔

(راوی ابو داؤد ج ۱ ص ۹۵)

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک آپؐ نے جوتیاں اتار کر بائیں طرف رکھ دیں صحابہ کرام نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی جوتیاں اتار دیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز سے فارغ ہو کر پوچھا کہ تمہیں جوتیاں اتارنے پر کس چیز نے ابھارا؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہم نے آپؐ کو جوتیاں اتارنے دیکھا تو ہم نے بھی اتار دیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تو جبریل امینؑ نے آکر خبر دی تھی کہ جوتیوں میں ناپاک (دگی ہوئی) ہے۔

آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لیے

ملاحظہ فرمائیے ۱۔ اللہ تعالیٰ بحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام تابعین عظام ائمہ مجتہدین سب کہہ رہے ہیں کہ مہارت کے بغیر قرآن مجید کو پھونانا جائز نہیں ہے لیکن ان سب سے ہٹ کر غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب قرآن کو بلا مہارت بھی پھونانا جائز ہے۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیے کہ یہ قرآن وحدیث کی کھلی مخالفت ہے یا موافقت؟ یاد رہے کہ غیر مقلدین نے اس مسئلہ میں داؤد ظاہریؒ کی تقلید کی ہے کیونکہ وہی قرآن مجید کو بلا مہارت پھوننے کو جائز قرار دیتے ہیں۔

طہارة الثوب والبدن شرط لصحة الصلوة
کپڑوں کا اور بدن کا پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کیلئے شرط ہے
وَسَيَاكَ فَطَهَّرَ ۴۳: ۴۰ - اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھے۔

۱۔ عن عائشة انها قالت قالت فاطمة بنت ابی حبیش لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ انی لا اطهر فنادع الصلوة فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما ذلک عرق وین بال حیضتہ فاذا اقبلت الحيضة فاترك الصلوة فاذا ذهب قدرها فاغسلی عنک الدم وصلی (بخاری ج ۱ ص ۲۲۷)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت ابی حبیش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو پاک ہی نہیں ہوتی تو کیا میں نماز پڑھنی چھوڑ دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

”فَمَنْ صَلَّى مَلَا لِمَجَاسْتِ عَامِدًا فَقَدْ

اخْلَجُوا جَوَابَ وَصَلَاتِهِ صَحِيحَةً“
جس شخص نے جان بوجھ کر نجاست لگے ہوئے نماز پڑھی اس نے واجب میں خلل ڈالا البتہ نماز اس کی صحیح ہے۔
نیز فرماتے ہیں :-

”وَلِبَاسَاتٍ مَحْمُولٍ وَلِبَاسٍ مَا شَرَطَ صَحْبُ نَازِكَرٍ دَانِيْدُنَ كَمَا فِي غَيْبِ نَسِيتُ“
(بدولہ صلاۃ صحت)

نماز کے صحیح ہونے کے لیے اٹھائی ہوئی چیز اور پہنے ہوئے کپڑوں کے پاک ہونے کو شرط قرار دینا مناسب نہیں۔
نواب نور الحسن خان لکھتے ہیں :-

”یا درجامہ ناپاک نماز گزار دو نماز شش صحیح ست“۔ (عرف الجاہلی)

ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھی تو اس کی نماز صحیح ہے۔

ملاحظہ فرمائیے :- آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز صحیح ہونے کے لیے کپڑے اور بدن کا پاک ہونا شرط ہے۔ ناپاک کپڑوں میں اور ناپاک بدن سے نماز صحیح نہیں ہوگی۔ لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب مارت کو شرط قرار دینا مناسب نہیں۔ ناپاک لگے ہوئے بھی نماز صحیح ہے۔

فاریں آپ خود فیصلہ فرمائیے یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

طهارة المكان شرط لصحة الصلوة

جگہ کا پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کی شرط ہے

بدن کا پاک ہونا اور کپڑوں کا پاک ہونا ضروری ہے۔ اگر بدن پر اور کپڑوں پر مقدار غلو سے زیادہ نجاست لگی رہی اور اسی حالت میں نماز پڑھ لی تو نماز صحیح نہیں ہوگی۔

آیت کریمہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کپڑوں کے پاک کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس سے فقہار نے استدلال کیا ہے کہ صحت صلاۃ کے لیے کپڑوں کا پاک ہونا شرط ہے۔ اگر ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھی تو صحیح نہیں ہوگی۔

حدیث نمبر ۱۲ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خلعین پہن کر نماز پڑھا رہے تھے۔ جبریل امین نے ان کا اطلاع دی کہ یہ ناپاک ہیں تو آپ نے وہ اتار دیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کپڑوں وغیرہ کا پاک ہونا بھی صحت نماز کے لیے شرط ہے ورنہ آپ اپنی جو تیاں نہ اتارتے انہی میں نماز پڑھاتے رہتے۔ اگر یہ بات کو آپ نے ان جوتیوں میں پڑھی ہوئی نماز کیوں نہیں ٹوٹائی تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ نجاست تھوڑی ہوگی جو معاف ہے ؟

حدیث نمبر ایک سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت فاطمہ بنت ابی حبشہ کو بدن سے خون صاف کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لیے بدن کا نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا بھی شرط ہے اور اس پر اجماع امت بھی ہے۔

لیکن آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ کے خلاف غیر مقلدین حضرات کا بلا تفریق یہ کہنا ہے کہ اگرچہ بدن پر نجاست لگی ہوئی ہو اور کپڑے بیشک ناپاک ہوں تاہم نماز صحیح ہو جائے گی۔ نماز کے صحیح ہونے کے لیے بدن اور کپڑوں کا پاک ہونا شرط نہیں۔

چنانچہ نواب سید قیاس خان لکھتے ہیں :-

تَحَرُّمُ تَأْتِي الْإِبْرَاهِيمَ وَإِتْمَاعِيْلَ أَنْ طَهَّرَا

بَيِّنَاتٍ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ۝ ۱۲۵:۲

اور ہم نے (حضرت) ابراہیم و (حضرت) اسماعیل علیہما السلام کی طرف حکم بھیجا کہ میرے گھر کو خوب پال رکھا کرو، طواف و اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کے لیے۔

وَقَطْرَتٍ مِّنَ يَدَيْ آلِ طَّائِفِينَ وَالْمُتَّحِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ - ۱۶:۲۲

اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام در کوع و سجدہ کرنے والوں کے لیے پال رکھنا۔

۱۔ عن ابن عمر أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُصَلَّى فِي سَبْعَةِ مَوَاطِنَ فِي الْمَسْجِدِ الْمَكِّيِّ وَالْمَسْجِدِ وَالْمَقْبَرَةِ وَقَارِعَةِ الطَّرِيقِ وَفِي الْحَمَامِ وَمَعَاطِنِ الْأَبْلِ وَفَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ اللَّهِ (تمتہ اصلاً)
حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سات جگہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ کوڑے کرکٹ کی جگہ میں جانور ذبح کرنے کی جگہ میں قبرستان میں، راستہ چلنے کی جگہ میں، حمام میں، اونٹوں کے بارے میں اور بیت اللہ کی چھت پر۔

۲۔ عن ابن مالك قَالَ بَيَّنَّا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَبَاءُ أَعْرَابٍ فَقَامَ يَبُولُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنَعَهُ قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزِرُ وَرُؤُوهُ دَعْوَهُ فَنَزَرَهُ حَتَّى يَبَالَ شَمُّهُ إِنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَاهُ فَقَالَ لَهُ إِنْ هَذِهِ الْمَسْجِدُ لَا تَصْلُحُ لَشَيْءٍ مِنْ هَذَا الْبَوْلِ وَلَكِ التَّذَرُّعُ إِنَّمَا هِيَ لِتَذَكُّرِ اللَّهِ وَالصَّلَاةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ أَوْ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَا مَرَّ رَجُلٌ مِنَ الْقَتَمِ

فَجَاءَ بَدَلُو مِنْ مَاءٍ قَشْتَهُ عَلَيْهِ، (مسلم اصلاً)
حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں تھے کہ ایک قبیلہ آیا اور کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنے لگا صحابہ کرام اسے ڈانٹتے ہوئے گئے کہ رک جا رک جا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا پیشاب نہ روکو۔ جانے دو چنانچہ صحابہ کرام نے اسے پھوڑ دیا حتیٰ کہ اس نے پیشاب کر لیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا کہ یہ مسجد میں پیشاب پانا نہ کے لیے نہیں ہوتیں، یہ تو اللہ کے ذکر، نماز اور قرآن کی تلاوت کے لیے ہیں، یا ایسا ہی کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ پھر آپ نے ایک شخص کو حکم دیا وہ پانی کا ایک ڈول بھر کر لے آیا اور پیشاب کی جگہ بہا دیا۔

ایک ترمذی اور احمدی روایت مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ صحت صلاۃ کے لیے جگہ کا پاک ہونا بھی شرط ہے اگر کسی نے ناپاک جگہ پر نماز پڑھی تو اس کی نماز

صحیح نہیں ہوگی۔

لیکن آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لیے جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں :-

”وہلارت مکان نماز واجب است شرط صحت نماز نیست“

بہار اہل سنت

نماز کی جگہ کا پاک ہونا واجب ہے نماز کے صحیح ہونے کے لیے شرط نہیں ہے

نواب نور الحسن خاں لکھتے ہیں :-

”وہلارت مکان نماز واجب است نہ شرط صحت نماز (عوض جلد ۱ ص ۱۲۷)“

نماز کی جگہ کا پاک ہونا واجب ہے نہ کہ نماز کے صحیح ہونے کی شرط۔

ملاحظہ فرمائیے :- آیات کریمہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز کے

لیے جگہ کا پاک ہونا بھی ضروری ہے جس کا مطلب یہی ہے کہ اگر جگہ پاک نہ ہو تو

نماز صحیح نہیں ہوگی لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب نماز کے صحیح ہونے کے

لیے جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ناپاک جگہ پر بھی نماز پڑھی تو

نماز صحیح ہو جائے گی۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

ستر العورة شرط لصحة الصلوة

ستر کا ڈھانپنا نماز کے صحیح ہونے کیلئے شرط ہے

يَا أَيُّهَا آدَمُ خُذْ قِطْعًا مِّنْ صَلَاحٍ مِّنْ صَلَاحٍ مِّنْ صَلَاحٍ (۳۱:۷)

اے بنی آدم تم اپنی آراش لے لو یہ نماز کے وقت

۱۔ عن عائشہ قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تقبل صلوة الحائض الا بخمار،

(ترمذی ج ۱ ص ۱۷۵ ابوداؤد ج ۱ ص ۱۲۷)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ان عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں ہوتی۔

۲۔ عن عبد الله بن الجب قتادة عن ابي رافع

لا يقبل الله من امرأة صلاة حتى توافي

زيبتها ولا جارية بلغت المحيض حتى تختبئ

(اخرجه الطبرانی في الاوسط والاعلیٰ ج ۱ ص ۱۲۷)

حضرت عبد اللہ بن ابی قتادہ اپنے والد سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں

کہ اللہ تعالیٰ عورت کی نماز اس وقت تک قبول نہیں فرماتے جب تک کہ

وہ اپنی زینت نہ چھپالے اور نہ کسی ایسی لڑکی کی نماز قبول فرماتے ہیں

جو کہ باغ ہوگی یا چوٹی کہ وہ اوڑھنی اوڑھ لے۔

آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لیے

ستر ڈھانپنا بھی شرط ہے۔ اگر دوران نماز بلا عذر ستر کھلایا تو نماز نہیں ہوگی اسی

پر اجماع امت بھی ہے۔

لیکن آیت کریمہ احادیث مبارکہ اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین

کا کہنا ہے کہ بلا ستر ڈھانپنے نماز کے صحیح نہ ہونے کو ہم نہیں مانتے ستر کھلنے سے

کے باوجود نماز ہو جاتی ہے۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں :-

”واما انکم نماز زن اگرچہ تنہا یا با زمان یا با شوہر یا دیگر محارم باشد

بے ستر تمام عورت صحیح نیست پس غیر مسلم ست۔ (بزم الامم ص ۳)
 رہی یہ بات کہ عورت کی نماز اگرچہ وہ تہا ہو یا دوسری عورتوں کے
 ساتھ ہو یا شوہر یا دوسرے محرموں کے ساتھ ہو تو پورے ستر کے
 ڈھانپنے بغیر نماز نہیں ہوتی تو یہ بات ہمیں تسلیم نہیں۔

نواب نورالحسن خاں لکھتے ہیں :-

”وازی بخار دیا فستر باشما کہ ہر کہ چیزی از عورتش در نماز نمایاں
 شد یا در جامہ ناپاک نماز گزارد نمازش صحیح ست۔“ (عون المجاہد ص ۸)
 ہمیں سے کچھ معلوم ہوگا کہ نماز کے ستر کا جو حصہ بھی نماز میں کھل
 جائے یا وہ ناپاک کپڑوں میں نماز پڑوے تو اس کی نماز صحیح ہے۔

ملاحظہ فرمائیے : قرآن و حدیث اور اجماع اُمت سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ
 نماز پڑھنے والے کے لیے ستر ڈھانپنا ضروری ہے۔ اگر بلا عذر ستر کھلے رہا تو نماز نہیں
 ہوگی لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب ہم نہیں مانتے کہ بلا ستر نماز نہیں
 ہوتی۔ ستر ڈھانپنے بغیر بھی نماز ہو جاتی ہے۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

فضیلة الاسفار بالفجر

فجر کی نماز خوب روشنی میں پڑھنا افضل ہے

عن عبد الله بن مسعود قال ما رأيت النبي صلى
 الله عليه وسلم صلى صلاة لفجر ميقاتها
 الا صلواتين تجمع بين المغرب والعشاء (بفتح)
 وصلی الفجر قبل ميقاتها۔ (بخاری ص ۲۳۸)

حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کوئی نماز بھی بے وقت پڑھی ہو سو اس کے
 دو نمازوں یعنی مغرب اور عشاء کے کہ ان کو آپ نے (مزدلفہ) میں کٹھا
 پڑھا اور فجر کو وقت سے پہلے۔

۲۔ عن رافع بن خديج قال سمعت
 رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اسفروا
 بالفجر فانه اعظم للاجر۔ (ترمذی ص ۱۸۷)
 حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ فجر کو خوب روشنی میں پڑھو کیونکہ اس
 میں بہت بڑا ثواب ہے۔

۳۔ عن محمود بن لبید عن رجال من قومه من
 الانصار ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
 قال ما اسفرتم بالصبح فانه اعظم للاجر
 (ن ۵ ص ۱۷۱)

حضرت محمود بن لبید نے اپنی قوم کے کئی انصاریوں سے روایت
 کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنا روشن کر کے
 تم فجر کو اُتاتے ہو زیادہ ثواب ہوگا۔

۴۔ عن بيان قال قلت لانس حدثني بوقت رسول
 الله صلى الله عليه وسلم في الصلوة قال كان
 يصلي الظهر عند دلوك الشمس ويصلي الصبي
 بين صلوتيكم الاولى والصبر وكان يصلي المغرب

۸- عن علی بن ربیعہ قال سمعت علیاً رضی اللہ عنہ یقول لمؤذنہ اسفر اسفر یعنی بصلوۃ الصبح - (مصنف عبد الرزاق ج ۱ ص ۱۷۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۷، حمادی ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت علی بن ربیعہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سنا آپ اپنے مؤذن سے کہہ رہے تھے کہ خوب جالا کہ خوب جالا کر نماز ویہ تھی کہ صبح کی نماز اُجائے میں پڑھو۔

۹- عن جبیر بن نفیر قال صلی بنا معاویۃ الصبح یفلس فقال ابو الدرداء اسفر و ابھذہ الصلوۃ فانہ افتہ لکم انما تری دون ان تخلوا بحوائجکم - (حمادی ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت جبیر بن نفیر فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت معاویہؓ نے فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھائی۔ حضرت ابو الدرداءؓ نے فرمایا اس نماز کو خوب اُجائے میں پڑھو۔ کیونکہ یہ تیار رہنے پر زیادہ سمجھداری کی بات ہے تم چاہتے ہو کہ اپنے کام کاج کے لیے غار ہو جاؤ۔

۱۰- عن مجاہد قال کنت اقدو مولای فیس بن السائب فیقول ادلکت الشمس فاذا قلت نعم صلی الظہر ویقول ہکذا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعل وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الصبح و الشمس بیضاء وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی المغرب والصائم

یتمازی ان یفطر وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الفجر حتی یتغشی النور السماء (رواہ الطبرانی فی المعجم، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۰۵)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے آقا قیس بن سائبؓ کا ہاتھ پکڑ کر بے جا تھا۔ آپ فرماتے سورج ٹوٹ چکا تھا۔ میں کہتا ہاں تو آپ ظہر کی نماز پڑھتے اور فرماتے کہ ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام صبح کی نماز ادا فرماتے تھے اس حال میں کہ سورج بالکل سفید ہوتا اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام مغرب کی نماز ادا فرماتے تھے اس حال میں کہ روزہ دار روزہ افطار کرنے کے متعلق شک میں ہوتا کہ ابھی افطار کرے یا نہ کرے۔

اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام فجر کی نماز ادا فرماتے تھے یہاں تک کہ روشنی آسمان پر چھا جاتی۔

۱۱- عن ابراہیم قال ما اجمع اصحاب محمد علی شیء ما اجمعوا علی التؤنیر بالفجر - (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۷، حمادی ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت ابراہیمؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کو کسی چیز پر اتنا اتفاق رائے نہیں ہے جتنا اتفاق نماز فجر کے روشنی میں پڑھنے پر ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ فجر کی نماز اسفار (خارجہ) میں پڑھنا افضل ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا معمول فجر کی نماز کے اسفار کی میں پڑھنے کا تھا اور آپ نے فجر کی نماز اسفار ہی میں پڑھنے کی تاکید بھی فرمائی ہے اور فجر کی نماز اسفار میں پڑھنے کو بڑے اجر کا باعث بھی بتلایا ہے

آپ نے ایک دفعہ حج کے موقع پر مزدلفہ میں غُلس (اندھیرے) میں نماز پڑھی تو اسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عام معمول کے وقت سے پہلے نماز پڑھنا ذکر فرمایا، اگر آپ کا معمول غُلس میں نماز پڑھنے کا ہوتا تو کبھی بھی حضرت عبداللہ بن مسعود آپ کے مزدلفہ میں غُلس میں نماز پڑھنے کو عام معمول کے وقت سے پہلے نماز پڑھنا نقل فرماتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوہریرہ اور ان کے علاوہ عام صحابہ کرام کا معمول بھی فجر کی نماز اسفار ہی میں پڑھنے کا تھا چنانچہ جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعیؒ کا یہ فرمان کہ صحابہ کرام جس قدر فجر کی نماز کے خوب روشن کر کے پڑھنے پر مشفق تھے اسنا کسی اور پر نہیں تھے اس پر شاہد ہے

لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل، آپ کے تاکیدیں حکم اور عام صحابہ کرام کے معمول کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ فجر کی نماز غُلس (اندھیرے) میں پڑھنا افضل ہے۔

چنانچہ یوش قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

”فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے۔“ (دستور السنۃ ص ۵۵)

غیر متقلدین کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

”آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین ہمیشہ غُلس (اندھیرے) میں فجر کی نماز پڑھتے رہے۔“ (فتاویٰ علما حدیث ص ۱۵۵)

ملاحظہ فرمائیے :- احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فجر کی نماز اجالے میں پڑھتے تھے اور صحابہ کرام کو بھی یہی حکم دیا۔ تبصر کہ فجر کی نماز اسفار میں پڑھو کیونکہ یہ بڑے اجر کا باعث ہے اور صحابہ کرام

آپ کے کہنے کے مطابق ہی عمل بھی کرتے تھے لہذا فجر کی نماز اسفار ہی میں پڑھنا افضل ہونا چاہیے لیکن غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ نہیں صاحب فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا ہی افضل ہے۔

قارئین ذرا سوچئے کیا اللہ کے نبی اور صحابہ کے عمل کے خلاف کسی عمل میں افضلیت ہو سکتی ہے ؟

کیا یہ بات مافی السماوات ہی سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدین ہمیشہ غُلس میں نماز پڑھتے رہے ؟ کیونکہ اگر یہ بات مان لی جائے تو اس کا مطلب تو نفوذ باللہ ہی ہوگا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و عمل میں مطابقت نہیں۔ دوسروں کو حکم تو دیں کہ اجالے میں نماز پڑھو اور خود اندھیرے میں پڑھیں العیاذ باللہ غیر متقلدین کو اس کی کیا پرواہ ہے انہیں تو اپنا خود ساختہ مستحک عزیمت چاہے جو بتا ہے سوہوتا رہے۔ قارئین کرام آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

تأخیر الظہر فی الصیف وتوجیلہا فی الشتاء
ظہر کی نماز گرمیوں میں تاخیر سے اور گرمیوں میں طبعی پڑھنی چاہیے

۱۔ عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا كان الحَرُّ ابد بالصلوٰۃ واذا كان البرد عجل (دستور السنۃ ص ۵۵)
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز گرمیوں میں ٹھنڈے وقت میں پڑھتے تھے اور

سردی میں جلدی پڑھ لیتے تھے۔

۲- عن ابی سعید قتال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابرءوا بالظہر فان شدة الحر من فیح جہنم۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۷)
حضرت ابو سعید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظہر کی نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے بھاپ کی وجہ سے ہوتی ہے۔

۳- عن ابی ذر الغفاری قال کما مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فنادا المودن ان یؤذن للظہر فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابرءو ثم اراد ان یؤذن فقال لہ ابرء حتی رایت فی السلول فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان شدة الحر من فیح جہنم فاذا اشتد الحر فابرءوا بالصلوة۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۷ مسلم ج ۱ ص ۵۷)

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ مؤذن نے ظہر کی اذان دینے کا ارادہ کیا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ٹھنڈا کر۔ مؤذن نے دوبارہ اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے اس سے پھر فرمایا ٹھنڈا کر حتیٰ کہ ہمیں ٹیلوں کا سایہ نظر آئے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا گرمی کی شدت دوزخ کی بھاپ سے ہوتی ہے لہذا جب

گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو۔

مذکورہ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ ظہر کی نماز گرمیوں میں تاخیر سے پڑھنی چاہیے اور سردیوں میں جلدی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی معمول ہے اور اسی کا آپ نے حکم دیا ہے۔

لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس معمول اور حکم کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ نماز ہر حالت میں گرمی سردی کے فرق کے بغیر (اول وقت میں پڑھنی افضل ہے چنانچہ۔

شمار اللہ امر تسری صاحب لکھتے ہیں :-

” نماز ہر حالت میں اول وقت پڑھنی افضل ہے۔“

(قادیانی تفسیر ج ۱ ص ۵۷)

ملاحظہ فرمائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول ہے کہ آپ ظہر کی نماز سردیوں میں جلدی اور گرمیوں میں تاخیر سے پڑھتے ہیں۔ یہی آپ نے دوسروں کو حکم بھی دیا ہے لیکن غیر متقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب نماز اول وقت میں پڑھنی افضل ہے۔ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معمول اور آپ کے حکم کے خلاف پڑھی جانے والی کسی نماز میں افضلیت ہو سکتی ہے؟

قارئین فیصلہ فرمائیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معمول اور آپ کے حکم کے خلاف کوئی عمل اپنانا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

کراہۃ الصلوٰۃ فی الاوقات الثلث تین اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے

۱- عن عقبہ بن عامر الجہنی یقول ثلث ساعات کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینهاہنا ان نصلی فیہن او ان نعتب فیہن موتانا حین تطلع الشمس بازغہ حتی ترتفع و حین یقوم منائم الظہیرۃ حتی تمیل الشمس و حین تضيف الشمس للغروب حتی تغرب - (مسلم جلد اول ص ۲۷۷)

حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں منع فرماتے تھے تین اوقات میں نماز پڑھنے سے بچنا اور روزوں کو فٹانے سے بچنا۔ ایک تو جب سورج طلوع ہو رہا ہو یہاں تک کہ بلند ہو جائے۔ دوسرے جس وقت کہ ٹھیک دوسرے ہو جب تک زوال نہ ہو جائے۔ تیسرے جس وقت سورج ڈوبنے لگے جب تک کہ پورا ڈوب نہ جائے۔

مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ تین اوقات ایسے ہیں جن میں کوئی بھی نماز جائز نہیں نہ فرض نہ واجب، نہ سنت نہ نفل۔ (۱) طلوع آفتاب (۲) زوال آفتاب (۳) غروب آفتاب۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور کبھی نماز اور کسی دن کو اس ممانعت سے ناسی

نہیں کیا۔

لیکن اس صحیح فروع حدیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ تحیۃ المسجد ان تینوں اوقات میں اور مطلق نوافل جمعہ کے دن زوال کے وقت پڑھنے جائز ہیں۔ چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

”ومنها تحیۃ المسجد..... وہی مشرؤۃ فی جمیع الاوقات حتی فی الاوقات المنہی عن الصلوٰۃ فیہا“ الخ (نزل الابراج ص ۱۲)

انہیں میں سے تحیۃ المسجد بھی ہے اور یہ تمام اوقات میں گائیڑ ہے حتیٰ کہ جن اوقات میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اُن میں بھی، مثلاً اللہ امر تیری صاحب لکھتے ہیں:-

”مگر زوال کے وقت جمعہ کے روز نفل وغیرہ پڑھنی جائز ہے۔“ (فتاویٰ ثنائیہ ص ۱۵۷)

ملاحظہ فرمائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو فرماتے ہیں کہ تین اوقات میں کوئی بھی نماز نہ پڑھنا۔ ان اوقات میں نماز جائز نہیں لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب نوافل پڑھ لینے چاہئیں وہ جائز ہیں۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک چیز کو منع کر دینے کے بعد اس کے کرنے کا فتویٰ دینا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

عدم جواز الجمع بین الصلوٰتین بغیر عذر
بلا عذر دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا جائز نہیں

حَفِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ ۖ ۲: ۱۳۸
محافظت کرو سب نمازوں کی اور درمیان والی نماز کی۔

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا ۖ ۴: ۱۳۳
بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقررہ وقتوں میں۔

قَوْلٌ لِلْمُصَلِّينَ ۖ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ
سَاهَوْنَ ۖ ۴: ۱۰۴
پھر فرمایا ہے ان نمازیوں کی جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔

۱۔ عن عبد الله قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم
يصلی الصلوة لوقتها الا بجمع وعرفات۔

(ترمذی ۲۵ ص ۱۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز وقت پر پڑھتے تھے سوائے مزدلفہ اور عرفات کے

۲۔ عن عبد الله قال ما رأيت رسول الله صلى
الله عليه وسلم صلاة الا لميقاتها الا

صلا تين صلوة المغرب والعشاء بجمع وصل
الفجر يومئذ قبل ميقاتها۔ (مسلم ۵ ص ۱۱۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

صلى الله عليه وسلم کو جب دیکھا نماز وقتوں پر پڑھتے دیکھا سوائے
دونمازوں یعنی مغرب و عشاء کے مزدلفہ میں اس دن آپ نے
فجر کی نماز وقت (معتاد) سے پہلے پڑھی۔

۳۔ عن عثمان بن عبد الله بن موهب قال سئل
ابو هريرة رضى الله عنه ما التفريط فى الصلوة

قال ان تؤخر حتى يجيئ وقت الاخرى۔
(طحاوی ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ نماز میں تفريط (تقصیر)
کا کیا مطلب ہے، آپ نے فرمایا کہ نماز کو اس قدر تاخیر سے پڑھے
کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔

۴۔ عن ابی قتادة (فی حدیث طویل) ان رسول الله صلى
الله عليه وسلم قال اما انتہ لیس فی النوم تفريط

انما التفريط على من لم يصل الصلوة حتى يجيئ
وقت الصلوة الاخرى۔ (الحديث۔ (مسلم ۱ ص ۱۱۱)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار غیبت میں کوئی تفريط نہیں ہے، تفريط
اس شخص کی طرف سے ہے جو نماز نہ پڑھے، حتیٰ کہ دوسری نماز
کا وقت آجائے۔

۵۔ عن ابی ذر قال لی رسول الله صلى الله عليه
وسلم كيف انت اذا كانت عليك امراء يؤخرون

الصلوة عن وقتها او يميئون الصلوة عن وقتها

ہتال قلت منما تأمرن قال صل الصلوة لوقتھا
فان ادركتها معهم فصل فانھا لك مافله۔

(مسلم ص ۱۱۱)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا کہ (اے ابوذر) تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جبکہ تمہارے حکمران ایسے ہوں گے جو نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے یا نماز کو مار کے پڑھیں گے۔ حضرت ابوذر فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کہ پھر میرے لیے آپ کا کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا تم نماز کو اس کے وقت پر پڑھ لیں، پھر اگر ان کے ساتھ بھی نماز مل جائے تو پھر پڑھ لیں کہ وہ تمہارے لیے نفل ہو جائیں گے۔

۶۔ عن طاؤس عن ابن عباس قال لا يقوت صلوة

حتى يجيئ وقت الاخرى، (طحاوی ص ۱۱۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز اس وقت (قضا) ہوتی ہے، جب دوسری نماز کا وقت آجائے۔

۷۔ عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم

قال من جمع بين الصلوتين من غير عذر

فقد اتى بابا من الكبائر۔ (ترمذی ص ۱۱۱، مستدرک حاکم ص ۱۱۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے فرمایا جس نے بغیر کسی عذر کے دو نمازوں کو اکٹھا کر کے

پڑھا وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے میں

داخل ہوا۔

۸۔ قال محمد بلغنا عن عمر بن الخطاب انه
كتب في الاتفاق بينها هم ان يجمعوا بين الصلوتين
ويخيرهم ان يجمع بين الصلوتين في وقت
واحد كبيرة من الكبائر۔ (ترمذی امام محمد ص ۱۱۱)

حضرت امام محمد فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت عمر بن خطاب کے متعلق یہ روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے تمام اطراف میں یہ لکھ بھیجا تھا کہ لوگ دو نمازیں اکٹھی کر کے نہ پڑھیں اور انہیں اطلاع دی تھی کہ ایک وقت میں اکٹھی دو نمازیں پڑھنا گناہ کبیرہ ہے۔

۹۔ عن ابی موسیٰ انه قال الجمع بين الصلوتين

من عین عذر من الكبائر۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۱۱)

حضرت ابی موسیٰ ثمالی (اشعری) فرماتے ہیں کہ بغیر عذر کے دو نمازوں کو اکٹھے پڑھنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

۱۰۔ عن ابی قتادة العدوي ان عمر كتب الى عامل

له، ثلث من الكبائر الجمع بين الصلوتين الا

من عذر والفرار من الزحف، والنهبي۔

(بیہقی ص ۲۳، مستدرک حاکم ص ۱۱۱)

حضرت ابوقتادہ عدوی سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے ایک عامل کو لکھا کہ تین چیزیں کبیرہ گناہوں میں سے ہیں۔ بغیر عذر کے دو نمازوں کو اکٹھا پڑھنا، لڑائی سے بھاگنا اور ٹوٹنا۔

۱۱۔ عن قتادة عن ابی العالیة ان عمر كتب الى

ابی موسیٰ، واعلم ان جمعا بين الصلوتين

من الکبائر الا من عذر۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۵۵۸)
حضرت ابو العالیسہ الریاضیؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت
ابو موسیٰ اشعریؒ کو لکھا کہ جان لیجئے کہ بغیر عذر کے دو نمازوں کو اکٹھا پڑھنا
کیسے گناہوں میں سے ہے۔

۱۲۔ عن ابی بن عبد اللہ قال جاء ناکتاب عمر بن
عبد العزیز لا تجمعوا بین الصلوتین الا من عذر،
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۵۸)

حضرت ابی بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا
خط پہنچا (جس میں یہ تھا) کہ دو نمازوں کو بغیر عذر کے اکٹھے نہ پڑھو۔

آیات کریمہ اور احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ حج کے موقع پر مزدلفہ
اور عرفات کے علاوہ بغیر کسی عذر شرعی کے دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا جائز نہیں
کیونکہ آیات کریمہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ نمازوں کے اوقات مقرر ہیں، انکی مخالفت
واجب ہے اور ان کی خلاف ورزی باعث عذاب ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
خود ہمیشہ نماز اپنے وقت پر پڑھا کرتے تھے اور صحابہ کرام کو بھی اسی کی تاکید فرماتے
تھے، آپؐ نے بغیر کسی عذر شرعی کے دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنے کو گناہ کبیرہ
قرار دیا۔ یہی صحابہ کرام کا موقف تھا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنی مملکت کے اہل ان
و اکفان میں بکھیر دیا تھا کہ دو نمازوں کو اکٹھا کر کے نہ پڑھا جائے، دو نمازوں کو
اکٹھا کر کے پڑھنا گناہ کبیرہ ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؒ اور حضرت عمر بن
عبد العزیزؓ کا کہنا بھی یہی تھا کہ دو نمازوں کو بغیر کسی عذر شرعی کے اکٹھا کر کے پڑھنا
گناہ کبیرہ ہے۔

لیکن آیات کریمہ اور احادیث و آثار کے خلاف غیر متقدمین کا کہنا ہے کہ

جمع بین الصلوتین، دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا، حقیقتاً جمع کر کے پڑھا جانے
یا صورتہ جمع کر کے پڑھا جائے۔ بہر دو صورت جائز ہے چاہے کوئی عذر ہو یا نہ ہو
عذر بھی عام ہے، دینی ہو یا دنیاوی۔
چنانچہ کتب و حید الزماں لکھتے ہیں۔

”و یجوز الجمع بین صلوق الظہر والعصر
وکذا بین المغرب والعشاء جمع تقدیم او
تاخیر بسفر او عذر او مرض او حاجة من
حوائج الدنیا والآخرة“ (نزل الباری ج ۱ ص ۵۵)

نہر وعصر اور مغرب وعشاء کی نمازوں کو اکٹھے کر کے پڑھنا جائز ہے
خواہ جمع تقدیم ہو یا تاخیر سفر میں، یا عذر کی وجہ سے یا بیماری کی وجہ
سے، یا دینی و دنیوی کاموں میں کسی کام کی وجہ سے۔
مزید لکھتے ہیں۔

”الجمع بین الصلوتین من غیر عذر ولا سفر ولا
مطرح جائز عند اهل الحديث، والتفریق افضل
واشترط بعضهم ان لا یتخذوه عادة ورواه
الاسامیة فی کتبهم عن العترة الطاهرة“
(ہدیۃ المہدی ج ۱ ص ۵۷)

اہل حدیث کے نزدیک بغیر کسی عذر بغیر کسی سفر اور بغیر بارش کے
بھی دو نمازوں کو اکٹھے پڑھنا جائز ہے، تفریق افضل ہے، بعضوں نے
یہ مسئلہ طائفی ہے کہ لوگ اسے عادت نہ بنالیں اور جمع بین الصلوتین
کو امامیہ نے اپنی کتابوں میں آل پاک سے روایت کیا ہے۔

فٹ بال کھیلنے کیلئے جمع بین الصلوٰتین

قارئین کرام غیر مقلدین کے یہاں جمع بین الصلوٰتین کے لیے کسی مذکر کی ضرورت تو دور رہی کھیل کود اور دنیاوی نوکری کی وجہ سے بھی جمع بین الصلوٰتین جائز ہے ذیل میں شہداء اللہ امرتسری صاحب کے دو فتوے ذکر کیے جاتے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔
سوال : — فی زمانہ کثرت سے رواج ہے کہ مسل حصول انعام کے لیے مثلاً کپ شلڈ فٹ بال کھیل کر تے ہیں اور کھیلنے کے باعث عصر و مغرب کی نماز ترک کر دیتے ہیں، پر قضاء نماز پڑھ لیتے ہیں کیا یہ جائز ہے۔

(محمد مصطفیٰ)

جواب :- نماز قضا کر کے پڑھنا بلا وجہ اچھا نہیں ہے کھیلنے والوں کو چاہیئے کہ پہلے افسروں سے تصدیق کر لیں، کہ نماز کے وقت کھیل کود کو چھوڑ دیں گے وہ اگر نہ مانیں تو ظہر کے ساتھ عصر ملا لیں، یا عصر کے ساتھ ظہر ملا کر بھی پڑھ لیں۔
(فتاویٰ ثنائیہ، ص ۳۱۸)

نوکری کے لیے جمع بین الصلوٰتین

سوال :- مجھے نوکری کے باعث ظہر کے وقت ہمیشہ کی فرصت رہتی ہے اور عصر میں فرصت نہیں ملتی۔ کیا ظہر کے ساتھ عصر ملا کر پڑھنے کی اجازت ہے

(محمد عبدالمحفوظ)

جواب :- واقعی اگر وقت عصر نہیں ملتا تب ظہر کے ساتھ عصر جمع کر لیا کریں۔

(فتاویٰ ثنائیہ، ص ۳۱۸)

ملاحظہ فرمائیے :- یہ سب غیر مقلدین کا قرآن و حدیث پر عمل، قرآن کہہ رہا

ہے کہ نماز کا ایک وقت مقرر ہے، نماز کی محافظت ضروری ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بہ نماز اپنے وقت پر پڑھتے تھے، اسی کی صحابہ کرام کو تاکید فرماتے تھے۔ اور بلا عذر دو نمازوں کے اکٹھا پڑھنے کو آپ گناہ کبیرہ قرار دے رہے ہیں، اسی پر صحابہ کرام کا عمل ہے۔

لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب، جمع بین الصلوٰتین بالکل جائز ہے۔ عذر وغیرہ کی قید کی بھی ضرورت نہیں۔ عذر ہوا نہ ہو، حتیٰ کہ اگر کھیل کود اور دنیاوی نوکری کی مصروفیت ہو تب بھی جائز ہے۔
قارئین کرام فیصلہ فرمائیے کہ یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

تثنیۃ الاقامۃ

اقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہے جائیں،

۱۔ من عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ قال حدثنا اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ان عبد الله بن زيد الانصاري جاء الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله رأيت في المنام كأن رجلا قام و عليه بردان اخضران على جذمة حائط فاذن مشئاً و اقام مشئاً و قعد قعدة قال فسمع ذلك بلال فقام فاذن مشئاً و اقام مشئاً و قعد قعدة
(مصنف ابن أبي شيبة، ص ۳۱۸)

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے بیان کیا کہ عبداللہ بن زید الانصاری رضی اللہ عنہ

المغیرک پڑھتے۔

۶۔ عن عبد الجبار بن واصل عن ابيہ انہ البصی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین قام الی الصلوۃ رفع یدیه حتی کانتا بحیال متکبیر وحاذی بابہامہ اذ نبی شم کبر، (ابوداؤد ۱ ص ۱۸)

حضرت دائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی علیہ السلام کو دیکھا کہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے دونوں ہاتھ منڈھوں تک اٹھائے اور انگوٹھے کانوں کے برابر کئے پھر اللہ اکبر کہا۔

۷۔ عن عبد الجبار بن واصل عن ابيہ انہ رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیه حتی تکاد ابہامہا تحاذی شحمتہ اذ نبی، (نسائی ۱ ص ۱۸)

حضرت دائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے نبی علیہ السلام کو دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی تو آپ نے دونوں ہاتھ اس قدر اٹھائے کہ دونوں انگوٹھے کانوں کی نوک کے برابر ہو گئے۔

۸۔ عن واصل بن حجر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا واصل بن حجر اذا صلیت فاجعل یدیک حذاء اذنیک والمرأۃ تجعل یدہا حذاء ثدیہا، (مسلم طرانی کبیر ۲۲ ص ۱۸)

حضرت دائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اسے دائل بن حجر جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ، اور عورت اپنے دونوں ہاتھ پتلون تک اٹھائے۔

۹۔ عن واصل بن حجر انہ رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیه حین دخل فی الصلوۃ کبیر وصکت ہما ثم حیال اذ نبی، الحدیث، (مسلم ۱ ص ۱۸)

حضرت دائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ نے نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہا، (حدیث کے راوی ہمام کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھائے تو کانوں تک اٹھائے۔

۱۰۔ عن مالک بن الحویرث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا کبیر رفع یدیه حتی یحاذی بہما اذ نبی، وفي رواية عنہ حتی یحاذی بہما فروع اذ نبی، (مسلم ۱ ص ۱۸)

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے انہی سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کانوں کے اوپر کے حصے تک ہاتھ اٹھاتے۔

مذکورہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ مردوں کے لیے تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کانوں تک اٹھانا مسنون ہے کیونکہ اول تو حضور علیہ الصلوۃ

والسلام کا عام معمول مبارک یہی تھا۔ دوسرے آپ نے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانے کا حکم بھی دیا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۵ سے واضح ہے۔ تیسرے اس طرز کانوں تک ہاتھ اٹھانے سے اس باب میں وارد مقام احادیث پر عمل ہوتا ہے، چنانچہ علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں :-

”وذكر الطيبي ان الشافعي حين دخل مصر سئل عن كيفية رفع اليدين عند التكبير فمات له رفع المصلي يديه بحيث يكون كفاه حذاء منكبه وابهاماه حذاء شحمتي اذنيه واطراف اصابعه حذاء فروع اذنيه لانه جاء في رواية يرفع اليدين الى المنكبين وفي رواية الى الاذنين وفي رواية الى الفروع الاذنين فعمل الشافعي بما ذكرنا في رفع اليدين جمعا بين الروايات الثلاثة“

(مرقاۃ المفاتیح ج ۲ ص ۵۵۸)

علامہ طیبیؒ نے ذکر کیا ہے کہ جس وقت امام شافعیؒ مصر تشریف لائے تو آپ سے سوال ہوا کہ تکبیر تحریر کیے وقت ہاتھ کس اٹھائے جائیں؟ آپ نے فرمایا کہ نمازی اپنے دونوں ہاتھ اس طرح سے اٹھائے کہ اس کی دونوں پھیلیاں تو کندھوں کے برابر ہو جائیں اور انگوٹھے کانوں کی نوک کے برابر ہو جائیں اور انگلیوں کے پوروے کانوں کے اوپر کے حصے کے برابر ہو جائیں۔ کیونکہ ایک روایت میں کندھوں تک اٹھانے کا ذکر ہے، دوسری میں کانوں تک اور تیسری میں کانوں کے اوپر کے حصے تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے۔ پس امام شافعیؒ نے تینوں روایات پر عمل کرنے کے لیے تکبیر تحریر کیے وقت

رہن میں ہمارے مذکورہ طریقہ کے مطابق عمل کیا۔

لیکن مذکورہ تمام احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ ہاتھ کندھوں تک اٹھانے چاہئیں۔

چنانچہ خالکرجی کا بھی صاحب لکھتے ہیں :-

”اس کے بعد الشاکر کہہ کر دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھائیے۔“

(صلاة النبى ص ۱۵۸)

امام خان نوشہری لکھتے ہیں :-

”تکبیر کے وقت دونوں ہاتھ کندھوں تک یا ذرا اوپر اٹھانا“

(الجمہریہ کے دس نسخے ص ۱۵۸)

ملاحظہ فرمائیے : احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ تکبیر تحریر کیے وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانے چاہئیں۔ لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ کندھوں تک اٹھانے چاہئیں۔ اور عملاً وہ نہ تو تکبیر ہی اٹھاتے ہیں۔ تاریخین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

السنة في الصلوة وضع اليدين تحت السرة
نمازیں دونوں ہاتھ، ناف کے نیچے باندھنا مستحب

۱۔ اخبرنا حجاج بن حسان قال سمعت ابا محرز او سألته قال قلت كيف يضع قال يضع باطن كف يمينه على ظاهر كف شماله ويجعلهما أسفل من السرة، (مصنف ابن أبي شيبة ج ۱ ص ۳۹۱)

حجاج بن حسان فرماتے ہیں کہ میں نے ابو حرز سے سنا، یا ان سے

پوچھا کہ نمازیں مآتھ کیوں کر باندھے جائیں؟ انہوں نے فرمایا کہ دین
مآتھ کی تسبیح کے اندر کے حصہ کو بائیں ہاتھ کی تسبیح کے اوپر کے حصہ
پر رکھے اور دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے۔

۲۔ عن ابراہیم قال یضع یمینہ علی شمالہ فی
الصلوۃ تحت السرة، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۹۸)
حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ نمازیں دایاں ہاتھ بائیں
ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔

۳۔ عن ابراہیم النخعی انہ کان یضع یدہ الیمینی
علی یدہ اليسری تحت السرة۔ (کنز الدقائق ج ۱ ص ۲۹۸)
حضرت ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ وہ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر
ناف کے نیچے رکھتے تھے۔

۴۔ عن علفمة بن واسل بن حجر عن ابیہ قال
رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ
علی شمالہ فی الصلوۃ تحت السرة

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۹۸)

حضرت علفمة بن واسل اپنے والد واسل بن حجر سے روایت کرتے
ہیں۔ انہوں نے فرمایا میں نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھا کہ
آپ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔

۵۔ عن ابی جحیفۃ ان علیا قال من السنة وضع الکف
علی الکف فی الصلوۃ تحت السرة،

(ابوداؤد نسختہ ابن الاعرابی ص ۲۸۸، بیہقی ج ۲ ص ۱۰۱)

حضرت ابو جحیفہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے
فرمایا نماز میں تسبیح پر تسبیح ناف کے نیچے رکھنا سنوں۔

۶۔ عن ابی واسل قال قال ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ اخذ
الکف علی الکف فی الصلوۃ تحت السرة۔

(ابوداؤد نسختہ ابن الاعرابی ص ۲۸۸، بیہقی ج ۲ ص ۱۰۱)

حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
عنہ فرمایا کہ نماز میں تسبیحوں کو تسبیحوں پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

۷۔ عن علی ————— قال ثلث من اخلاق
الانبياء لتعجيل الا فطار و تاخير السحور

و وضع الکف تحت السرة فی الصلوۃ

(منتخب کنز العمال ج ۶ ص ۲۸۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں انبیاء علیہم الصلوۃ
والسلام کے اخلاق میں سے ہیں۔ (۱) افطار جلدی کرنا۔ (۲) سحری
دیر سے کرنا۔ (۳) تسبیح کو تسبیح پر ناف کے نیچے رکھنا۔

۸۔ عن انس ————— قال ثلث من اخلاق النبوة
لتعجيل الا فطار و تاخير السحور و وضع الیما الیمین
علی الیسری فی الصلوۃ تحت السرة۔

(ابن ابی عمیر ص ۲۸۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں نبوت کے اخلاق
میں سے ہیں۔ (۱) افطار جلدی کرنا۔ (۲) سحری دیر سے کرنا۔ (۳)

ابوداؤد ان نماز میں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔
۹۔ قولنا لکم: قال حدثنا ابو الولید السیاطی قال حدثنا حماد بن

سلیط عن عاصم الجحدری عن عقبہ بن صلیب سمع
علیا یقول فی قول اللہ عز وجل " فصل لربک و اغض
قال وضع الیمین علی الیسری تحت السرة،

(التہذیب ج ۱ ص ۲۸۸)

حضرت عقبہ بن صلیب فرماتے ہیں کہ انوں سے سنت علی رضی اللہ عنہ سے کہ
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا کہ فصل لربک و اغض قال وضع الیمین
علی الیسری تحت السرة، اس سے مراد یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھئے۔

قال ابن المنذر — "وبه قال سفیان الثوری واسحق
وقال اسحق: تحقت السرة اقوى فی الحدیث واقرب الی المواضع"
(الاوسط ۳ ص ۹)

علامہ ابن المنذر (م: ۳۱۸ھ) فرماتے ہیں کہ سفیان ثوری اور اسحق بن
راہویہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ اسحق بن راہویہ کا کتابت کثافت کے نیچے
ہاتھ باندھنا حدیث کی رو سے انتہائی قوی اور قاضی کے انتہائی قریب ہے۔
قتال ابن قدامتہ العنقی؛

"وروی ذالث عن علی والجب ہريرة والجب مجلز
والنخعي والثوری واسحق لما روی عن علی انه قال
من السنة وضع الیسمن علی الشمال تحت السرة
رواه الامام احمد وابوداؤد وهذا ینصرف الی
سنة النبی صلی اللہ علیہ وسلم" (المنہج ص ۱۷۷)

ابن قدامہ ضعیف فرماتے ہیں۔
کثافت کے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایت حضرت علیؓ، حضرت ابوہریرہؓ،
حضرت ابوہریرہؓ، امیر اکرم نخعیؓ، سفیان ثوریؓ اور اسحق بن راہویہؓ سے
مروی ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سنت میں سے
ہے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا کثافت کے نیچے، روایت کیا
اس حدیث کو امام احمد بن حنبلؓ اور ابوداؤدؓ نے، اور سنت سے
مراونہی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ دورانِ نماز ہاتھوں کو کثافت کے
نیچے باندھنا سنون ہے، کیونکہ حضرت اہل ثنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کو کثافت کے نیچے ہی ہاتھ باندھے ہوئے دیکھا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ
کثافت کے نیچے ہی ہاتھ باندھنے کو سنت قرار دے رہے ہیں۔ حضرت انس
رضی اللہ عنہ کثافت کے نیچے ہاتھ باندھنے کو اخلاقِ نبوت میں سے شمار کرتے
ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور جلیل القدر تابعین حضرت ابوہریرہؓ اور

حضرت امیر اکرم نخعیؓ اسی پر فتویٰ دے رہے ہیں، حضرت سفیان ثوریؓ اور
اسحق بن راہویہؓ اور ان جیسے دیگر بہت سے اکابر اسی کو اپنا سنتے ہیں۔
حدیث اسحق بن راہویہؓ اسی کو حدیث کی رو سے انتہائی قوی اور قاضی کے انتہائی
قریب بتاتے ہیں۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہاتھ سینے
پر باندھے جائیں اور کثافت کے نیچے ہاتھ باندھنا نامناسب ہے اور کثافت کے
نیچے ہاتھ باندھنے کی دلیل بھی کوئی نہیں ہے۔

چنانچہ پونس و پوری صاحب لکھتے ہیں :-
"دائیں ہاتھ کی پھیل جائیں ہاتھ کے پیر نیچے پر رکھ کر سینہ پر ہاتھ
باندھے۔" (دستورالفتح ص ۷۷)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :-

"و یضع الیسمن علی الیسری ثم یضعهما
علی صدودہ وهو المختار۔" (نزل الابارہ ص ۷۷)
اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے پھر دونوں کو سینہ پر رکھے یہی
مختار مذکور ہے۔
مولوی خالد گرجا لکھتے ہیں :-

"مذکورہ طریقہ کے مطابق سینہ پر ہاتھ باندھنا یہی صحیح احادیث سے
ثابت ہوتا ہے۔ نیز کثافت ہاتھ باندھنا ویسے ہی نامناسب معلوم
ہوتا ہے، نیز ذی کثافت ہاتھ باندھنے کی دلیل بھی کوئی نہیں۔"

(صلوٰۃ النبی ص ۷۷)

حکیم فیض المالم صاحب اس عمل پر استہزاء کرتے ہوئے یوں گوبر افشاں کرتے
ہیں :-

"یہاں ایک لطیفہ یاد آیا ہے کہ خلفاء بنی عباس میں سے ہارون کا
ایک نماز میں آثار میں مکمل کیا اور اس نے سینے سے ہاتھ نیچے کر کے
آزار بند سنبھال لیا، نماز سے فراغت کے بعد مقتدیوں نے حیرانی

سے ہارون الرشید کے اس فعل کو دیکھا، قاضی ابویوسف صاحب
نے فتویٰ دیا کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا بھی صحیح ہے۔

(اختلاف نامت کا المیہ ص ۷)

ملاحظہ فرمائیے:- جو عمل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول ہے جسے
حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت قرار دے رہے ہیں
جسے حضرت انس رضی اللہ عنہ اطلاق نبوت میں سے شمار کر رہے ہیں جس پر
صحابہ و تابعین اور اکثر ائمہ کا عمل ہے وہ تو غیر مقلدین کے یہاں نامناسب عمل
ہے، اس کی انہیں کوئی دلیل بھی نہیں ملتی اور اس کا مذاق اڑانے سے بھی نہیں
چوکتے اور جو عمل (سینہ پر ہاتھ باندھنا) صحاح ستہ وغیرہ کی احادیث میں کسی بھی صحیح
حدیث ثابت نہیں جس پر لاکھ ارادیں رکھے کسی کا بھی عمل نہیں اور جو اجماع امت کے
خلاف ہے وہ ان کے یہاں منون و مختار ہے۔

یاد رہے کہ ائمہ اربعہ (حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت
امام شافعیؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ) میں سے کوئی امام بھی سینہ پر ہاتھ
باندھنے کا قائل نہیں۔ کیونکہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور مشہور روایت کے مطابق
امام احمد بن حنبلؒ اور ایک روایت کے مطابق امام شافعیؒ تینوں ناف کے نیچے
ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔ امام مالکؒ مشہور روایت کے مطابق ارسال (ہاتھ
پھوڑنے) اور امام شافعیؒ ایک دوسری روایت کے مطابق ناف کے اوپر
سینہ کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔

محمد بن عبد الرحمن الشافعی رقمطراز ہیں:-

”واجبوا علیہ انہ یسّی وضع الیمین علی الشمال
فی الصلوٰۃ الا ان یروایۃ عن مالک وہی المشہور“

انہ یرسل یدیه ارسلا وقال الا وزاعی
التخییر واختلفوا فی محل وضع الیدین فمتال
ابو حنیفۃ تحت السرة وقال مالک والشافعی
تحت صدره وفوق سرته وعن احمد روايتان
اشهرهما وهی التي اختارها الخرق کذهب
ابی حنیفۃ۔
(مجموع الامتہ فی اختلاف ائمہ ص ۷)

فقہاء کرام نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ دوران نماز و انہیں ہاتھ
کو بائیں ہاتھ پر رکھنا سنون ہے الا یہ کہ امام مالکؒ سے ایک
روایت میں جو کہ مشہور روایت ہے یہ ہے کہ نمازی ارسال کرے گا
امام اور اعمیٰ فرماتے ہیں کہ نماز کا اختیار ہے (باندھے یا نہ باندھے)
البتہ ہاتھ رکھنے کی جگہ کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام
ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں۔ ناف کے نیچے باندھے، امام مالکؒ اور
امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ سینہ کے نیچے ناف کے اوپر باندھے
جائیں۔ امام احمدؒ سے دو روایتیں ہیں مشہور روایت جسے امام فرقی
نے بھی اپنا ہے، امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے مطابق ہے (یعنی
ناف کے نیچے باندھنا)

یہی وجہ ہے کہ امام ترمذیؒ نے بھی جو عام طور پر ترمذی شریف میں فقہاء کے
مساک بھی ذکر کرتے ہیں۔ ہاتھ باندھنے کے متعلق صرف دو مسلک ذکر کئے ہیں
ایک ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا دوسرا ناف کے اوپر۔

چنانچہ وہ فرماتے ہیں:-

”وَأَدْرَأَى بَعْضُهُمْ أَنَّ بَيْنَهُمَا حُقُوقَ السُّبْرَةِ وَأَدْرَأَى بَعْضُهُمْ

ان يضعهما تحت السرة وكل ذلك واسع عندهم“
(تمذیۃ ۱ ص ۵۸)

بعض اہل علم کی رائے ہے کہ دونوں ہاتھ ناف سے اوپر رکھے اور بعض کی رائے ہے کہ ناف کے نیچے رکھے اور محدثین کے نزدیک یہ سب جائز ہے۔

علامہ ابن قیم جنائنی کی تحقیق
علامہ ابن قیم جنائنی شاکر در شیعہ علامہ ابن تیمیہ کی تحقیق بھی ملاحظہ فرماتے ہیں وہ لکھتے ہیں :-

“واختلفت في موضع الوضع فوضع فوق السرة وعنه تحتها وعنه ابوطالب سالت احمد ابن ينع يده اذا كان يفضي قال على السرة او اسفل وكل ذلك واسع عنده ان وضع فوق السرة او عليها او تحتها، على رضى الله عنه من السنة في الصلاة وضع الذكف على الذكف تحت السرة عمرو بن مالك عن ابي الجوزاء عن ابن عباس مثل تفسير على الا انه غير صحيح والصحيح حديث على قال في رواية المزني اسفل السرة بتليل ويكره ان يجعلها على الصدر وذلك لما روى عن النبي صلى الله عليه وسلم انه نهى عن التكفير وهو وضع اليد على الصدر“
(برائع النوائد ج ۳ ص ۵۸)

دوران نماز ہاتھ باندھنے کی کچھ بھی اختلاف ہے۔ امام احمد سے ایک استناف کے اوپر باندھنے کی ہے۔ ایک ناف کے نیچے باندھنے

کی ہے۔ ایک استناف روایت آپ سے وہ ہے جو ابوطالب نے ذکر کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے پوچھا کہ نماز میں ہاتھ پڑھتے ہوئے ہاتھ کہاں رکھے۔ آپ نے فرمایا ”ناف کے اوپر یا نیچے رکھے“ اور آپ کے نزدیک سب جائز ہے چاہے ناف سے اوپر رکھے، چاہے ناف پر رکھے اور چاہے ناف سے نیچے رکھے۔ حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ تھیلیوں پر تھیلیوں کو ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے عروبن مالک نے بروایت ابوالجوزاء حضرت ابن عباسؓ سے حضرت علیؑ کی تفسیر کے مانند روایت کیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے، صحیح حضرت علیؑ کی حدیث ہے۔ امام حرانیؒ کی روایت کے مطابق امام احمدؒ کا یہ فرمان ہے کہ ناف سے تھوڑا نیچے باندھو، اور سینہ پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے اس لیے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپؐ نے تکفیر سے منع فرمایا ہے اور تکفیر سینہ پر ہاتھ رکھنے کو کہتے ہیں۔

قارئین کرام : غیر متدین حضرات جب کوئی عمل اختیار کرتے ہیں تو چاہتے ہیں وہ غلط نہ ہو بلکہ صحیح ہو، اسے ثابت کرنے کے لیے دروغ گوئی سے بھی گریز نہیں کرتے چنانچہ مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب کا کہنا ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیثیں بخاری و مسلم میں موجود ہیں۔ وہ لکھتے ہیں :-

”سینہ پر ہاتھ باندھنے اور رفع یدین کر کے کی روایات بخاری و مسلم اور ان کی شروح میں بکثرت ہیں۔“
(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۲۴۳)

اگر کوئی غیر متدین سمجھ کر سکے تو ہمیں بخاری و مسلم سے سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایات تو ذکر کرنا صرف ایک روایت ہی دکھا دے، لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ کوئی غیر متدین بھی قیامت تک بخاری و مسلم سے یہ نہیں دکھا سکتا۔

ایک بھوٹ مولوی یوسف جے پوری کا ملاحظہ فرمائیے وہ لکھتے ہیں :-
 "ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق اکثر محدثین ضعیف ہے ۔ ہدایہ ۱۵۱ ص ۳۵۰ - ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث مرفوع نہیں ۔ وہ قول حضرت علیؓ سے ہے اور ضعیف مشرق (قبایہ) ص ۹۲ ، حضرت مرزا مظہر جان جاناں مجددی حنفی سید پر ہاتھ باندھنے کی حدیث کو بسبب قوی ہونے کے ترجیح دیتے تھے اور خود سنیہ پر ہاتھ باندھتے تھے ۔ (مقدمہ ہدایہ ۱ ص ۱۱۱ و ص ۱۱۲) ، (حقیقت الفقہ ۱۹۳)۔

بعینہ یہی بھوٹ فیض عالم صدیقی صاحب نے بولایے ملاحظہ ہوا اختلاف امت کا المیہ ص ۹۶ - اسی بھوٹ کا اعادہ خالد گرجا کی صاحب نے کیا ہے ملاحظہ ہو صلاۃ النبی ص ۱۵۱ -

قاریین کرام - ہم نے ان حوالوں کی تلاش میں شرح وقایہ، ہدایہ، مقدمہ ہدایہ ساری کی ساری پیمان ماریں لیکن یہ حوالے ہمیں نہ مل سکے۔ اس لیے ہم ان حوالوں کو بھوٹا سمجھنے پر مجبور ہیں۔ اور ان حوالوں کا بھوٹا ہونا اس ایک بات سے ہی واضح ہو جاتا ہے کہ ان حوالہ دینے والوں نے حضرت مرزا مظہر جان جاناں کا حوالہ مقدمہ ہدایہ میں دیا ہے۔

حالانکہ صاحب ہدایہ کی وفات ۱۱۹۳ھ میں ہوئی ہے اور حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کی وفات ۱۱۹۵ھ میں ہوئی۔ اس لحاظ سے صاحب ہدایہ اور حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے زمانہ میں پانچ سو سال کا فرق ہوا۔ سوال یہ ہے کہ پانچ سو سال بعد کے بزرگ کا ذکر مقدمہ ہدایہ میں کیسے آگیا ؟ یوسف جے پوری اور فیض عالم صدیقی اس دنیا سے جا چکے وہ واللہ

کے حضور جواب دہ ہوں گے تاہم خالد ۔ گرجا کی ابھی حیات ہیں ان سے ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ مذکورہ اصل کتابوں سے یہ حوالے ثابت کر کے دکھائیں نہ معلوم وہ ثابت کرتے ہیں یا نہیں۔ اس لیے ہم تمام غیر مقلدین حضرات سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ مذکورہ اصل کتابوں سے یہ حوالے نکال کر دکھائیں لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ کوئی بھی غیر مقلد قیامت تک یہ حوالے اصل کتابوں سے ثابت نہیں کر سکتا۔

ب۔ خنجر اٹھے گا نہ توار ان سے
 یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

سنیۃ الثناء بعد التکبیر تجلیہ تحریر کے بعد سبحانک اللہم پڑھنا منون ہے

۱۔ عن انس رضی اللہ عنہ، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اذا کبر رفع یدیه حتی یحاذی اذنیہ یقول سبحانک اللہم و یحمدک و تبارک اسمک و تعالیٰ جددک ولا الذخیر لک (اداء الطلوع فی الاوسط و طائرہ ثنوں، مجمع الزوائد ص ۲۷۱) حضرت انسؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ جب تجلیہ تحریر کہتے تھے تو دونوں ہاتھ کالوں تک لے جاتے اور پڑھتے۔ سبحانک اللہم و یحمدک و تبارک اسمک و تعالیٰ جددک ولا الذخیر لک۔

۲۔ عن حمید الطویل عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال کان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا استفتح الصلوة
قال سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك
وتعالى جدك ولا اله غيرك

(كتاب الرعا بطريق ۲ مکتبہ دارہ حمید، آثار السنن ص ۱۱۱)

حضرت حمید طویل حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں آپ نے
فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو کہتے
سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ
جدک ولا اله غیرک۔

۳۔ عن ابی سعید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا
افتتح الصلوة قال سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک
اسمک وتعالیٰ جدک ولا اله غیرک (نسائی اصل)
حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ
جب نماز شروع فرماتے تو یہ پڑھتے۔ سبحانک اللهم
وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا اله غیرک
۴۔ عن ابی سعید قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا افتتح الصلوة قال سبحانک اللهم وبحمدک
وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا اله غیرک (نسائی اصل)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم جب نماز شروع فرماتے تو یہ پڑھتے۔ سبحانک اللهم
وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا اله غیرک

۵۔ عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم اذا استفتح الصلوة قال سبحانک
اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک
ولا اله غیرک۔ (مسندک حاکم ص ۱۲۳ - ابوداؤد ص ۱۱۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جب نماز شروع فرماتے تو کہتے۔ سبحانک اللهم وبحمدک
وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا اله غیرک۔

۶۔ عن عبد اللہ بن مسعود قال کان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم یعلما اذا استفتحنا الصلوة ان
نقول سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک
وتعالیٰ جدک ولا اله غیرک وکان عمر بن
الخطاب یعلما ویقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یقولہ، (معجم الزوائد ص ۲ ص ۱۰۷)

حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ہمیں سکھلاتے تھے کہ جب ہم نماز شروع کریں تو کہیں سبحانک
اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک
ولا اله غیرک، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ہمیں
یہ سکھلاتے تھے اور فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یہی کہتے تھے۔

۷۔ عن ابن جریج قال حدثني عن اصدق عن
ابی بکر وعمر وعثمان و عن ابن مسعود رضی
الله عنهم انهم كانوا اذا استفتحوا قالوا سبحانك
اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى
جدك ولا اله غيرك قبل المراءة

(مجمع الزوائد ۲ ص ۱۷۱)

ابن جریرؒ کہتے ہیں کہ مجھے ایک ایسے شخص نے بیان کیا جسکی میں
تصدیق کرتا ہوں، حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے بارے میں کہ یہ اصحاب
جب نماز شروع کرتے تو کہتے - سبحانک اللہم وبحمدک
وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا اله غیرک
قرأت شروع کرنے سے پہلے۔

۸۔ عن عمر رضی اللہ عنہ، انه كان اذا كبر للصلاة
قال سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك
وتعالیٰ جدك ولا اله غيرك (داقنچہ ۱ ص ۱۶۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ جب نماز کے لیے
تکبیر تحریمہ کہہ لیتے تو کہتے سبحانک اللہم وبحمدک
وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا اله غیرک۔

۹۔ عن عیبة وهو ابن ابی لبابة عن ابن عمر بن
الخطاب كان يجهر بهؤلاء الكلمات يقول
سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك

وتعالیٰ جدك ولا اله غيرك - (مسلم ۱ ص ۱۷۱)
حضرت عبد بن ابی لبابة سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب
یہ کلمات اونچی آواز سے پڑھتے تھے۔ سبحانک اللہم
وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک
ولا اله غیرک۔

۱۰۔ عن ابی وائل قال كان عثمان اذا افتتح
الصلاة يقول سبحانك اللهم وبحمدك
وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولا اله غيرك
(داقنچہ ۱ ص ۱۷۱)

حضرت ابو وائلؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ جب نماز شروع
فرماتے تو کہتے سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک
اسمک وتعالیٰ جدک ولا اله غیرک،

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نمازیں تکبیر تحریمہ کے بعد
”سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک“
پڑھنا مسنون اور افضل ہے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی یہی پڑھتے
تھے اور صحابہ کو بھی اسی کی تعلیم فرماتے تھے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت
سے ظاہر ہے۔ چنانچہ خلفاء راشدین حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی
اللہ عنہم سب یہی پڑھتے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ کا اس کو اونچی آواز
سے پڑھنا کہ لوگ سیکھ لیں۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہی ثنا افضل
و مسنون ہے۔

نواب وجید الزماں لکھتے ہیں :-

”و یکنفی فب دعاء الاستفتاح کل دعاء روی

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم والا رجح فیہ

ان یقول اللہم باعد بیخی“ الخ (نزل الایضاح ص ۱۷)

اور شمار میں بروہ دُعا کافی ہے جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مری

ہے البتہ زیادہ راجح اس میں یہ ہے کہ کہے اللہم باعد بیخی الخ

صادق سیالکوٹی لکھتے ہیں :-

”اس دعا (سبحانک اللہم) کی سند منقطع ہے اس

لیے بہ نسبت اس دُعا کے اوپر والی صحیحین کی دُعا (اللہم

باعد بیخی) افضل ہے۔“ (صلوة الرسول ص ۱۹)

ملاحظہ فرمائیے : جس شمار کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود پڑھتے ہیں

جس کی صحابہ کرام کو تعلیم دیتے ہیں، جس پر خلفاء راشدین عامل ہیں وہ شمار تو

غیر متقلدین کے نزدیک غیر افضل ہے۔ البتہ جسے انہوں نے اپنا معمول بنالیا

ہے وہ افضل ہے۔

قارئین کہرام یہ ہے غیر متقلدین کا عمل بالحدیث۔ اب آپ خود فیصلہ فرمائیے

کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

نوٹ :- صادق سیالکوٹی صاحب کا اس شمار والی حدیث کی سند منقطع

قرار دینا غلط ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اعلام السنن ج ۲ ص ۱۷

ترك الجهر بالتسمية

نماز میں بسم اللہ اُچی آواز سے نہیں پڑھنی چاہیے

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں :-

”واختیار ہؤلاء یعنی الصحابة الذين ذکرہم

بہذا الاستفتاح وجہ من عمر بہ احيانا

بمحض من الصحابة ليتعلمه الناس مع

ان السنة اخفائہ يدل على انه لا فضل

وانه الذي كان النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

يدوم عليه غالباً۔ (نیل الاوطار ج ۲ ص ۱۷)

اور جن صحابہ کرام کو ذکر کیا ہے ان کا اس شمار کو اختیار کرنا، اور

حضرت عمرؓ کا کبھی کبھی اس کو صحابہ کرام کی موجودگی میں بلند آواز

سے پڑھنا تاکہ لوگ اسے سیکھ لیں حالانکہ سنت تو اس کو آہستہ

پڑھنا ہے۔ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہی شمار (سبحانک

اللہم) افضل ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام غالباً اسی

پر مداومت فرماتے تھے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ تکبیر تحریمہ

کے بعد اللہم باعد بیخی الخ پڑھنا چاہیے یہی راجح ہے، یہی

افضل ہے، چنانچہ

یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں :-

”تکبیر تحریمہ کے بعد آہستہ سے یہ دُعا پڑھیں جو سب سے زیادہ

صحیح اور متفق علیہ ہے۔ اللہم باعد بیخی۔“ الخ

(دستور الحق ص ۷)

۱۔ عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یسر بسم اللہ الرحمن الرحیم و ابوبکرؓ و عمرؓ و اباہی و ابراہیمؓ و جابرؓ و ثقیفؓ، یجمع الزوائد ۲ ص ۱۸۸
حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سب بسم اللہ آہستہ آواز سے پڑھتے تھے۔

۲۔ عن انسؓ قال صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم فلم اسمع احدا منهم یجهر بسم اللہ الرحمن الرحیم، (ن ۱۷ ص ۱۵۸)
حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی لیکن ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم اونچی آواز سے پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

۳۔ عن انسؓ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر و عمر و عثمان فلم اسمع احدا منهم یقرأ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۶۲)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی، لیکن ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

۴۔ عن انس بن مالک انه حدثہ قال صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر و عمر و عثمان فکانوا یستفتحون بالحمد للہ رب العالمین لا یذکرون بسم اللہ الرحمن الرحیم فی اقل قراءۃ ولا فی آخرھا۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۶۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی یہ سب الحمد للہ رب العالمین سے (قرأت) شروع کرتے تھے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کو ذکر نہیں کرتے تھے نہ قرأت کے شروع میں نہ آخر میں۔

۵۔ عن انسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر و عمر کانوا یفتحون الصلوٰۃ بالحمد للہ رب العالمین۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۶۲)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نماز الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے۔

۶۔ عن ابی وائل قال کان علی و ابی

مسعود لا یجهران بسم اللہ الرحمن الرحیم ولا بالتعوذ ولا بآمین، (مسلم طبعیہ ج ۱ ص ۱۶۲)
حضرت ابوداؤدؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما، بسم اللہ، الحمد للہ اور آمین اونچی آواز سے نہیں کہتے تھے۔

۶۔ محمد قتال اخبرنا ابو حنیفہ عن حماد عن ابراہیم قتال قتال ابن مسعود قال الرجل یجهر بسم الله الرحمن الرحیم انها اعراب بیتہ وكان لا یجهر بها هو ولا احد من اصحابہ۔

(کتاب الآثار للامام ابو حنیفہ ص ۱۲۲)

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت امام ابو حنیفہؒ نے بروایت حماد ابراہیم نخعیؒ سے یہ خبر دی کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایسے شخص کے بارے میں جو بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتا ہے فرمایا کہ یہ گنوار ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ خود اور ان کے اصحاب میں سے کوئی بھی بسم اللہ اونچی آواز سے نہیں پڑھتا تھا۔

۸۔ عن عکرمۃ عن ابن عباس فی الجہر بسم اللہ الرحمن الرحیم قال ذلک فعل الاعراب۔

(طحاوی ج ۱ ص ۱۸۱)

حضرت عکرمہؒ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھنے کے متعلق فرمایا کہ یہ تو گنواروں کا فعل ہے۔

۹۔ عن ابن عبد اللہ بن مغفل قتال سمعی ابی وانا فی الصلوۃ اقول بسم الله الرحمن الرحیم فقال لہ انا جئنی محمد فایالہ والحدث قتال ولم انا احدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

كان البض الیہ الحدث فی الاسلام یعنی منہ وقال قد صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومع ابی بکر وعمر وعثمان فلم اسمع احدا منهم یمقولہا فلا قتلہا اذا انت صلیت فقل الحمد للہ رب العالمین قتال ابو عیسیٰ حدیث عبد اللہ بن مغفل حدیث حسن والعمل علیہ عند اکثر اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم منهم ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وغیرہم ومن بعدہم من التابعین وبہ یعول سفیان الثوری وابن المبارک واحمد واسحق لا یرون ان یجهر بسم الله الرحمن الرحیم قالوا ویقولہا فی نفسہ۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۸۱)

حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد صاحب نے نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے سنا تو مجھے فرمایا یہ بیٹا یہ بدعت ہے اور بدعت سے بچو، فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس کے نزدیک اسلام میں بدعت اکیلا دکر کرنے سے زیادہ کوئی چیز بمقبوض ہو اور فرمایا کہ میں نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ (سب) کے ساتھ نماز پڑھی ہے لیکن ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ کہتے ہوئے نہیں سنا، لہذا تم بھی نہ کہو، جب تم نماز پڑھو تو کہو الحمد للہ رب العالمین۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مغفلؓ کی حدیث حسن

یہ عقیدہ نہ رکھئے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم آہستہ آواز سے پڑھنا اونچی آواز سے پڑھنے کی نسبت افضل ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز میں قراءۃ شروع کرتے وقت بسم اللہ آہستہ آواز سے پڑھنی چاہیے کیونکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام بسم اللہ آہستہ آواز سے ہی پڑھتے تھے۔ یہی معمول غفار راشدین اور عام صحابہ کرام کا بھی تھا۔ یہ حضرات بسم اللہ آہستہ آواز سے ہی پڑھتے تھے اور اونچی آواز سے بسم اللہ پڑھنے کو صحیح نہیں سمجھتے تھے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کو گنواہر پر قرار دیا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے گنواہل کا فعل قرار دیا۔ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کے صاحبزادے نے ایک مرتبہ اونچی آواز سے بسم اللہ پڑھی تو آپ نے اسے روکا اور فرمایا کہ یہ بدعت ہے اور بدعت سے بچو، اسی طرح حضرت ابوبکرؓ مخفی اور حضرت امام وکیلؓ نے بھی اسے بدعت قرار دیا۔ حضرت سفیان ثوریؒ آہستہ آواز سے بسم اللہ پڑھنے کو خود بھی افضل سمجھتے تھے اور دوسروں کو بھی یہی تلقین کرتے تھے۔ آج بھی عربین شریفین میں بسم اللہ آہستہ آواز سے ہی پڑھی جاتی ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متقدمین کا کہنا ہے کہ جہری نماز میں بسم اللہ پکار کر پڑھنا بہتر ہے۔

چنانچہ خواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں :-

”والحاصل ان الحق ثبوت قراءتها وانها آیت من کل سورة وانها تفتل فی الصلوۃ جہراً“

ہے اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے اکثر اہل علم صحابہ کا عمل اسی پر ہے جن میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ کرام اور ان کے بعد تابعین بھی ہیں۔ حضرت سفیان ثوریؒ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، اسلمی بن راہویہؒ کا بھی یہی قول ہے یہ لوگ اونچی آواز سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کو صحیح نہیں سمجھتے، البتہ ان کا کہنا ہے کہ نمازی بسم اللہ اپنے جہ میں کہہ لے۔

۱۰۔ عن ابراہیم قال جہر الامام بسم اللہ الرحمن الرحیم بدعت۔ (مسند ابن ابی شیبہ، اصلاً)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ امام کا بسم اللہ الرحمن الرحیم اونچی آواز سے پڑھنا بدعت ہے۔

۱۱۔ قال وکیل و الجہر بالمسملۃ بدعت۔

(تذکرۃ الحفاظ، ص ۱۲)

امام وکیلؒ فرماتے ہیں کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اونچی آواز سے پڑھنا بدعت ہے۔

۱۲۔ قال (سفیان الثوری) یا شعیب لا یضعفک ماکتبت

حتى ترى المسح على الخمينين وحتى ترى ان اخفاء بسم الله الرحمن الرحيم افضل من الجهرية الخ۔ (تذکرۃ الحفاظ، اصلاً)

حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا اے شعیب جو کچھ تو نے مجھ سے سُن کر لکھا ہے یہ تجھے اس وقت تک فائدہ نہیں دے گا جب تک کہ تو موزوں پر مس کرنے کو نہ نہ سمجھے اور جب تک کہ تو

(الروضۃ النذیة اصلک)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حق بات یہی ہے کہ بسم اللہ کا نماز میں پڑھنا ثابت ہے اور یہ ہر سورۃ کی ایک آیت ہے اور اسے جہری نماز میں جہراً (اوپنی آواز سے) پڑھا جائے اور سری نمازوں میں سرّاً (گہرے) غائب نوراً کھنکھتے ہیں۔

”و در نماز جہریہ بجز در سریتہ بسر باید خواند“ (عزت البانی ص ۳۱)

اور بسم اللہ جہری نماز میں اوپنی آواز سے اور سری نماز میں آہستہ آواز سے پڑھنی چاہیے۔

یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں:-

”جہری نماز میں پکار کر اور سری نماز میں آہستہ سے پڑھنا بہتر ہے“

(دستور امتی ص ۴)

ملاحظہ فرمائیے۔۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے راشدین بسم اللہ آہستہ آواز سے پڑھتے ہیں عام صحابہ کرام اور تابعین کا معمول بھی یہی ہے۔ یہ حضرات بسم اللہ آہستہ پڑھتے ہیں اوپنی آواز سے پڑھنے کا اچھا نہیں سمجھتے بلکہ اسے گواروں کا فعل اور بدعت قرار دیتے ہیں، لیکن غیر متقدمین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب بسم اللہ اوپنی آواز سے پڑھنا بہتر اور حق ہے قارئین کرام غور فرمائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل کے خلاف کسی عمل بدعت کو بہتر اور حق کہنا یہ عمل بالحدیث ہے یا حدیث سے بغاوت؟ بھلا جس عمل کو حق اور تابعین بدعت قرار دیں وہ بہتر اور حق ہو سکتا ہے؟ یہ ہے غیر متقدمین کا عمل بالحدیث۔ قارئین کرام فیصلہ آپ کے سر ہے آپ سوچئے کہ یہ حدیث کی موافقت

ہے یا مخالفت؟

نوٹ:- غیر متقدمین کا بسم اللہ پڑھنے کے متعلق جہری و سری نماز کا فرق کرنا کہ جہری میں جہراً پڑھا جائے اور سری میں بالسرّ یہ خود ساختہ فرق ہے۔ کسی حدیث میں یہ فرق موجود نہیں ہے۔

ترک القراءة خلف الامام

امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہیے

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ ۴۰ :- ۲۴

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم ہو۔

۱۔ عن یسیر بن جابر قال قال صلی ابن مسعود فسمع الناس یقرؤن مع الامام فلما انصرف قال امّا اَنْ لکم ان تعفموا امّا اَنْ لکم ان تعقلوا واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا کما امرکم اللہ۔

(تفسیر طبری ۹ ص ۸۴)

حضرت یسیر بن جابر فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے نماز پڑھی اور چند آدمیوں کو امام کے ساتھ قرأت کرتے سنا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ تم سمجھو اور عقل سے کام لےو جب قرآن کریم کی قراۃ ہوتی ہو تو تم اس کی طرف

توجہ کرو اور خاموش رہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

۲۔ عن ابن عباس في قوله تعالى وإذا قرئ القرآن فاستمعوا

له وانصتوا يعني في الصلوة المفروضة

(كتاب القراءة للبيهقي ص ۵۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد و اذا قرئ القرآن الآية کے متعلق مروی ہے کہ یہ فرض نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

۳۔ عن ابن عمر قال كانت بنو اسرائيل اذا قرأت

استمعهم جاؤ بهم فكره الله ذلك لهذه

الامة وقال وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له

وانصتوا۔ (الدر المنثور في التفسير المأثور ج ۳ ص ۱۵۶)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے امام جب قمرت گرتے تھے تو بنی اسرائیل ان کی مجاہدیت کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے یہ کام اس امت کے لیے ناپسند فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگا کر رہو اور چپ رہو۔

۴۔ عن عبد الله بن المغفل قال هذه الآية وإذا قرئ

القرآن فاستمعوا له وانصتوا قال في الصلوة۔

(كتاب القراءة للبيهقي ص ۵۸)

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ آیت کریمہ و اذا قرئ القرآن

کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

فقال ابن تيمية الحراني " وذكر احمد بن حنبل الاجماع

على انها نزلت في ذلك (في الصلوة) وذكر الاجماع

على انه لا تجب القراءة على المأموم حال الجهر

(فتاوى كبرى ج ۲ ص ۱۶۸)

ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ نے اس بات پر اجماع ذکر

کیا ہے کہ یہ آیت (و اذا قرئ القرآن الا سبحة) نماز کے

بارے میں نازل ہوئی ہے نیز اس پر بھی اجماع نقل کیا ہے کہ جب امام

اوپنی آواز سے قرات کر رہا ہو تو مقتدی پر قرات واجب نہیں ہے۔

۵۔ عن ابي موسى الاشعري قال ان رسول الله صلى الله

عليه وسلم خطبنا فبين لنا سنتنا و علمنا

صلواتنا فقال اذ صليتم فاقبوا صفونكم ثوابكم و احذكم

فان اذ اكبر فكبروا و اذا قرأ فانصتوا و اذا قال

عن الغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين

الحديث (بروایت الجبرین سلیمان عن قتادة) (مسلم ص ۱۸۸)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب فرمایا اور سنت کے مطابق زندگی بسر کرنے

کی تلقین فرمائی اور نماز کا طریقہ بتلایا اور یہ فرمایا کہ نماز پڑھنے سے قبل

اپنی صفوں کو درست کرلو، پھر تم میں سے ایک تمہارا امام بنے، جب

وہ بھیر کھڑے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرات کرے تو تم خاموش

رہو اور جب وہ عنین المغضوب علیہم ولا الضالین

کہے تو تم آمین کہو۔

۶۔ عن ابي موسى قال علمنا رسول الله صلى الله

عليه وسلم قال اذا قمتم الى الصلوة فليؤمكم احدكم واذ قرأ الامام فانصتوا۔ (مسند ۴ ص ۳۷)
حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز سکھائی، فرمایا کہ جب تم نماز پڑھنے کے لئے ہو تو تم میں سے ایک تمہارا امام بنے اور جب وہ امام قرائت کرتے تو تم خاموش رہو۔

۴۔ عن حطان بن عبد الله ان ابا موسى قال خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فعلنا سنتنا وبيننا صلواتنا فقال اذا كبر الامام فكبروا واذ قرأ فانصتوا۔ (صحیح ابی حاتمہ ۲ ص ۳۳)
حضرت حطان بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے خطاب کیا اور سنت کی تعلیم دی اور نماز کا طریقہ بتلایا اور فرمایا کہ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کیا کرو اور جب امام قرائت کرے تو تم خاموش رہو۔

۸۔ عن ابی موسیٰ الاشعری قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قرأ الامام فانصتوا واذ قال عین المصنوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین۔

(صحیح ابی حاتمہ ۲ ص ۳۳)

حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام قرائت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ عین

المصنوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

۹۔ عن ابی موسیٰ الاشعری قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قرأ الامام فانصتوا فاذا كان عند القعدة فلیکن اول ذکر احدکم التشهد۔

(ابن ماجہ ص ۳۳)

حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام قرائت کرے تو تم خاموش رہو پھر جب قعدہ میں بیٹھے تو تم میں سے ایک کا پہلا ذکر تشہید ہونا چاہیے۔

۱۰۔ عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما جعل الامام ليؤتم به فاذا كبر فكبروا واذ قرأ فانصتوا واذ قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لك الحمد۔ (ن ۱ ص ۱۸)
وصنف ابن ابی شیبہ ۱ ص ۳۳۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرائت کرے، تو تم خاموش رہو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمد کہے تو تم اللھم ربنا لك الحمد کہو۔

۱۱۔ عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما الامام ليؤتم به فاذا كبر فكبروا واذ قرأ فانصتوا۔ (ن ۱ ص ۱۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے سو جب وہ بخیر کہے تو تم بھی بخیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

۱۲۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأنا نصتوا واذا قال عینا المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین، الحدیث۔
(ابن ماجہ ص ۱۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے سو جب وہ بخیر کہے تو تم بھی بخیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ عین المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

۱۳۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انما الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأنا نصتوا واذا قال الضالین فقولوا آمین، الحدیث۔
(مسند احمد ۲ ص ۱۸۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ امام اسی لیے (مقرر) ہوتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے سو جب وہ بخیر کہے تو تم بھی بخیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب

وہ ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

۱۴۔ عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قرأ امام فانصتوا۔ (کتاب القراءۃ للسیہی ص ۱۸)
حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

۱۵۔ عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما صلوة الظهر فقرأ معہ رجل من الناس فی نفسه فلما قضی صلاتہ قال هل قرأ معی منکم احد قال ذلک ثلثا فقال له الرجل نعم یا رسول اللہ انکنت قرأ بسبح اسم ربک الاعلی قال مالی انا عن القرآن اما کیف احکم قراءۃ امامہ انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا قرأنا نصتوا۔

(کتاب القراءۃ للسیہی ص ۱۸)

حضرت عمرؓ بن خطاب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ظہر کی نماز پڑھائی تو ایک صاحب اپنے جی ہی جی میں آپ کے ساتھ قرأت کرنے لگے۔ نماز پوری ہوئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قرأت کی ہے تب میں دفعہ آپ نے یہ سوال کیا، ایک صاحب بولے جی ہاں یا رسول اللہ میں سچ اسم رب اکملی پڑھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کیا ہو گیا کہ مجھے قرآن کی قرأت میں کشمکش میں ڈالا جاتا ہے کیا

تمہیں امام کی قراءۃ کافی نہیں ہے۔ امام تو بنایا ہی اس کے لیے جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے لہذا جب وہ قرائت کرے تو تم خاموش رہا کرو۔

۱۶۔ عن عطاء الخراسانی قال كتب عثمان رضي الله عنه الى معاوية رحمه الله اذا قمتم الى الصلوة فاستمعوا وانصتوا فاني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول للمنصت الذي يسمع مثل اجل السامع المنصت - (كتاب القراءۃ للبيهقي ص ۱۵۸)

حضرت عطاء خراسانی فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اس کی طرف کان لگا کر رہو اور خاموش رہو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص خاموش رہے اور اسے سنائی نہ دے اس کے لیے ایسا ہی اجر ہے جیسا اس شخص کے لیے جسے سنائی دے اور وہ خاموش رہے۔

۱۷۔ عن علي بن ابي حمزة قال سأل رجل النبي صلى الله عليه وسلم اقرار خلف الامام ان انصت قال لا بل انصت فانه يكفيك - (كتاب القراءۃ للبيهقي ص ۱۵۸)

حضرت علی فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ میں امام کے پیچھے قرائت کروں یا خاموش رہوں۔ آپ نے فرمایا خاموش رہو کیونکہ تمہیں امام کی قرائت ہی کافی ہے۔

۱۸۔ عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم انصت

من صلوة جهر فيها بالقراءة فقال هل قرأ معي منكم احد
انفا فقال رجل نعم انيا يا رسول الله قال فقال رسول
الله صلى الله عليه وسلم اني اقول مالي انسان عاقل
فاتمهي الناس عن القراءة مع رسول الله صلى الله عليه
وسلم فيما جهر فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم
بالقراءة حين سمعوا ذلك من رسول الله صلى الله
عليه وسلم - (موطا امام مالک ص ۹۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرائت کی ہے، ایک صاحب بولے جی ہاں یا رسول اللہ میں نے قرائت کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جیسی تو ہیں (اپنے جی میں) کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کی ایک قرائت میں نماز عمت کیوں ہو رہی ہے، اس ارشاد کے بعد جن نمازوں میں آپ جہر سے قرائت کیا کرتے تھے لوگوں نے آپ کے پیچھے قرائت ترک کر دی تھی۔

۱۹۔ ثنا سفیان بن عیینہ عن الزهري عن ابن ابي عمير قال سمعت ابا هريرة يقول صلى النبي صلى الله عليه وسلم باصحابه صلاة نظر انها الصبح فقال هل قرأ منكم من احد قال رجل اننا قال اني اقول مالي انسان عاقل

(ابن ماجہ ص ۱۷۷)

انزع القرآن

ابن ابي عمير فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے

من الصلوة بالقراءة حين سمعوا ذلك من رسول الله صلى الله عليه وسلم - (تمت هذه الصلوة)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہجری نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرات کی ہے؟ ایک صاحب بولے جی ہاں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا: جہنم میں (پہنچالیں) کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قرات میں مناعت کیوں کی جا رہی ہے۔ اس ارشاد کے بعد جن نمازوں میں آپ جہر سے قرات کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے آپ کے پیچھے قرات ترک کر دی تھی۔

۱۲- عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلاۃ جہر فیہا بالقرۃ فقال هل قرأ معی احد منکم آفنا فقال رجل نعم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انی اقول مالی انزع القرآن قال فانتهی الناس عن القرۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما جہر فیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالقرۃ من الصلوة حين سمعوا ذلك من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - (ابوداؤد ص ۱ ص ۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہجری نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا تم

ہوئے ثنا کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک مرتبہ صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ صبح کی نماز تھی۔ آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے قرات کی ہے۔ ایک صاحب بولے میں نے کی ہے۔ آپ نے فرمایا میں بھی کہوں کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قرات میں مناعت کیوں کی جا رہی ہے۔

۲۰- ثنا معمر عن الزہری عن ابن اکیمة عن ابی ہریرۃ قال صلی بنار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر نحوه وزاد فیہ قال فسکتوا بعد فیما جہر فیہ الامام - (ابن ماجہ ص ۱)

معمر بن ولید زہری ابن اکیمة سے روایت کرتے ہیں اور اکیمة حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی۔ حضرت ابو ہریرہ نے آگے پہلی حدیث کی طرح ذکر کیا اور اس میں یہ زیادہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ لوگوں نے اس کے بعد ان نمازوں میں خاموشی اختیار کر لی جن نمازوں میں امام جہر سے قرات کرتا۔

۲۱- عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلاۃ جہر فیہا بالقرۃ فقال هل قرأ معی احد منکم آفنا فقال رجل نعم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انی اقول مالی انزع القرآن قال فانتهی الناس عن القرۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما یجہر فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ ایک صاحب بولا
جی ہاں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا جی تو میں کہوں کہ قرآن کریم کی
قرأت میں مجھ سے منازعت کیوں کجا رہی ہے۔ اس ارشاد کے
بعد جن نمازوں میں آپ جہر سے قرأت کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے
آپ کے پیچھے قرأت ترک کر دی تھی۔

۳۳۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انصرف من صلاۃ جہر فیہا بالقراءۃ فقال هل
قرأ معی احد منکم آنفا قال رجل نعم یا رسول
اللہ قال انی لاقول ما لی انسان ع القرآن قال
فانتہی الناس عن القراءة فیما جہر فیہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالقراءۃ من الصلوۃ حین
سمعوا اذ الکت - (نائبی ۱ ص ۱۸۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا تم میں سے
کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ ایک صاحب بولے جی
ہاں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا جی تو میں کہوں کہ قرآن کریم کی
قرأت میں مجھ سے منازعت کیوں کجا رہی ہے۔ اس ارشاد کے
بعد جن نمازوں میں آپ جہر سے قرأت کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے
آپ کے پیچھے قرأت ترک کر دی تھی۔

۳۴۔ عن عمران بن حصین ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم صلی الظہر فجعل رجل یقرأ خلفہ بسبح

اسم ربک الا علی فلما انصرف قال یکم قرا
ادایکم القاری قال رجل انا فقال قد ظننت ان
بعضکم خالجینہا - (مسلم ۱ ص ۱۸۱)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھی تو ایک صاحب آپ
کے پیچھے سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھنے لگے۔ جب آپ نماز سے فارغ
ہوئے تو فرمایا تم میں سے کس نے قرأت کی ہے یا تم میں سے کون
قاری ہے۔ ایک صاحب بولے میں۔ آپ نے فرمایا مجھے خیال
ہوا کہ تم میں سے کوئی مجھے ظہان میں ڈال رہا ہے۔

۳۵۔ عن عمران بن حصین قال صلی النبی صلی اللہ علیہ
وسلم الظہر فقرأ رجل خلفہ بسبح اسم ربک الاعلیٰ
فلما صلی قال من قرأ بسبح اسم ربک الا علی قال
رجل انا قال قد علمت ان بعضکم قد خالجینہا -
(نائبی ۱ ص ۱۸۱)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے ظہر کی نماز پڑھی۔ ایک صاحب نے آپ کے پیچھے
سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھی جب آپ نماز پڑھ چکے تو فرمایا سبح اسم ربک
الاعلیٰ کس نے پڑھی ہے ایک صاحب بولے میں نے آپ نے
فرمایا میں نے جانا تم میں سے کوئی مجھے قرأت میں الجھا رہا ہے۔

۳۶۔ عن عمران بن حصین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
صلی صلاۃ الظہر او العصر ورجل یقرأ خلفہ

قال من كان له امام فقرأه الامام له قراءة -

د کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۸۸

۴۱۔ عن انس قتال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
باصحابہ ثم اقبل بوجهہ فقال اقرءوا القرآن والامام
یقرئ فستکتوا فساألہم ثلاثا فقالوا اننا نفعل قال
فلا تفعلوا - (معاویۃ اصطلح و کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۸۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایک مرتبہ صحابہ کرام کو نماز پڑھائی (نماز سے فارغ ہو کر) آپ صحابہ
کرام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم قرأت کرتے ہو جبکہ امام
قرأت کر رہا ہوتا ہے۔ صحابہ کرام چپ رہے، آپ نے تین بار
یہی سوال کیا تو صحابہ کرام بولے کہ ہم ایسا کرتے ہیں آپ نے
فرمایا ایسے مت کرو۔

۴۲۔ عن النواص بن سمرعان قال صلیت مع رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ الظهر وكان عن یمینی
رجل من الانصار فقرأ خلف النبی صلی اللہ علیہ
وسلم وعلی یساری رجل من مزیئۃ یلعب بالحصا
فلما قضی صلوٰتہ قال من قرأ خلقی قال الانصار
اننا یا رسول اللہ قال فلا تفعل من کان له امام
فان قراءۃ الامام له قراءۃ وقال للذی یلعب
بالحصا هذا حظک من صلوٰتک و کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۸۸
نواس بن سمرعان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز کی نماز پڑھی۔ میری داہنی طرف
ایک انصاری صحابی تھے۔ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے پیچھے قرأت کی اور میری بائیں جانب قبیلہ مزیئہ کے ایک
صاحب تھے جو کنکریوں سے کھیل رہے تھے جب حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ میرے پیچھے
کس نے قرأت کی ہے۔ انصاری بولے میں نے یا رسول اللہ
آپ نے فرمایا ایسا مت کرو کیونکہ جو امام کی اقتداء کرے، تو
امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہوتی ہے، جو صاحب
کنکریوں سے کھیل رہے تھے ان سے فرمایا تمہیں نماز سے یہی
بھٹکا ملا ہے۔

۴۳۔ عن یحیی بن عبد اللہ بن سالم العسمری ویزید

بن ابی - یا حن ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال من کان منکم له امام فاشتم بہ فلا یقرآن
معدان قراءتہ له قراءۃ - (کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۸۸)

یحیی بن عبد اللہ اور یزید بن ابی عیاض سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جس کے لیے امام ہو
اور وہ اس امام کی اقتداء کرے تو مقتدی اس کے ساتھ مرکز قرأت
نہ کرے کیونکہ امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے۔

۴۴۔ عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

انہ قال من صلی رکعۃ فلم یقرأ فیہا بام القرآن

فلم یصل الا وراء الامام - (معاویۃ اصطلح و کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۸۸)

وسلم ما كان من صلاة يجهر فيها الامام بالقراءة
فليس لاحد ان يقرأ معه - (كتاب القراءة للبيهقي ص ۳۱۰)
حضرت ابو برة رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا جس نماز میں امام جہر سے قرات کرتا ہو اس میں کسی
کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ امام کے ساتھ قرات کرے۔

۴۹۔ عن ابی ہریرۃ (رضی اللہ عنہ) قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کل صلاة لا یقرأ فیہا بام الکتاب
فہی خداج الاصلۃ خلف امام - (كتاب القراءة للبيهقي ص ۳۱۰)
حضرت ابو برة رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے
جیسے سوائے اس نماز کے جو امام کے پیچھے پڑھی جائے۔

۵۰۔ عن الشعبي قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم لا قراءة خلف الامام - (واقطع ص ۳۱۰)
اشعبي رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا امام کے پیچھے قرات جائز نہیں۔

۵۱۔ عن ابن عباس قال لما مرض رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم مرضہ الذی مات فیہ کان فی
بیت عائشۃ فقال ادعوا لی علیا قالت عائشۃ
ندعواک ابا بکر قال ادعوه قالت حفصۃ
یا رسول اللہ ندعواک عمر قال ادعوه قالت
ام الفضل یا رسول اللہ ندعواک العباس قال نعم

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے
روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس نے نماز کی کوئی رکعت
پڑھی اور اس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوئی مگر یہ کہ
وہ امام کے پیچھے ہو۔

۴۵۔ عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کل صلوۃ لا یقرأ فیہا بام الکتاب فہی خداج الا وراء
الامام - (كتاب القراءة للبيهقي ص ۳۱۰)
حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے
سوائے اس نماز کے جو امام کے پیچھے پڑھی گئی ہو۔

۴۶۔ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کل صلاة لا یقرأ فیہا بفا تحۃ الکتاب فلا
صلاة له الا وراء الامام - (كتاب القراءة للبيهقي ص ۳۱۰)
حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نماز میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نہیں
ہوئی سوائے اس نماز کے جو امام کے پیچھے پڑھی گئی ہو۔

۴۷۔ عن بلال قال امر فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ان لا اقر خلف الامام - (كتاب القراءة للبيهقي ص ۳۱۰)
حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے مجھے حکم دیا کہ میں امام کے پیچھے قرات نہ کروں۔

۴۸۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

فلما اجتمعوا رفع رسول الله صلى الله عليه وسلم رأسه فنظر فسمكت فقال عمر قوما عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم جاء بلال يؤذنه بالصلاة فقال مردا ابا بكر فليصل بالناس فقال عائشة يا رسول الله ان ابا بكر رجل رقيق حصي ومثني لا يركب يبكى والناس يبكون فلو امرت عمر ليصل بالناس فخرج ابو بكر فضلى بالناس فوجد رسول الله صلى الله عليه وسلم من نفسه خفة فخرج يهادى بين رجلين ورجلاه تخطان في الارض فلما رآه الناس سبّحوا ابا بكر فذهب ليتأخر فاوحى اليه النبي صلى الله عليه وسلم اى مكانك فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم فجلس عن يمينه وقام ابو بكر وكان ابو بكر يأتيهم بالنبي صلى الله عليه وسلم والناس يأتون باى بكر قال ابن عباس واخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم من القراءة من حيث كان يبلغ ابو بكر الحديث .

(ابن ماجه ص ۵۵ ، طحاوی ج ۱ ص ۲۳۱ ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۱ ، واقطع ج ۱ ص ۲۹۸)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آپ مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے۔ آپ نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ کو بلاؤ۔ حضرت عائشہ

بولیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بلاؤں۔ آپ نے فرمایا بلا دو حضرت حفصہ بولیں یا رسول اللہ عمر رضی اللہ عنہ کو بھی بلاؤں، آپ نے فرمایا بلاؤ۔ حضرت اُمّ فضل بولیں یا رسول اللہ عباسؓ کو بھی بلاؤں آپ نے فرمایا ہاں، جب یہ سب حضرات جمع ہو گئے تو آپ نے اپنا سر مبارک اٹھا کر دیکھا اور خاموش رہے۔ حضرت عمرؓ کہنے لگے اس وقت آپ کے پاس سے اٹھ جاؤ پھر حضرت بلالؓ نے آکر آپ کو نماز کی اطلاع کی، آپ نے فرمایا ابو بکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ بولیں یا رسول اللہ ابو بکرؓ تبت نرم دل ہیں۔ جب آپ کو نہیں دیکھیں گے تو رونے لگیں گے اور لوگ بھی ردویں گے۔ اگر عمرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیں تو اچھا ہو، لیکن حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے اور لوگ کو نماز پڑھانے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکلیف میں کچھ تخفیف محسوس کی تو آپ دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں اس حال میں تشریف لائے کہ آپ کے پاؤں سے زمین میں کیڑیں پڑ رہی تھیں، جب لوگوں نے آپ کو دیکھا تو حضرت ابو بکرؓ کو متنبہ کرنے کے لیے، سبحان اللہ کہا، حضرت ابو بکرؓ پیچھے بیٹھنے لگے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اشارہ کیا کہ اپنی جگہ بیٹھیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابو بکرؓ کے پاس پہنچے اور آپ کے دائیں جانب بیٹھ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہو کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتدار کرنے لگے اور لوگ حضرت ابو بکرؓ کی اقتدار کرنے لگے۔ حضرت عائشہؓ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن اسی

جنگ سے شروع فرمائی جس جنگ حضرت ابوبکرؓ پہنچے تھے۔

۵۲۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قال القاری غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقال من خلفہ آمین موافق قوله قول اهل المہد غفرلہ ما تقدم من ذنبہ - (مسلم ۱۵۷۸)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قاری غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہتا ہے اور اس کے پیچھے اس کا مقتدی آمین کہتا ہے اور مقتدی کا قول اہل آسمان کے قول کے موافق ہو جاتا ہے تو اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

۵۳۔ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا آمن القاری فقامتوا فان الملائکۃ قو من فمن وافق تَامینہ تَامین الملائکۃ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ - (بخاری ۱۷۹۷ و نائیج اصناف، ابن ماجہ ص ۱۷)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب قاری آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں پس جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہو جاتی ہے اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

۵۴۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال الامام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین

فقلوا آمین فان الملائکۃ تقول آمین وان الامام يقول آمین فمن وافق تَامینہ تَامین الملائکۃ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ - (نائیج اصناف، ابن ماجہ ۲۳۵۷، مسند احمد ۲ ص ۲۳۵)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کیونکہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے سو جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہو جاتی ہے اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

۵۵۔ عن الحسن عن ابی بکرۃ انه انتهی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو راكع فركع قبل ان یصل الخ الصف فقال زادك اللہ حرصا ولا تعد (بخاری ص ۱۷۸) حضرت حسن بصریؒ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس (مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں) پہنچے تو آپ رکوع میں جا چکے تھے چنانچہ یہ صف میں ملنے سے پہلے ہی ہی رکوع میں چلے گئے (اور آہستہ آہستہ چلتے چلتے صف میں مل گئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں شاد فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے نیکی کرنے پر اور حرص سے بچھڑا دے گا۔

۵۶۔ عن النسر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابو بکر وعمر و عثمان یفتحن القراءة بالحمد

للہ رب العالمین۔ (ترمذی ص ۱۳۵، ابوداؤد ص ۱۳۳، نسائی ص ۱۳۰)
 حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر
 حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم قراۃ الحمد للہ رب
 العالمین سے شروع کرتے تھے۔

۵۷۔ عن عائشة قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم یفتتح الصلوۃ بالتکبیر والقرآنۃ بالحمد
 للہ رب العالمین۔ الحدیث (ابوداؤد ص ۱۳۴)
 حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز اللہ
 اکبر کہہ کر شروع فرماتے تھے اور قراۃ الحمد للہ رب
 العالمین سے۔

۵۸۔ عن عبادة بن الصامت يبلغ به النبي صلى الله
 عليه وسلم قال لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة
 الكتاب فصاعداً قال سفيان لمن يصلي وحده
 (ابوداؤد ص ۱۳۹)

حضرت عبادہ بن صامت رضی نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت
 کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ اس شخص کی نماز جائز نہیں جو سورۃ فاتحہ
 کے ساتھ مزید کچھ اور نہ پڑھے۔ حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے
 ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جو اکیلا
 نماز پڑھ رہا ہو۔

قال الامام الترمذی وأما احمد بن حنبل فقال
 معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوة
 لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب اذا كان

وحدہ

(ترمذی ج ۱ ص ۱۷)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کہ اس کی نماز جائز نہیں جو سورۃ فاتحہ کے ساتھ قرأت نہ کرے کے متعلق حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا کہنا ہے کہ یہ اس وقت ہے جب کہ کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو۔

امام نافعؒ اور انس بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔

۲۔ عن القاسم بن محمد قال قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه لا يقرأ خلف الامام جهرا ولم يجهر (كتاب القراءة للبيهقي ص ۸۵)

حضرت قاسم بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے امام جہر کرے یا نہ کرے۔

۳۔ اخبرنا محمد بن عجلان ان عمر بن الخطاب قال ليت في منم الذي يقرأ خلف الامام حجرا۔ (منها امام محمد ص ۹۵)

محمد بن عجلانؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے فرمایا کہ کاش کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں پتھر ڈال دیے جائیں۔

حضرت علیؓ کا فرمان

۱۔ عن عبد الرحمن بن ابی لیلی قال قال علی بن ابی طالب رضي الله عنه من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرة۔ (داود ص ۱۲۱، صنف ابن ابی شیبہ ص ۱۸۵)

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ "جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے فطرت کو کھو دیا۔"

۲۔ عن داود بن قیس عن محمد بن عجلان قال قال علی من قرأ مع الامام فليس على الفطرة۔

(مصنف عبدالرزاق ص ۱۸۵، داود ص ۱۸۵)

خلفا راشدین امام کے پیچھے قرأت کے منع کرتے تھے

عبدالرزاق عن عبد الرحمن بن زيد بن اسلم عن ابيه قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن القراءة خلف الامام قتال واخبرني اشياخنا ان عليا قتال من قرأ خلف الامام فلا صلاة له قتال واخبرني موسى بن عقبة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم وابوبكر وعمر وعثمان كانوا ينهون عن القراءة خلف الامام۔

(مصنف عبدالرزاق ص ۲۵، صفحہ ۱)

امام عبدالرزاق عبدالرحمن بن زیدؒ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ عبدالرحمن بن زیدؒ فرماتے ہیں۔ مجھے نبیؐ سے مشائخ نے خبر دی ہے کہ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوئی اور موسیٰ بن عقبہؒ نے مجھے خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ کا فرمان

۱۔ عن نافع والنس بن سیرین قال قتال بن عمار الخطاب تكليفك قراءة العام۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۸۵)

محمد بن مجلان فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا جس نے امام کے ساتھ قرأت کی وہ فطرۃ (اسلام کے طریقہ) پر نہیں ہے۔
حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا قول و عمل

۱- عن ابی واصل قال جاء الى عبد الله بن مسعود فقال يا ابا عبد الرحمن اقرأ خلف الامام ۛ فقال انصت للقرآن فان في الصلوة شغلا وسيقتدك ذلك الامام ، مصنف عبد الرزاق ج ۴ ص ۱۳۸ ، مصنف ابی یوسف ج ۱ ص ۱۳۸ ، کتاب القراءۃ بطبعی ص ۱۳۸ ، موطا امام محمد ص ۱۳۸

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے پاس ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ کیا میں امام کے پیچھے قرأت کر سکتا ہوں آپ نے فرمایا (قرأت) کے وقت خاموش رہو کیونکہ نماز میں امام قرأت میں مشغول ہے اور تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔

۲- عن علقمۃ بن قیس ان عبد الله بن مسعود كان لا يقرأ خلف الامام فيما يحجر فيه وفيما يخافت فيه في الاوليين ولا في الاخرين الحديث (موطا امام محمد ص ۱۳۸)

حضرت علقمہ بن قیسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں کیا کرتے تھے نہ پہری نمازوں میں نہ سردی نمازوں میں نہ پہلی رکعتوں میں نہ آخری رکعتوں میں۔

۳- عن علقمۃ عن عبد الله قال لان اعضاء علي جبروا لفضا احب الي من ان اقرأ خلف الامام۔

(کتاب القراءۃ بطبعی ص ۱۳۸ ، موطا امام محمد ص ۱۳۸)

حضرت علقمہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا مجھے جبر درخت کے جلتے کو ٹکوں کو منہ میں لے لینا اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں امام کے پیچھے قرأت کروں۔

۴- عن علقمۃ عن ابی مسعود قال ليت الذي يقرأ خلف الامام ملجئ فوه قرايا۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۳۸ مصنف عبد الرزاق ج ۴ ص ۱۳۸)

حضرت علقمہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کاش کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔

۵- عن عبد الله بن مسعود قال يا فلان لا تقرأ خلف الامام الا ان يكون اماما يقرأ۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۳۸)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا اوفلان امام کے پیچھے قرأت نہ کیا کرنا لایہ کر کوئی قرأت نہ کرنا ہو۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا قول و عمل

۱- مالک عن نافع ان عبد الله بن عمر كان اذا سئل هل يقرأ احد خلف الامام قال اذا صلى احکم خلف الامام فحسبه قراءة الامام واذا صلى وحده فليقرأ قال وكان عبد الله بن عمر لا يقرأ خلف الامام (موطا امام مالک ص ۱۳۸)

امام مالک بواسطہ نافع حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ سے سوال کیا جاتا کہ کیا کوئی امام کے پیچھے قرات کر سکتا ہے تو آپ فرماتے کہ تم میں سے کوئی جب امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے امام کی قرات ہی کافی ہے اور جب اکیلا نماز پڑھے تو قرات کر لیا کہ نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قرات نہیں کیا کرتے تھے۔

۲۔ عن نافع عن ابن عمر قال قال من صلى خلف الامام كفت قراءته۔ (موطا امام محمد ص ۹۲)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرات کرے اس کے لیے امام کی قرات ہی کافی ہے۔

۳۔ عن ابن عمر انه سئل عن القراءة خلف الامام قال تكفيك قراءة الامام۔ (موطا امام محمد ص ۹۲)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے امام کے پیچھے قرات کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا تمہیں امام کی قرات ہی کافی ہے۔

۴۔ عن ابي بن سيرين قال سألت ابن عمر اقرأ مع الامام فقال انك لفحتم البطن تكفيك قراءة الامام۔ (مصنف عبد الرزاق ص ۲۵۸ کتاب القرات بیہقی ص ۱۸)

حضرت علامہ ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے سوال کیا کہ کیا میں امام کے ساتھ قرات کر سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم تڑپے ہوئے پیٹ کے ہوتے ہیں امام کی قرات ہی کافی ہے۔

۵۔ عن ابن عمر كان يهتئ عن القراءة خلف الامام۔ (مصنف عبد الرزاق ص ۲۵۸ کتاب القرات بیہقی ص ۱۸)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قرات کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

۶۔ عن القاسم بن محمد قال قال ابن عمر لا يقرأ خلف الامام جهورا ولم يجهر بالحديث۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۸)

قاسم بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قرات نہیں کیا کرتے تھے خواہ امام اونچی آواز سے قرات کرے یا نہ کرے۔

۷۔ عن عبید اللہ بن مقسم انه سأل عبد اللہ بن عمر وزید بن ثابت وجابر بن عبد اللہ فقالوا لا تقرأوا خلف الامام فی شیئ من الصلوات۔ (مداویۃ المنظر)

عبید اللہ بن مقسمؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ زید بن ثابتؓ اور جابر بن عبد اللہؓ سے امام کے پیچھے قرات کے بارے میں سوال کیا تو ان حضرات نے فرمایا کہ یہی نمازیں امام کے پیچھے قرات نہ کرو۔

حضرت زید بن ثابتؓ کا قول و عمل

۱۔ عن عطاء بن یسار انه احبہ انه سأل زید بن ثابت عن القراءة مع الامام فقال لا قراءۃ مع الامام فی شیئ (مسلم ص ۱۸۱ الحدیث ص ۱۸) حضرت عطاء بن یسارؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت زید بن ثابتؓ سے امام کے ساتھ قرات کرنے کے بارے میں پوچھا تو

آپ نے فرمایا امام کے ساتھ کسی نماز میں کوئی قرأت نہیں کی جاسکتی۔
۲- عن زید بن ثابت قال لا یقرأ خلف الامام ان
جهر ولا ان خافت۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱ ص ۱۶۷)
حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے
نہ جب کہ امام جہر سے قرأت کرے اور نہ جب کہ وہ آہستہ آواز
سے قرأت کرے۔

۳- عن ابن زکوان عن زید بن ثابت و ابن عمر
کانا لا یقرآن خلف الامام۔ (مصنف عبد الرزاق ۲ ص ۲۵۷)
ابن زکوانؓ سے مروی ہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت
عبد اللہ بن عمرؓ دونوں امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔
۴- عن موسیٰ بن سعد بن زید بن ثابت یحدثہ عن
جدہ انه قال من قرأ خلف الامام فلا صلاة لہ۔

(موطا امام محمد مشاء، مصنف ابن ابی شیبہ ۱ ص ۱۶۷، مصنف عبد الرزاق ۲ ص ۲۵۷)
حضرت زید بن ثابتؓ کے پوتے موسیٰ بن سعدؓ سے مروی ہے کہ
ان کے دادا حضرت زید بن ثابتؓ نے فرمایا کہ جس نے امام کے
پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوئی۔

۵- عن موسیٰ بن سعد عن ابن زید بن ثابت عن
ابیہ زید بن ثابت قال من قرأ وراء الامام فلا
صلاة لہ۔ (کنز الموعود ۱ ص ۱۸۵)

حضرت موسیٰ بن سعدؓ اپنے والد سے اور وہ اپنے والد حضرت زید
بن ثابتؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس نے امام

کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوئی۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا فرمان

۱- احنبل ناداود بن قیس الفراء المدنی احبہ
بعض ولد سعد بن ابی وقاص انه ذکر لہ ان سعدا
قال وحدث ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ
جرۃ۔ (موطا امام محمد ص ۱۸۵)

امام محمدؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی داود بن قیسؓ فرمادی ہے کہ حضرت
سعد بن ابی وقاصؓ کے کسی بیٹے نے ان سے ذکر کیا کہ حضرت سعد
بن ابی وقاصؓ نے فرمایا میرا بیٹا ہے کہ تو شخص امام کے پیچھے
قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

۲- عن ابی جناد عن سعد قال وحدث ان الذی یقرأ
خلف الامام فی فیہ جرۃ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱ ص ۱۶۷)
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میرا بیٹا ہے کہ جو امام
کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فرمان

۱- عن ابی حمزۃ قال قلت لابن عباس اقرأ والامام
ببین یدی فقال لا۔ (عمادی ۱ ص ۱۵۱)

ابو حمزہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ
کیا میں اس صورت میں قرأت کر سکتا ہوں کہ امام میرے آگے ہو۔

۲۔ عن جابر قتال لا یفتراً خلف الامام۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۶)

۳۔ عن عبید اللہ بن مقسم قال سألت جابر بن عبد اللہ اتقرأ خلف الامام فی الظهر والعصر شیاً فقال لا۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۱۷۷)

حضرت عبید اللہ بن مقسم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابرؓ سے پوچھا کہ کیا آپ ظہر و عصر میں امام کے پیچھے کچھ پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، نہیں۔

حضرت ابوذر دار کا فرمان

عن کشیر بن مرة عن ابی الدرداء قتال قام رجل فقال یا رسول اللہ آفی کل صلوۃ قرآن قال نعم فقال رجل من القوم وجب هذا فقال ابو الدرداء یا کثیر وانا الی جنبہ لا اری الامام اذا ام القوم الا قد کمنا م۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۷۷، دارقطنی ج ۱ ص ۱۷۷، مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت کشیر بن مرةؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوذر دارؓ نے فرمایا ایک صاحب! مجھے اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہر نماز میں قرأت ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، لوگوں میں سے ایک صاحب بولے کہ پھر تو قرأت واجب ہو گئی۔ حضرت ابوذر دارؓ فرماتے ہیں کہ اسے کشیر بن اس کے پہلو ہی میں تھا۔ میں نے کہا کہ میرا خیال تو

آپ نے فرمایا نہیں۔

۲۔ عن عکرمۃ عن ابن عباس انه قیل له ان ناسا یقرون فی الظهر والعصر فقتال لو کان فی علیہم سبیل لقلعت السنۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ فکان قرأہ لنا فتراءہ وسکوتہ لنا سکوتا۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت عکرمہؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ سے کہا گیا کہ کچھ لوگ ظہر و عصر میں قرأت کرتے ہیں آپ نے فرمایا اگر میرا ان پر سچے تو میں ان کی زبانیں پھینچ لوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت کی سو آپ کی قرأت ہماری قرأت تھی اور آپ کا سکوت ہمارا سکوت تھا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ کا قول و عمل

۱۔ مالک عن ابی نعیم و ہب بن کیسان انه سمع جابر بن عبد اللہ یقول من صلی رکعتہ لم یقرأ فیہا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام۔

(سنن امام مالک ص ۶، ترمذی ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت امام مالکؓ ابو نعیم و ہب بن کیسانؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی، تو گویا اس نے نماز ہی نہیں پڑھی الا یہ کہ امام کے پیچھے ہو۔

یہی ہے کہ جب امام لوگوں کی امامت کرتا ہے تو اس کی قرأت ہی لوگوں کو کافی ہوتی ہے۔

حضرت علقمہ بن قیسؓ م ۶۸ھ کا قول و عمل

عن ابراہیم قال ما قرأ علقمة بن قيس قط فيما يجهر فيه ولا فيما لا يجهر فيه ولا في الركعتين الا حريين أم القرآن ولا غيرها خلف الامام - (كتاب الآثار بروایت امام محمد ص ۱۷۱)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ علقمہ بن قیسؓ نے امام کے پیچھے کبھی کسی نماز میں قرأت نہیں کی، نہ بھری نمازوں میں نہ سری میں (نہ پہلی رکعتوں میں) اور نہ پچھلی رکعتوں میں نہ سورہ فاتحہ اور نہ کوئی اور سورہ۔

عن ابراہیم النخعي عن علقمة بن قيس قال لان اعصى على جمره احب الى من ان اقرأ خلف الامام - (مؤطا امام محمد ص ۱۷۱)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ حضرت علقمہ بن قیسؓ نے فرمایا کہ میں انگارہ منبر میں لے لوں یہ مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ امام کے پیچھے قرأت کروں۔

عن معمر عن ابی اسحق ان علقمة بن قيس قال وددت ان الذي يقرأ خلف الامام ملئ فوه قال احسب ترابا او دصفا -

(صنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۱۳۹)

ابو اسحاقؒ سے مروی ہے کہ حضرت علقمہ بن قیسؓ نے فرمایا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ جو امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کا منہ بھر دیا جائے ابو اسحاقؒ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپؐ نے فرمایا تھا کہ اس کا منہ مٹی سے یا لک کے انگارے سے بھر دیا جائے۔

حضرت عمرو بن ميمونؓ م ۷۲ھ کا فرمان

عن مالك بن عمارة قال سألت لا ادري كم رجل من اصحاب عبد الله كلهم يقولون لا يقرء خلف امام منهم عمرو بن ميمون -

(صنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۷)

مالک بن عمارہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بے شمار اصحاب اور تلامذہ سے جن میں عمرو بن ميمونؓ بھی ہیں امام کے پیچھے قرأت کرنے کے متعلق سوال کیا تو ان سب نے جواب دیا کہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہیئے۔

حضرت اسود بن یزیدؓ م ۷۵ھ کا فرمان

۱- عن ابراہیم قال قال الاسود لان اعصى على جمره احب الى ان اقرأ خلف الامام اعلم الله يقرأ - (صنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۷)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت اسود بن یزیدؓ نے فرمایا کہ میں اس بات کو زیادہ پسند کرتا ہوں کہ اپنے منہ میں آگ کی چنگاری ڈال لوں بجائے اس کے کہ میں امام کے پیچھے قرأت کروں جبکہ مجھے علم ہے کہ وہ پڑھتا ہے۔

۲- عن ابراهيم عن الاسود قال وددت ان الذعر
يقرأ خلف الامام ملئ فوه قرايا.

(مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۱۳۸)

حضرت اسود بن یزید فرماتے ہیں کہ میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ بڑے
شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کا منہ مٹی سے
بھر دیا جائے۔

حضرت سوید بن غفلہ م ۸۱ھ کا فرمان

عن الوليد بن قيس قال سألت سوید بن
غفلة ائراً خلف الامام في الظهر والعصر
فقال لا -

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰۱)

ولید بن قیس فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت یزید بن غفلہ سے سوال کیا کہ ظہر
اور عصر کی نماز میں امام کے پیچھے قرأت کر سکتا ہوں فرمایا نہیں۔

حضرت سعید بن المسیب م ۹۴ھ کا فرمان

عن قتادة عن ابن المسيب قال انصت للامام
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰۱)

حضرت سعید بن المسیب نے فرمایا کہ امام کے پیچھے بالکل خاموشی
اقتیار کرو۔

حضرت سعید بن جبیر م ۹۴ھ کا فرمان

عن ابی بشر عن سعيد بن جبیر قال سالت
عن الفترعة خلف الامام قال ليس خلف
امام قراءة

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰۱)

ابو بشر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن جبیر سے سوال کیا کہ کیا امام
کے پیچھے قرأت کی جا سکتی ہے؟ فرمایا کہ امام کے پیچھے کسی قسم کی قرأت
نہیں کی جا سکتی۔

حضرت ابراہیم نخعی م ۹۶ھ کا فرمان

۱- عن معوية عن ابراهيم انه كان يكره الفترعة
خلف الامام وكان يقول تكفيك قراءة الامام
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰۱)

حضرت میفہ سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی امام کے پیچھے
قرأت کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ تجھے امام کی
قرأت ہی کافی ہے۔

۲- عن ابراهيم قال ان اول من قرأ خلف الامام
رجل اتهم -

(موطا امام محمد ص ۹۸)

حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ اول وہ شخص جس نے امام کے
پیچھے قرأت کی وہ ایسا آدمی تھا جس پر بدعتی ہونے کا الزام لگایا گیا تھا

۳- عن ابراهيم قال الذي يقرأ خلف الامام
شاق

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰۱)

حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت
کرتا ہے وہ فاسق ہے۔

۴- عن ابراهيم قال اول ما احدثوا الفترعة
خلف الامام و كانوا لا يفترون

(المجموع للنسائی ج ۲ ص ۱۶۹)

قال الزهري والثوري وابن عيينة ومالك
وابو حنيفة واسحق - (منع ابن قدامة ج ۱ ص ۵۱)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مقتدی پر قرأت واجب نہیں ہے نہ بہری
منازل میں نہ سری میں — امام احمد نے صحت
کے ساتھ یہ بیان کیا ہے جیسا کہ علماء کی ایک جماعت نے ان سے
نقل کیا ہے، اور امام نہ ہری، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، امام
ماک، امام ابو حنیفہ اور اسحق ابن راہویہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

حضرت امام شافعی م ۲۰۴ھ کا مسلک

نحن نقول كل صلاة صليت خلف الامام
والامام يقرأ قراءة لا يسمع فيها قراؤها -

(کتاب الام ج ۷ ص ۱۱)

اور ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جائے اور امام ایسی
قرأت کر رہا ہو جو سنی نہ جاتی ہو تو مقتدی ایسی نماز میں قرأت کرے۔
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی م ۵۶۱ھ کا فرمان

وكذا ان كان ماموماً ينصت الى قراءة الامام
ويفهمها - (غنية الطالبين ج ۱ ص ۵۹)

ایسے ہی اگر نماز پڑھنے والا مقتدی ہے تو اس کو امام کی قرأت
کے لیے خاموش رہنا چاہیے اور اس کی قرأت کو سمجھنے کی کوشش
کرنی چاہیے۔

علامہ ابن تیمیہ م ۷۲۸ھ کا فیصلہ

فما انزع من الطرفين لكن الذين ينهون عن

حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ لوگوں نے امام کے پیچھے قرأت
کرنے کی بدعت ایجاد کی ہے اور وہ صحابہ کرام اور تابعین، امام
کے پیچھے قرأت نہیں کیا کرتے تھے۔

حضرت محمد بن سیرین م ۱۱۰ھ کا فرمان

عن محمد قال لا اعلم القراءة خلف
الامام من السنة - (صنف ابن الشیبة ج ۱ ص ۳۰)
حضرت محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ میں امام کے پیچھے قرأت کرنے
کو سنت نہیں جانتا۔

حضرت امام ابو حنیفہ م ۵۰ھ کا مسلک

قال محمد لا قراءة خلف الامام فيما جهر
فيه ولا فيما لم يجهر وبذلك جاءت
عامته الآثار وهو قول ابی حنيفة - (وسط الامم ص ۱۱)
امام محمد فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت جائز نہیں نہ بہری منازل
میں نہ سری نمازوں میں اس کی تائید میں عام آثار وارد ہوئے ہیں اور
یہی حضرت امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔

حضرت امام محمد م ۱۸۹ھ کا مسلک

قال محمد وبه نأخذ لان في القراءة خلف الامام في شيء من

الصلوة يجهر فيه او لا يجهر (كتاب آثار برایت الامام م ۱ ص ۱۲)

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارا مسلک ہے کہ کسی بھی نماز میں غلہ
بہری ہو یا سری امام کے پیچھے قرأت کرنے کو جائز نہیں سمجھتے۔

حضرة الام ماک م ۹۹، امام احمد بن حنبل م ۲۴۱، امام نہری م ۱۲۵، سفیان ثوری
م ۱۶۱، سفیان بن عیینہ م ۱۶۸، اور اسحق بن راہویہ م ۲۳۸ کا مسلک
وجملہ ذلک ان القراءة عن غير واجبة على
الامام فيما جهر به الامام ولا فيما سربه
نص عليه احمد في رواية الجماعة وبذلك

سے ظاہر ہے۔

۲۔ مرض الوفا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی جس میں آپ نے

سورہ فاتحہ نہیں پڑھی کیونکہ پہلے حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا ہے تھے۔ جب آپ

تشریف لائے تو حضرت ابوبکرؓ مکتبہ کا فریضہ انجام دینے گئے اور آپ

امامت کو مانے لگے اور آپ نے قرأت اس کے آگے سے شروع کی جہاں

ہم حضرت ابوبکرؓ کو کہہ چکے تھے اور سند احمد کی روایت کے مطابق حضور

علیہ السلام والسلام کی تشریف آوری کے وقت حضرت ابوبکرؓ سورۃ فاتحہ

کے بعد سورۃ شروع کر چکے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے یہ نماز بغیر فاتحہ کے پڑھائی اور یہ بھی یہ آپ کا آخری فعل جس کا کوئی تابع

بھی نہیں، چودہ صدیاں گزر گئیں اس تک کسی نے نہیں کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی یہ نماز نہیں ہوئی (العیاذ باللہ)۔ لہذا ثابت ہوا کہ سورۃ فاتحہ

کے بغیر بھی نماز ہو جاتی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول او قیل دونوں

اس کی دلیل ہوتے۔

۳۔ آئین کی احادیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام کو قاری قرار دینا فرمایا نیز

آپ نے حکم دیا کہ جب امام غیر المصنوب علیہم ولا الضالین کے تو تم آئین

کہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرأت فقط امام کا کام ہے مقتدی کا نہیں،

ورنہ تو آپ اول تو سب کو قاری قرار دیتے، دوسرے

مقتدوں سے کہتے کہ جب تم ولا الضالین کہہ چکو تو آئین کو ننگ

آپ نے یہ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا کہ جب امام ولا الضالین کے تو تم آئین کہو۔

نیز احادیث آئین سے معلوم ہوا ہے کہ انسان اور فرشتے آئین میں موافقت

کرنے کے ماحور ہیں اور یہ بات بالکل ظاہر و باہر ہے کہ ملائکہ کی آئین امام کے

پچھلے سورۃ فاتحہ کی قرأت کے بغیر ہی واقع ہوتی ہے کیونکہ قرأت قرآن جائزہ

القراءة خلف الامام جمہور السلف والخلف

ومعہم الكتاب والسنة الصحيحة والذین

اوجبوا علی الماموم فتحلہم ضعف

الاشیۃ۔ (تنویر العیارات ص ۵۵ بحوالہ احسن الکلام ۱۶۵)

مسند زبیر بحث میں نزاع تو طرفین سے ہے لیکن جو لوگ امام کے

پچھلے قرأت سے منع کرتے ہیں وہ جمہور سلف و خلف ہیں اور

ان کے ہاتھ میں کتاب اللہ اور سنت صحیحہ ہے اور جو لوگ امام

کے مقتدی کے لیے قرأت کو واجب قرار دیتے ہیں انکی حدیث

کو ائمہ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ، احادیث و آثار اور ائمہ مجتہدین کے اقوال سے مندرجہ ذیل امور

ثابت ہوتے۔

۱۔ امام کا قرائت کرنا ہے اور مقتدی کا کام امام کی قرأت کی طرف کان لگانا

اور خاص شکر رہنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دونوں

کا حکم ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم اس کی طرف کان لگاؤ و اذنیوا لقرآن

۲۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام کے پچھلے قرأت کرنے کو سزا عت و

مناجبت قرار دیا ہے (جو اسی صورت میں ہوتی ہے کہ امام اور مقتدی

دونوں پڑھنے لگیں)، اس سے بھی ثابت ہوا کہ مقتدی کا قرأت کرنا درست

نہیں ورنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسے منازعت و مناجبت نہ قرار دیتے

نیز انہی احادیث سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ یہ منازعت و مناجبت فقط

جہری نمازوں کے ساتھ نہیں بلکہ جہری اور سری دونوں میں ہوتی ہے جیسا

حضرت عمران بن حصین اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی مرفوعہ آیت

انسان ہے کسی اور کو یہ حاصل نہیں) پس چاہیے کہ مقتدیوں کی آئین بھی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کی قرائت کے بغیر ہی ہوتا کہ مقتدیوں اور فخریوں کی آئین میں توافق ہو سکے، اس بات سے بھی ثابت ہوا کہ قرائت فقط امام کا کام ہے مقتدی کا نہیں۔

۵۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حدیث (۵۵) سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر کوئی شخص امام کو رکوع میں پالے تو اس کی وہ رکعت ہو جائے گی، کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رکوع میں پایا تو رکعت پانے کے لیے جلدی سے رکوع میں چلے گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے حضرت ابوبکرؓ کو دُعا دی اور فرمایا اَئِنَّہَ اِیْسَانٌ لِّمَنْ یَّہْدِیْہِ فَرَمَایَا کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی، اسے لوٹاؤ، امام کو رکوع میں پالینے سے رکعت کا ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ مقتدی پر سورۃ فاتحہ فرض نہیں، اگر فرض ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوبکرؓ کو حضور نماز لوٹانے کا حکم دیتے کیونکہ وہ سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر رکوع میں چلے گئے تھے، لیکن کسی حدیث سے بھی آپ کا انہیں نماز لوٹانے کا حکم دینا ثابت نہیں۔

۶۔ حضرت انسؓ اور حضرت عائشہؓ کی احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ سورۃ فاتحہ بھی قرائت میں شامل ہے کیونکہ دونوں ہی یہ فرما رہے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قرائت کی ابتداء سورۃ فاتحہ سے کیا کرتے تھے معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ قرائت میں شامل ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

علیہ یہ بات محدث محمد حسن زین پوری نے ذکر کی ہے تحصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں
الدلیل المبین علی ترک القاء للمقتدین ص ۶۹۔

نے جو مقتدی کو قرائت سے منع کیا ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ نہ سورۃ فاتحہ پڑھے اور نہ ہی کوئی دوسری سورۃ۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث (۵۔ اور ۸) سے یہ بات مزید واضح ہو جاتی ہے کیونکہ اُن میں واذا قرأ فاتحۃ فاتحوا کے بعد واذا اذتال غیر المغضوب علیہ ولا الضالین فقولوا آمین کے الفاظ بھی آئے ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ سورۃ فاتحہ پڑھنا بھی قرائت میں شامل ہے اور صرف امام کا وظیفہ ہے مقتدی کا نہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ جب امام غیر المغضوب علیہ ولا الضالین کہتے تو تم کہیں کہو ظاہر ہے کہ غیر المغضوب علیہ ولا الضالین سورۃ فاتحہ ہی کا حصہ ہے اور آپ نے اسے امام کے پڑھنے کے ساتھ خاص کیا ہے۔ لہذا غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ ان احادیث میں قرائت سے روکا گیا ہے سورۃ فاتحہ سے نہیں یہ بالکل غلط ہے کیونکہ سورۃ فاتحہ بھی قرائت میں شامل ہے اور سورۃ فاتحہ کی معاملات اَوَّلُہٗ وَبِالْآخِرِ ہے اور دوسری سورتوں کی ثَمَانِیْہَا اور اَبْتَعُ ۷۔ حضرت عباد بن صامتؓ کی حدیث لا صلوة لمن لم یقرء بقسمی کتاب فصاعداً اکیلے نماز پڑھنے والے کے لیے ہے۔

چنانچہ اس حدیث کے راوی حضرت سفیان بن عیینہؓ، اور ان کے ساتھ حضرت امام احمد بن حنبلؓ، دونوں حضرات حدیث طور پر فرما رہے ہیں کہ ”یہ نہ نماز پڑھنے والے کے لیے ہے“ جیسا کہ ابوداؤد اور ترمذی میں موجود ہے مگر ان دونوں حلیل القدر ہستیوں کے بیان سے یہ صرف نظر کر لیا جائے تب بھی خود اس حدیث میں ایسے شواہد موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ فقرہ دیکھ لیں۔

اول یہ کہ اس حدیث میں فصاعدا کا لفظ موجود ہے جس کا مطلب ہے کچھ مزید، اس لفظ کے ہوتے ہوئے حدیث کا ترجمہ ہوگا کہ اس شخص کی نماز جائز نہیں جو سورۃ فاتحہ کے ساتھ مزید قرات نہ کرے اور اس پر اجماع ہے کہ سورۃ فاتحہ کے ساتھ مزید قرات منفرہ ہی کتاب ہے مقتدی نہیں۔

دوم ^۱ یہ کہ اس حدیث کے ترجمہ پر غور کیا جائے۔ حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ اس شخص کی نماز نہیں جو سورۃ فاتحہ کے ساتھ قرات نہ کرے، یعنی سورۃ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورۃ نہ پڑھے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ منفرہ کے لیے ہے مقتدی کے لیے نہیں کیونکہ سورۃ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورۃ پڑھنا منفرہ کا کام ہے مقتدی کا نہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ ^۲ کی مرفوع حقیقی اور مرفوع کھکی (موقوف) حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بالاحادیث منفرہ اور امام کے لیے ہے مقتدی کے لیے نہیں کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ حدیث میں صاف موجود ہے کہ جس کسی نے نماز میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ قرات نہ کی اس کی نماز نہیں ہوئی سوائے اس شخص (مقتدی) کے جو امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو۔

۸۔ خلفاء راشدین بھی امام کے پیچھے نہ تو خود قرات کرتے تھے اور نہ ہی لوگوں کو کرنے دیتے تھے بلکہ امام کے پیچھے قرات کرنے سے منع فرماتے تھے جیسا کہ مصنف عبد الرزاق کی زید بن اسلم کی روایت سے واضح ہے۔

۱۔ حدیث کا یہ مفہوم جو دیکھا گیا ہے اس کی طرف امام بن قیوم ^۳ نے اشارہ کیا ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "دائع الفوائد" ۲ ص ۶۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مقتدی کو امام کی قرات ہی کافی ہے اور فرماتے تھے کہ جو مقتدی امام کے پیچھے قرات کرتا ہے اس کے سنہ میں پتھر پڑے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرات کرتا ہے وہ فطرت کے خلاف کام کرتا ہے، ایسا شخص فطرت پر نہیں ہے۔

۹۔ خلفاء راشدین کے علاوہ دیگر صحابہ کرام بھی امام کے پیچھے قرات کرنے کے مخالف تھے، چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جی چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے قرات کر لے والے کے منہ میں انگارے بھر دیئے جائیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا بس چلے تو میں امام کے پیچھے قرات کرنے والے کی زبان ہی کھینچ لوں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ امام کے پیچھے قرات کرنے والے کی زبان ہی نہیں ہوتی۔

۱۰۔ یہی حال تابعین و تبع تابعین کا تھا۔ یہ حضرات بھی امام کے پیچھے قرات کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ امام ابن سیرین فرماتے ہیں کہ ہمیں تو امام کے پیچھے قرات کے ہرے سے ہی مسنون ہونے کا بھی علم نہیں ہے چاہے نیک قرص و واجب بھنا۔ اسی لیے حضرت اسود بن یزید فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرات کرنے سے زیادہ مجھے یہ پسند ہے کہ میں منہ میں انگارے لے لوں، حضرت علقمہ بن قیس فرماتے ہیں کہ جی چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے قرات کرنے والے کے منہ میں مٹی بھر دی جائے وغیرہ۔

۱۱۔ جابر بن عبد اللہ بن حضرت امام ابو حنیفہ ^۴، امام مالک ^۵، امام شافعی ^۶، امام احمد

بن جنبلؒ میں سے کوئی امام بھی جہری نمازیں امام کے پیچھے قراوت کر لے
کو صحیح نہیں سمجھتا، فرض و واجب سمجھنا تو بہت دور کی بات ہے۔ نیز امام
میں سے کوئی امام بھی اسکا قائل نہیں کہ امام کے پیچھے سوۃ فاتحہ نہ پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی۔
۱۱۔ امام ابن تیمیہؒ کے قول کے مطابق جمہور سلف و خلف امام کے پیچھے
قراوت کرنے سے منع کرتے ہیں اور ان کی دلیل کتاب اللہ اور سنت
صحیحہ ہے اور امام کے پیچھے قراوت کو فرض و واجب قرار دینے والوں
کی دلیل مکرور ہے۔

لیکن قرآن و حدیث، آثار صحابہ و تابعین اور اقبال ائمہ مجتہدین کے خلاف
غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ مقتدی پر امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے چاہے
امام اونچی آواز سے قراوت کر رہا ہو یا آہستہ آواز سے اور جو امام کے پیچھے سورۃ
فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز ناقص ہے، کالعدم ہے بیکار ہے باطل ہے۔
چنانچہ میاں نذیر حسین صاحب کے برادر زادے اور شاگرد مولوی عبدالحفیظ
صاحب لکھتے ہیں :-

”فاسخ خلف الامام پڑھنا فرض ہے بغیر فاتحہ پڑھے ہوئے نماز نہیں

ہوتی۔“ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۳۹۸)

خونٹے :- مولوی عبدالحفیظ صاحب کے اس فتوے پر میاں نذیر حسین صاحب
اور ان کے دوسرے شاگردوں کے بھی دستخط ثبت ہیں۔

نواب نور الحسن خان صاحب لکھتے ہیں :-

”بعد سورۃ فاتحہ بخواند اگرچہ در پس امام باشد زیر اکبر فاتحہ

نہ نماز صحیح ست و نہ اور اک رکعت معتبر ہے۔“ (عرف الہادی ص ۱۱)

اس کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھے اگرچہ امام کے پیچھے ہو کیونکہ فاتحہ

کے بغیر نہ نماز صحیح ہے اور نہ رکعت کا پانا معتبر ہے۔

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :-

”ومن فرائضها قراءۃ الفاتحۃ لتتأد

علیہا فکل رکعۃ من الشانیۃ والرباعیۃ

فالفرائض والنواہل للامام والمأموم

والمنفرد والمبسوق“ (نزل الابرار ص ۱۸)

نماز کے فرائض میں سے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ہے اس شخص کے

لیے جو اس کے پڑھنے پر قار ہو و رکعت والی اور چار رکعت

والی نمازوں کی ہر رکعت میں خواہ فرض نماز ہو یا نفل، امام مقتدی

منفرد اور مبسوق ہر ایک کے لیے۔

مولوی شہار اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں :-

”میں سورۃ فاتحہ کو امام کے پیچھے پڑھنے کو ضروری جانتا ہوں اور

روئے قرآن و حدیث میری تحقیق ہے کہ فاتحہ کے بغیر منفرد

ہو یا مقتدی کسی کی نماز نہیں ہوتی۔“ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۳۹۸)

کراچی سے ایک رسالہ ”فصل الخطاب فی قراءۃ فاتحۃ

الکتاب“ شائع ہوا ہے جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ

”جو شخص امام کے پیچھے ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس

کی نماز ناقص ہے کالعدم ہے بیکار ہے باطل ہے۔“

(فصل الخطاب من ابوالحسن النکاح ص ۱۸)

لاحظہ فرمائیے :- قرآن و حدیث آثار صحابہ و تابعین وغیرہ سے ثواب

جو امام کے مقتدی کو امام کے پیچھے قراوت کرنی ہی نہیں چاہیے خاموش

رہ کر امام کی قراوت کی طرف کان لگانے چاہیے لیکن غیر مقلدین کا کہنا ہے

کہ مقتدی پر سورہ فاتحہ کی قرأت فرض و واجب ہے اگر وہ سورہ فاتحہ نہیں پڑھے گا تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ نماز جو آپ نے بغیر سورہ فاتحہ کی قرأت کے پڑھائی تھی وہ بھی نہ ہو، نیز خلفاء راشدین ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور ان کے ہزاروں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں متبعین جن میں حضرت علی بن ابی طالب، خواجہ معین الدین چشتی، امیر، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، بابا فرید گنج شکر، خواجہ نظام الدین اولیاء، خواجہ باقی باللہ، مجدد الف ثانی، حضرت طاہر ندکی، حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہم اللہ جیسے بڑے اولیاء کرام ہیں ان سب کی نماز بھی نہ ہو کیونکہ یہ حضرات بھی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ تو خود پڑھتے تھے اور نہ ہی پڑھنے کو صحیح سمجھتے تھے۔

قارئین کرام! غور فرمائیے کہ غیر مقلدین اپنے اس نظریہ سے کہ ہر کس کی نماز باطل قرار دے دیتے ہیں اور بقول غیر مقلدین جب ان کی نماز ہی نہ ہو تو یہ تارک نماز ہوتے اور تارک نماز غیر مقلدین کے نزدیک چونکہ مسلمان نہیں، اس لیے یہ سب حضرات بھی مسلمان نہ ہوں گے العیاذ باللہ۔ غیر مقلدین کی یہ اتنی بڑی جرأت و جسارت ہے جو غیر مقلدین کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتی۔ قارئین آپ نے غیر مقلدین کے فتوے ملاحظہ فرمائے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے فتوے پر بھی ایک نظر ڈالتے چلتے۔ دیکھئے امام احمد بن حنبل کیا فرماتے ہیں۔

”اہل اسلام میں سے کسی کو بھی ہم نے یہ کہتے نہیں سنا کہ جس شخص نے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی جس نے قرأت کی ہوا اور اس کے مقتدی نے قرأت نہ کی ہو تو اس مقتدی کی نماز نہیں

ہوتی، یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، آپ کے صحابہ، تابعین، اور تبع تابعین ہیں اور یہ امام مالکؒ ہیں اہل حجاز میں، اور یہ سفیان ثوریؒ ہیں اہل عراق میں اور یہ امام اوزاعیؒ ہیں اہل شام میں اور یہ لیثؒ ہیں اہل مصر میں، ان میں سے کسی نے بھی نہیں کہا کہ جس نے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی کہ جس نے قرأت کی تھی اور عود اس مقتدی نے نہیں کی تو اس مقتدی کی نماز باطل ہے۔“

(مفتی ابن قدامہ ص ۱۷۷)

قارئین محترم اب آپ خود فیصلہ فرمائیے کہ غیر مقلدین کا مقتدیوں پر سورہ فاتحہ کی قرأت کو فرض قرار دینا اور نہ پڑھنے والے کی نماز کو باطل قرار دینا اور بلا جھجک یہ فتویٰ صادر کر دینا کہ امام کے پیچھے جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی، یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

ادراك الركعة بادراك الركوع مع الامام
جس نے امام کو رکوع میں پایا اس نے وہ رکعت پالی

۱- عن الحسن عن ابی بکرۃ انہ انتہی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو ذاکم فرکع قبل ان یصل الی الصف فذکر ذلک لغبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ذلک اللہ حصا ولا تعد بخاری ص ۱۷۷

حضرت حسن بصریؒ حضرت ابوبکرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس (مسجد نبوی میں)

ثابت کان یرکع علی عتبة المسجد ووجهه
القبلة ثم یمشی معترضا علی شقی
الایمن ثم یعتد بها ان وصل الی الصف
اولم یصل - (طحاوی ج ۱ ص ۲۷۲)

حضرت خارجہ بن زید، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت
کرتے ہیں کہ وہ مسجد کی طہیر میں قدم رکھتے ہی قبلہ رو ہو کر رکوع میں
چلے جاتے پھر رکعت کالت رکوع، دائیں طرف (صف کی طرف) چل پڑتے اور
اس رکوع سے پوری رکعت شمار کرتے چاہے آپ صفت تک پہنچتے یا نہ پہنچتے۔

۵- عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اذا جئتم فی الصلوۃ ونحن سجد
فانسجدوا ولا تفتدوها شیئا ومن ادرك
الركعة فقد ادرك الصلوۃ - (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۸۱ متدرک ج ۱ ص ۱۸۱)
حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جب تم نماز کے لیے آؤ اور ہم سجدہ میں جا چکے ہوں تو
تم بھی سجدہ میں چلے جاؤ اور اس رکعت کو شمار نہ کرو البتہ جس نے
رکوع پایا اس نے نماز اکی وہ رکعت، پالی۔

۶- عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال من ادرك ركعة من الصلوۃ فقد ادركها
قبل ان یقیم الامام صلیہ،

(صحیح ابن خزیمہ ج ۲ ص ۲۵۷ و صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۲۵۷)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پہنچے تو آپ رکوع میں جا چکے تھے۔ چنانچہ صف میں ملنے سے
قبل ہی وہ رکوع میں چلے گئے (اور آہستہ چلتے چلتے صف میں
مل گئے) نبی علیہ السلام کے سامنے اس کا ذکر ہوا تو آپ نے اشارہ فرمایا
اللہ تعالیٰ تجھ کی کرنے پر اور حریص کرے پھر ایسا نہ کرنا۔

۲- عن زید بن وہب قال دخلت انا وابن
مسعود المسجد والامام راکع فنکعنا ثم
مضینا حتی استوینا بالصف فلما فرغ الامام
تمت اقصی فقال قد ادركتہ۔

(معجم طبرانی کبیر ج ۱ ص ۱۸۱)

حضرت زید بن وہبؓ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عبداللہ بن
مسعودؓ مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے داخل ہوئے تو امام رکوع
میں جا چکا تھا چنانچہ ہم بھی رکوع میں چلے گئے اور آہستہ چلتے
چلتے صف میں مل گئے جب امام فارغ ہوا میں اٹھ کر (وہ
رکعت) قضا کرنے لگا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا
کہ بھی تم نے وہ رکعت پالی ہے۔

۳- عن علی وابن مسعود قال من لم يدرك
الركعة فلا یعتد بالسجدة - (معجم طبرانی کبیر ج ۱ ص ۱۸۱)
حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ دونوں نے فرمایا کہ
جس نے (امام کو) رکوع (میں) نہ پایا اس کے سجدہ (میں) پانچے
کا کوئی اعتبار نہیں۔

۴- عن خارجہ بن زید بن ثابت ان زید بن

نے فرمایا جس نے امام کے رکوع میں اٹھنے سے پہلے رکوع کو پالیا اس نے وہ رکعت پالی۔

۷۔ مالک انہ یلعنہ ان اباہریرۃ کان یقول من ادرك الركعة فقد ادرك السجدة ومن مناته ام القرآن فقد مناته خير كثير۔

(موطا امام مالک ص ۸)

حضرت امام مالک سے مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے تھے کہ جس نے رکوع پالیا اس نے سجدہ بھی پالیا اور جس سے ام القرآن فوت ہوگئی اس سے خیر کثیر فوت ہوگئی۔

۸۔ مالک انہ یلعنہ ان عبد اللہ بن عمرو بن ثابت کان یقول ان ادرك الركعة فمكرك السجدة۔ (موطا امام مالک ص ۸)

حضرت امام مالک سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور زید بن ثابتؓ دونوں فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص نے رکوع پالیا اس نے سجدہ بھی پالیا۔

۹۔ عن ابن عمر انہ کان یقول اذا شئتک الركعة فمكرك السجدة۔ (موطا امام محمد ص ۸)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا کرتے تھے کہ جب تجھ سے رکوع فوت ہوگیا تو پھر سجدہ بھی فوت ہوگیا (یعنی وہ رکعت نہ ہوئی)

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر کوئی شخص امام کو رکوع میں پالے تو اس کی وہ رکعت صحیح ہو جائے گی۔ اس کے دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں

ہوگی، چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رکوع میں پالیا، تو رکعت پانے کے لیے جلدی سے رکوع میں چلے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے حضرت ابو ہریرہؓ کو دُعا دی اور فرمایا ائدہ ایسا نہ کرنا۔ لیکن یہ نہیں فرمایا کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی اسے ٹٹاؤ۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے رکوع میں ملنے کے لیے جو جلدی کی اس سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام کے نزدیک امام کو رکوع میں پالینے سے وہ رکعت ہو جاتی ہے، ورنہ حضرت ابو ہریرہؓ کو رکوع میں ملنے کی کوشش نہ کرتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر یہ مسئلہ بیان فرمایا کہ جو شخص امام کے ساتھ رکوع میں مل جائے امام کے اٹھنے سے پہلے پہلے تو اس کی وہ رکعت ہوگئی جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث سے واضح ہے اسی پر صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین کا عمل تھا اسی کو ائمہ مجتہدین ائمہ اربعہ نے اپنایا۔ گویا یہ ایک اجماعی مسئلہ ہوا۔ چنانچہ علامہ ابن عبد البرؒ ماکھی لکھتے ہیں۔

”قال جمهور الفقهاء من ادرك الامام راكعا فكمكرك ركعتا واما يديه من ركعته قبل ان يرفع الامام رأسه فقد ادرك الركعة ومن لم يدرك ذلك فقد فاتته الركعة ومن مناته الركعة فمكرك السجدة ای لا يعتد بها هذا مذهب مالک والشافعی وابن حنيفة واصحابه والثروری والوزاعی وابن ثور واسحق وروى ذلك

عن علی و ابن مسعود و زید و ابن عمر و قد ذکرنا
 الا سائید عنهم فی التمهید۔ (الذکر لا یصح۔ جلد اول ص ۵۸)
 جمہور فقہار کا کہنا ہے کہ جس شخص نے امام کو رکوع میں پایا اور
 وہ تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا گیا اور دونوں گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑ
 لیا۔ امام کے اٹھنے سے پہلے پہلے تو اس نے وہ رکعت پالی اور
 جس نے امام کو رکوع میں نہ پایا اس سے رکوع فوت ہو گیا اور جس
 سے رکوع فوت ہو گیا اس سے سجدہ فوت ہو گیا یعنی اس کا سجدہ بھی
 معتبر نہیں ہے۔ یہی مذہب ہے حضرت امام مالک امام شافعی،
 امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب و سفیان ثوری، امام اوزاعی، امام
 ابو ثور، امام احمد اسحاق بن راہویہ کا اور یہی حضرت علیؓ، حضرت عیسیٰؑ
 بن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے
 اور ہم نے ان کی سندیں ٹھیکہ میں ذکر کر دی ہیں۔

لیکن چونکہ امام کو رکوع میں پالینے والے مقتدی کی رکعت کا ہو جانا اس بات
 کی کھلی دلیل ہے کہ مقتدی کی نماز فاتحہ کے بغیر ہو جاتی ہے، مقتدی پر فاتحہ
 فرض نہیں، اور یہ غیر متقلدین کے مسلک کے خلاف ہے اس لیے انہوں نے
 ان تمام اعادہ و اثار اور اجماع اُمت کے خلاف بڑی ڈھٹائی کے ساتھ
 صاف طور پر کہہ دیا کہ جو شخص امام کو رکوع میں پائے اس کی وہ رکعت نہیں فی
 سلام پھیرے کے بعد اس رکعت کو ادا کرے۔

چنانچہ مولوی عبد الرحمن گورکھپوری لکھتے ہیں :-

”مدرک رکوع کی رکعت نہیں ہوتی، اس لیے کہ ہر رکعت میں سورۃ
 فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔“ (فتاویٰ مذہبیہ ج ۱ ص ۲۹۶)

نوٹ :- یہ فتویٰ میاں نذیر حسین صاحب کا مصدقہ فتویٰ ہے۔
 نواب نور الحسن لکھتے ہیں :-

”بے فاتحہ نہ نماز صحیح است و نہ ادا رکعت معتد بہ۔“

(عرف المجاہد ص ۲۱)

سورۃ فاتحہ کے بغیر نہ نماز صحیح ہے اور نہ ہی رکوع میں امام کو پانے
 سے رکعت کے پانے کا اعتبار ہے۔
 نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :-

”ولو وجد الامام ف الرکوع لا یعتد بتلك
 الرکعة لان قضاء الفضا تحت فرض عندنا۔“
 (نزل الامارۃ ص ۱۳۳)

اگر امام کو رکوع میں پایا تو (نماز میں) اس رکعت کو شمار نہیں کیا جائیگا
 کیونکہ سورۃ فاتحہ پڑھنا ہمارے نزدیک فرض ہے۔

مولوی یونس دہلوی لکھتے ہیں :-

”مدرک رکوع کی رکعت ہرگز نہیں ہوتی۔“ (دستورالمتقی ص ۱۱)

ملاحظہ فرمائیے : اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو فرما رہے
 ہیں کہ امام کو رکوع میں پالینے والے کی رکعت ہو جاتی ہے۔ صحابہ کرامؓ، تابعین
 عظامؓ کا کہنا ہے کہ اس کی رکعت ہو جاتی ہے۔ ائمہ مجتہدین اس پر متفق
 ہیں کہ اس کی رکعت ہو جاتی ہے لیکن غیر متقلدین بلا ہجک کہہ رہے ہیں
 کہ امام کو رکوع میں پانے والے کی رکعت ہرگز نہیں ہوتی کیونکہ یہ بات مان
 لینے سے ان کے مسلک پر زلچڑتی ہے اور چونکہ اپنا مسلک اور دوسروں
 کی مخالفت عزیز ہے اس لیے نہ قول رسول کی پرواہ نہ آثار صحابہ کی فکر، نہ

اجماع است کا خیال، بلکہ ایک غیر مقلد نے تو ایسی بات کہہ دی کہ جس کو پڑھکر دل روتا ہے جگر پھٹتا ہے، کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ وہ بات نقل کر کے گو دل نہ نہیں چاہتا لیکن محض اس لیے نقل کر دیتے ہیں کہ غیر مقلدین کا انداز بیان اور طرز عمل لوگوں کے سامنے آجائے۔ ذرا دل تھام لیجئے کہیں شے نہ ہو جائے یہ سوال ایک غیر مقلد مگر منصف مزاج عالم کی زبان نقل کیا جاتا ہے۔

۱۔ اول تحریر ایک ہمارے ہی علامہ اہل حدیث کی پرچہ تنظیم میں طبع ہوئی تھی جس میں مولانا موصوف نے مد رک رکوع کے اعتقاد والوں کو مختلف المنار (ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے) مکہ کا حکم صادر فرما دیا تھا۔ نتیجہ اس طرح نکلا تھا کہ مد رک رکوع سے فاتحہ مفقود ہوتی ہے لہذا اس کی نماز نہیں، جس کی نماز نہیں وہ۔ بے نماز ہے۔ بے نماز کا فرض ہے اور وہ مغلطہ فی المار ہے، بلطفہ۔ (انعام الرکوع فی ادراک الرکوع ص ۱۰۲ بحوالہ احسن العلوم ج ۱ ص ۱۵۸)

قارئین کرام یہ سب غیر مقلدین کا قول و عمل اور یہ ہے ان کی قرآن و حدیث سے مجتہد۔ اس آپ کو وہی فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت۔

الاقتصار علی الفاتحة فی الاخریین

وجواز التسبیح موضعها وجواز السکوت
فمنوں کی آخری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہیئے اور
ان رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کی جگہ التسبیح پڑھنا اور خاموش رہنا بھی جائز ہے

۱۔ عن عبد اللہ بن ابی قتادۃ عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرأ فی الظهر الاولیین بام الکتاب وسورتین و فی الرکعتین الاخریین بام الکتاب الحدیث۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۸۱)
حضرت عبداللہ اپنے والد حضرت ابو قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ظہر کی نماز میں پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور دوسری دو سورتیں پڑھتے تھے اور دوسری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے۔

۲۔ عن عبید اللہ بن ابی رافع عن علی رضی اللہ عنہ انہ کان یقرأ فی الرکعتین الاولیین من الظهر بام القرآن و قترآن و فی العصی مثل ذالک و فی الاخریین منہما بام القرآن و فی المغرب فی الاولیین بام القرآن و قرآن و فی الثالثۃ بام القرآن قال عبید اللہ و اراہ تدرفعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۸۱)

عبید اللہ بن ابی رافع سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ عصر کی پہلی دو

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، میں نے سنا کہ جب آپ نے عَنِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ کہا تو آپ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے آپ نے اپنی آواز آہستہ کر دی۔

۸۔ علقمة بن وائل یحدث عن وائل (وفد سمعت من وائل) انه صلى مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما قرأ عَنِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ قال آمين خفص بها صوته، الحديث - (منه المعبود في ترتيب سنن الطائفة إلى واد ص ۱۹)

حضرت علقمة بن وائلؓ اپنے والد حضرت وائلؓ سے حدیث بیان کرتے ہیں (حضرت علقمة کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے خود حضرت وائلؓ کی زبان بھی سنا ہے) کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ نے عَنِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ پڑھا تو آپ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے اپنے اپنی آواز پست کر دی۔

۹۔ عن علقمة بن وائل عن ابيه انه صلى مع النبي صلى الله عليه وسلم حين قال عَنِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ قال آمين يخفص بها صوته، (متحدك حاكم ۲۵ ص ۱۳۲)

حضرت علقمة بن وائلؓ اپنے والد حضرت وائلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ

عَنِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ کہہ چکے تو آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے آپ نے اپنی آواز پست رکھی۔

۱۰۔ علقمة بن وائل یحدث عن وائل (وفد سمعت من وائل انه صلى مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما قرأ عَنِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ قال آمين خفص بها صوته۔

(بیہقی ج ۱ ص ۵۷)

حضرت علقمة بن وائلؓ حضرت وائلؓ سے حدیث نقل کرتے ہیں (حضرت علقمة کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے خود حضرت وائلؓ کی زبان بھی سنا ہے) کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ نے عَنِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ پڑھا تو آپ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے اپنی آواز پست کر دی۔

۱۱۔ عن علقمة بن وائل عن ابيه انه صلى مع النبي صلى الله عليه وسلم فلما قرأ عَنِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ قال آمين وخفص بها صوته۔ (تمذی ج ۱ ص ۵۷)

حضرت علقمة بن وائلؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (نماز میں) عَنِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ پڑھا تو آپ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے اپنی آواز پست کر دی۔

حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ آہستہ آواز سے آئین کہتے تھے

۱۔ عن ابراهيم قال قال عمر اربع يخفين عن الامام التقوذ وبسم الله الرحمن الرحيم وآمين واللهم ربنا لك الحمد

(سنن البیہقی ج ۸ ص ۲۷۷)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام چار چیزوں کو آہستہ کہے۔ (۱) اعوذ ب اللہ، (۲) بسم اللہ (۳) آمین (۴) اللھم ربنا لك الحمد۔

۲۔ روى ابو معمر عن عمر بن الخطاب انه قال يخفي الامام اربعاً التقوذ وبسم الله الرحمن الرحيم وآمين وربنا لك الحمد۔

(البیہقی فی شرح البیہقی ج ۱ ص ۲۷۷)

حضرت ابو معمرؒ حضرت ابراہیم نخعیؒ کے اسناد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؓ نے فرمایا امام چار چیزوں کو آہستہ کہے (۱) اعوذ باللہ (۲) بسم اللہ (۳) آمین (۴) ربنا لك الحمد۔

۳۔ وروينا عن عبد الرحمن بن ابی ليلى ان عمر بن الخطاب قال يخفي الامام اربعاً التقوذ وبسم الله الرحمن الرحيم وآمين وربنا لك الحمد

(معلی ابن خرم ج ۲ ص ۲۷۷)

(ابن خرم کہتے ہیں کہ) ہم نے روایت کیا ہے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؒ سے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام چار چیزوں کو آہستہ کہے (۱) اعوذ باللہ (۲) بسم اللہ (۳) آمین (۴) ربنا لك الحمد۔

۴۔ عن ابی وائل قال كان عمرو على لا يجهرن لبسم الله الرحمن الرحيم ولا بالتقوذ ولا بالآمين (شرح معانی الآثار ص ۱۷۷ ج ۱ ص ۲۷۷) ابو اؤل کہتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نہ تو بسم اللہ اور اعوذ باللہ اونچی آواز سے پڑھتے تھے اور نہ ہی آمین اونچی آواز سے کہتے تھے۔

۵۔ عن ابی وائل قال لم يكن عمرو على يجهرن بسم الله الرحمن الرحيم ولا بالآمين۔ (المجمر النقی ج ۱ ص ۲۷۷)

حضرت ابو وائل کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نہ تو بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتے تھے اور نہ ہی آمین اونچی آواز سے کہتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی آہستہ آواز سے آئین کہتے تھے۔

۶۔ عن ابی وائل قال كان علی و ابن مسعود لا يجهرن بسم الله الرحمن الرحيم ولا بالتقوذ ولا بالآمين۔

(معجم طبرانی کبیر ج ۲ ص ۲۷۷)

حضرت ابو وائل کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نہ تو اعوذ باللہ، بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتے تھے

اور نہ ہی آئین اونچی آواز سے کہتے تھے۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ امام چار چیزوں کو آہستہ آواز سے کہے (۱) بسم اللہ (۲) اعوذ باللہ (۳) آمین (۴) سمع اللہ لمن حمدہ، کے بعد ثناء لٹ الحمد۔

۱۔ عن ابراہیم وہ انہ کان یُسِرُّ آمین۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۹۷)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ وہ آمین سر آہستہ کہتے تھے۔

حضرت امام شعبیؒ اور حضرت ابراہیم تیمیؒ بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے

۱۱۔ قال الطبری وروی ذالک عن ابن مسعود

وروی عن النخعی والشعبی وبراہیم التیمی

کانوا یخفون بآمین۔ (المجموع للشیخ ج ۲ ص ۵۵)

امام ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے

بھی یہی مروی ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ امام نخعیؒ، امام شعبیؒ،

اور ابراہیم تیمیؒ بھی آمین آہستہ آواز ہی سے کہتے تھے۔

حضرت سفیان ثوریؒ کا مملکت بھی آمین آہستہ آواز ہی سے کہنے کا ہے

۱۲۔ وقال سفیان الثوری وابو حنیفۃ قتلاہما

الامام سئل ذہبوا الی قتلۃ الخصاب

وابن مسعود رضی اللہ عنہما۔ (کنز العمال ج ۲ ص ۳۶)

حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت امام بو حنیفہؒ فرمایا۔ تین دن رات

آمین سر آہستہ اس میں انہوں نے حضرت ہشامؒ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی تقلید کی ہے۔

۷۔ عن علقمۃ والسود کلیدما عن ابن مسعود

قال یخفی الامام ثلاثا التعوذ وبسم اللہ

الرحمن الرحیم و آمین۔ (مکنی بن حزم ج ۲ ص ۲۶)

حضرت علقمہؒ اور اسودؒ دونوں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے

روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا امام تین چیزوں کو آہستہ آواز

سے کہے (۱) اعوذ باللہ (۲) بسم اللہ (۳) آمین۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ خود بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے اور فتویٰ

بھی آمین کے آہستہ آواز سے کہنے کا دیتے تھے

۸۔ عن ابراہیم قال خمس یخمنین سبحانک

اللہم وبحمدک والتعوذ وبسم اللہ الرحمن

الرحیم و آمین واللہم ربنا لك الحمد۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۸۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ پانچ چیزیں آہستہ کہی جاتی ہیں

(۱) سبحانک اللہم وبحمدک (۲) اعوذ باللہ (۳) بسم اللہ (۴)

آمین (۵) ربنا لك الحمد۔

۹۔ عن ابراہیم قال اربع یخفین الامام

بسم اللہ الرحمن الرحیم والاستعاذۃ و آمین

واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ قال ربنا

لك الحمد۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۵۵ و

حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آہستہ آواز سے آمین کہیں،

اخین نا ابو حنیفہ عن حماد عن ابراہیم قال
اربع یخافت بہن الامام سبحانک اللہم وبحمدک
والتعوذ من الشیطن الرجیم وبسم اللہ الرحمن
الرحیم قال امین قتال محمد و بہ ناخذوہو
قول ابی حنیفہ -

(کتاب آثار للامام ابی حنیفہ برایت الامام محمد ص ۱۱)
(امام محمدؒ فرماتے ہیں) ہمیں خبر دی حضرت امام ابو حنیفہؒ نے بڑیت
حماد حضرت امام غنیؒ سے انہوں نے فرمایا کہ امام چار چیزوں کو آہستہ
آواز سے کہے (۱) سبحانک اللہم وبحمدک (۲)
اعوذ باللہ (۳) بسم اللہ (۴) آمین - امام محمدؒ فرماتے
ہیں اسی کو ہم لیتے ہیں اور یہی قول ہے حضرت امام ابو حنیفہؒ کا۔
قتال النوری " و قتال ابو حنیفہ و التوری
یسرون بالتامین و کذا قتالہ مالک فی
المسوم" الخ - (المجموع شرح المنہج ج ۲ ص ۱۱۱)
امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرت سفیان
ثوریؒ کا قول ہے کہ مقتدی آمین شرا کہیں، اور مقتدی کے بے
یمن حضرت امام مالکؒ کا بھی یہی قول ہے -

امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ امام تو آمین کہے
ہی نہیں مقتدی آہستہ آواز سے آمین کہیں،

قتال مالک " ویخفی من خلت الامام آمین
ولا یقتل الامام آمین ولا یأس بالرجل
وحده ان یقول آمین " (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۱)
امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی آہستہ آواز سے آمین کہے
اور امام آمین نہ کہے، البتہ جو شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہو اس کے
آمین کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ امام تو اونچی آواز سے
آمین کہے لیکن مقتدی آہستہ آواز سے آمین کہیں،

قتال الشافعی " فاذا فزع من قراءۃ ام
القرآن قتال آمین و رفع بہا صوته لیقتدی
بہ من کان خلفہ و اذا قتال قتالوہا
واسمعوا انفسہم ولا احب ان یجہعوا بہا
فتان فعلوا فتلا شیء علیہم " (کتاب الام ج ۱ ص ۱۱)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب امام سورۃ فاتحہ پڑھ چکے تو اونچی
آواز سے آمین کہے تاکہ مقتدی بھی (سن کر آمین کہنے میں) امام
کی اقتدار کریں اور جب امام آمین کہے تو مقتدی بھی آمین کہیں اور
اپنے آپ کو سنائیں اور میں مقتدیوں کے لیے آمین بالجہر کو
ہند نہیں کرتا، تاہم اگر وہ ایسا کریں تو ان پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعیؒ کی تحقیق

”قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ اخفاء السامین افضل وقال الشافعی رحمہ اللہ اعلانہ افضل واحتج ابو حنیفۃ علی صحۃ قولہ قال ف قولہ آمین وجہان احدهما اند دعاء والثانی انه من اسماء اللہ فان کان دعاء وجب اخفاؤه لقولہ تعالیٰ (ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃ) وان کان اسماً من اسماء اللہ تعالیٰ وجب اخفاؤه لقولہ تعالیٰ (واذکر ربک فانفسک تضرعاً وخفیۃ) فان لم یثبت الوجوب عندنا قل من اللہ بیتہ ونحن بہلنا القول نقول“ (تفسیر البحر للامام الفخر الرازی ج ۲ ص ۳۱۸)

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ آمین آہستہ آواز سے کہنا افضل ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اونچی آواز سے کہنا افضل ہے، امام ابو حنیفہؒ نے اپنے قول کی صحت پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ آمین کی وحیثیت میں۔ ایک توبہ کی آمین دعا ہے، دوسری یہ کہ آمین اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، اگر آمین دُعا ہے تو پھر اس کا اُخفاء واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اَدْعُوا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْیَۃً۔ تم لوگ اپنے پروردگار سے دُعا کیا کرو تو اُقل ظاہر کر کے اور چپکے چپکے اور اگر آمین اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے تو بھی

اسکا اُخفاء واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (واذکر ربک فانفسک تضرُّعًا وَخُفْیَۃً)۔ اور یا دکرنا وہ اپنے رب کو اپنے دل میں گزرتا ہوا اور دُعا ہوا اگر اُخفاء کا وجوب ثابت نہ ہی ہو تو کم از کم مندوب و مستحب ہونا تو ثابت ہوتا ہی ہے اور ہم بھی یہی قول کرتے ہیں (کہ آمین آہستہ ہی کہنی چاہیے)

مذکورہ بالا آیات کریمہ احادیث و آثار اور اقوال ائمہ مجتہدین سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) جس وقت امام عین المفضوب علیہم ولا الضالین کہے اس وقت امام اور مقتدی دونوں کے۔ لیے آمین کہنا سنت ہے۔

(۲) آمین آہستہ آواز سے کہنی سنت ہے اول تو اس لیے کہ قرآن وحدث سے ثابت ہے کہ آمین دُعا ہے جیسا کہ آیت کریمہ ”فَتَذَاجِبُكَ دَعْوَتُکُمْ“ اور اس کی تفسیر میں وارد احادیث سے واضح ہے اور دُعا کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ آہستہ کی جائے۔ یہی انبیاء کی سنت ہے جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی قرآن پاک میں مذکور دُعا سے واضح ہے، ثانیاً اس لیے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آمین اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، ان روایات کے پیش نظر آمین کہنا ذکر ہوا اور ذکر کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ دل میں اور آہستہ کیا جائے۔ اسی حقیقت کے پیش نظر حضرت امام اعظمؒ نے آہستہ آواز سے کہنے کو مسنون قرار دیا جیسا کہ حضرت امام فخر الدین رازیؒ کے بیان سے ظاہر ہے۔

(۳) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے جیسا کہ حضرت

بھی موافقت ہو سکتی ہے یعنی جیسے فرشتے آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں
حتیٰ کہ ان کی آمین کی آواز کُسنائی نہیں دیتی ایسے ہی ہمیں بھی آہستہ آواز
ہی سے آمین کہنی چاہیئے۔

۶۔ خلفاء راشدین بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے جیسا کہ حضرت ابراہیم خضریٰ
ابومعروف وغیرہما کے آثار سے واضح ہے۔

۷۔ اکثر صحابہ کرام اور تابعین بھی آہستہ آواز ہی سے آمین کہتے تھے۔

۸۔ ائمہ اربعہ میں سے تین امام حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ
حضرت امام شافعیؒ تینوں اس بات کے قائل ہیں کہ مقتدیوں کو آہستہ
آواز ہی سے آمین کہنی چاہیئے جیسا کہ خود ان کی اپنی تصانیف میں ان کے
اپنے بیانات سے ظاہر ہے۔

۹۔ مذکورہ احادیث سے جہاں یہ بات ثابت ہوئی کہ آمین آہستہ آواز
سے کہنا سنت ہے وہیں یہ بات بھی واضح ہوئی کہ آمین کہنے کا مسنون طریقہ
یہ ہے کہ امام اور مقتدی صرف ایک مرتبہ آمین کہیں اور دونوں کی آمین
اکٹھی ہو جس کی صورت یہ ہے کہ امام جیب والا الضالین کہہ کر سکوت
کرے تو مقتدی فوراً آمین کہیں کہ اس صورت میں امام اور مقتدی دونوں
کی آمین اکٹھی ہو جائے گی کیونکہ امام بھی والا الضالین کے بعد متصل آمین
کہے گا۔

۱۰۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد سے کہ جب قاری و امام
والا الضالین کہے تو تم آمین کہو ثابت ہوتا ہے کہ سورۃ فاتحہ امام ہی پڑھے
گا مقتدی نہیں کیونکہ اگر مقتدی بھی سورۃ فاتحہ پڑھتا تو پھر یہ نہ فرماتے
کہ امام والا الضالین کہے تو تم آمین کہو بلکہ آپ فرماتے کہ جب تم والا الضالین

واحد کی احادیث سے واضح ہے : نیز آپ کا تکبیر اولیٰ کہہ کر سکوت اختیار
کرنا پھر سورۃ فاتحہ پڑھ کر دوبارہ سکوت کرنا اس سے بھی یہ ثابت ہوتا
ہے کہ آپ تکبیر تحریمہ کہہ کر آہستہ آواز سے شمار پڑھتے تھے اور سورۃ فاتحہ
ختم کر کے شمار کی طرح آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے۔

۱۱۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات سے بھی یہ ثابت ہوتا
ہے کہ آمین آہستہ آواز سے کہنی چاہیئے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
امام کے عنین بالمغضوب علیہم ولا الضالین کہنے پر مقتدیوں
کو آمین کہنے کا حکم فرمایا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ امام بلند آواز سے
آمین نہیں کہتا ورنہ اس کے والا الضالین کہنے پر آمین کہنے کا حکم نہ دیا جاتا
نیز آپ نے یہ جو فرمایا کہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے
اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فرشتے اور امام دونوں آہستہ آواز ہی سے آمین
کہتے ہیں کیونکہ اگر فرشتوں اور امام کی آمین اونچی آواز سے ہوتی تو لوگ ان کی
آمین کی آواز خود ہی سن لیتے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ بتلانے کی ضرورت
ہی نہ ہوتی کہ فرشتے اور امام بھی آمین کہتے ہیں۔

۱۲۔ حدیث میں نمازی کی آمین کے ملائکہ کی آمین کے ساتھ موافق ہونے
پر مغفرت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ نمازی کی آمین میں فرشتوں کے ساتھ موافقت
کی کسی صورت میں ہو سکتی ہیں۔ (۱) یہ موافقت وقت میں بھی ہو سکتی ہے یعنی
جب امام والا الضالین ختم کرتا ہے تو فرشتے فوراً آمین کہتے ہیں ہمیں
بھی ان کی موافقت کرتے ہوئے اسی وقت آمین کہنی چاہیئے (۲) خشوع
و اخلاص میں بھی موافقت ہو سکتی ہے جیسے فرشتے انتہائی خشوع اور
اخلاص کے ساتھ کہتے ہیں ہمیں بھی ایسے ہی کہنی چاہیئے (۳) احتضار میں

کہہ چکو تو آمین کہو۔

لیکن قرآن و سنت آثار صحابہ و تابعین اور اقوال ائمہ مجتہدین کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ آمین اونچی آواز سے کہنی چاہیے اونچی آواز سے آمین کہنا سُنت ہے اور جو شخص ان آیات و احادیث اور آثار صحابہ کے پیش نظر ان سے کہے کہ بھائی آمین آہستہ آواز سے کہو تو وہ اسے نادرک سنت سمجھ کر نفرت و مخالفت سے دیکھتے ہیں حتیٰ کہ وہ اسے یہودی تک کہتے ہیں یہی گریز نہیں کرتے نیز وہ ایک آمین کے بجائے دو آمین کے بھی قائل ہیں۔ اس سلسلہ میں غیر مقلدین کی چند تحریرات ملاحظہ فرمائیے۔

یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں۔

”مغرب و مشرق اور صبح کی نماز میں جب امام اور مقتدی سورہ فاتحہ کی پچاسی آیت کو ختم کر چکیں تو پہلے امام پھر مقتدی پکار کر آمین کہیں“
(دستور المقتدی ص ۱۱۱)

جماعت غزالیہ محدث کے سابق امام مفتی عبدالسار رقمطراز ہیں۔

”پس آج کل بھی جو انا عاقبت اندیش و فتنہ انگیز اونچی آمین سے چڑھے اور کہنے والوں سے حسد رکھے وہ یقیناً یہودی ہے۔“

(فتویٰ آمین بالجہ ص ۱۱۱ بحوالہ ائمہ راجحین ص ۱۱۱)

مولوی محمد صاحب جو نگر دہلی یوں گوہر افشانی کرتے ہیں۔

”خیر میرا مقصد یہ تھا کہ یہ نری یہودیت ہے کہ اپنے امام کی رائے قیاس پر بھروسہ کر بیٹھنا اور دینی امور میں شخصی تقلید کوئی چیز سمجھنا اور آمین کی آواز سے چڑھنا۔“

(ذوقِ محمدی ص ۲۵۱ بحوالہ ائمہ راجحین ص ۱۱۱)

لکھتے ہیں۔

”اے مجاہدین آمین اور آمین بالجہ سے روکنے والو سوچو کہ تم کس قدر بے نصیب اور نامراد ہو بیچارے اور لوگوں کو بھی اس نصبت سے نامراد اور بے نصیب کرتے ہو۔“

(اثبات آمین بالجہ ص ۱۱۱ مشمولہ استیصال الغلیہ)

یہی مولوی نور محمد صاحب اپنے رسالے میں آگے چل کر دل کی بھڑاس نکالتے ہیں اور ایسی سو فیاض زبان استعمال کرتے ہیں کہ پناہ بخدا، تیرا بازی کی اس بگڑا مثال شاید نہ پیش کی جاسکے۔ یہ صاحب خفیوں اور یہودیوں میں مماثلت ثابت کرنے کیلئے لکھتے ہیں۔

(۱) یہودی آمین بالجہ سے جلتے تھے۔ حنفی بھی آمین بالجہ سے جلتے ہیں۔
(۲) یہودی جمعہ پڑھنے سے حسد کرتے تھے۔ حنفی بھی جمعہ کی تردید میں مضمون لکھتے ہیں۔

(۳) یہودی قبلہ پر حسد کرتے تھے۔ حنفی بدعتی بغداد کی طرف منہ کر لیتے ہیں۔

(۴) یہودی صفوں کی درستی سے جلتے تھے۔ حنفی بھی پاؤں سے پاؤں ملانے سے جلتے ہیں۔

(۵) یہودی سلام سے حسد کرتے تھے۔ حنفی بھی محمدیوں سے سلام پسند نہیں کرتے۔

(۶) یہودی علماء و مشائخ کی تقلید کرتے تھے۔ حنفی بھی علماء و مشائخ کی تقلید کرتے ہیں۔

(اثبات آمین با بھر ص ۲)

حافظ عبد اللہ روپڑی صاحب سے ایک سوال ہوا۔

سوال: حکم ہے کہ جب امام آئین کیے تو مقتدی بھی کیے۔ ایک مقتدی اس وقت جماعت میں شامل ہوا جب امام غیر المغضوب پڑھ چکا تھا تو وہ امام کے ساتھ آئین کیے یا اپنے الحمد پڑھے۔ محمد علی غلیب طاب رحمہ اللہ آپ نے جواب دیا کہ

جواب: دونوں باتوں پر عمل کر کے امام کے ساتھ بھی آمین کہے اور اپنی فاتحہ ختم کر کے بھی آمین کہے الخ۔ (فتاویٰ طبریت ج ۱ ص ۲۷۲)

جماعت غزبارہ المحدث کے امام مفتی عبدالستار سے بھی ایک ایسا ہی سوال
ہوا آپ نے جو اس کا جواب دیا مع سوال کے ملاحظہ فرمائیے۔

سوال: مسبق نے امام کی اقتدار اس وقت کی کہ امام نصف الحمد پڑھ چکا تھا اور مقتدی نے الحمد شروع کی یہ نصف الحمد تک پہنچا تھا کہ امام نے

ولا الضالین کو پڑھا تو مستدی الحمد چھوڑ کر آئین کے گایا نہیں ؟ اگر
کے گا تو اپنی الحمد پوری کر کے کہے یا نہیں ؟ اگر کے گا تو دوبارہ کہنا
لازم آئے گا ایک درمیان فاتحہ دوسرے بعد فاتحہ اور اگر نصبت الحمد
میں آئین کے گا تو یہ تحریف لازم آئے گی اور تحریف کلام اللہ میں حرام
ہے اب کوئی ایسی حدیث ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ مسبوق الحمد
پڑھتا رہے آئین نہ کہے یا الحمد چھوڑ کر آئین کہے ۔

(سید اللہ و تانصیر آبادی)

جواب : اس کا نام تحریف نہیں اتباع امام ہے۔ امام کی متابعت کی وجہ سے اگر نصف الحمد میں آمین کہے اور پھر الحمد ختم کر کے بھی آمین کہے تو رشاکو فی قضاحت نہیں۔ الخ (فتاویٰ ستاینہ ج ۱ ص ۱۳۰)

ملاحظہ فرمائیے : یہ بے غیر متقلدین حضرات کا طرز عمل کہ قرآن و حدیث سے ثابت شدہ ایک عمل (آہستہ آواز سے آمین کہنا) نہ صرف یہ کہ ان کے نزدیک صحیح نہیں بلکہ اس پر عمل کرنے والے اور اونچی آواز سے آمین نہ کہنے والے ان کے نزدیک اس قدر بے ہیں کہ یہودیوں سے جا ملے ہیں، اعلیٰ باللہ قارئین آپ نے غیر متقلدین کی تحریکات ملاحظہ فرمائیں غور کیجئے کہ آخر یہ تبرابازی کس پر کی جا رہی ہے، یہ دشنام کسے دیا جا رہا ہے کیا اس تبرابازی اور دشنام دہی سے اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ ہوگا کہ آپ آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے کیا خلفاء راشدین، صحابہ کرام اور تابعین عظمیٰ نیز بزرگواروں لاکھوں بزرگان دین کی رو میں بے چین نہ ہوں گی کہ وہ خود بھی آمین کہتے تھے اور دوسروں کو بھی آہستہ آواز ہی سے آمین کہنے کا مسئلہ ملا تھے تھے نقل کفر کفر نہ باشد کیا یہ سب آمین بالجہ سے چڑتے

تھے اور کیا یہ سب یہودی تھے؟ سچ ہے اذاتک الحیاء فافعل
ما شئت، بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن۔

قارئین محترم یہ ہیں غیر متقدمین عمل بالمحدیث کے دعویدار جو دیشام دہی میں رافضیوں کو بھی مات کر گئے ہیں۔ اب آپ مندرجہ بالا آیات کریمہ اٹھا کر آثار اور ان کے خلاف غیر متقدمین کے رویے کو سامنے رکھ کر خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت بلکہ حدیث دشمنی ؟

ترك رفع اليدين في غير الافتتاح

تبصرہ تحریر کے علاوہ رفع یدین نہیں کرنا چاہیے

١- حدثنا عبد الله بن أيوب المخرمي وسعدان بن نصير وشعيب

بن عمرو في آخرين قالوا ثنا سفيان بن عيينة

عن الزهري عن سألوه عن أبيه قال رأيت

رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلوة

رفع يديه حتى يحاذي بهما وقال بعضهما

جزء منك بعد اذا اراد ان يركع و بعد ما يرفع

حدیثیہ و ادا ان- ان یوں :-

رأسه من الروح في ماله و...

(صحيح ابى عمران ج ٢ ص ٩)

حضرت امام زہریؒ، حضرت سالمؓ سے اور وہ اپنے والد حضرت

عبداللہ رحمہ اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے

نماز کے وقت اگر کوئی شخص ایسا کرے کہ جب نماز شروع

مکرتے تو رفع یدین کرتے سوئٹھوں تک اور جب آپ ارادہ فرماتے کہ رکوع کریں اور رکوع سے سر اٹھا لینے کے بعد آپ رفع یدین نہ کرتے۔ بعض راویوں نے کہا ہے کہ آپ دونوں سچوں کے درمیان بھی رفع یدین نہ کرتے۔ مطلب سب راویوں کی روایت کا ایک ہی سنہ۔

٢- حدثنا الحميدي قال حدثنا سفيان قال حدثنا الزهري

قال اخبرني سالم بن عبد الله عن ابيد قال رايت

رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا افتتح الصلوة

رفع یدیه حذو و منکبیه و اذا اراد ان یرکع و بعد

ما يرفع رأسه من الركوع فلا يرفع ولا بين

السجدة تين - ١٥
(مسند حمیدی ج ٢ ص ٤٤٤)

۱۔ غیر متقلدین حضرات صحیح ابی حورانہ اور مسند حمیدی کی مذکورہ دونوں روایات کا جب

کوئی جواب نہیں پاتے تو یہ پالیگنڈا شروع کر دیتے ہیں کہ حفیظوں نے ان میں تحریف کر دی ہے

المیاذ باللہ، قارئین محترم یہ ان حضرات کا سلسلہ رہتا ہے۔ اخاف اس جیسے گھناؤنے

فصل کے متعلق سوچ رہی تھی، غیر متقلدین کے اس بہان کی قلمی کھولنے کے لیے ہم اس

کتاب کے آخر میں مسند حمیدی اور صحیح ابی عوانہ کے قلمی نسخوں کا عکس پیش کر رہے ہیں قارئین

ان میں ملاحظہ فرمائیں کہ یہاں ذکر کردہ الفاظ ان قلمی نسخوں میں ہیں یا نہیں، مزیداری کی بات

یہ ہے کہ مسند جمہوری کا قلمی نسخہ میاں نذیر حسین صاحب کے دو شاگردوں حافظہ نذیر حسین

عرف زین العابدین اور محی الدین زینی کے ہاتھ کا بکھا ہوا ہے اور یہ دونوں غیر مقلد تھے

یہ قلمی نسخہ دارالعلوم دیوبند کی لائبریری میں محفوظ ہے، صیغہ ابی عنوان کا قلمی نسخہ پیر محبت اللہ شاہ راشدی

صاحب پر جو کوٹھ سندھ کا ہے اس کا عکس غیر متقلدین کے جماعتی آرگن الاعتصام، شمارہ نمبر ۱۱۱

میں شائع ہوا ہے۔ ہم اسی سے فوٹو کر کے شائع کر رہے ہیں۔ یاد رہے کہ اوپر صحیح ابی عوانہ کا جو

وہ کہہ رہا ہے وہ بیروت کے طبع شدہ مسکے کا ہے اس میں اور جس میسنے کے صفحے کا عکس

ام کے رہتے ہیں اس میں معمولی فرق ہے بیروت والے میں لایر مع ہے اور قمی میں فلد

میرا ہے۔ دونوں سچے ہمارے موید ہیں۔

امام زہری فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سالم بن عبد اللہ نے اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے خبر دی کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے مؤنذہوں تک اور جب رکوع میں جانے کا ارادہ فرماتے اور رکوع سے سر اٹھالیتے تو پھر رفع یدین نہ کرتے اور نہ دونوں سجدوں کے درمیان کرتے۔

۳۔ عن عبد اللہ بن عون الحکاذ ثنا مالک عن الزہری عن سالم بن عبد اللہ بن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوۃ ثم لا یعود، (توفیات یحییٰ بحوالہ نصب الراية ۱/۴۲۶)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع فرماتے وقت رفع یدین کرتے پھر دوبارہ نہ کرتے۔

۴۔ ابن وہب عن مالک بن انس عن ابن شہاب عن سالم بن عبد اللہ عن ابيه ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیه عند منکیہ اذا افتتح التکبیر للصلوۃ، (المدونة الکبریٰ ۵/۱۶۵)

حضرت سالم بن عبد اللہ اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے تھے مؤنذہوں تک جب کہ آپ نماز کی تکبیر تحریر کرتے تھے۔

۵۔

حدثنا ابو کریب محمد بن الصلوات ثنا محمد بن عبد الرحمن بن محمد المحاذی ثنا ابن ابی لیلی عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس وعن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ترفع الایدی فی سبعة مواطن افتتاح الصلوۃ واستقبال البیت والصفاء والمروة والمقنین وعند الحجر رکعت الاستسقاء اصلها وشرع مالک الآثار ۱/۴۵۳

حضرت عبد اللہ بن عباس و حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رفع یدین سات مقامات پر کیا جائے۔ نماز کے شروع میں، بیت اللہ کی زیارت کے وقت، صفاء مروہ پر، عرفات اور مزدلفہ میں وقوف کے وقت اور رمی جمار کے وقت۔

۶۔

حدثنا احمد بن شعیب ابو عبد الرحمن الشافعی ثنا عمرو بن یزید ابو بريد الجرهمی ثنا سیف بن عبید اللہ ثنا ورقاء عن عطارد بن السائب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال السجود علی سبعة اعضاء الیدين والقدمین والركبتین والجبنة ورفع الیدين اذا رایت البیت وعلی الصفاء والمروة وبعرفة وعند رمی الجمار واذا اتممت الصلوۃ، معجم طبرانی کبیر ۱۱/۴۵۳

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سجدہ سات اعضاء پر کیا کرو دونوں ہاتھوں، دونوں پاؤں، دونوں گھٹنوں، اور پیشانی پر اور رفع یدین اس وقت کیا کہ جب توبیت اللہ کو دیکھئے اور صفا و مودہ پر، وقوف عرفہ کے وقت، رمی جمار کے وقت اور جب نماز کے لیے اقامت کہہ دی جائے۔

۸۔ حدثنا هناد بن سعيد عن سفيان عن حاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود

عن علقمة قال قال عبد الله بن مسعود الا
اصل بكو صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم فلي
يرفع يديه الا في اول مرة، قال وفي الباب
عن البراء بن عازب قال ابو عيسى حديث
ابن مسعود حديث حسن و به يقول غير واحد
من اهل العلم من اصحاب النبي صلى الله
عليه وسلم والتابعين وهو قول سفيان
واهل الكوفة، (ترمذی ۱۰ ص ۱۰)

حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور پہلی مرتبہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے علاوہ کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کیا، اور نہ رکب رفع یدین کے باب میں حضرت

براء بن عازبؓ سے بھی حدیث مروی ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث حسن ہے اور بے شمار اہل علم صحابہ کرام اور تابعین اسی کے (یعنی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے) قائل ہیں اور یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کا قول ہے۔

۸۔ حدثنا عثمان بن ابي شيبة نا وكيع عن سفيان عن حاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة قال قال عبد الله بن مسعود الا
اصل بكو صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم

۱۔ اس حدیث مبارکہ کا امام ترمذیؒ نے حسن قرار دیا ہے اور علامہ ابن حزم نے صحیح قرار دیا ہے ملاحظہ ہو ملاحظہ ۱ ص ۱۰ اسی طرح ابن عدی نے بھی صحیح قرار دیا ہے دیکھئے مشکوٰۃ الدری ۱ ص ۱۰ ترمذی شریف کے محشی احمد شاکر تحریر فرماتے ہیں: "و هذا الحديث صحيحه ابن حزم وغيره من الحفاظ وهو حديث صحيح وما قالوا في تحليفه ليس بعلقمة" (جامع ترمذی تحقیق احمد شاکر ج ۱ ص ۱۰) اس حدیث کو ابن حزم اور ان کے علاوہ دیگر حفاظ حدیث نے صحیح قرار دیا ہے اور بعض لوگوں نے جو کچھ اس حدیث کی تعلیل کے متعلق کہا ہے وہ ملت، بننے کے قابل نہیں ہے، غیر متقدمین کے محدث العصر ناصر الدین البانی تحریر فرماتے ہیں: "والحق انه حديث صحيح واسناد صحيح على شرط مسلم ولم نجد لمن اعلمه بحجة يصلح التعليق بهما ورد الحديث من اجلها" الخ (مشکوٰۃ المصابیح تحقیق محض ناصر الدین البانی ج ۱ ص ۱۰) قیادت یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی سند بھی مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور بن لوگوں نے اس حدیث کو معطل قرار دیا ہے جس میں ان کی کوئی ایسی دلیل نہیں ملی جس سے استدلال صحیح ہو اور اس کی وجہ سے حدیث رد کر دی جائے۔

قال فصلی فلم یرفع یدیه الامرة۔

(ابوداود ج ۱ ص ۱۰۹)

حضرت علقمہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں۔ حضرت علقمہؓ فرماتے ہیں کہ آپ نے نماز پڑھی اور ایک مرتبہ (تبکیر تحریم کے وقت) کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔

۹۔ اخبرنا سید بن فضی حدثننا عبد اللہ بن المبارک عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبد اللہ قال الا اخبرکھ بصلوة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فقام فرفع یدیه اول مرة ثولوا لیحد، (نسائی ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی خبر نہ دوں (حضرت علقمہؓ آپ کے شاگرد) کہتے ہیں کہ آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے پہلی مرتبہ (تبکیر تحریم کے وقت) رفع یدین کیا پھر نہیں کیا۔

۱۰۔ اخبرنا محمود بن غیلان المروزی حدثننا وکیع حدثننا سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبد اللہ انه قال الاصلی بکھ صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیه الامرة واحدة۔ (نسائی ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ (تبکیر تحریم کے وقت) رفع یدین کیا۔

۱۱۔ حدثننا عبد اللہ حدثننا ابن شہاب وکیع حدثننا سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبد اللہ قال قال ابن مسعود الاصلی لکم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال صلی فلم یرفع یدیه الامرة۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۸۸ و ص ۳۸۹)

حضرت علقمہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں۔ چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ رفع یدین کیا۔

۱۲۔ حدثننا وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبد اللہ قال الا اریکھ صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یرفع یدیه الامرة۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں (چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور) صرف ایک مرتبہ رفع یدین کیا۔

اخبرنا ابو الطاهر الفقيه (عليه السلام) عن احمد بن بلال ان ابا محمد بن
اسماعيل الاحمسي ثنا وكيع عن سفيان عن عامر بن اعين عن ابي كليب عن عمار بن الاسود
عن علقمة قال قال عبد الله يعني ابن مسعود
لا صلين بكوا صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم
قال فصلي فلم يرفع يديه الا مرة واحدة -

(السنن الكبرى للبيهقي ج ٢ ص ٤٨)

حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں تمہیں ضرور بضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھ کر دکھاؤں گا۔ حضرت علقمہ کہتے ہیں کہ آپ نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ رفع یدین کیا۔

١٢- حدثنا ابن أبي داود قال ثنا نعيم بن حماد قال ثنا وكيع
عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن الاسود عن علقمة
عن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم انه
كان يرفع يده في اول تكبيرة ثم لا يعود -

شرح معانی الآثار للعلامة ج (ص ۱۵۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف پہلی تکبیر کے موقع پر فرغ یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

١٥- أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم عن الأسود أن
عبد الله بن مسعود رضي الله عنه كان يرفع يديه

اسے یہ ایسی سنہری سنجہ کہ جس کے تمام راوی نام الضبیہ اکثر الملازمۃ اور اپنے اپنے زمانے کے اہل تائیدی

في اول التكبير ثم لا يعود الى اشئ من ذلك ويأثر ذلك عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم.

(جامع المسانيد ج ۱ صفحہ ۲۵۵)

حضرت امام ابو حنیفہؒ حضرت حمادؒ سے اور وہ حضرت ابوالخیر نعمیؒ سے اور وہ حضرت اسودؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔ اس کے بعد نماز میں کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے اور وہ اس عمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے تھے۔

-14

حدثنا محمد بن الصباح المزاري شريك عن
يزيد بن أبي زياد عن عبد الرحمن بن أبي ليلى —
عن البراء أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان
إذا افتتح الصلوة رفع يديه إلى قريب من
أذنيه ثم يعود إليه
(البراء ورجل)

۱۔ یاد رہے کہ اس حدیث مبارک میں زید بن ابی زیاد سے کلامہ لا بعد نقل کرنے میں شریک کیلئے نہیں ہیں بلکہ شریک کے ساتھ یہ کلمہ (۱) سفیان ثوری (۲) سفیان بن عیینہ (۳) ہشیم (۴) ابن ادریس (۵) اسماعیل بن زکریا (۶) محمد بن ابی یحییٰ رحمہ اللہ نے بھی نقل کیا ہے جو زید بن زیاد کے قریب شاگرد ہیں اور امام شعبہ نے بھی زید بن ابی زیاد سے صحت پہلی نمبر کے وقت ہی دفعہ میں نقل کیا ہے۔ یہ روایات اس کتاب میں آپ فیروارہلاحظہ فرمائیں۔ تیز یہ بھی ذہن میں رہنا چاہئے کہ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے یہ کلمہ نقل کرنے میں زید بن ابی زیاد بھی کیلئے نہیں ہیں۔ ان کے ساتھ یہ کلمہ (۱) علی بن (۲) اور حکم بھی نقل کرتے ہیں ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۲۵-۲۶-۲۷-۲۸۔

۲۔ ہذا شریک کے نفرد اور زید کی تلقین کو لے کر اعتراض کرنا غلط ہے نیز حدیث براہِ ثنی کی ساری سند دوقی اعلیٰ صفحہ ۱۰

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو دونوں ہاتھ کانوں کے قریب تک لیٹا کر رفع یدین کرتے پھر (کسی جگہ) نہ کرتے۔

۱۷۔ حدثنا ابو بکرۃ قال ثنا مؤمل قال ثنا سفيان قال

ثنا يزيد بن ابی زياد عن ابی لیلیٰ
عن البراء بن عازب قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کبر لا فتتح الصلوۃ رفع یدیه حتی یکن ابهاما قریبا من شحمتی اذنیہ ثم لا یعود۔

(شرح سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۵۱)

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرنے کے لیے تہجد کہتے تو رفع یدین کرتے یہاں تک کہ آپ کے انگوٹھے کانوں کی ٹوکے کے قریب ہو جاتے۔ پھر نہیں کرتے تھے۔

۱۸۔ عبد الوفاق عن ابن عیینہ عن یزید بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ
عن البراء بن عازب وزاد قال مرة واحدة
ثم لا تعد لرفعها فی تلك الصلوۃ۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۱ ص ۱۵۱)

حضرت سنن بن عیینہ نے یزید بن ابی زیاد سے بواسطہ عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کے حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے اسی کے مانند حدیث رواایت کی اور اس میں یہ اضافہ بھی نقل فرمایا کہ حضرت

بقرہ ص ۳۹ میں کوئی غلطی نہیں دیکھا آتے ہیں جو حسب ترک رفع برآل تھے اور تمام کو ذہن میں رکھ کر

اسی میں اتنا تھا۔

برادر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام نے ایک ہی دفعہ رفع یدین کیا پھر اس نماز میں دوبارہ رفع یدین نہیں کیا۔
۱۹۔ حدثنا اسحق حدثنا هشیم عن یزید بن ابی زیاد

عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ
عن البراء قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حين افتتح الصلوۃ کبر ورفع یدیه حتی کادتا
تخاذا من اذنیہ ثم لم یعود،

(مسند ابی یعلیٰ ج ۳ ص ۲۴۵)

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی تو تہجد تحریمہ کہی اور رفع یدین کیا یہاں تک کہ آپ اپنے دونوں ہاتھ کانوں کے برابر لے گئے پھر اس کے بعد دوبارہ رفع یدین نہیں کیا۔

۲۰۔ حدثنا اسحق حدثنا ابن ادریس قال
سمعت یزید بن ابی زید عن ابی لیلیٰ،
عن البراء قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رفع یدیه حين استقبل الصلوۃ حتی رأیت
ابهامیه قریبا من اذنیہ ثم لم یرفعهما
(مسند ابی یعلیٰ ج ۳ ص ۱۴۶)

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی تو

رفع یدین کیا، میں نے آپ کے انگوٹھوں کو کانوں کے بالکل قریب دیکھا پھر اس کے بعد آپ نے رفع یدین نہیں کیا۔

۲۱- حدیثنا یحییٰ بن محمد بن صاعدنا محمد بن سلیمان بن ابی لیثی
اسماعیل بن زکریا ثابین بن ابی زیاد عن عبد الرحمن بن ابی لیلی
عن البراء انه رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم
حين افتتح الصلوة رفع يديه حتى حاذى بهما
اذنيه ثم لم يعد الى شئ من ذلك حتى قرع
من صلواته (دارقطني ج ۱ ص ۲۹۸)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز
شروع کی تو رفع یدین کیا یہاں تک کہ آپ دونوں ہاتھ کانوں
تک لے گئے پھر آپ نے کسی اور مقام پر رفع یدین نہیں
کیا حتیٰ کہ آپ نماز سے فارغ ہو گئے۔

۲۱- حدیثنا ابو بکر آدمی احمد بن محمد بن اسماعیل نا علیہ السلام
بن محمد ایوب المخرمی نا علی بن عاصم نا محمد بن ابی لیلی
عن یزید بن ابی زیاد عن عبد الرحمن بن ابی لیلی
عن البراء بن عازب قتال رأیت رسول الله صلى الله
عليه وسلم حين قام الى الصلوة فكبر ورفع
يديه حتى ساء بهما اذنيه ثم لم يعد الى شئ
من صلواته (دارقطني ج ۱ ص ۲۹۸)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ جس وقت نماز کے لیے کھڑے
ہوئے تو آپ نے تکبیر تحریر کیا اور رفع یدین کیا حتیٰ کہ آپ
دونوں ہاتھ کانوں تک لے گئے۔ پھر دوبارہ (کسی مقام پر) آپ
نے رفع یدین نہیں کیا۔

۲۳- حدیثنا احمد بن علی بن العلاء ثنا ابو اسحق شفاء
محمد بن یکر ثنا شعبہ عن یزید بن ابی زیاد،
قال سمعت ابن ابی لیلی يقول سمعت البراء في
هذا المجلس يحدث قوما منهم كعب بن عجرة
قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم حين
افتتح الصلوة يرفع يديه في اول تكبيرة،
(دارقطني ج ۱ ص ۲۹۸) مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۳

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت
براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو اس مجلس میں کچھ لوگوں سے باتیں
کرتے سنا جن میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے آپ
(حضرت براء) نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے، پہلی
تکبیر میں۔

۲۲- حدیثنا حسین بن عبدالرحمن نا وکیع عن ابن ابی لیلی
عن اخيه عبيد عن الحكم عن عبد الرحمن بن ابی لیلی

له الإذنا وشرفيت في غالبها سو كاتب سے واؤ کی جگہ عن کھا گیا ورنہ سند یوں ہے
عن اخيه عيسى والحكم، چنانچہ المدونۃ الکبریٰ، مصنف ابن ابی شیبہ، مسند
(باقی اگلے صفحہ پر)

عن البراء بن عازب قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم رفع يديه حين افتتح الصلوة ثم لم يرفعهما حتى انصرف ، (ابوداود ج ۱ ص ۱۶۱)
حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی تو رفع یدین کیا پھر نماز سے فارغ ہونے تک (کسی اور جگہ) نہیں کیا۔

۲۵- وکیع عن ابن ابی لیلی عن عیسیٰ اخیه والحکم عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن البراء بن عازب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه اذا افتتح الصلوة ثم لا يرفعهما حتى ينصرف ، (المدة الكبرى ج ۱ ص ۶۶)
حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے، پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۲۶- حدثنا ابو بكر قال نا وکیع عن ابن ابی لیلی عن الحکم وعیسیٰ عن عبد الرحمن بن ابی لیلی
عن البراء بن عازب ان النبي صلى الله عليه وسلم

بقیہ از صفحہ ۳۸۹: الی لعل اور شرح معانی الآثار طحاوی میں یہ سند اسی طرح مذکور ہے۔ ہم نے مذکورہ کتب میں سے یہ روایات مع سند کے نقل کر دی ہیں، قارئین مبراور وہ روایات اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

كان اذا افتتح الصلوة رفع يديه ثم لا يرفعهما حتى يفرغ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۱)
حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۲۷- حدثنا اسحق حدثنا وکیع حدثنا ابن ابی لیلی عن الحکم وعیسیٰ عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن البراء ان النبي صلى الله عليه وسلم كان اذا افتتح الصلوة رفع يديه ثم لا يرفعهما حتى ينصرف ، (مسند ابی لیلی ج ۲ ص ۲۸۸)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۲۸- حدثنا محمد بن النعمان قال حدثنا یحیی بن یحیی قال ثنا وکیع عن ابن ابی لیلی عن اخیه وعن الحکم عن ابن ابی لیلی

عن البراء رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم مثله (شرح معانی الآثار طحاوی ج ۱ ص ۱۶۱)
۲۹- حدثنا مسدد ثنا یحیی عن ابن ابی ذئب عن سعید بن مسکان

عن ابی ہریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا دخل فی الصلوۃ رفع یدیه مَدًّا
(ابوداؤد مع اصناف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم جب نمازیں داخل ہوتے تھے تو خوب ہاتھ دراز
کر کے رفع یدین کرتے تھے۔

۳۔ عن نعیم المجرم و ابی جعفر القاری عن ابی
ہریرۃ انہ کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوۃ
ویکبر کلمہا خفض ورفع ویقول انا اشہکم
صلوۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،
(التہذیب لمانی الموطا من المعانی والاسانید ۹ ص ۱۵۱)

حضرت نعیم المجرم اور حضرت ابو جعفر القاری رحمہما اللہ حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رفع یدین
تو نماز شروع کرتے وقت کرتے تھے اور بخیریر اور پنج بیچ میں
کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
نماز کے ساتھ تم سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں۔

۳۱۔ عن عبد الرحیم بن سلیمان عن ابی یکر النہضی عن عامر بن کلیب عن ابیہ
عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان
یرفع یدیه فی اول الصلوۃ ثم لا یعود،
(الطحاوی فی الاصابۃ النبویۃ، دار طغی ج ۴ ص ۱۸۱) (قلت انفرد
رفعه عبد الرحیم بن سلیمان وهو ثقتہ، ناقل)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت
کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے شروع میں رفع یدین
کرتے تھے، پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

۳۲۔ ثنا الحسن بن احمد بن منصور سجادة ثنا بشیر بن
الولید القاضی ثنا کشیر بن عبد اللہ ابو ہاشم
قال سمعت انس بن مالک یقول قال لی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم یریا بُکْحٰی اذا تقدمت الی
الصلوۃ فاستقبل القبلة وارفع یدیک وکبر
واقرب ايمالك فاذا رکعت فَضَعْ کفیک علی رکتیک
وفرّق بین اصابعک و سَبِّح فاذا رفعت
رأسک فاقم صلیک حتی یقع کل عضو مکانہ
واذا سجدت فامکن جہتک من الارض
وسَبِّح واذا رفعت رأسک فاقم رأسک فاذا
قعدت فَضَعْ عقبیک تحت الیتک واقم
صلیک فانہا من سنتی ومن اتبع سنتی فانه
مونی ومن ہومنی فهو معی فی الجنة

(الکامل فی فضائل الرجال لابن عدی ج ۶ ص ۲۰۸۷)

کثیر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک
رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام
نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹا جب تو نماز کے لیے بڑھے تو قبلہ پر
ہوجا، رفع یدین کر اور تکبیر تحریر یہ کہہ اور فرماتے کہ جہاں سے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کرتے دیکھ کر
حضرت سالم اور قاضی محارب بن ڈنار کا اعتراض کرنا۔

عن جابر سمعت سالم بن عبد اللہ یحدث انہ
رأى اباہ یرفع یدیه اذا کبروا اذا اراد ان
یرکع واذا رفع رأسہ من الركوع فسألتہ عن
ذالک فزعم انہ رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یصنعہ - (مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۷)

حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ
کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے اپنے والد (حضرت عبداللہ
بن عمرؓ) کو دیکھا کہ انہوں نے رفع یدین کیا، تجبیر تحریر کرتے وقت اور
رکوع میں جانے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت میں نے اُن سے
اس کے متعلق سوال کر دیا۔ انہوں نے بتلایا کہ انہوں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

عن محارب بن ڈنار قال رأیت ابن عمر
یرفع یدیه کلما رکع وکلما رفع رأسہ من
الركوع قال فقلت لہ ما هذا قال کان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام في الركعتین
کبر و رفع یدیه - (مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۷)

حضرت محارب بن ڈنار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ
بن عمرؓ کو رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع
یدین کرتے دیکھا تو میں نے ان سے کہا کہ یہ کیا ہے۔ انہوں نے

فرمایا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب دو رکعتوں کے بعد قیام پڑتے
تھے تو تجبیر کہتے تھے اور رفع یدین کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا تجبیر تحریر کے وقت ہی رفع یدین کرنا

۱۔ عن مجاہد قال صلیت خلف ابن عمر فلم
یکن یرفع یدیه الا في التكبيرة الاولى
من الصلوة - (شرح معانی الآثار للشاطبی ج ۱ ص ۱۵۵)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے
پچھپے نماز طے ہی تو انہوں نے رفع یدین نہیں کیا مگر نماز کی پہلی تجبیر میں

۲۔ عن مجاہد قال ما رأیت ابن عمر یرفع یدیه
الا في اول ما یفتتح (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۵۷)
حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ
کو اتوار نماز کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔

۳۔ عن عبد العزیز بن حکیم قال رأیت ابن عمر
یرفع یدیه هذا ذینہ في اول تکبیرة افتتاح
الصلوة ولو یرفعہا فیہما سوى ذالک
(مؤطا امام محمد ص ۹)

عبد العزیز بن حکیمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ
کو دیکھا کہ وہ ابتداء نماز میں پہلی تجبیر کے وقت رفع یدین کرتے
تھے۔ کالوں کے برابر اس کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۴۔ عن مجاہد قال ما رأیت ابن عمر یرفع یدیه الا في
اول ما یفتتح الصلوة (معرفتہ لجنہ والا نوار ج ۲ ص ۲۷۷)
حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ابتداء
نماز کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ کر
حضرت میمونؓ مکیؓ کا حضرت ابن عباسؓ کے پاس جا کر حیرت منکرائے

عن میمون المکی انہ رای عبد اللہ بن الزبیر
وصلی بہم یشیر بکفہ حین یمتوم
وحین یرکع وحین یسجد وحین ینھض
للقيام فیتوم فیستیر بیدیه فاطلقت الی
ابن عباس فقلت انی رأیت ابن الزبیر صلی
صلوة لہ اراحدا یصلیہا فوصفت لہ
الاشارة فمال ان احبت ان تنظر الی
صلوة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فاقصد بصلوة عبد اللہ بن الزبیر۔

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۸۱)

حضرت میمونؓ مکیؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ
بن زبیرؓ کو دیکھا کہ انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی تو ابتدا نماز
رکوع کو جاتے اور سجدہ میں جاتے اور دوسری رکعت کے
لیے کھڑے ہوتے وقت دونوں ہتھیلوں سے اشارہ کیا ، میں
نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس جا کر کہا کہ میں نے
حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا
ہے کہ اگر کسی کو بھی اس طرح نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا
عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر تم کو پسند ہو کہ حضور علیہ
الصلوة والسلام کی نماز کو دیکھو تو ابن زبیرؓ کی اقتدار کرو۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے صاحبزادے حضرت عبادؓ کا فرمان

وفی المواہب اللطیفۃ واخرج البیہقی
فی خلائیاتہ عن الحاکم بسندہ الی حفص
بن غیاث عن محمد بن ابی یحیی قال
صلیت الی جنب عباد بن عبد اللہ بن الزبیر قال
فجعلت ارفع یدیم فی کل رفع ووضوع
قال یا ابن اخی رأیتک ترفع فی کل رفع وخفض
وان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان
اذا افتتح الصلوة رفع یدیه فی اول صلوة
ثم لہم یرفعہما فی شئی حتی فرغ ،
(بطالین لیل الفرقین ص ۳۵)

حضرت محمد بن یحییؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبادؓ بن
عبداللہ بن زبیرؓ کے پہلو میں نماز پڑھی تو میں ہر اونچ نیچ میں
رفع یدین کرتا رہا ، حضرت عبادؓ نے فرمایا اے میرے بھتیجے
میں نے تمہیں دیکھا ہے کہ تم ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کرتے رہے
تھے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی ابتدا میں ہی
فقط رفع یدین کرتے تھے پھر نماز سے فارغ ہونے تک کہیں
اور رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے
اصحاب و تلامذہ ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

عن شعبہ عن ابی اسحق قال کان اصحاب

كان يقول اذا كبرت في فاتحة الصلوة فارفع
يديك شولا ترفعهما فيما بقي۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۳۳)

حضرت حصینؓ اور مغیرہؓ حضرت ابراہیم نخعیؓ سے روایت کرتے
ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ جب تو نماز کے شروع میں تکبیر (تحریمہ)
کہے تو رفع یدین کر پھر باقی نماز میں رفع یدین نہ کر۔

عن حصین ومغیرة عن ابراهيم قال لا ترفع
يديك في شيء من الصلوة الا في الافتتاح
الاول۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۳۱)

حضرت ابراہیم نخعیؓ فرماتے ہیں کہ تو ابتداء نماز کے علاوہ باقی
کسی جگہ بھی نماز میں رفع یدین نہ کر۔

حضرت اسود بن یزیدؓ اور حضرت علقمہؓ بھی ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

عن جابر عن الاسود وعلقمة انهما كانا
يرفعان ايديهما اذا افتتحا شولا يعودان
مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۳۱

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضرت اسود بن یزیدؓ اور حضرت
علقمہؓ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے
حضرت قیس بن ابی حازمؓ بھی ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

عن اسماعيل قال كان قيس يرفع يديه اول ما
يدخل في الصلوة ثم لا يرفعهما۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۳۱)

حضرت اسماعیلؓ فرماتے ہیں کہ حضرت قیس بن ابی حازمؓ ابتداء نماز

عبدالله واصحاب على لا يرفعون ايديهم الا
في افتتاح الصلوة قال وكيع ثور لا يعودون
(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۳۱)

حضرت ابواسحقؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن سعدؓ اور حضرت
علی رضی اللہ عنہما کے اصحاب و شاگرد صرف نماز کے ابتداء میں
رفع یدین کرتے تھے، حضرت وکیع ثوریؓ فرماتے ہیں کہ پھر اس
کے بعد کسی مقام پر رفع یدین نہیں کرتے تھے۔
حضرت ابواسحقؓ سبیعیؓ، امام شعبیؓ اور ابراہیم نخعیؓ
تینوں ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

قال عبد الملك ورأيت الشعبي وابراهيم
واباسحق لا يرفعون ايديهم الا حين

يقتحون الصلوة۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۳۱)
حضرت عبد الملک بن ابیہرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شعبیؓ
ابراہیم نخعیؓ اور ابواسحقؓ سبیعیؓ کو دیکھا ہے یہ لوگ ابتداء نماز
کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

عن اشعث عن الشعبي انه كان يرفع يديه في
اقل التكبير شولا يرفعهما۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۳۱)

امام شعبیؓ سے مروی ہے کہ وہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع
یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

اخبرنا حصين ومغيرة عن ابراهيم انه

میں رفع یدین کرتے تھے پھر اس کے بعد نیت کرتے تھے۔
حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؓ بھی صرف ابتداء نماز میں ہی رفع یدین کرتے تھے

عن سفیان بن مسلم الجہنی قال کان ابن
اللیلیٰ یرفع یدیه اول شیء اذ کبتر،
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۷)

حضرت سفیان بن مسلم بھی فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن
ابی لیلیٰؓ صرف ابتداء نماز میں رفع یدین کرتے تھے جب تکبیر کرتے
تھے۔

حضرت غوثؒ بھی صرف ابتداء نماز میں ہی رفع یدین کرتے تھے۔

عن الحجاج عن طلحة عن خيثمة و ابراهيم
قال كان لا يرفع ان يديهما الا في بدء الصلوة
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۷)

حضرت طلحہ فرماتے ہیں کہ حضرت غوثؒ اور حضرت ابراہیم نخعیؒ
دونوں رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر نماز کے شروع میں۔

حضرت سفیان ثوریؒ بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کا عمل نہیں

قال الامام الترمذی "وهو قول سفیان و اهل
الکوفة"، (ترمذی ج ۱ ص ۵۹)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اور اسی کے ذکر صرف تکبیر تحریمہ کے
وقت رفع یدین کیا جائے پھر نہیں، قائل ہیں حضرت سفیان
ثوریؒ اور اہل کوفہ۔

حدیث اسحاق بن ابی اسحاقؒ بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کا عمل تھا

قال اسحق بن عمار ناخذ في الصلوة كلها

(داقطنی ج ۱ ص ۲۹۵)

حدیث اسحاق بن ابی اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ ہم بھی اسی کو ذکر رفع یدین
ابتداء نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت ہی کیا جاتے، اپنا تے ہیں
تمام نماز میں۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مسلک

قال محمد بن الحسن ان يكبر الرجل في
صلوة كلما خفض وكلمما رفع واذا انحط للسجدة
كبر واذا انحط للسجدة الثانية كبر واما
رفع اليدين في الصلوة فانه يرفع يديه
حذوا الاذنين في ابتداء الصلوة مرة واحدة
شعلا يرفع في شئ من الصلوة بعد ذلك
و هذا كله قول ابی حنيفة

(موطا امام محمد ص ۵۸)

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں سنت یہ ہے کہ نماز اپنی نماز
میں ہر اٹھتے بیٹھتے تکبیر کہے جب پہلے سجدے میں جائے
تو تکبیر کہے جب دوسرے سجدے میں جائے تو تکبیر کہے رہا
رفع یدین تو وہ ابتداء نماز میں صرف ایک مرتبہ کا نون تک
کہے اس کے بعد نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین نہ کرے، اور یہ
سب حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔

حضرت امام مالکؒ کا مسلک

”قال، وقال مالك لا اعرف رفع اليدين
في شيء من تكبير الصلوة لا في
خفص ولا في رفع الا في افتتاح الصلوة
(المدونة الكبرى ج ۱ ص ۶۸)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا رفع یدین کو نماز کی کسی
بھی تکبیر میں نہ جھکے ہوئے نہ اٹھتے ہوئے سوائے ابتداء
نماز کے۔

”المالكيت قالوا رفع اليدين خذوا المنكبين
عند تكبيرة الاحرام مندوب وفيها عدا
ذال مكره“ (الفتاوى المنهاج للامام ابن تيمية ج ۱ ص ۲۵)

مالکیت کہتے ہیں کہ رفع یدین مؤذہوں تک تکبیر تحریم کے وقت
مستحب ہے اس کے علاوہ مکروہ ہے۔

ترک رفع یدین پر اہل مدینہ کا اجماع

”قال ابن القيم ” من اصول مالك اتباع
عمل اهل المدينة وان خالف الحديث“
(بائع النوافذ ج ۴ ص ۳۱)

امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ کے اصول میں
سے ہے کہ وہ اہل مدینہ کے عمل کی اتباع کرتے ہیں اگرچہ وہ
حدیث کے خلاف ہوں کیوں نہ ہوں۔

”قال ابن رشد المالكي ” فمنهم من

اقتصربه على الاحرام فقط ترجيحاً لحديث
عبد الله بن مسعود وحديث البراء بن عازب
وهو مذهب مالك لموافقة العمل به
(بداية المجتهد ج ۱ ص ۹)

ابن رشد مالکیؒ فرماتے ہیں کہ کچھ فقہاء نے رفع یدین کرنے کو
صرف تکبیر تحریم کے وقت منحصر کیا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ
اور حضرت براء بن عازبؓ کی احادیث کو ترجیح دیتے ہوئے
اور یہی مذہب ہے امام مالکؒ کا بھی کیونکہ اہل مدینہ کا عمل
اسی کے موافق ہے۔

ترک رفع یدین پر اہل کوفہ کا اجماع

”قال الامام الترمذي وبه يقول غير واحد
من اهل العلم من اصحاب النبي صلى الله
عليه وسلم والمتابعين وهو قول سفيان
واهل الكوفة“ (ترمذی ج ۱ ص ۱۷)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ بے شمار اہل علم صحابہ کرام اور تابعین
عظام اسی کے (صرف تکبیر تحریم کے وقت رفع یدین کرنے
کے) قائل ہیں اور یہی حضرت سفيان ثوريؒ اور اہل کوفہ کا قول ہے۔

”قال الامام محمد بن نصر المروزي
لا نقل مصر من الا مصار تركوا باجمعهم
رفع اليدين عند الخفض والرفع الا اهل
الكوفة“ (تعليق المجتهد ج ۱ ص ۹)

امام محمد بن نصر مروزی فرماتے ہیں کہ شہروں میں سے کسی شہر کے متعلق ہم نہیں جانتے کہ وہاں کے رہنے والوں نے جماعاً سر جھکا تے اور سر اٹھاتے وقت رفع یدین چھوڑ دیا ہو سکا اہل کوفہ کے۔

قال ابن رشد المالکی فذهب اهل الكوفة ابو حنيفة وسفيان الثوري وسائر فقهاءهم الى انه لا يرفع المصلي يديه الا عند تكبيرة الاحرام فقط۔ (بایۃ المجتہد ص ۱۷۹)

ابن رشد فرماتے ہیں کہ اہل کوفہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما سے سنیان ثوریؒ اور وہاں کے تمام فقہاء اس طرف گئے ہیں کہ نمازی تحریر تحریر کے علاوہ رفع یدین نہ کرے۔

ترک رفع یدین پر فقہار کا اجماع

شنا ابوبکر بن عیاش قال ما رأيت فقيها قط يفعل يرفع يديه في غير التكبيرة الاولى۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی ص ۱۷۵)

حضرت ابوبکر بن عیاشؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ہرگز کسی فقیہ کو بھی پہلی تحریر کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

کسی بھی مقام پر رفع یدین کے واجب نہ ہونے پر اجماع

قال النووي "اجمعت الامم على استحباب رفع اليدين عند تكبيرة الاحرام واختلفوا فيما سواها..... واجمعوا

على انه لا يجب شئ من الرفع" (نودی شرع مسلم ص ۱۷۵)

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ تکبیر تحریر کے وقت رفع یدین کرنا مستحب ہے اس کے علاوہ میں اختلاف ہے..... اور اس پر بھی اجماع ہے کہ رفع یدین کسی مقام پر بھی واجب نہیں۔

مذکورہ بالا احادیث وآثار اور اقوال ائمہ مجتہدین سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) تکبیر تحریر کے وقت دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھانا منسوخ ہے۔

(۲) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف تکبیر تحریر کے وقت ہی رفع یدین کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت بلال بن عازبؓ حضرت علیؓ اور حضرت جابر بن زبیرؓ وغیرہ آپؐ سے اسی عمل کو نقل فرماتے ہیں۔ حضرت ابو حمید ساعدیؒ نے بہت سے صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں فرمایا مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز تم سب سے زیادہ یاد ہے، پھر آپؐ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کی کیفیت ذکر فرمائی، اس میں آپؐ نے صرف تکبیر تحریر کے وقت رفع یدین کرنے کا ذکر فرمایا، جیسا کہ بخاری شریفؒ کی حدیث واضح ہے حضرت انسؓ کو حضور علیہ السلام نے باقاعدہ نماز کا طریقہ سکھایا اس میں صرف پہلے رفع یدین کا ذکر کیا اور کسی جگہ کا نہیں۔

اسی طرح حضرت ابوالکاکب اشعریؒ نے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو اکٹھا کیا اور فرمایا میں تمہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز سکھاتا ہوں،

چنانچہ آپ نے پوری نماز پڑھ کر دکھائی اور پوری نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کیا، نماز سے فارغ ہو کر آپ نے لوگوں سے کہا کہ میری تکبیر اور رکوع و سجود کو اچھی طرح سیکھ لو اور اسے یاد رکھو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں اسی طرح نماز پڑھایا کرتے تھے۔

(۳) خلفاء راشدین بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کیا کرتے تھے۔

(۴) عام صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے۔

چنانچہ جلیل القدر تابعی حضرت ابو اسحق کا کہنا ہے کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اصحاب و شاگرد صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کیا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اصحاب صحابہ اور تابعین ہی ہوں گے۔ حضرت قیس بن ابی حازم جو افضل التابعین ہیں جنہوں نے حضرات عشرہ مبشرہ و رضوان اللہ علیہم کی زیارت کی ہے، حضرت امام شعبی جنہوں نے پانچ سو صحابہ کرام کو دیکھا ہے اور ۲۰ سال حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں رہے ہیں۔ حضرت علقمہ بن قیسؓ جن سے صحابہ کرام مسائل پوچھتے تھے۔ حضرت ابوالیم غفاریؓ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درجہ کے مفتی تھے، حضرت اسود بن جوسیدہ عائشہؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسی بیہیول کے شاگرد تھے۔ ان حضرات میں سے کوئی بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتا تھا۔ ان کے رفع یدین نہ کرنے کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ انہوں نے صحابہ کرام

کو رفع یدین کرتے نہیں دیکھا اس لیے نہیں کیا۔

(۵) خیر القرون میں مراکز اسلام مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور کوفہ ان مینول جگہوں میں سے کسی جگہ بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں ہوتا تھا چنانچہ مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے صاحبزادے عباد قاضی ہیں۔ ایک صاحب محمد بن ابی یحییٰ مکرہ مکرہ تشریف لائے اور انہوں نے حضرت عبادؓ کے پہلو میں نماز پڑھی اور ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کیا۔ حضرت عبادؓ نے جب انہیں اس طرح نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کر رہے ہو حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے پھر فارغ ہونے تک کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

اسی طرح جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مکہ مکرمہ تشریف لاکر نماز پڑھائی اور رکوع و سجود وغیرہ میں رفع یدین کیا تو حضرت میمونؓ مکیؓ یہ دیکھ کر سیٹھے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس پہنچے اور ان سے جاکر تعجباً عرض کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے کہ آج تک کسی کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حضرت عبادؓ اور حضرت میمونؓ کئی دنوں کے طرز عمل سے ثابت ہو رہا ہے کہ مکہ مکرمہ میں اس وقت باوجود صحابہ کرام اور تابعین کی موجودگی کے رفع یدین کا عمل بالکل متروک تھا ورنہ حضرت عبادؓ محمد بن ابی یحییٰ کو رفع یدین کرتے دیکھ کر منع نہ فرماتے اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو رفع یدین کرتے دیکھ کر میمونؓ کی توجہ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس جا کر یہ نہ کہتے کہ میں نے انہیں اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے کہ آج تک کسی کو اس طرح نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔

مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کرنے سے دیکھ کر ان کے صاحبزادے حضرت سالمؓ کا سوال کرنا اور قاضی محارب بن دثارؓ کا یہ کہنا کہ ”ما ہذا“ یہ کیا ہے، یہ بتلا رہا ہے کہ اس زمانے میں مدینہ طیبہ میں عام صحابہ و تابعین رفع یدین نہیں کرتے تھے ورنہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو رفع یدین کرنے سے دیکھ کر ان کے صاحبزادے اور ان کے شاگرد اس استعجاب سے سوال نہ کرتے۔

نیز مدینہ طیبہ میں حضرت امام مالکؒ قیام پذیر تھے اور آپ رفع یدین نہیں کرتے تھے، آپ کے رفع یدین نہ کرنے کی وجہ یہی تھی کہ مدینہ طیبہ میں کوئی بھی رفع یدین نہیں کرتا تھا چنانچہ ابن رشد مالکیؒ کا کہنا ہے کہ حضرت امام مالکؒ نے رفع یدین نہ کرنے کو اہل مدینہ کے عمل کی موافقت کی وجہ سے ہی ترجیح دی ہے۔

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کو جانتا ہی نہیں، آپ کی وفات ۱۷۹ھ میں ہوئی ہے اور یہ خیر القرون کا دور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خیر القرون کے دور میں مدینہ طیبہ میں عام طور پر رفع یدین نہیں ہوتا تھا۔
کوفے میں حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما جیسے صحابہ کرام اور ان کے سیکنڈوں و ہزاروں تلامذہ و اصحاب و صحابہ و تابعین ہی تھے سب موجود تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتا تھا۔

۶۔ ابتداء اسلام میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ بھی رفع یدین ہوا ہے لیکن بعد میں یہ رفع یدین باقی نہیں رہا، اس کی بہت سی دلیلیں ہیں۔

پہلی دلیل :- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض صحابہ کرام کو مانعین

رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو نا پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور نماز میں کون ایذا قرار کرنے کا حکم دیا، جیسا کہ حضرت جابر بن سمہؓ کی حدیث سے واضح ہے نیز آپؐ نے حکم دیا کہ سات مقامات کے علاوہ رفع یدین نہ کیا جائے۔ ان سات مقامات میں نماز کے اندر تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کے علاوہ اور کسی جگہ کے رفع یدین کا ذکر نہیں، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی احادیث سے ظاہر ہے۔ اگر تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین باقی ہوتا تو آپؐ اس پر نا پسندیدگی کا ظاہر نہ فرماتے۔ اور ان سات مقامات میں نماز کے اندر رکوع والے رفع یدین کا ذکر بھی فرماتے، آپؐ کا اس رفع یدین پر اظہار نا پسندیدگی کرنا اور ان سات مقامات میں رکوع والے رفع یدین کا ذکر نہ کرنا یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ رفع یدین باقی نہیں رہا۔

دوسری دلیل :- کسی بھی صحیح و صریح حدیث سے ثابت نہیں کہ آپؐ نے رکوع والے رفع یدین کا حکم دیا ہے اور نہ ہی کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ نے وفات تک رکوع میں جاتے اٹھتے رفع یدین کیا ہے اگر یہ رفع یدین باقی ہوتا تو کوئی تو ایسی حدیث ملتی۔ کہ یہی ایسی حدیث کا نہ ملنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ رفع یدین باقی نہیں رہا۔

تیسری دلیل :- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے افعال و اعمال کو سب سے زیادہ جاننے والے ان کو اپنانے والے اور ان پر عمل کرنے والے حضرات خلفاء راشدین ہیں۔ اگر رکوع والا رفع یدین باقی ہوتا تو لازمی تھا کہ خلفاء راشدین کا اس پر عمل ہوتا، لیکن ایک بھی صحیح حدیث سے حضرات خلفاء راشدین کا رفع یدین کرنا ثابت نہیں جبکہ صحیح احادیث سے ان حضرات کا رفع یدین نہ کرنا ثابت ہے، یہ اس بات کی بڑی کھلی اور واضح دلیل ہے کہ رکوع والا رفع یدین باقی

نہیں رہا، اگر یہ باقی ہوتا تو ناممکن تھا کہ غلام راشدین اس پر عمل نہ کرتے۔
چوتھی دلیل :- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو رفع یدین کی حدیث کے
 مرکزی راوی ہیں۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ وہ خود تکبیر تحریر کے علاوہ
 رفع یدین نہیں کرتے تھے، یہ بھی اس بات کی بڑی دلیل ہے کہ رکوع والا رفع
 یدین باقی نہیں رہا ورنہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو نہایت
 متبع سنت صحابی ہیں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تو رفع یدین نفل کریں
 اور خود اس پر عمل نہ کریں۔

پانچویں دلیل :- اگر رکوع والا رفع یدین باقی ہوتا تو ناممکن تھا کہ مرکز اسلام
 مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ اور کوفہ والے سب کے سب اس کو چھوڑ دیتے
 حضرت ابوبکر بن عیاش جو کہ غیر القرون اکملہ لیل النور محمد اونیہ میں ۱۹۳ھ میں وفات
 پائی ہے وہ فرماتے ہیں: ”میں نے یہ مرکز کسی فقیہ کو نہیں دیکھا کہ وہ تکبیر تحریر
 کے علاوہ رفع یدین نہ کرنا ہو“ مرکز اسلام کے لوگوں کا اس پر عمل نہ کرنا اندیشہ
 القرون کے دور میں اس عمل کا متروک ہونا اس بات کی تین دلیل ہے کہ یہ
 رفع یدین باقی نہیں رہا۔

۷۔ اس بات پر اجماع امت ہے کہ تکبیر تحریر کے وقت بھی رفع یدین کرنا
 صرف استحباب (سنت غیر متروکہ) ہے فرض واجب نہیں۔

لیکن مندرجہ بالا احادیث و آثار اور اقوال ائمہ مجتہدین اور اجماع امت کے
 خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ رکوع والا رفع یدین سنت متروکہ، سنت متواترہ
 بلکہ واجب بلکہ فرض ہے، نہ کرنے سے نماز ناقص ہوتی ہے بلکہ باطل ہو
 جاتی ہے، اور جو رفع یدین نہ کرے وہ سخت گنہگار ہے اور سعادت
 سے محروم ہے (العیاذ باللہ)

چنانچہ جماعت غبار اہل حدیث کے امام مفتی عبدالسار صاحب لکھتے ہیں۔
 ”رفع یدین فی الصلوٰۃ ایسی سنت متروکہ ہے جس کو نبی علیہ الصلوٰۃ
 والسلام نے آخر دم تک کیلئے۔“ (فتاویٰ ستالیہ ج ۳ ص ۱۵۷)
 مولوی خالد گرجا بھی صاحب لکھتے ہیں:

”نماز مشروع کرتے وقت اور رکوع کرتے اور رکوع سے سر
 اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا رسول کریم کی سنت متواترہ ہے۔“
 (صلوٰۃ النبی ص ۱۶)

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

”اور خود بھی رفع یدین مشروع کریں کہ سنت متروکہ ہے۔“

(فتاویٰ الرسول ص ۱۲)

کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں:

”ہم رفع یدین سے محروم بھائیوں کی خدمت میں بڑے خلوص اور
 محبت سے عرض کرتے ہیں کہ وہ جناب رحمت عالمین صلی اللہ
 علیہ وسلم کی اس پیاری سنت کو ضرور اپنائیں اور عمل میں لائیں اور
 کسی کے کچے کہنے اس سعادت سے محروم نہ ہوں۔“

(صلوٰۃ الرسول ص ۱۲)

مزید قسط ازیں:

”ہر مسلمان رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھے کہ اس کے بغیر
 نماز کا یقیناً نقصان ہے۔“ (صلوٰۃ الرسول ص ۱۲)

اور حسین صاحب گرجا بھی مولوی خالد گرجا صاحب کے والد لکھتے ہیں
 ”امام سبکی نے رفع الیدین کے متعلق (۴۳) صحابہ سے روایات

(۲۵۱) رفع الیدین نہ کرنے کی حدیث ضعیف ہے شرح وقایہ ص ۱۱۱

(تحقیق الفقہ ص ۱۹۴)

یہ دونوں حوالے ہدایہ اور شرح وقایہ میں موجود نہیں ہیں۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ غیر متقلدین قیامت تک بھی یہ حوالے عربی ہدایہ اور شرح وقایہ سے نکال کر نہیں دکھا سکتے۔

۲۔ حکیم صادق سیاح کوئی صاحب کی بددیانتی ملاحظہ فرمائیے۔ ان صاحب نے یہ کیا کہ موطا امام محمد سے — رکوع والے رفع یدین کی ایک حدیث نقل کی اور باقی تمام احادیث و آثار جو ترک رفع یدین کے تھے ان سب کو چھوڑ دیا اور کتاب میں لوگوں کو یہ تاثر دیا کہ گویا امام محمدؒ جو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد اور حنفی ہیں وہ بھی رکوع والے رفع یدین کے قائل ہیں چنانچہ حکیم صاحب جلی مروت میں یہ سُرخی قائم کر کے ”سراج اصناف حضرت امام محمدؒ کا فقرہ حق رفع الیدین برحق“ لکھتے ہیں :-

”حضرت امام محمدؒ جو اصناف کے مسلک امام ہیں سارا ذخیرہ حنفی مذہب کا ان ہی کی محنت شاقہ اور مساعی کا نتیجہ ہے آپ حضرة امام ابوحنیفہ کے قابل فخر شاگرد ہیں آپ اپنی مشہور کتاب موطا امام محمد میں رفع الیدین کی صحیح حدیث لائے ہیں دیکھا آپ نے کہ حضرت امام ابوحنیفہ کے مابہ ناز شاگرد و حضرت امام محمدؒ نے حضور کی صحیح حدیث اپنی کتاب موطا میں لاکر تسلیم کر لیا کہ رفع الیدین ان کے نزدیک سنت صحیحہ نام نہر ہے اب تو بلو دران اصناف کو بھی یہ سنت اپنا لینا چاہیے“ (صلۃ الرسول ص ۱۲۲)

حضرت امام محمدؒ کی جس کتاب کا حکیم صاحب نے حوالہ دیا ہے اسی کتاب

بڑے مشہور عالم اور امام تھے اور امام زمخری (۳) سالم بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں جو بڑے تابعی اور فقیہ ہیں اور سالم (۴) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں جو بڑے قدیم الاسلام تابعین تھے اور عالم اور بڑے درجے والے جو کان (کان یوفی یدید) سے حدیث نقل کر رہے ہیں اور آخر میں (فما ذالت تلك صلاته حتى لقي الله تعالى) لکرا ثابت کرتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عمر کی آخری نماز تک رکوع جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کہتے رہے۔

(قرة العینین فی اثبات رفع الیدین ص ۹۰)

۳۔ اس حدیث کے متعلق مولوی یوسف صاحب کا ایک بھٹو ملاحظہ فرمائیے موصوف فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ کے حوالے سے لکھتے ہیں :

”یہ بھی کی روایت میں ابن عمرؓ سے جس کے آخر میں ہے کہ یہی آپ کی نماز ہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے ملائی ہوئے“ (یہ حدیث صحیح

الاسناد ہے ہدایہ ص ۱۳۸) (تحقیق الفقہ ص ۱۹۴)

ہم نے اس حوالے کی تلاش میں ہدایہ اول ساری پیمان ماری لیکن وہاں ایسے کسی حوالہ کا نام و نشان نہیں لہذا ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ یہ ایک جھوٹی حدیث کو ثابت کرنے کی انتہائی مذموم کوشش ہے۔

لکھے ہاتھ مولوی یوسف جے پوری صاحب کے مزید چھوٹ بھی ملاحظہ فرمائیے وہ ہدایہ اور شرح وقایہ کے حوالے سے لکھتے ہیں :-

” (۲۵۸) رفع یدین نہ کرنے کی حدیث اگر بہ نسبت ترک رفع کے قوی

میں حکیم صاحب کی نقل کردہ حدیث کے کچھ بعد حضرت امام محمدؒ نے اپنا مسلک ذکر کیا ہے۔ ہم حضرت امام محمدؒ کا مسلک ان کی اسی کتاب سے نقل کر دیتے ہیں تاکہ قارئین حکیم صاحب کی دیانت و شرافت کا صحیح اندازہ لگا سکیں۔
حضرت امام محمدؒ رقمطراز ہیں :-

”قال محمد السنت ان یکبر الرجل فی صلوٰتہ کلما خفض وکلما رفع واذ انحط للسجود کبر واذ انحط للسجود الشاق کبر فاما رفع الیدین فی الصلوٰۃ یرفع یدیه حذو الاذنین فی ابتداء الصلوٰۃ مرة واحدة شولا یرفع فی شئی من الصلوٰۃ بعد ذلک و هذا کله قول ابی حنیفۃ“

(موطا امام محمد ص ۸۸)

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں سنت یہ ہے کہ نمازی اپنی نمازیں ہر اُٹھتے بیٹھتے تکبیر کہے جب پہلے سجدہ میں جائے تو تکبیر کہے جب دوسرے سجدے میں جائے تو تکبیر کہے بڑا رفع یدین تو وہ ابتداء نماز میں صرف ایک مرتبہ کافول تک کرے اس کے بعد نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین نہ کرے یہ سب حضرت امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔

۴۔ غیر متقلدین حضرات یہ ثابت کرنے کے لیے کہ ائمہ اربعہ میں سے اکثر ائمہ رکوع والے رفع یدین کے قائل ہیں ایک بھڑوٹ یہ بولتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ بھی رفع یدین کے قائل ہیں۔

چنانچہ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں :-

”امام مالکؒ امام شافعی اور امام احمد غنویں کے نزدیک رفع الیدین کرنا سنت ہے گویا کہ غلاب ربیع اربعہ میں سے تین مذہب رفع الیدین کے حامی ہیں“ (صلاۃ الرسول ص ۱۳۳)

حضرت امام مالکؒ کا مسلک کیا ہے یہ آپ گزشتہ صفحات میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ یہاں ہم دوبارہ پھر حضرت امام مالکؒ کا مسلک انہی کی زبانی ذکر کر رہے ہیں تاکہ قارئین کو غیر متقلدین کی اس کذب بیانی کا بھی اندازہ ہو سکے۔

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں :-

”لا اعرف رفع الیدین فی شئی من تکبیر الصلوٰۃ لا فی خفض ولا فی رفع الا فی افتتاح الصلوٰۃ“ (المدة النجری ص ۱۵۷)

میں رفع یدین کو جانتا ہی نہیں نماز کی کسی جگہ بھی تکبیر میں، نہ ٹھیکے ہوئے نہ اُٹھتے ہوئے سوائے ابتداء نماز کے۔

غور کیجئے حضرت امام مالکؒ تو فرما رہے ہیں کہ میں تکبیر تحریر کے رفع یدین کے سوا اور کسی جگہ رفع یدین کرنے کو جانتا ہی نہیں، اور غیر متقلدین ہیں کہ زبردستی انہیں رفع یدین کا قائل بنایا کہ ائمہ اربعہ کی اکثریت کو رفع یدین کا قائل ثابت کر رہے ہیں۔

۵۔ حکیم حنفی سیالکوٹی صاحب نے اپنی کتاب فتاویٰ الرسول میں بیسویں کتبہ بیانوں اور غلط بیانیوں سے کام لیتے ہوئے حرجیہ طبع میں دیکھا ہے اور اس کا حل دے کر کہے ہیں ہم اس کتاب کا جائزہ لیکر کئی شکل میں بہت جلد علوم کے سامنے پیش کریں گے، انشاء اللہ۔

ترکِ جلستہ الاستراحتہ نماز میں جلسہ استراحت نہیں کرنا چاہیے

۱۔ عن عباس او عیاش بن سہل الساعدی
انہ کان فی مجلس فیہ اجوہ وکان من
اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم و فی
المجلس اجوہ ریزہ و ابو حمید الساعدی و ابو
اسید ف ذکر الحدیث و فیہ شو کبر فسجد
شو کبر فقام و لو بیتورک۔

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۸۱)

عباس یا عیاش بن سہل ساعدی سے روایت ہے کہ وہ ایک
ایسی مجلس میں تھے جس میں ان کے والد بھی تھے جنہی علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے صحابہ میں سے تھے اور اسی مجلس میں حضرت ابوہریرہ
حضرت ابو حمید ساعدی اور حضرت ابواسید رضی اللہ عنہم بھی تھے
انہوں نے حدیث ذکر کی جس میں یہ بیان کیا کہ پھر آپ صلی اللہ
علیہ وسلم نے بتائیں کہ پھر سجدہ کیا پھر بتائیں کہ تو آپ سیدھے کھڑے
ہو گئے بیٹھے نہیں۔

۲۔ عن ابی ہریرۃ قال کان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم ینہض فی الصلوٰۃ علی صدور قدمیہ
فتال ابو علی حدیث ابی ہریرۃ علیہ
العمل عند اهل العلم یختارون

ان ینہض الرجل علی صدور قدمیہ الخ
(ترمذی ج ۱ ص ۱۸۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام نماز میں پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے
امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اہل علم کے نزدیک حضرت ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ کی حدیث ہی پر عمل ہے اور وہ اسی کو اختیار
کرتے ہیں کہ آدمی (نماز میں) دوسری یا تیسری رکعت کے
لیے پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑا ہو۔

۳۔ عن عبد الرحمن بن غنم ان ابا مالک
الشعری جمع فتومہ فقال یا معشر
الشعریین اجتمعوا واجمعوا نساءکم
وایماءکم وعلمو صلوٰۃ النبی صلی
اللہ علیہ وسلم صلی لنا بالمینتہ (ف ذکر
الحدیث بطولہ و فیہ) شو قال سمع اللہ
لن من حمدہ و اسقوی قاشما شو
کبر و خرسا جدا شو کبر فرفع رأسہ
شو کبر فسجد شو کبر فانتہض
قاشما الحدیث۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۳)

حضرت عبد الرحمن بن غنمؒ سے روایت ہے کہ حضرت
ابو مالک اشعریؒ نے اپنی قوم کو جمع کر کے فرمایا اے
اشعریہ! میں کی جماعت خود بھی جمع ہو جاؤ اور اپنی عورتوں اور

بچوں کو بھی جمع کروانا کہ میں تمہیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز سکھلا دوں جو آپ ہمیں مدینہ منورہ میں پڑھایا کرتے تھے آپ نے پوری حدیث ذکر کی جس میں یہ بھی ہے کہ پھر آپ صبح اللہ لمن حمد کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے پھر تکبیر کہہ کر سجدے میں چلے گئے پھر تکبیر کہہ کر سجدے سے سر اٹھایا پھر تکبیر کہہ کر سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے۔

۴۔ عن ایوب عن ابی ہلال بن مسالم بن الحویرث قال لا صحابہ الا انبئکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وذاک فی غیر حین صلوٰۃ فقام ثم رفع فکبر ثم رفع رأسہ فقام منبۃ ثم سجد ثم رفع رأسہ منبۃ ثم رفع رأسہ منبۃ فصل صلوٰۃ عمرو بن سلمۃ شیخنا ہذا قال ایوب ان یفعل شیئا لوارہم یفعلونہ کان یفعل فی الثلثۃ او الرابعتۃ الحدیث۔ (بخاری ۵: ۱ ص ۱۱۱)

حضرت ایوب نخعیؒ نے حضرت ابو ہلالؒ سے روایت کی کہ میں نے حضرت مالک بن حویرثؒ سے اپنے ساتھیوں سے کہا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سکھاؤں؟

حضرت ابو ہلالؒ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کوئی فرض نماز کا وقت نہ تھا، چنانچہ آپ کھڑے ہوئے پھر کون کیا اور تکبیر کی پھر کون سے سر اٹھایا اور تھوڑی دیر ٹھہرے رہے پھر سجدہ کیا پھر سجدہ سے سر اٹھایا اور تھوڑی دیر ٹھہرے رہے پھر آپ نے سجدہ کیا پھر سجدہ سے سر اٹھا کر تھوڑی دیر ٹھہرے رہے غرض انہوں نے ہمارے شیخ عمرو بن سلمہؒ کی نماز پر بھی حضرت ایوبؒ نخعیؒ کی فرمائش میں کہ عمرو بن سلمہؒ نماز میں ایک ایسا کام کیا کرتے تھے جو میں نے اولاً نہ دیکھا تھا کہ وہ یہ کہ وہ تیسری رکعت کے بعد اچوتھی رکعت کے شروع میں بیٹھتے تھے۔

۵۔ عن ابی ہریرۃ ان رجلا دخل المسجد یصلی ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ناحیۃ المسجد غیبا، فسلم علیہ فقال لہ ارجع فصل فانک لم یصل فارجع فصلی ثم سلم فقال ولیلک ارجع فصل فانک لم یصل قال فی الثالثۃ فاعلم حق قال اذا تمت الی الصلوٰۃ فاسبغ الوضوء ثم استقبل القبلة فکبر وقرأ بما تیسر معک من القرآن ثم ارجع حتی تطعن ان راکعا ثم ارفع رأسک حتی تقعد لفاشیا ثم اسجد حتی

خلفاء راشدین علیہ السلام استراحت نہیں کرتے تھے

عن الشعبي ان عمر و عليا واصحاب رسول
الله صلى الله عليه وسلم كانوا ينهضون
في الصلوة على صدورهم -

(صنف ابن أبي شيبة ۱ ص ۱۱۱)

حضرت امام شافعی سے روایت ہے کہ حضرت عمر حضرت علی
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نماز میں اپنے
قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی علیہ السلام استراحت نہیں کرتے تھے

عن جندب بن عبد الله بن
عبد الله بن يزيد يقول سمعت
عبد الله بن مسعود في الصلوة فترأيت
ينهض ولا يجلس
وقال ينهض على صدره
الركعة الاولى والثانية -

(بہار النبی ۶ ص ۱۱۱ سنن ترمذی ج ۲ ص ۱۱۱)

عبد اللہ بن ابی لہبہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن
مسعودؓ نماز میں بغور دیکھا میں نے دیکھا کہ آپ (نبی اکرم
میرے رکعت کے بعد سیدھے کھڑے ہو جاتے ہیں نہ ٹھٹھکتے
نہیں عبدالرحمن بن ربیع کہتے ہیں کہ آپ اپنے قدموں کے
پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے پیسلی اور تیسری
رکعت کے بعد۔

تطمئن ساجدا مشوارفع حتى تستوي
وتطمئن جالسا مشوا سجدة حتى تطمئن
ساجدا مشوارفع حتى تستوي قائما
مشوا فاعمل فذلك كما هو -

(بخاری ج ۲ ص ۱۱۱)

حضرت ابوسریہ مخرماتے ہیں کہ ایک شخص مسجد نبوی میں نفل
ہو کر نماز پڑھنے لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے
ایک گوشہ میں تشریف فرما تھے۔ وہ شخص نماز سے نکل کر
کتاب کے پاس گیا اور سلام کیا آپ نے فرمایا وہاں جاؤ اور نماز
پڑھو کیونکہ تم نے نماز میں پٹمی وہ واپس گیا اور دوبارہ نماز پڑھ
کر پھر تکبیر کو کم کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا
واپس جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز میں پٹمی تیسری مرتبہ
اس شخص نے عرض کیا کہ مجھے (نماز کا طریقہ) بتا دیجئے۔ آپ
نے فرمایا جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو پہلے اچھی طرح
وضو کرو پھر قبلہ رو ہو کر بغیر کبوتر و جنتا آسانی سے قرآن پڑھ
سکو پھر اس شخص کے بعد اطمینان سے مکہ گرو پھر سرخشا
کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر اطمینان سے مسجد گرو پھر مسجد
سے اٹھ کر اطمینان سے بیٹھ جاؤ پھر اطمینان سے سیدہ گرو
پھر سیدہ سے اٹھ کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور اسی طرح
ساری نماز میں کرو۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی جلد استراحت نہیں کرتے تھے

عن وجہ بن کيسان قال رأيت ابن عمر الزبير اذا سجد السجدة المشائية قام كما هو على صدور قدميه - (صحتہن ابی ابی شیبہ و اسکا کلام)

حضرت وجہ بن کيسانؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن الزبیرؓ کو دیکھا کہ وہ جب دوسرا سجدہ کر سیکھتے تو اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل بیٹھے ہوتے ویسے ہی کھڑے ہو جاتے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی جلد استراحت نہیں کرتے تھے

عن مشافع عن ابن عباس قال كان ينهض في الصلوة على صدور قدميه -

(صحتہن ابی ابی شیبہ و اسکا کلام)

حضرت نافعؓ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نماز میں اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابوسیدہؓ بھی جلد استراحت نہیں کرتے تھے

ثمنا سليمان الاعمش قال رأيت عماره بن حمير يصلي من قبل ابواب كعدة قال فرأيتني ركب مشوا سجد فلما قام من السجدة الاخيرة هتاف كما هو فلما انصرفت ذكرمتا ثالث له فقال حدثني عبد الرحمن بن يزيد انه رأى عبيد الله بن مسعود يقوم

على صدور قدميه قال الصلوة هتاف

الوحش فحدثت بهذا الحديث ابن ابي عمير النخعي فقال ابن ابي عمير حدثني عبد الرحمن بن يزيد انه رأى عبد الله بن مسعود يفعل ثالث فحدثت به خبيث بن عبد الرحمن فقال رأيت عبد الله بن عمر يقوم على

صدور قدميه فحدثت به محمد بن عبد الله المشعبي فقال رأيت عبد الرحمن بن ابي ليلى يقوم على صدور قدميه فحدثت به عطية العوفي فقال رأيت ابن عمرو ابن عباس وابن الزبير و ابا سعيد الخدري

رضي الله عنهم يقومون على صدور اقدامهم في الصلوة - (اسنن ابی ابی شیبہ و اسکا کلام)

انہم عشاء کہتے ہیں کہ میں نے عمارہ بن حمیر کو ابواب کعدہ کے بائیں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ان کے کمرے کو کیا پھر سجدہ کیا جب آپ دوسرے سجدے سے اٹھے تو بیٹھے تھے ویسے ہی کھڑے ہوئے۔ آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا مجھے عبداللہ بن عمرؓ نے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو دیکھا ہے کہ وہ نماز میں اپنے

پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوئے تھے۔ امام اعمشؒ نے

فرمایا مجھے عبداللہ بن عمرؓ نے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو دیکھا ہے کہ وہ نماز میں اپنے

عالم اسلام کے بے شمار صحابہ کرام کو پایا ہے کہ وہ جب پہلی اور دیگر رکعت کے بعد سے اپنا سر اٹھاتے تھے تو ویسے ہی سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے بیٹھتے نہیں تھے۔

حضرت ابن ابی لیلیٰ بھی عجلت استراحت نہیں کرتے تھے

عن محمد بن عبد اللہ قتال کان ابن ابی لیلیٰ یبھض فی الصلوٰۃ علیٰ صدور قدعید
(صحیفۃ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۷)

محمد بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نماز میں اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ بھی عجلت استراحت نہیں کرتے تھے

عن ابراہیم السنہ کان یسرع فی اقامۃ
فکنت الاولیٰ من آخر سجدة۔
(صحیفۃ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ وہ پہلی رکعت کا دوسرا سجدہ کر کے تمام میں جلدی کرتے تھے۔

عم مشائخ کا معمول تھا کہ وہ عجلت استراحت نہیں کرتے تھے

عن الزہری قتال کان استیاضنا لا یما یلین
یعنی اذا رفع احدہم رأسہ من السجدة
الثانیۃ فکنت الاولیٰ والثانیۃ
یخضع کما ہو ولو یجلس
(صحیفۃ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۷)

جس کہیں نے بعدِ ریت ابراہیم نخعیؒ سے بیان کی انہوں نے فرمایا کہ مجھے بھی عبدالرحمن بن زید نے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ایسا کھڑے ہونے دیکھا ہے نام ہش کہتے ہیں پھر میں نے یہ حدیث شیخہ بن عبدالرحمن سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے امام ہش کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث محمد بن عبداللہ نخعیؒ کو بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کو دیکھا ہے کہ وہ بھی اپنے قدموں کے بل کھڑے ہوتے تھے امام ہش کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث عطاء بن یساف سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت ابراہیم خدی رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے کہ وہ نماز میں اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل ہی کھڑے ہوتے تھے۔

عالم صحابہ کرام عجلت استراحت نہیں کرتے تھے

عن النعمان بن العباس عیاش قتال
احدک عنہ و احدهما صاحب الصحاح علی
اللہ علیہ وسلم فکان اذا رفع رأسہ من
السجدة الاولیٰ رکعتہ والمشاغبات تمام کما ہو
ولو یجلس
(صحیفۃ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت نعمان بن ابی عیاشؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے کہ وہ نماز میں اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل ہی کھڑے ہوتے تھے۔

امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ مائل نہیں ہوتے تھے یعنی جب کوئی ان میں سے پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھاتا تو ویسے ہی سیدھا کھڑا ہو جاتا تھا بیٹھتا نہ تھا۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ
جلسہ استراحت کے قائل نہیں ہیں۔

”فإن التمسيد اختلف الفقهاء في النهوض من السجود الى القيام فقال مالك والاوزاعي والثوري واليوحنيث واصحاب ينعض على صدره قدميه ولا يجلس وروي ذلك عن ابن مسعود وابن عمر وابن عباس ومثقال النخعيان بن ابي حياض اذ ركت عني واحد من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم فيفعل ذلك وقال ابو الزناد ذلك السنة وبه قال ابن حنبل وابن راهويه ومثقال احمد واكثر الاحاديث على هذا“

(ابو ہریرہؓ ج ۲ ص ۱۱۱)

تیسری بات یہ ہے کہ سجدہ سے قیام کے لیے اٹھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ حضرت امام مالکؒ، امام اوزاعیؒ، یحییٰ ثوریؒ، امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب رحمہم اللہ کہنا چاہتے تھے کہ

کے بل کھڑا ہو اور جلسہ استراحت نہ کرے اور یہی مروی ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ رضی اللہ عنہم سے حضرت نعمان بن ابی حیاثؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھا رسد کو گرام کو اپنا ہی کرتے ہوئے پایا ہے۔ ابو الزنادؒ کہتے ہیں کہ جلسہ استراحت نہ کرنا ہی سنت ہے، حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور اسحاق بن راہویہؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اکثر اوقات اسی پر ہیں (کہ جلسہ استراحت نہ کیا جائے)

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہو کر بغیر بیٹھے عید سے کھڑے ہو جانا مسنون ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول مبارک یہی تھا، آپ پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہو کر بیٹھے کھڑے ہو جاتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ آپ کا یہی معمول نقل فرماتے ہیں اور حضرت ابو مالک اشجریؓ اسی طریقہ سے قیام کو نہ کرنا فاطمہؓ بتاتے ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ایسے شخص کو صحیح طرح نماز نہیں پڑھا تھا، صحیح طرح نماز پڑھنے کا طریقہ بتلایا۔ آپ نے اس سے کہا کہ جب تم اطمینان سے سجدہ کر چکو تو سجدے سے اٹھو اور سیدھ کھڑے ہو جاؤ، آپ کے اس فرمان سے صاف عید پر بات ثابت ہو گئی ہے کہ جلسہ استراحت مسنون نہیں کیونکہ اگر جلسہ استراحت مسنون ہوتا تو آپ ضرور اس شخص کو اس کے

کرنے کا حکم دیتے۔

غلط راہنہ اور عام صحابہ کرام کا معمول بھی یہی تھا کہ وہ جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے تاہم اربع تابعین اور تبع تابعین بھی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے، حضرت امام ابو حنیفہؒ حضرت امام مالکؒ حضرت امام احمد بن حنبلؒ بھی جلسہ استراحت کے قائل نہیں ہیں۔ خیر القرون میں جلسہ استراحت کا رواج نہیں تھا۔ کیونکہ حضرت ابوبختیاریؒ علاوہ جابر بن عبد اللہؒ تابعین میں سے ہیں جنہوں نے صحابہ کرام کو روزنامہ عظام کو دیکھا ہے انہوں نے حضرت مالک بن عوفؒ سے بیان کیا کہ میں نے ان کے جلسہ استراحت کرنے کا ذکر سنا ہے۔ بیان کی تو ذرا کہ حضرت مالک بن عوفؒ نے ہمارے شیخ عمر بن سلمہؒ نبی نماز پڑھی، عمر بن سلمہؒ نماز میں ایک ایک کام کرتے تھے جو میں نے لوگوں (صحابہ و تابعین) کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا وہ یہ کہ عمر بن سلمہؒ تیسری رکعت کے بعد اچھوٹھی رکعت کے شروع میں بیٹھتے تھے (جلسہ استراحت کرتے تھے) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں جلسہ استراحت کا بالکل رواج نہیں تھا ورنہ اس کے بارے میں حضرت ابوبختیاریؒ غیر متغیر فرماتے کہ میں نے یہ صحابہ و تابعین کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا، آج بھی عربین مشرقین کے امام جلسہ استراحت نہیں کرتے، ہاں اگر کوئی شخص کسی مذکر کی وجہ سے چلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہو کر بیٹھ جائے اور پھر اٹھے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اُفتار کی وجہ سے ہست سے اعمال میں شریعت کی طرف سے رخصت ہے چنانچہ فقہ و میں مذکر کے وجہ سے دو: لو

۲۲۶
بیٹھنے کے بجائے چوڑی مار کر بیٹھنا ہی جائز ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے۔ (دیکھئے نگار جلد اول ص ۱۸۱)
لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف مذکورہ کی تفریق کے بغیر غیر متقدمین کا کہنا ہے کہ جلسہ استراحت مستحب بلکہ سنت ہے چنانچہ نواب خورشید الحسنؒ لکھتے ہیں
"و جلسہ استراحت سنت است" (صرف الجہاد ص ۳۸)
اور جلسہ استراحت سنت ہے۔

اسامیل سلمیٰ صاحب لکھتے ہیں

"یہ جلسہ واجب نہیں سنت ہے۔"

(دلیل اکرم کی نماز ص ۱۸۱)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

"و یستحب ان یجلس جلیس خفیفة بعد السجدة الثانیة"
(نزل الامار ج ۱ ص ۱۸۱)

اور دوسرے سجدے کے بعد تھوڑی دیر بیٹھنا (جلسہ استراحت کرنا) مستحب ہے۔

علامہ خضر فرامیؒ جو عمل مذکورہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول ہے نہ آپ نے اس کا حکم دیا ہے اور نہ ہی وہ غلط راہنہ، صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین عظام کا معمول ہے اور نہ ہی وہ خیر القرون میں رواج پذیر ہے ایسا عمل غیر متقدمین کے نزدیک سنت ہے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ غلط راہنہ بن صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین، ائمہ یہ حدیث اسی کتاب کے صفحہ ۳۵ پر ملے ہوئے ہے۔

مجتہدین کو اس سنت کا علم نہ ہو سکا اور وہ اس سنت سے محروم رہے۔ اعلیٰ ذی استر
 قاریین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟
 خالہ گر با بھی صاحب کا جنوٹ
 نے خالہ گر با بھی صاحب کا ایک جنوٹ ملاحظہ فرماتے
 ہیں وہ دیکھتے ہیں۔

بعض لوگ طبعاً استراحت کے قائل نہیں ہیں حالانکہ یہ
 سنت ثابت ہے فقہ حنفی میں اس کا سنت ہونا موجود ہے
 طایفۃ اصحابہ (صلوات اللہ علیہم)
 چاہے میں کوئی ایسی بات موجود نہیں لہذا خالہ صاحب کا اسے جاریہ کے
 خالہ سے بیان کرنا جنوٹ ہے۔

ترك الاعتماد علی الیدین اذا نهض فی الصلوة
 نماز میں سجدے سے اُٹھتے وقت

دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر نہیں اُٹھنا چاہیئے

۱۔ عن منافع عن ابن عمر قال سئل رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم ان یستجد الرجل علی
 سیدہ اذا نهض فی الصلوة۔

(ابو داؤد ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 نمازیں (دوسری رکعت کے لیے اُٹھتے وقت) دونوں ہاتھوں
 کو زمین پر ٹیک کر اُٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

۲۔ عن واصل بن حجاج قال رأیت النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم اذا سجد وضع ركبتيه قبل یدیه
 واذا نهض رفع یدیه قبل ركبتيه (ابو داؤد ج ۱ ص ۱۱۱)
 حضرت واصل بن حجاجؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کو دیکھا کہ جب آپ سجدے میں ہاتھ کو زمین پر پہنچ گھٹنے رکھے
 پھر اُٹھا تو جب سجدے سے کھڑے ہوئے تو پہلے ہاتھ اُٹھاتے
 پھر گھٹنے۔

۳۔ عن عبد الجبار بن واصل عن ابيه ان النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم فذکر حدیث الصلوة
 فکان یسجد ونهض ركبته الى الارض
 قبل ان یقع اکنفاه قال همام فاشقی حدیثہ
 عاصم بن خلیب عن ابيه عن النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم بمثل هذا فی حدیث احمد
 واکبر علی اند فی حدیث محمد
 بن حماد واذا نهض نهض علی ركبتيه واعتمد
 علی فخذه (ابو داؤد ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت واصل بن حجاجؓ سے روایت ہے انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ
 والسلام کی نماز کی حدیث کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جب آپ
 نے سجدہ کیا تو آپ کے گھٹنے ہتھیلیوں سے پچھلے زمین پر گئے،
 ہمام (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ ہمیں شیخؓ نے اور شیخؓ نے
 ہیں کہ مجھے عاصم بن خلیب نے اپنے والد کے واسطے سے یہی

علامہ ابن قیم عجل کی تحقیق

ثُمَّ كَانَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَضُ خَلِيَّ سَدُودٍ
قَدَمَيْهِمَا وَرُكْبَتَيْهِ مَعْتَمِدًا عَلَى قَائِدِ يَدِهِ
كَجَاذِ كُرْعَتِ وَاسْتَلَّ وَأَجْوَصَ بِرِجْلِهِ وَلَا يَعْتَمِدُ
عَلَى الْأَرْضِ بِيَدَيْهِ، الْخ

(لَدَا لَمْعَادُ فِي هَدَى خَيْرِ الْإِبْدَاءِ اصْلَاحُ)
پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے قدموں اور گھٹنوں کے بل
کھڑے ہوتے تھے اپنی رانوں پر سہارا دیتے ہوئے (جیسا کہ مندرجہ
فائل بن حجرؒ اور حضرت ابو ہریرہؓ نے ذکر کیا ہے) اور دونوں
ہاتھوں کو زمین پر نہیں دیکھتے تھے۔

مذکورہ احادیث کا تاثر سنا بہت چورٹا ہے کہ نماز میں پہلا رکعت کے
سجدہ کے بعد سے فارغ ہو کر دوسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت منہ سے یہ
ہے کہ زمین سے چلے پھر اٹھائے پھر دونوں ہاتھ رانوں پر رکھ کر گھٹنے
اٹھا کر سیدھا کھڑا ہو جائے اور کھڑے ہوتے ہوئے دونوں ہاتھ
زمین پر نہ دیکھے، کیونکہ اس وقت علیؑ اللہ علیہ وسلم کا عام معمول یہی تھا کہ
بکپ علی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھ زمین پر دیکھے بغیر کھڑے ہوتے تھے
صرف یہی نہیں بلکہ آپؐ نے نماز میں زمین پر ہاتھ ٹیک کر کھڑے ہونے
سے منع بھی فرمایا ہے، حضرت علیؑ مقرر بنی کوم اللہ تعالیٰ وجہ اس کی کو ملت
قرار دیتے ہیں: عام صحابہ کرام اور تابعین نظام کا عمل بھی یہی ہے حضرت
ابراہیم خلیفہ قرظین پر ہاتھ ٹیک کر اٹھنے کو حکم دے گئے تھے، ان اگر
کوئی شخص اتنا بڑھا ہو گیا ہو جس کے لیے زمین پر ہاتھ سے سہارا لینے

علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اسی کے مثل حدیث بیان کی ہے
اور ان دونوں میں سے کسی ایک کی حدیث میں ہے اور میرا زیادہ
علم یہی ہے کہ وہ محمد بن حنفیہؒ کی حدیث ہے کہ جب حضورؐ
صلوٰۃ والسلام اٹھتے تو گھٹنوں کے بل پر اٹھتے اور اپنی رانوں پر
سہارا لیا۔

۴۔ عَنْ أَبِي جَحِيظٍ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ إِنَّ
مِنَ الصَّلَاةِ وَالصَّلَاةِ الْمُسْتَوْبَةِ إِذَا نَهَضَ
الرَّجُلُ فِي الرُّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ أَنْ لَا يَعْتَمِدَ بِيَدِهِ
عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَشِيخًا كَبِيرًا لَا يَسْتَطِيعُ
(صَحِيفَةُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ ص ۱۵۹)

حضرت ابو جحیفہؒ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں
کہ آپؑ کے فرمایا فرض نماز میں سجدہ سے پہلے کہ آدمی پہلے دو رکعتوں
میں زمین پر ہاتھ ٹیک کر نہ اٹھے والا یہ کہ وہ بہت بڑھا ہو جسے
اس کے بغیر اٹھنے کی ہمت ہی نہ ہو۔

۵۔ عَنْ الْحَارِثِ بْنِ أَبِي هَاشِمٍ أَنَّكَ كَانَ يَكْرَهُ ذَلِكَ
إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَشِيخًا كَبِيرًا أَوْ صَرِيحًا -
(صَحِيفَةُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ ص ۱۵۹)

حضرت ابراہیم بن ہاشم مروی ہے کہ وہ نماز میں زمین پر ہاتھ
ٹیک کر اٹھنے کو انکار دے سکتے تھے اور یہ کہ آدمی بہت بڑھا ہو
یا بیمار ہو۔

بلیغاً آشنا دشوار ہوا کرتی بیمار ہوا اور بیماری کی وجہ سے صحیح طرح نہ اظہر سکتی
ہو تو اس کے لیے مخصوص ہے کہ وہ زمین پر ہاتھ ٹیک کر کھڑے ہو جائے
لیکن ان امراض و آفات کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ نمازیں
دونوں ہاتھ زمین پر چبھتے ہوئے ہی آشنا چاہیے ان کے ان عند وغیرہ کی کلمہ
قید نہیں چنانچہ

یونس و بطری صاحب لکھتے ہیں

۱۔ چھ زمین پر دونوں ہاتھ ٹیک کر دوسری رکعت کے لیے
کھڑے ہوں۔
(استدعا تہ ص ۱۷۷)

۲۔ حاکم فرماتے۔ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول نماز میں زمین
پر ہاتھ ٹیک کر بغیر اٹھنے کا ہے، حضرت علیؑ اس کو سنت قرار دیتے ہیں۔
عام صاحب کرام کا اسی پر عمل سچا نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر ہاتھ
ٹیک کر اٹھنے سے منع بھی فرما رہے ہیں، لیکن غیر متقلدین اس کی پٹا کٹے
بلیغ اور عند وغیرہ کی قید لگا کے بغیر کہہ دے ہیں کہ نماز میں زمین پر ہاتھ
ٹیک کر کھڑے ہوں۔

تاکرین یہ ہے کہ غیر متقلدین کا حدیث پر عمل اب آپ خود فیصلہ فرمائیں
کہ یہ حدیث کا موافقت ہے یا مخالفت ؟

۳۔ ہیئت جلستہ التشہد میں وعدم الثورات
دو قول تھے اول کہ یک طرح بیٹھنا ہی منقول ہے اور ثور کہ سٹون نہیں

۱۔ عن وائل بن حجر قال قدمت المدينة قلت
لا نظرن الا صلاة رسول الله صلى الله عليه
وسلم فلما جلس يعني للتشهد امنت ركبتي

رجله اليسرى ووضع يده اليسرى على
على فخذه اليسرى ونصب رجله اليمنى قال
ابو عيسى هذا حديث حسن صحيح والعمل
عليه عند اكثر اهل العلم (تذوق الصلوات)
حضرت ذہلی ہی مجرہ فرماتے ہیں کہ جب میں بغیر طہارت کیا تو میں
نے زہلی میں کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز
پڑھتے ہوئے ضرور دیکھوں گا رہیں گے دیکھا کہ جب تشہد
میں بیٹھے تو آپ نے بائیں پاؤں بچھا کر اپنا بائیں ہاتھ بائیں پاں
پر رکھ لیا اور دائیں پاؤں کو کمر لٹکھا، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ
یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کی اکثریت کا اسی پر عمل ہے

۲۔ عن وائل بن حجر قال صليت خلف
رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما تعد
وتشهد فركبت قدمه اليسرى على
الارض وجلس عليها
(سنن عبد بن مسعود ص ۱۷۷)

۳۔ عن ربيعة بن رافع ان النبي صلى الله عليه
وسلم قال لا تقربوا اذا سجدت فمكن بجوهلك

فَإِذَا اجْلَسْتَ فَاجْلِسْ عَلَى رِجْلِكَ الْيُسْرَى
وَمِنْ خَلْفِكَ بِنْتِلَى حَسْبُ رِجْلَيْكَ الْيُسْرَى
إِنْ جَلَسْتَ حَسْبُ رِجْلَيْكَ الْيُسْرَى (مسند احمد ۲/۲۸۲)

حضرت رافع بن رافع سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے اعرابی ست کما کہ جب تو سجدہ کرتے تو اپنی طرف
سجدہ کر اور جب نہ سجدے میں بیٹھے تو اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھو۔

۴۔ عن عبد الله وهو ابن عبد الله بن عمر عن حماد بن أبي
قال من سلك الصلوة ان تصيب القدم اليمنى
واستقبله باصابعها القبلة والجلوس على اليسرى
(مسند احمد ۲/۲۸۲)

حضرت عبد اللہ اپنے والد عبد اللہ بن عمر سے روایت کرتے
ہیں کہ آپ کے فرمایا نماز کی سنت میں سے ہے کہ (تہجد میں)
دایاں پاؤں کھڑا کر کے اس کی انگلیاں قبلہ رخ رکھی جائیں اور
بائیں پاؤں پر بیٹھا جائے۔

۵۔ عن عائشة رضي الله عنها قالت كان رسول الله
صلى الله عليه وسلم يفتتح الصلوة
بالتكبير والتسبيح بالحمد لله رب العالمين
وكان اذا ركع لم يثبخص رأسه ولم
يسويبه وكان يبين خالف وكان اذا رقع رأسه
من الركوع لم يثبخص رأسه ولم يثبخص
وكان اذا رقع رأسه من السجدة لم يثبخص

حتى يستوي جانبا وكان يقول في
كل ركعتين التحية وكان يعرش رجله
اليمنى وينصب رجله اليسرى وكان يثبني
عن حقيبته الشيطان وينهى ان يفتتح
الرجل ثرا عيه اقتراش السبع وكان يثبخص
الصلوة بالتسليم۔ (مسند احمد ۲/۲۸۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نماز اللہ اکبر کے ساتھ اور قرائت الحمد تشریب انگلیں کے
ساتھ شروع فرماتے تھے اور جب آپ رکوع کرتے تو اپنا سر
مبارک نہ اوپر اٹھاتے تھے اور نہ بالکل نیچے جھکا دیتے تھے۔
دونوں کے درمیان رکھتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے
تو سجدہ میں نہ جاتے جب تک کہ سیدھے کھڑے نہ ہو جاتے
اور جب آپ سجدہ سے سر اٹھاتے تو (دوسرے سجدے
میں نہ جاتے جب تک کہ سیدھے نہ بیٹھ جاتے اور آپ ہر
دو رکعتوں میں اقامت پڑھتے تھے اور آپ بائیں پاؤں چھانڈ
اوس بائیں کھڑا رکھتے تھے۔ اور شیطان کی طرح بیٹھنے سے
منع فرماتے تھے اور آپ اس سے بھی منع فرماتے تھے کہ آگے
بہنے دونوں بازوؤں کو زندہ کی طرح بچھا دے اور آپ نماز سلام
سے ختم فرماتے تھے۔

۶۔ عن انس بن مالك رضي الله عنه وسلم لم يثن عن
الانحاء والنزول في الصلوة
ومن كبره يثبخص (مسند احمد ۲/۲۸۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نمازیں اقامہ اور تہنیک سے منع فرمایا ہے۔

۷۔ عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن الاقعام والتورک فی الصلوٰۃ

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۵۵۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نمازیں اقامہ اور تہنیک سے منع فرمایا ہے۔

۸۔ عن مسجود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن التورک والاقعام الحدیث

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۵۵۷)

حضرت سمرقہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تہنیک اور اقامہ سے منع فرمایا ہے۔

۹۔ عن عبد اللہ بن عبد اللہ اُمّہ اخبرہ انه قال یروی عبد اللہ بن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ اذا جلس ففعلت واما یومئذ حدیث

السن اثنا فی عبد اللہ بن مسعود و قال اما سنۃ الصلوٰۃ ان تصیب رجلک الذی یسوی و تنق

الیسری فتمت الی ففعل ذالک قتال ان یجلدی لا یجمل فی

(بخاری ص ۵۵۷)

حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ وہ حضرت عبد اللہ بن عمر کو دیکھتے تھے کہ جب آپ (تہنیک میں) بیٹھتے

تو چوٹی مار کر بیٹھتے (فرماتے ہیں کہ) میں ابھی بالکل نو عمر تھا میں بھی ایسا کرنے لگا حضرت عبد اللہ بن عمر نے مجھے اس

سے روکا اور فرمایا کہ نمازیں سنت یہ ہے کہ (بیٹھنے میں) اپنا پاؤں کھڑا رکھو اور بائیں پاؤں پھیلا دو میں نے کہا کہ آپ تو اس

طریقہ کرتے ہیں (چوٹ مارتے ہیں) آپ نے فرمایا میرے پاؤں میرے پاؤں نہیں اٹھاتا ہے۔

مذکورہ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ نمازیں دونوں قدوں میں بیٹھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ بائیں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھیں حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دونوں قدوں میں بیٹھنے کا عام معمول یہی تھا چنانچہ حضرت عائشہؓ اور حضرت عائشہؓ بائیں پاؤں پر بیٹھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دونوں

قدوں میں بیٹھنے کا یہی طریقہ بتاتے ہیں اور پچھلے دور سے قعدہ کا کوئی فرق نہ کر رہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک بار اپنی کو کسی شرف

کے بغیر اسی طرح بیٹھنے کا حکم بھی دیا ہے اگر آپ کے قول و فعل دونوں سے اسی طرح بیٹھنا سنت ثابت ہوتا ہے تو وجہ ہے کہ حضرت عبد اللہ

بن عمر رضی اللہ عنہما اسی طرح بیٹھنے کو سنت قرار دے رہے ہیں اور صحت یہی نہیں انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری طرح بیٹھنے سے منع بھی

فرمایا ہے۔ ان تمام امور سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ عام حالات میں دونوں قدوں میں بائیں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھنا ہی مسنون ہے

تو یہ کہ کوئی تکلیف یا عذر ہو تو دوسری طرح بیٹھنا بھی جائز ہے جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما چوٹ مارتے تھے جب ان

سے سوال ہوا تو فرمایا کہ میں عذر کی وجہ سے ایسا کرتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ماحول سے بہت کرسی وقت دوسری حالت پر بیٹھنا بھی قدر معمول ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و تصورات کے خلاف غیر متقلدین بظاہر دوسرے قعدہ میں قرآن کرتے ہیں اور کہتے ہیں قعدہ اولیٰ میں قرآن پاؤں کھڑا کر کے یا نہیں پر ہی بیٹھنا جائز ہے۔ اسبندہ دوسرے قعدہ میں ٹورک کیا جائے قدر بہا نہ پورا اور ٹورک ضرور کیا جائے کیونکہ یہ سنت ہے۔

پناچہ پولس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

”جب آخری رکعت میں بیٹھیں تو بائیں پاؤں نکال کر بائیں جانب کے کولھے پر بیٹھیں (اسکو ٹورک کہتے ہیں)“

(دستور السنن ص ۱۱۷)

اسرائیل سلمیٰ صاحب لکھتے ہیں۔

”آخری تشهد میں واپا پاؤں کھڑا کر کے اور بائیں پاؤں دائیں طرف نکال کر کولھے پر بیٹھ جائے یا دونوں پاؤں اکٹھے طرف نکال کر بائیں کولھے پر بیٹھے۔“ (رسول اکرم کا نماز ص ۶۷)

صاف سیانگوئی صاحب تحریر کرتے ہیں۔

”نوٹ۔ بائیں جانب کولھے پر بیٹھنا ٹورک کہلاتا ہے یہ سنت ہے ہر مسلمان کو آخری قعدہ میں ضرور ٹورک کرنا چاہیے۔“ (صلوۃ الرسول ص ۱۱۷)

طاہر فرمائیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن اور قعدہ دونوں طرح سے بیٹھنا بہت پورا ہے کہ دونوں قعدوں میں بلا تفریق دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھنا ہی سنت ہے۔ حضرت عبداللہ بن

عمر رضی اللہ عنہما اسی کو سنت قرار دے رہے ہیں۔ اسی پر بنیہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صاف طور پر ٹورک وغیرہ سے منع بھی فرمایا ہے جس تک غیر متقلدین جو عمل بالحدیث کے دعویدار ہیں انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و عمل سے ثابت مسنون طریقہ تو پسند نہیں اور جب طریقہ سے اللہ کے نبی نے منع فرمایا ہے وہ ان کے نزدیک سنت ہے اُسے ضرور کرنا چاہیے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

قاریین کرام سوچئے کیا اسی کو عمل بالحدیث کہتے ہیں؟ اور فیصلہ کیجئے کہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

تَرْكُ الزِّيَادَةِ عَلَى التَّهْدِي الْقَعْدَةِ الْأُولَى

پہلے قعدے میں تشهد کے آگے کچھ نہیں پڑھنا چاہیئے

۱۔ عن عبد اللہ بن مسعود قال کان النبی صلی اللہ

علیہ وسلم فی الرکعتین کانہ علی

الرضع قلت حتی یقوم قال ذلک یزید

(سنن ۵۱۱۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ

الصلوٰۃ والسلام ہمیں یا چار رکعت والی نمازیں، دو رکعت

پڑھ کر ایسا بیٹھنے کو کہا جلتے تو سے پر بیٹھے ہیں یعنی بہت

بلحاظ عادت تھے۔ ابو عبیدہ حدیث کے راوی کہتے ہیں

میں سنہ کا دوسری رکعت کے لیے، کھڑے ہونے کی

وجہ سے تراپہ نے فرمایا ایں ہی مراد ہے۔

۲۔ مناسعد بن ابراہیم قال سمعت ابا عبیدہ

بن عبد اللہ بن مسعود یحدث عن ابیہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس فی الرکعتین الاولیین کاند علی الرضف قال شعبۃ فو حراء سعد شفتیہ بشیخی منا قول حتی یقوم فیقول حتی یقوم قتال ابو عیسیٰ هذا حدیث حسن الا ان ابی عبیدۃ لو یصح من ابیہ والعمل علی هذا عند اهل العلم یختارون ان لا یطیل الرجل القعود فی الرکعتین الاولیین ولا ینید صلی التشهد شیئا فی الرکعتین الاولیین وقاد ان زاد علی التشهد فضلیہ سجدا السهو هكذا روى عن الشعبي وعنیه ۔

(تمت فی ۱۰ ص ۱۰)

حضرت سعد بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ میں نے ابو عبیدہ بن عبد اللہ بن مسعود کو سنا وہ اپنے والد سے نقل کر رہے تھے کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تھے تو ایسا لٹکا تھا جیسے آپ اچلتے تو سہ پر بیٹھتے ہوں امام شعبہ فرماتے ہیں کہ پھر سعد نے اپنے ہاتھوں کو کوئی بات کر کے بلایا میں تو یہی کہتا ہوں کہ انہوں نے یہ کہا کہ پھر آپ کھڑے ہو جاتے تھے ۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے الا یہ کہ ابو عبیدہ نے اپنے والد سے سماع نہیں کیا اور

اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے یہ اسی کو پسند کرتے ہیں کہ آدمی نہ کو پہلی دو رکعتوں میں قعدہ کو دراز کرے اور نہ ہی تشهد پر کسی قسم کا اضافہ کرے ان کا کہنا ہے کہ اگر تشهد پر اضافہ کیا تو سجدہ سہولانہ آجائے گا ۔ چنانچہ امام شعبہ وغیرہ سے ایسے ہی مروی ہے ۔

۳۔ عن عبد اللہ بن مسعود قال علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التَّشَهُدَ وَفِي وَسْطِ الصَّلَاةِ وَفِي آخِهَا ۔۔۔ قال لکن یقول اذا جلس فی وَسْطِ الصَّلَاةِ وَفِي آخِهَا عَلٰی وَرْكَهَ الْیَسْرٰی التَّحِیَّاتِ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوَاتِ وَالطَّیِّبَاتِ السَّلَامَ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ السَّلَامَ عَلَیْہَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ اَشْہَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاعْہَدُ اَنْ مَحْشَرًا حَبِیہُ وَرَسُولُہُ قَاتِلٌ بِشَوْنِ اَنْ کَانَ قَسْبًا وَفِی وَسْطِ الصَّلَاةِ نَهَضَ حِیْنَ یَبْتَغِ مَنْ تَشَہَدَ وَاَنْ کَانَ فِی آخِرِہَا قَاتِلًا بَعْدَ تَشَہُدِہُ بِمَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ یَلْحَوْہُ فِی سَلَمٍ ۔

وسئلہم احمد سلفی ۳۰ ج ۱ ابن خریج احسن

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تشهد سکھایا امانہ کے درمیان اور آخری قعدہ میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے قضا کی اور آخری قعدہ میں ابیں کو کہے پر بیٹھتے تو پڑھتے تھے ، التحیات

حضرت حسن بصری فرماتے تھے کہ پہلی دو رکعتوں میں تشہد پڑھا دینی نہ کرے۔

۷۔ عن الشعبي قال من زاد في الركعتين الاولييتين على التشهد فعل عليه مسجد تامر حو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۷)

امام شعبی فرماتے ہیں کہ جس نے پہلی دو رکعتوں میں تشہد پڑھا دیا اس پر مسجد سوار ہو جائے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر نماز تین یا چار رکعت والی ہو تو پہلے قعدہ میں فقط تشہد پڑھ کر کھڑے ہو جانا چاہیے آگے کچھ نہیں پڑھنا چاہیے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول مبارک یہی تھا آپ میں یا چار رکعت والی نماز میں پہلے قعدہ میں تشہد پڑھتے ہی کھڑے ہو جاتے تھے اور پہلا قعدہ دوسرے قعدہ کی نسبت بہت ہی معمولی سا کرتے تھے حتیٰ کہ صغیر کلام کہتے ہیں ایسے لگتا تھا جیساکہ آپ جلتے تھے یا گرم پتھر پر بیٹھے ہوں یا کسی سوخت میں ہو کتا ہے کہ تشہد سے آگے کچھ نہ پڑھا جائے۔

فیض راشد سید صاحب اکبر کا ملاحظہ بھی یہی ہے اور امام ترمذی و ترمذی کے بقول عام اہل علم کا ملاحظہ بھی اسی پر ہے چنانچہ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ پہلے قعدہ میں تشہد سے آگے کچھ نہ پڑھا جائے۔ امام شعبیؒ یہ فرماتے دیکھتے ہیں کہ اگر کسی نے پہلے قعدہ میں تشہد سے آگے کچھ پڑھا تو اس پر مسجد سوار ہو جائے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ قعدہ اولیٰ میں تشہد کے بعد آگے درود وغیرہ بھی پڑھ سکتے ہیں چنانچہ

فقد والصلوة والطهارة السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله حضرت جمال الشافعيؒ فرماتے ہیں کہ پھر اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام درمیا فی قعدہ میں بیٹھے تو تشہد سے فارغ ہو کر کھڑے ہو جاتے اور اگر غری قعدہ میں بیٹھے تو تشہد کے بعد اللہ کو برکتوں پر تانا و دہانے پھر سلام پھیرتے۔

۸۔ عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان لا يزيد في الركعتين على التشهد (مسند ابی یوسف ج ۱ ص ۲۷۲)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتوں میں تشہد پڑھا دینی نہیں کرتے تھے۔

۹۔ عن تميم بن سلمة قال كان ابو بكر اذا جلس في الركعتين كان على الرضف يمينه حتى يقوم۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۷)

حضرت تمیم بن سلمہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب دو رکعتوں میں بیٹھے تو ایسے گھٹا جلیسے جلتے تو کچھ پر بیٹھے ہوں مطلب یہ ہے کہ آپ (جلدی) کھڑے ہو جاتے۔

۱۰۔ عن الحسن انه كان يقول لا يزيد في الركعتين الا وليين على التشهد۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۷)

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ -

۲. عن السجادة امته صلى الله عليه وسلم كاث

یقول بعد الصلوٰۃ ربّنا عذابہا یوم تبعث عبادک (مسلم) صحیح بخاری ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ
حضرت برادر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز کے بعد یہ دعا لگاکر پڑھتے تھے " رَبِّ قَبِّلْ عَلَیَّ مَآبِکَ
یَوْمَ تُقْبَلُ عِبَادُکَ "

عن أم سلمة إن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقول إذا صلى الصبح حين يسلم الله إلى أسفله على ناقصا وزيقا طيبا وعلما متقبلا.

رسیدہ نامہ: محمد علی صاحب، (پیشہ: مدرسہ)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ
واسلام جب صبح کی نماز پڑھتے تو سلام پھیر کر یہ دعا مانگتے تھے
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ عِلْمًا شَافِعًا وَیَدًا مَشَاطِعًا وَ
نَحْلًا مَّتَقًا

عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ أَوْصِيكَ يَا مَعَاذُ لَا تُشْرِكْ بِهِ شَيْئًا مِنْ كُلِّ مَخْلُوقَةٍ إِنْ تَعْتَوِلَ اللَّهُوَ اعْنِ عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحَسَنِ عِبَادَتِكَ

(استاذة محمد صالح المنجد، دكتورا في الفقه الإسلامي، أستاذة في جامعة القاهرة)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ

الدعاء الاجتماعي بعد المكتوبة

فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی طور پر دعا مانگنا صحیح ہے

۱۔ عن ابی امامہ قال قیل یا رسول اللہ ائت
العباد اسجع فقال جوف القلیل الاخر ووبس
الصلوات المسکوبات (ترمذی ۲۵۵۵)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ کونسی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے آپ
نے فرمایا جو رکعت کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے
بعد مانگی جائے۔

٢- عن علي بن أبي طالب قال كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا سلم من الصلوة قال اللهم اغفر لي ما قلعت وما اقرت وما اسررت وما اعلمت وما اسررت وما اعلمت ما انت المقدم وانت المتخير لا اله الا انت (رواه دارقطني)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نماز سے فارغ ہو کر سلام پھیرتے تو یہ دعا مانگتے۔
 اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قُلْتُ وَمَا أَفْعَلْتُ وَمَا أَحْرَسْتُ وَمَا
 أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَسْرَفْتُ وَمَا
 أَتَقَرَّبُ بِهِ إِلَيْكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ وَأَسْأَلُكَ التَّوَكُّلَ

موجود ہیں اس طرح سے ہاتھ اٹھا کر کہ دونوں ہاتھوں کی تحریک
تیسرے چہرے کی طرف ہوں دھاکرے اور کہتے ہاں ہاں
جس نے ایسا نہ کیا وہ ایسا الیہ ہے۔

۱۔ حدیثنا محمد بن یحییٰ الاصبہانی قال
روایت عبد اللہ بن الزبیر ورویہ رحمہما رافعت
مید یہ یحییٰ قبیل ان یفترغ من صلوٰۃ فلما
فرغ منها قال لا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم لم یکن یرفع میده حتی یفترغ
من صلوٰۃ۔ (صحیح ابن ابی شیبہ) صحیح
سنن ترمذی بن ابی نعیم احمد بن حنبل
ابن ماجہ

تھیں یعنی اٹھتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر
کو دیکھا اس حال میں کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنی نماز
سے فارغ ہوئے سے پہلے ہی دونوں ہاتھ اٹھائے دھاکرے
رہا ہے جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو آپ نے اس سے
فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے لیے ہاتھ نہیں اٹھاتے
تھے جب تک کہ نماز سے فارغ نہ ہو جیتے تھے

۱۔ عن انس بن مالک رحمہ اللہ عنہ عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم اسند قال ما من عبد
یسأل کفیساً فی دین کل صلوٰۃ شیء یعوذ
اللہ واللہ واللہ ابراہیم واسحق ویموت

واللہ جبریل و میکائیل واسرافیل علیہم
السلام اسألک ان تستجیب دعویٰ فانی
مضطرب و تصبر فی دینی فانی مضطرب
و تنال برحمتک فانی ملتب و تنفی عنی
الفقر فانی متسکین ان کان حملاً علی
اللہ عزوجل ان لا یرید یدیدہ خائفین۔
(عمل الیوم والایات من احسن المسائل)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی
غیر الصلوٰۃ واسلام نے فرمایا، ہر نماز کے بعد جو بندہ بھی
اپنے دونوں ہاتھ پھیکا کر دعا مانگا ہے۔ اللہ تعالیٰ
واللہ ابراہیم واسحق واسحق و یوسف والہ جبریل
و میکائیل واسرافیل علیہم السلام
اسألک ان تستجیب دعویٰ فانی
مضطرب و تصبر فی دینی فانی مضطرب
و تنال برحمتک فانی ملتب و تنفی عنی
الفقر فانی متسکین۔ قرآن تعالیٰ کے
ذکر ہوجانا ہے کہ وہ ان ہاتھوں کو ناکام نہ فرمائیں۔

۱۔ عن الاسود العامری عن اہیہ قال صلیت مع
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما
سلم انصرف و رفع ید یدہ و دعا الحدیث
و شہد فی الدین فی الدعا بعد الصلوٰۃ کتبتہ مع طرق الیہ عن ابی ہریرۃ

حضرت اسود عامری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی
نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نبی کریم
پڑھی جب آپ نے سلام پھیرا تو میں نے ذکر و نذر کیا تو اٹھا سنے
اور دعا مانگی۔

۱۳۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم و رفع یدہ بعد ما سلو و هو مستقبل
القبلة فقتال اللہ و خالص الولید بن الولید
وعیاض بن ربیعۃ و سلمۃ بن ہشام
وضعتہ للسلیمین الذین لا یستطیعون
حیلۃ ولا یمتدون سبیلًا من امی الکفار
(تفسیر القرآن تعلیم محمد بن ابی نعیم ص ۱۵۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی
علیہ وسلم نے سلام پھیر کر اپنے ہاتھ اٹھا سنے اور قبلہ رخ
کر دیا دعا مانگی، اسے اللہ ولیہ بن ولید، عیاض بن ربیعہ، سلمہ بن
ہشام اور وہ کثرت سلطان جو کئی کئی بار کھینچ سکتے ہیں اور کہیں
کارا سنا جانتے ہیں انہیں کفار کے ہاتھ سے خلاصی نصیب ہوئی۔

۱۴۔ عبد العزیز بن ابی رواہ قال حدثنی عن محمد بن مرثدہ و اسحاق
بن امیۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا
فرغ من صلوٰتہ رفع یدییہ و مسحہما و قال
رب اغفر لی ما قدمت و ما اخرت و ما اسویت
و ما اخطت و ما اسوقت و ما انت اعلو یہ منی

انت المقدم و انت المؤخر لا اله الا انت لا اله الا انت لا اله الا انت
الحمد۔ و کتب عبد العزیز بن ابی رواہ عن محمد بن مرثدہ و اسحاق بن مرثدہ

عبد العزیز بن ابی رواہ عن محمد بن مرثدہ عن اسحاق بن مرثدہ
بن امیۃ عن حدیث بیان کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز
سے فارغ ہوتے تو دونوں ہاتھ اٹھا کر ملائے اور یہ دعا مانگتے اَللّٰهُمَّ
اعْزِزْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْوَيْتُ وَمَا اَخْلَيْتُ
وَمَا اَسْوَيْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَوْ بِهَا مِنِّي اَنْتَ الْمُقَدِّرُ
وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلَهَ اِلَّا اَنْتَ لَكَ الْمُلْكُ وَلَكَ الْحَمْدُ

ذکر ابن الکثیر فی قصۃ علاء بن الحضرمی
و نویدی بصلوٰۃ الصبح حین طلع الفجر ضلی
بالس فلما قضی الصلوٰۃ جثا علی ركبتيہ وجثا
اناس و نصب قف المصعد و رفع یدییہ و فعل
الناس مثله الخ (الامایۃ و النہایۃ ص ۲۳۵)

۱۵۔ ابن کثیر نے حضرت علاء بن الحضرمی کے قصہ میں ذکر کیا ہے۔
کہ جب صبح صادق ہو گئی تو فجر کی نماز کے لیے اذان دی گئی۔
آپ نے لوگوں (صحابہ و تابعین) کو نماز پڑھائی جب آپ نماز سے
فارغ ہوئے تو آپ اور لوگ دونوں بیٹھ گئے، آپ دونوں ہاتھ
اٹھا کر دعا مانگتے تھے، لوگوں نے بھی آپ کی طرح کیا۔

۱۶۔ علامہ ابوالعزیز نے دعا کے درج ذیل امور ثابت ہوئے ہیں۔
۱) فرض نمازوں کے بعد کھانسی والی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے
۲) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرض نماز کے بعد خود بھی دعا مانگتے

تھے اور صحابہ کرام کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔

(۳) دعا کے آداب میں سے ہے کہ دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی جائے خصوصاً علیہ الصلوٰۃ والسلام اکثر اُٹھا تھا دعا مانگتے تھے۔

(۴) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت اسود عاصیؓ والدہ حضرت بن مرثدہؓ عروہؓ حدیث ثابت ہو چکا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرض نماز کے بعد بھی اُٹھا کر دعا مانگتے تھے۔

(۵) حضرت الفضل بن عباسؓ اور حضرت انس بن مالکؓ رضی اللہ عنہم کی احادیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ آپ صبح کلام کو بھی فرض نماز کے بعد اُٹھا کر ہی دعا مانگتے کی ترغیب دیتے ہیں۔

(۶) حضرت طلحہ بن حنیسؓ کے واقعہ میں صراحت ہے کہ انہوں نے فرض نماز کے بعد اُٹھا کر دعا کروائی اور صحابہ و تابعین نے آپ کے ساتھ کرنا اُٹھا کر دعا کی۔

ان امور سے یہ ثابت بالکل عیاں ہو جاتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرض نماز کے بعد اُٹھا کر دعا مانگنا ثابت ہے اور صحابہ کرام کو آپ نے ترغیب بھی دی ہے تو لازماً جب آپ اُٹھا کر دعا کرتے ہوئے تو صحابہ کرام بھی آپ کے ساتھ اُٹھا کر ہی دعا مانگتے ہوں گے کیونکہ صحابہ کرام سے بعد سے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تو اُٹھا کر دعا مانگتے ہوں اور وہ نبی پیغمبر ہیں۔

ابو امامہ و ابی ہریرہؓ رضی اللہ عنہما کے تراویح کے پیش نظر قرآن کے کلام نے فرض نماز کے بعد اُٹھا کر اجتماعی دعا کو مستحب قرار دیا ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے غور و جود سے فی مقصدین فرض

نماز کے بعد اجتماعی طور پر دعا مانگنے کو صحیح نہیں سمجھتے کوئی اسے بدعت و حرام قرار دے کر ختم کر دے گا ہے کوئی رسم اور فقہی کتاب ہے۔

چنانچہ فی مقصدین کے شیخ الحدیث ابوالبرکات احمد صاحب لکھتے ہیں۔

”تحدہ عنقرء مروج دعا ایک رسم ہے یا ایک فقہی ہے جن کی ثبوت سنت رسول یا اسوۂ رسول میں، خلفائے راشدین کی میرت میں، ائمہ اربعہ کے فتویٰ میں یا محدثین کی کتابوں کے احباب میں موجود نہیں ہے دفعتاً اور کبھی کبھی والی بات بھی غلط ہے کیونکہ نبیؐ سے ایک مرتبہ بھی اجتماعی دعا ثابت نہیں ہے تو پھر کبھی کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔“

(فتاویٰ بکاترہ ص ۱۰۰)

”استاذنا سادۃ فیئنا المکرم محدث گوندوئی نے اپنی زیر نگینی تین مساجد طرابلسی مسجد اسلام مسجد لوشرو وود اور جامعہ اسلامیہ عافذا بابا وودوئی اس بدعت کو ختم کر دیا، مگر بالعرض کسی نے اس طرح دعا کی تو پوچھا یہ کہاں ہے؟ مجھے جواب ملا کہ ہوسے ان تیس سال ہو رہے ہیں اس وقت سے کہ ان کی وفات تک کسی نماز کے بعد اجتماعی دعا کرتے انہیں دیکھا۔“

(فتاویٰ بکاترہ ص ۱۰۰)

ایک غیر متقدم محمد ابو عبد السلام نے فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کے خلاف ایک رسالہ لکھا ہے جس کے ناظرین پر عملی حروف سے لکھا ہے

فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا مانگا جائے وہ حرام ہے۔

۱۔ اقامت کے وقت سے دو بندوں کی ایک مسجد میں جس کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی۔ امام صاحب نے جوہی سلام پھرا ایک عمر سیدہ غیر متلد شخص کھڑے ہوئے اور یہ شور مچانے لگے کہ نماز کے بعد دعا کا عذریت میں کوئی ثبوت نہیں ہے بلکہ منع ہے۔

۲۔ ملاحظہ فرمائیے۔ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام سے قولاً و عملاً ثابت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام نے نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ہے انفرادی اجتماعی۔ مزید یہ کہ اس پر اسلاف کے تعامل و توارث بھی موجود ہے جو بجائے خود ایک مستقل دلیل ہے لیکن موجودہ دور کے غیر متقدم اس عمل کو رسم، تقیید، بدعت اور حرام قرار دے رہے ہیں۔

۳۔ فیصلہ قارئین کے سر ہے وہ بتائیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، صحابہ کرام اور اسلاف کے تعامل سے ثابت کسی عمل کو بدعت و حرام قرار دینا کیا اسی کو عمل بالحدیث کہتے ہیں۔ گرا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

الفرق بین صلوٰۃ الرجل والمرأة
عورت صر کی نماز ایک جیسی نہیں بلکہ دونوں میں فرق ہے

۱۔ عن وائل بن حجر قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم يا وائل بن حجر إذا صليت
فاجعل يديك حذاء رجليك والمرأة تجعل
يديها حذ ثدييها (مسند ابی حنبلہ ۱۸/۲۲۶)

حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر آپ نماز پڑھیں تو اپنے دونوں ہاتھ کالون تک اٹھاؤ اور عورت اپنے دونوں ہاتھ اپنی چھاتی کے برابر اٹھائے۔

۲۔ عن عبد رب بن سليمان بن حمير قال
رأيت أم الدرداء ترفع يديها في الصلوة حذو
مكبئيه (مسند ابی حنبلہ ۱۸/۲۲۶)
حضرت عبد رب بن سليمان بن حمیر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت
ام الدرداء رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنے دونوں ہاتھ
کدھوں کے برابر اٹھاتی ہیں۔

۳۔ عن ابن حجر بیج قال قلت لعطاء قمیہا المرأة
بیدیہا بالتکبیر قال لا ترفع يديها

یہیہا کالرجل واسثار فخلض سیدہ جہا
وجمعہما الیہ جلا وقاتل ان فلحمرۃ ہیثمۃ
لیست للرجل الحمیف (صحیف ابن ابی شیبہ ۵ ص ۱۳۷)
حضرت ابن جبرینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطار سے کہا
کہ کیا عورت تجبیہ تحریر کہتے وقت مرد کی طرح اشارہ در رفع
یہیں کرے گی۔ آپ نے فرمایا عورت تجبیہ کہتے وقت مرد
کی طرح ہاتھ نہ اٹھائے آپ نے اشارہ کیا اور اپنے دونوں
ہاتھ بہت ہی پست رکھے اور ان کو اپنے سے ملایا اور فرمایا
عورت کی (نمازیں) ایک خاص ہیئت ہے جو مرد کی نہیں۔

۴۔ عن زید بن ابی حبیب امہ صلی اللہ علیہ وسلم
صر علی امرأتین تصلیان فقاتل اذا سجدتا
فضمنا بعض اللحم الی الارض فان المرأة
فی ذالک لیست کالرجل۔

(مراسی اہل مذاہب سنن بکر بن یزید ۲ ص ۱۳۷)

حضرت زید بن ابی حبیب سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں آپ
نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کا کچھ حصہ زمین سے ملا لیا
کرو کیونکہ عورت (کا حکم سجدہ کی حالت میں) مرد کی طرح نہیں ہے۔

۵۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما صریحاً اذا جلست
المرأة فی الصلوۃ وضعت فخذھا علی فخذھا
الاخری فاذا سجدت انصبت بطنھا فی فخذھا

کاسترھا یکون لھا وان اللہ تعالیٰ یبطل الیہا
ویقول یا مفلک شکتی اشد کوا فی قد غفرت لھا
(کنز العمال ۵ ص ۱۴۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی
ایک ٹانگ دو سرے کی طرف رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنے
پیش کو دونوں سے چپکائے اس طرح کہ اس کے پیچے زیادہ سے
زیادہ پردہ ہو جائے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت
فرما کر ارشاد فرماتے ہیں کہ اسے فرشتوں میں تمیں گواہ بنانا ہوگا
اس بات پر کہ میں نے اسے بخش دیا ہے۔

۶۔ عن ابی اسحاق عن الحارث عن علی رضی اللہ
عنہ وارضاء قتال اذا سجدت المرأة فخلضت
وتضم فخذیہا۔

(صحیف ابن ابی شیبہ ۵ ص ۱۳۷ سنن بکر بن یزید ۲ ص ۱۳۷)

حضرت حارثؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ کرم اللہ تعالیٰ
نے فرمایا کہ جب عورت سجدہ کرے تو خوب سمٹ کر کہے اور
اپنی دونوں ٹانگوں کو ملا کر رکھے۔

۷۔ عن ابن عباس انہ سجد علی صلوۃ المرأة
فقال تجتمع وتحتلق (صحیف ابن ابی شیبہ ۵ ص ۱۳۷)
حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے عورت کی نماز کے بارے میں سوال
ہوا تو آپ نے فرمایا کہ وہ اکٹھی ہو کر اور خوب سمٹ کر نماز پڑھے۔

۸۔ عن ابراہیم قتال اذا سجدت المرأة فلتسوف

بطنہا بفتحہا ولا ترفع عجمیہا ولا

تجاف کما یجافی الرجل، (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۰۱)

(بیہقی ۲۵/۱۱۱)

حضرت ابراہیم خنی فرماتے ہیں کہ عورت جب سجدہ کرے تو

اپنا پیٹ اپنی رانوں سے چپکالے اور اپنی سرین کو اوپر نہ اٹھائے

اور اعضاء کو اس طرح دور نہ رکھے جیسے مرد دور رکھتا ہے۔

۹۔ عن مجاہد امہ کان یسکون ان یضع الرجل

بطنہ علیٰ فخذیہ اذا سجدت کما تفتح المرأة،

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۰۱)

حضرت مجاہدؒ اس بات کو مکروہ جانتے تھے کہ مرد جب سجدہ

کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں پر رکھے جیسا کہ عورت کرتی ہے۔

۱۰۔ عن ابن عمر امہ مسئل کیفت کان النساء

یصلین علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قتال کن یتنزعن مشوا صر ان یحتضرن

یعنی یتوجن بالسات علی او لا کھن،

(جامع المسند ۱/۱۰۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال ہوا کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتیں کسے نماز پڑھتی تھیں

آپ نے فرمایا چار رانوں میں بٹیکر پھر انہیں حکم دیا گیا کہ وہ خوب

سمٹ کر بیٹھا کریں۔

۱۱۔ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قتال المتشیبع للرجال والتصفیق للنساء،

(ترمذی ۱/۱۰۱) (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۰۱)

حضرت ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

فرائض میں مردوں کے لیے صف سے اور تصفیق (ایک ہاتھ کی پشت

پر دوسرے ہاتھ کی پشت سے مارنا) عورتوں کے لیے۔

۱۲۔ عن عائشۃ قتال قتال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لا تقبل صلوٰۃ الحائض الا بنجار

(ترمذی ۱/۱۰۱) (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۰۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا بالغنہ عورت کی نماز اور طہنی کے بغیر قبول

نہیں ہوتی۔

قتال الامام عبدالحی اللکھنویؒ واما فی حق

النساء عن افقوا علی ان السنة لهن

وضع الیدین علی الصدر، (معانی ۲/۱۰۱)

حضرت مولانا عبداللہ خنی فرماتے ہیں کہ (۱) تمہارا منہ گھنے کا

معالجہ، عورتوں کے حق میں تو تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ

ان کے لیے سنت پیشہ پر (۲) تمہارا منہ ہے۔

قتال الامام ابدالحسن علی بن ابی تراب رضی اللہ عنہما فی الحنفیہ

والمرأة ترفع یدہا حذاء منکبہا هو الصحیح

لأنہا استترت لہا و قتال ابیہنا والمرأة لا تتخفص

فبوجودها وتلذذ بطنها بفخذيه
 لأن ذالک استقر لها (باید استند و مستند
 اقام البرائت علی بن ابی کبیر فرماتے ہیں۔ اور عورت اپنے دونوں
 بازو اپنے مؤخر صول تک اٹھائے گی یہ صحیح ہے کیونکہ یہ طریقہ اس
 کے لیے زیادہ پردہ کا ہے نیز آگے چل کر فرماتے ہیں اور عورت
 اپنے سجدہ میں پست رہے اور اپنے پیٹ کو رانوں سے ٹکے
 کیونکہ یہ اس کے لیے زیادہ پردہ کا باعث ہے۔

قال الامام ابو زيد القيسري في المسائل:

وهي في صلاة الصلوة مشددة عن غيرها
 تنظم ولا تفرج فخذيه ولا عضديه
 فتكون منضمة مزوية في جلوسها وسجودها
 (اور اس طرح بولنا صلیب اور صلیب)

امام ابو زيد قیسری دانی ہائے فرائض ہیں کہ عورت نماز کی ہیئت میں مرد
 کی کل طرح ہے الا یہ کہ عورت اپنے آپ کو ٹک کر رکھے گی اپنی
 رانیں اور بازو کھول کر نہیں رکھے گی پس عورت اپنے جلسہ
 اور سجدہ سے دونوں میں غریب علی ہوتی اور ہنسی ہوئی ہوگی۔

وقال الشافعي وقد ادب الله تعالى النساء
 بالاستئذان وادبهن بذالك رسول الله صلى الله
 عليه وسلم واحب للمرأة في السجود ان
 تضم بعضها الى بعض وتلصق بطنها بفخذيه
 وتسجد كما ستر ما يكون لها وهكذا احب

لها في الركوع والجلوس وجميع الصلوات
 ان تكون فيها كما ستر ما يكون لها

(کتاب الامم ص ۱۰۰)

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو
 یہ ادب سکھایا ہے کہ وہ پردہ کریں اور یہی ادب اللہ کے
 رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عورتوں کو سکھایا ہے لہذا عورتوں
 کے لیے سجدہ میں پسندیدہ یہ ہے کہ وہ اپنے اعضا کو ٹک
 کر رکھیں اور پیٹ کو رانوں سے چکالیں اور اس طرح سجدہ کریں
 کہ ان کے لیے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے اسی طرح ان
 کے لیے پسندیدہ یہ ہے کہ عورتیں بھی اور جلسہ میں بھی بیکہ تمام نماز
 ہی میں کہ وہ اس طرح نماز پڑھیں کہ جس سے ان کے لیے
 زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے۔

قال الامام الخرق الحنبلي:

والرجل والمرأة فذلك سواء الا ان
 للمرأة تجمع نفسها في الركوع والسجود وتجلس
 مترتبة او تبدل رجلها فتجعلها في جانب
 يمينها (وقال اشراح ابن قدامة الحنبلي) لا
 ان يثبنت في حق المرأة من احتكام الصلوة ما ثبت
 للرجال لأن الخطأ لا يشملها عشرين انها خالفت
 في ترك التجاع في لانها عورة فاستحب لها جمع
 فخذيه ليكون استقر لها فانه لا يؤمن است

۶- عن ابراهيم اندكوك- انا فيوم العنظام حتى يحتمل،
(صحف عبد الرزاق ج ۲ ص ۵۵۸)
حضرت ابراہیم شافعی اس بات کو سکروہ جانتے تھے کہ لڑکا امامت
کرانے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔

۷- عن عطاء قتال لا فيوم العنظام الذي لم يحتمل
(صحف عبد الرزاق ج ۲ ص ۵۵۸)
حضرت عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ لڑکا جو بالغ نہ ہو وہ اہل بیت نہ کرانے۔
۸- عن الشعبي قال لا فيوم العنظام حتى يحتمل،
(صحف ابن أبي شيبة ج ۱ ص ۵۵۸)

حضرت امام شعبی فرماتے ہیں کہ لڑکا امامت نہ کرانے جب تک
کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔

۹- عن مجاهد قتال لا فيوم عنظام حتى يحتمل،
(صحف ابن أبي شيبة ج ۱ ص ۵۵۸)
حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ لڑکا امامت نہ کرانے جب تک کہ
وہ بالغ نہ ہو جائے۔

۱۰- عن ابن جريج قال اخبرني ابراهيم
عبد العزيز بن حماد بن عبد العزيز اخبرني ان
مجاهد بن ابي سويد اقامه لقتال وهو غلام
بالعاق في شهر رمضان يومهم فكتب بالالف
الى عمار بن ياسر فغضب عمار وكتب اليه
ما كان قد لفت ان تقدم للناس غلاما لم تحب
عليه الحدود، (صحف عبد الرزاق ج ۲ ص ۵۵۸)

ابن جریر کہتے ہیں کہ مجھے ابراہیم نے بتایا کہ انیس عبد العزیز بن
عمر بن عبد العزیز نے بتایا ہے کہ انہوں نے طاقت میں باوجود
ہیں محمد بن ابی سید کو جو ابھی نابالغ لڑکے تھے لوگوں کی امامت کے
لیے کھڑا کیا پھر یہ قصہ حضرت عمر بن عبد العزیز کو خوشخبری سنانے کے
لیے لکھ بھیجا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے داخل ہوئے اور انہیں دیکھا
کہ تمہیں یہ زہیب نہیں دیتا کہ تم لوگوں کی امامت کے لیے ایسے لڑکے
کو رکھو کہ جس پر ابھی حدود واجب نہیں ہوئیں۔

ولا يصح انتظام البالغ بالعصى في الفرض نص عليه
احمد وهو قول ابن مسعود وابن عباس وميه قال
عطاء ومجاهد والشعبي ومالك والشاذلي
والاوزاعي وابو حنيفة، (المنهاج ج ۲ ص ۵۵۸)

اور صحیح نہیں ہے نابالغ کی اقتدار کرنا بالغ کو فرض میں امام احمد نے
اس کی تصریح کی ہے اور ابن قول ہے حضرت عبداللہ بن مسعود اور
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اور اسی کا قول کہ یہ حضرت
عطاء، مجاہد، شعبی، امام مالک، سفیان ثوری، اوزاعی اور امام حنفیہ
رحمہم اللہ نے۔

مگر وہ امام مالک کا راستہ امامت پر اسے کہ نابالغ کا بالٹوں کے لیے امام بننا
جائز نہیں اور نابالغ کے لیے بھی نابالغ کی نماز میں نہیں، غلیظہ راشد حضرت عمر فاروق
رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق حضرت عمر بن عبد العزیزؓ دونوں نابالغ کو امامت کرانے
کے سننا فرما رہے ہیں۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ
بن عباس رضی اللہ عنہما بھی نابالغ کو بالغ ہونے سے پہلے امامت کرانے سے

روک رہے تھے اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ کتابائے کتب
 دیکھے نماز نہیں جوتی، رمضان حضرت کو منع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟
 جلیل القدر تابعین اور تبع تابعین کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ کتابائے امامت نہ کرانے
 حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی ایک سر قلم بطور تحفہ بنیامیہ کے مکتبہ نجد بمصر
 میں کتابائے امامت نہ کرانی ہے تو بجا ہے خوش ہونے کے فاضل چوسے
 اور فرمایا تمہیں زیب نہیں دیتا کہ انھیں کتابائے امامت کے لیے کسی کتاب کو آگے
 نہ دے، مرکز اسلام میں سے حدیث طیبہ کے نام حضرت امام مالکؒ کتابائے امامت
 کے قائل نہیں، مرکز کربلا کے امام حضرت عطاء بن ابی ریان کا فتویٰ ہے
 کہ کتابائے امامت نہ کرانے کو ذکے امام حضرت امام شعبہؒ کا فتویٰ ہے کہ
 کتابائے امامت نہ کرانے، شام کے امام حضرت امام ابو نعیمہؒ حضرت امام مالکؒ حضرت
 امام احمدؒ حضرت امام ابو نعیمہؒ حضرت امام ابو نعیمہؒ حضرت امام ابو نعیمہؒ
 قائل نہیں ہوتی۔

لیکن ان تمام آقا صحابہ و تابعین کے خلاصہ غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ
 کتابائے امامت چاہے اور وہ باتوں کی سچوئی میں امام بن سکتا ہے
 اور عفویت کے اعتبار کی کرنی دلیل نہیں ہے۔

چنانچہ نواب فدا حسن صاحب لکھتے ہیں

”وہی سنت امامت فضل کتابائے امامت و تفسیر، دلیل بر اعتبار، طبع“

(عرب الباری ص ۱۱۱)

کتابائے امامت چاہے اور عفویت کے اعتبار کرنے پر
 کوئی دلیل نہیں ہے۔

پس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

”ہو ان اور بڑی عمر واسے لوگوں کے ہوتے کتابائے امامت بنے
 تو ہر سب سے بڑی سب سے اچھا قرآن پڑھتا ہو“

(دستور ملکی ص ۱۱۱)

علامہ حنفی فرماتے، صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین، عظام اور ائمہ مجتہدین
 فرماتے ہیں کہ کتابائے امامت بننے کے واسطے امام نہ بنے، اس کی امامت
 صحیح نہیں اور غیر متقلدین کہہ رہے ہیں کہ کتابائے امامت صحیح ہے غیر متقلدین
 کی حدیث دانی بھی در حلقہ فرماتے کہ نہیں اس بات پر کہ امام کے لیے کتابائے
 برنامہ ہو یہ ہے کوئی دلیل نہیں ملتی، کیا حدیث بخاریؒ کا قول دلیل نہیں ہے کہ کتابائے
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دینے کے لیے کیا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول
 دلیل نہیں جن کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ
 ابن ام عبدہؓ نہیں دیں وہ دے لو کیا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول دلیل
 نہیں ہے جبریلؓ انھیں میں؟ کیا جلیل القدر تابعین و تبع تابعین کے اقوال
 دلیل نہیں جو غیر ائمہ کے اصحاب علم و فضل ہیں؟

جواب سب ان اقوال دلیل کو حجت ہیں لیکن ان لوگوں کے لیے
 اہم اقوال صحابہ و تابعین کو حجت ماننے ہیں۔ غیر متقلدین چونکہ اقوال صحابہ
 کو حجت ہی نہیں مانتے اس لیے ان کے نزدیک صحابہ و تابعین کے اقوال
 دلیل نہیں۔

قد نہیں فیصلہ فرمائی کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

کون الامام خیاراً امام بہترین شخص ہونا چاہیے

۱۔ عن مرثد بن ابی مرثد الغنوی وکان مبدلاً
قتال قتال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ان سرکسم ان تقبل صلواتکم فلیؤکم خیارکم
فناہم و قدکم فیما بینکم و بین ربکم
(مجموع طبرانی کبیر ۲۰۴ ص ۱۱۱)
حضرت مرثد بن ابی مرثد غنوی جو بدی صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم میں یہ اچھا لگتا ہے کہ تمہاری نماز
قبول ہو تو چاہیے کہ تمہاری امامت دو لوگوں میں جو تم میں سب سے
بہتر ہو کیونکہ امام تمہارے فائدے کے ہوتے ہیں تمہارے اور
تمہارے خدا کے درمیان ۔

۲۔ عن ابن عمر قتال قتال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اجعلوا اصحبکم خیارکم فانہم و قدکم ایما
میںکم و بین ربکم (سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۱۱)
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے امام اپنے میں سے بہترین لوگوں کو
بناؤ کیونکہ امام تمہارے فائدے کے ہوتے ہیں تمہارے اور تمہارے
خدا کے درمیان ۔

۳۔ عن جابر بن عبد اللہ فی حدیث طویل قتال قتال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لا تجزئکم افراک

رجل ولا یؤم اعداءہما جازا ولا یؤم فاجب مؤمن
ان ان یقتلہ سلطان یخاف سبقتہ و سوطہ
(ابن ماجہ ص ۱۱۱)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے
ذیل میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار
امامت کہنے کوئی عورت کسی مرد کی اور نہ گنوار مہاجر کی اور نہ
خارجہ دیکھ کر جنتی ہمکن کی سچے جب قدر ہو بادشاہ کے کورسے
یا تھوڑا سا ۔

(قتال) فان مالک یعول اذا علمت ان الامام
من اهل الذہار و قد قصص خلفی ولا قصص
خلفی احد من اهل الذہار و قد قصص
فما لکم عن الحرورية قتال ما اختلفت بؤنہ
عندی ان الحرورية و عنہم سواد

(المؤلفہ النجری ۱ ص ۱۱۱)
ابن القاسم فرماتے ہیں کہ حضرت امام باکث فرمایا کہ تھے لکھے کہ
جب تم میں یہ ظلم ہو جائے کہ امام اہل ابواء میں سے ہے تو
اس کے پیچھے نماز پڑھو اور اہل ابواء میں سے کسی کے پیچھے
جلی نماز پڑھو۔ ابن القاسم کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے خواہ
کہا ہے میں پر حیا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں اختلاف ہوا اس
دلیلی سے نزدیک اس مسئلہ میں کہ خواہیے وغیرہ سب برابر ہیں
ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے ۔

کرتا میں جائز جانتا ہوں گے اعتقاد ہی فقہ کی وجہ سے امام کی نماز قبل
ذہر تا ہم مقتدی کی قبول ہو جائے گی۔

۱۔ بخاری، مسند احمد، ۹ ج ۳۶۶۔ بحوالہ دائرۃ المعارف، ۱۰ ج ۱۰۱
موصوف ایک دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں۔

۲۔ میرزا شہباز اور مثل ہے کہ ہرگز کو کے چپکے اختصار ۱۰ نمازیں
جائز ہے چاہے وہ شیعہ ہو یا مزارائی۔

۳۔ اعتباراً پر ۱۳۔ اپریل ۱۹۱۵ء بحوالہ تخریج امام باقی ص ۱۰۱

ملاحظہ فرمائیے :- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا ہے میں
کہ اگر چاہتے ہو کہ تمہاری نماز قبول ہو تو اپنے میں سے سب سے
بہتر شخص کو امام بناؤ نیز فرمایا ہے میں کہ امام جو کچھ تمہارے اور خدا
کے درمیان نماز ٹھانڈا ہو تو سب اس کیلئے سب سے بہتر شخص
کو امام بناؤ اور آپ فاجر شخص کو جو صرف عملی خرابی کا مرتکب ہے
اسے امامت کرانے سے منع فرما رہے ہیں۔

حضرت امام، مک، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اہل اجماع و اہل
حدیث، غوراء، فاسق وغیرہ کو چپکے نماز پڑھنے سے کھنچے سے منع فرماتے
ہیں لیکن ان تمام تصریحات کے خلاف غیر مقلدین کے فقہیہ اور شیعہ اسلام
فرمایا ہے میں کہ راضی، خادجی، معتزلی، شیعہ، مزارائی سب کے چپکے نماز
جائز ہے، خود فرامیے راضی، خادجی، معتزلی صرف فاسق و فاجر ہی نہیں
بلکہ کافر ہیں ان کے چپکے نماز بھی بخونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا پیر طہرین
کے یہاں ان کے چپکے نماز پڑھنا جائز ہے۔

قارئین انصاف سے فیصلہ فرمائیے کہ یہ حدیث کی مصافحت ہے یا مخالفت؟

اذا ام قوما و هو جنب او محدث یعدو یعدون
جب کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے اور تہ چلے کہ امام

یابے وضو ہے تو امام اور مقتدی سب نماز ٹوٹا لیں
جاننا یوقالہ اشوع ایا امامت یقول قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم الامام ضامن والمؤمن
مؤتمن (مسند احمد، مسند ابی یوسف، مسند

حضرت ابی امامہ رضی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فرمایا امام ضامن ہے اور مؤمن امین ہے۔

۲۔ عن علی بن ابی طالب قال صلی بنا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فرما فاصوت شتم جا و

ورائہ یقطر ماء فصلی بنا شتم قال انی صلیت
بکم آفتا وانا جنب فمن اصابہ مثل الذک

اصابنی او وجد ذرا فـ بطنہ فیضن مثل
ما صنعت (مسند احمد، مسند)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی (دوران نماز) آپ چلے

گئے پھر آپ واپس آئے تو آپ کے سر مبارک سے پانی ٹپکا
رہا تھا، آپ نے ہمیں پھر نماز پڑھائی۔ پھر فرمایا میں نے تمہیں

حالتِ جنابت میں نماز پڑھا دی تھی جس شخص کو یہی صورت پیش
آئے جو مجھے پیش آئی یا وہ اپنے پیٹ میں کوئی گلاب پڑے تو وہ

لیجئے ہی کرے جیسے میں نے کیا۔

۳۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاء فی الصلوۃ فلما کبر انصرف و اقام الیہم اذ کما انتہم ثم خرج ثم جاء و رأسہ یقطر فصلی بہم فلما انصرف قال ان کنت جنباً فنیبت ان اغتسل۔ (دارقطنی ص ۱۵۵ ج ۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لیے تشریف لائے جب آپ بخیر کہہ چکے تو آپ نے رونا پھیر کر لوگوں سے کہا کہ اپنی خیر کھڑے رہو پھر آپ نکل کر تشریف لے گئے جب واپس آئے تو آپ کے سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا آپ نے اگر نماز پڑھائی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا میں جیسی تھا غسل کرنا بھول گیا تھا

۴۔ عن ابی ہریرۃ قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلوۃ و کبر ثم اشار الیہم فتکبوا ثم اطلق فتاغتسل و کان رأسہ یقطر ماء فصلی بہم فلما انصرف قال انی خرجت الیکم جنباً و انی نسیت حتی تحمت فی الصلوۃ

(ابن ماجہ ص ۱۱۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لیے تشریف لائے آپ نے بخیر کہا پھر آپ نے صحابہ کرام کی طرف اشارہ کیا وہ اپنی خیر شہر کھڑے آپ تشریف لے گئے اور غسل کیا۔ آپ کے سر مبارک سے پانی

ٹپک رہا تھا (واپس آکر) آپ نے صحابہ کرام کو نماز پڑھانی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا میں تمہارے پاس جنابت کی حالت میں چلا آیا اور نہانا بھول گیا حتیٰ کہ نماز میں کھڑا ہو گیا۔

۵۔ عن ابی جعفر ان علیاً صلی اللہ علیہ وسلم و هو جنب او علی غنیم و منہ و قاعاد و امرہم ان یعیسوا۔ (مسند ابی یوسف ص ۲۵ ج ۲)

حضرت ابو جعفر سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حالت جنابت میں بائیں رخسار کے نماز پڑھا دی۔ آپ نے وہ نماز خود بھی دہرائی اور لوگوں کو بھی ٹھکانے کا حکم دیا۔

۶۔ عن محمود بن حنیان ان علی بن ابی طالب قال فی الرجل یصل بالنعیم جنباً قال یعیس و یعیس و یعیس و یعیس

(کنز الدقائق ص ۱۱۷ ج ۱)

حضرت محمود بن حنیان سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسے شخص کے بارے میں جس نے جنابت کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھا دی ہو یہ فرمایا کہ وہ خود بھی نماز ٹھکانے اور لوگ بھی نماز ٹھکانیں۔

۷۔ عن ہشام بن الحارث ان ہشام بنی النضر فی الصلوۃ فی صلوۃ القرب قاعاد بہم الصلوۃ

(شرح معانی الآثار ص ۱۱۷ ج ۱)

حضرت ہشام بن حارث سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مغرب کی نماز پڑھتے ہوئے قراوت کرتے بھول گئے تو آپ نے

لوگوں کو دوبارہ نماز پڑھائی۔

- ۸۔ عن ابراہیم قال اذا قدمت صلوۃ الا ممام
فدعت صلوۃ من خلفه (کتاب الا ممام)
حضرت ابراہیم غفرلہ فرماتے ہیں کہ جب امام کی نماز خاسد ہوگی تو
مقتدی کی نماز بھی خاسد ہو جائے گی۔
- ۹۔ عن الشوری قال یصلح اذا قدمت
صلوۃ الا ممام فدت صلوۃ العتوم:

- (مصنف مہارناق ۲ ص ۲۵۷)
حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حماد کو یہ
فرماتے سنا ہے کہ جب امام کی نماز خاسد ہوگی تو مقتدیوں کی بھی
خاسد ہو جائے گی۔
- ۱۰۔ عن حماد بن ابی وباح فی رجل یصل یصلح یا صلح
علیٰ غنیم وحنود قتال یصلح و یصلحون ،
(کتاب الا ممام)
حضرت عمار بن ابی براءؓ نے ایسے شخص کے بارے میں جو
مقتدیوں کو بغیر حضور کے نماز پڑھاوے یہ ارشاد فرمایا کہ امام
اور مقتدی سب نماز ٹوٹا تیں۔

- ۱۱۔ عن یونس عن ابن مسیین قال سألت ذکوان
اعدا الصلوۃ و اخیروا صلحاً بلک ابلک صلحیت
بہم و انت علیٰ غنیم و حنود
(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۵۷)
حضرت یونسؓ حضرت حماد ابن مسیرؓ کے بارے میں روایت
کرتے ہیں کہ میں نے ان سے ابغیر نماز کے نماز پڑھا دینے

- کے مقتدیوں سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا تم بھی نماز ٹوٹاؤ اور اپنے
ساتھیوں کو بلکہ دو کہ تم نے انہیں بغیر نماز کے نماز پڑھا دی تھی
- ۱۲۔ عن الشوری قال یصلح و یصلحون
(مصنف مہارناق ۲ ص ۲۵۷)
حضرت امام شعبہؒ نے ایسے شخص کے بارے میں جو بغیر نماز کے
نماز پڑھا ہے فرماتے ہیں کہ وہ خود بھی نماز ٹوٹا ہے اور مقتدی
بھی نماز ٹوٹا تیں۔

مکررہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ امام کی نماز کے خاسد ہو جانے
سے مقتدی کی نماز بھی خاسد ہو جاتی ہے لہذا اگر کوئی مجھ سے بغیر وضو
کے یا بغیر غسل کے جنابت کی حالت میں نماز پڑھا دے یا کسی اور وجہ سے
اس کی نماز خاسد ہو جائے تو اسے چاہیے کہ خود بھی اپنی نماز ٹوٹا ہے اور جن
لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھی ہے انہیں بھی نماز ٹوٹا ہے کا حکم ہے
کیونکہ اس شخص نے علیٰ اللہ علیہ وسلم نے امام کو خاسم قرار دیا ہے جس کا مطلب
یہ ہے کہ اگر اس کی نماز صحیح ہوگی تو مقتدیوں کی بھی صحیح ہوگی اور اگر اس کی
خاسد تو مقتدیوں کی بھی خاسد ہوگی۔ دوسرے آپ کے ساتھ ایسا اتفاق ہوا
کہ آپ مجھ سے جنابت کی حالت میں نماز پڑھا ہے۔ گئے دوران نماز آپ
کو دیا گیا تو آپ نماز توڑ کر نہانے کمر پہنے گئے اور واپس آکر صحابہ کرام کو نماز
پڑھائی۔ ایسا ہی ایک واقعہ غلیظہؓ کا ہے۔ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کو بھی
پیش آیا، آپ نے خود بھی نماز ٹوٹائی اور مقتدیوں کو بھی نماز ٹوٹا کرنے کا حکم دیا۔
حضرت فاروقؓ انور رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مغرب کی نماز میں قراۃ کملیٰ تکبیل
کئے بعد میں آپ کو حکم ہوا تو آپ نے دوبارہ نماز پڑھائی۔ ان واقعات سے
معلوم ہوا کہ امام کی نماز خاسد ہو جانے سے مقتدی کی نماز بھی خاسد ہو جاتی

ہے۔ اگر صرف امام کی نماز فاسد ہوئی اور مقتدیوں کی نہ ہوئی تو انھیں مقتدیوں کے
علیہ وسلم اور علماء راشدین کے تقوا اپنی نماز ٹوٹا بیٹھے اور مقتدیوں کو دوبارہ نماز
پڑھانے لایا۔ کبر و بیعت کے تمام ای نماز ہو گئی ہے۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے تو جلد قاعدہ کے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کو ایسی ہی صورت
پیش آئے تو وہ ایسے ہی کرے جیسے میں نے کیا۔ حضرت علی کرم اللہ
وجہہ نے نماز ٹوٹا سن کر حکم دیا۔

جلیل القدرۃ بعین حضرت ابراہیم خضوعی۔ حضرت امام سجادؑ دونوں غلط
ہیں کہ امام کی نماز فاسد ہو جانے سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے،
حضرت امام شافعی، حضرت عطاء بن ابی رباح، امام ابن سیرین کا فتویٰ بھی
یہی ہے کہ ایسی صورت میں امام اور مقتدی سب نماز ٹوٹا لیں۔

لیکن اہل امام اعجاز و آگاہ کے خلاف غیر متدین کا گناہ ہے کہ اگر امام
حالت جنابت یا بغیر وضو کے نماز پڑھا دے یا کسی اور وجہ سے اس کی
نماز فاسد ہو جائے تو فقط امام اپنی نماز ٹوٹائے۔ مقتدیوں کو ٹوٹانے کی
ضرورت نہ نہیں اور نہ ہی امام کے دوسرے مقتدیوں کو جنابت سے کہیں
نہ اس حالت میں نماز پڑھا دے گی۔

چنانچہ قرآن و حدیث الہیائی دیکھتے ہیں

”وَاِذَا ظَهَرَ حَذَثُ اِمَامٍ اَوْ مَعْدٍ اَوْ خُوفٍ
وَاَحْسَ الْمُقْتَدِیْنَ اَعَادَ اَلْاِمَامُ صَلَواتُہٗ وَاَیَّدَ
اَمْتَدِیْ وَلَا یُلْزِمُ عَلٰی اَلْاِمَامِ اَخْبَارُ الْعَوَمِ اِذَا اَمَمَ
: هُوَ مُحْتَدٌ اَوْ حَبٍ اَوْ عَا قَدْ مَشْرُطٌ“

(تذیل ابواب صلاۃ)

اور جب ظاہر ہو جائے امام کا سبب حضور ہو گیا امام کی طوف سے
نماز فاسد کرنے والی کسی اور چیز کا ہو یا مقتدی کی رائے میں تو
صرف امام اپنی نماز ٹوٹائے مقتدی نہ ٹوٹائے اور امام کے دوسرے
نہیں ہے کہ اگر وہ مقتدیوں کو بغیر وضو کے جنابت کی حالت میں
یا کسی اور شرط کے پڑھائے جانے کی صورت میں نماز پڑھائے
تو وہ مقتدیوں کو ٹوٹائے کہ میں نے اس حالت میں نماز پڑھا کرچا۔

لاحظہ فرمائیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور علماء راشدین حضرت
عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے صحابہ کرام کو اس صورت میں دوبارہ
نماز پڑھاؤں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ اگر کسی کو ایسی
صورت پیش آئے تو وہ ایسے ہی کرے جیسے میں نے کیا۔ میرا سبب نہ
امام کو جنابت کی وجہ سے ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایسی صورت
میں امام اور مقتدی سب کو نماز ٹوٹانے کا حکم دیا۔ جلیل القدرہ حسین بن
ری فتویٰ دیتے ہیں کہ غیر متدین کے مقتدیوں کو جنابت کی وجہ سے امام
مقتدی کی نماز ٹوٹانے کی ضرورت نہیں اور امام کو مقتدیوں کو پڑھانے
لاسنی ضرورت نہیں کہ میں نے سبب وضو یا جنابت کی حالت میں نماز
پڑھا دی ہے۔

قدین فیصلہ دینے کہ یہ حدیث کی موافقت سے یا منافیست ؟

نوٹ۔ جو مقتدین غیر متدین کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں ان کے لیے
محکمہ کبر ہے کہ اگر غیر مقتد امام نے سبب وضو یا جنابت جنابت میں نماز
پڑھا دی اور بیکہ ضروری نہ سمجھے ہوئے مقتدیوں کو سبب ایسی نہیں ہے تو
مقتدین کی نماز کا کیا سبب کا ؟

السنة في قسوة الصفوف الزايق المنكب المنكب لا القدر بالقدم
صفوف کی درستگی میں کندھے سے کندھا ملا سنت نہ کہ قدم سے قدم ملا

- عن ابن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال
اقبوا الصفوف واحذوا بين المناكب وسدوا
الخلف ولينوا بأيدي أسيانكم ولا تذبذبوا في حاج
للسيطان ومن وصل صفا وصله الله ومن قطع صفا
قطعه الله - (ابن ماجہ ۱ ص ۱۷۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صفوں کو قائم کرو، کندھوں کو برابر کرو
خالی جگہوں کو بند کرو اور پسپے بھاگیں کے اٹھوں میں نرم ہو جاؤ
شیطان کے لیے صف میں خالی جگہ نہ چھوڑو جس نے صف
کو ملیا اللہ اسے ملائیں گے اور جس نے صف کو کاٹا اللہ اسے
کاٹ دیں گے۔

- عن البراء بن عازب قال كان رسول الله صلى الله
عليه وسلم يتخلل الصف من ناحية الى ناحية
يمسح صدورنا ومناكبنا ويقول لا تختلفوا
فتختلف قلوبكم وكان يقول ان الله عز وجل
و ملاحكتهم يصطلون على الصفوف الاولي

(ابن ماجہ ۱ ص ۱۷۸)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

علیہ وسلم صف کے اندر آتے تھے اور آگے سے اور پیچھے سے اور ہائے
سینوں اور کندھوں کو برابر کرتے تھے اور فرماتے تھے آگے
پسپے مت ہو ورنہ تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے اور فرماتے
تھے اللہ تجلجلجلہ اپنی رحمت بھیجتے ہیں اور فرشتے دعا کرتے
کرتے ہیں پہلی صف والوں کے لیے۔

۲- عن انس بن مالك قال اقيمت الصلاة فاقبل
عليك رسول الله صلى الله عليه وسلم وجوه فقال
اقبوا صغفكم وتراصوا في اراكم من وراء
ظهرهم - (ترمذی ۱ ص ۱۷۸)

وقتِ روایتِ عند وہاں احسن پلنڈو تھا۔۔۔
منکب بہ منکب صاحب وقتہ ہندہ۔۔۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز کی تکبیر
ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمدی طرف متوجہ ہو کر
فرمایا دیکھو منوں کو برابر رکھو اور دل کرکڑھے ہو جائیں تو میں اپنی
پشت کی طرف سے دیکھتا ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دوسری
روایت میں یہ بھی مروی ہے کہ ہم میں سے ہر شخص یہ کرتا کہ صف
میں اپنا کندھا اپنے ساتھی کے کندھے سے اور اپنا قدم اس کے
قدم سے ملا دیتا۔

۲- عن انس بن مالك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم
قال رصقنا صفوفكم وقاربوا بينكم واحذوا
بالأخلاق من الذك نفسهم بيدكم الى آخره الشيطان

يرتقل من حقل الصفات كأنها الحقول،

(۱) محمد داود خان، حیدرآباد، ص ۱۸۱.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے علی الصلوٰۃ والسلام
روایت کرتے ہیں کہ آپ صنف دیا اپنی صفوں کو ملاؤ اور انہیں
نزدیک رکھو اور گردنوں کو ملایہ رکھو۔ متمم ہے اس ذات کی جسکے
تقدس و عظمت میں میری جان ہے۔ میں کھینچوں کہ وہ دیکھتے ہیں
کہ وہ صفت کی ذلی بگڑوں سے گھس آ آ سب گرا کر وہ بغیر قرعہ چرنا
ساتھ ہے۔

٥- عن أبي القاسم الجعفي قال سمعت النعمان بن بشير يقول أقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم على الناس يومهم فقال أقبضوا عني فكم تركت من الدنيا ما يفتنون عني فكم تركت من الدنيا ما يفتنون عني فكم تركت من الدنيا ما يفتنون عني

والله اعلم بالصواب

حضرت ابراہیمؑ سمجھتی ہوئی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نوحؑ بنا
بشیر علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم رسول کی طرف متوجہ ہوئے اور بنی ہابہ کو پہنچا کر کہا کہ
مصلوب کا سیدہ عاقرہ اللہ کی قسم تم لوگ نہ چرواؤ اپنی مصلوب کا سیدہ
راہِ روضہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں پھیر ڈال دے گا جسے حضرت

نہاں یہاں بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (اس کے بعد) میں نے دیکھا کہ ایک شخص دوسرے شخص کے کندھے سے کندھا، گھٹنے سے گھٹنا اور شہنے سے شہنہ ٹاکر ٹاکر ہوتا تھا۔

عن النعمان بن بشير قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم وليتوكب صفوفنا فتخرج يومئذ قرأى رجلا خارجاً صدره عن القوم فقال تَشَوُّزُ صفوفكم وليخالفن الله بين وجوهكم. وفي الباب عن جابر بن سمرة والبراء وجابر بن عبد الله والنسائي وأبي هريرة وعائشة قال أبو عيسى حديث النعمان بن بشير حديث حسن صحيح وقد روى عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال من تمام الصفوة أقامت الصفوة ولا يكبر حتى يخبر أن الصفوفة قد استوتت وروى عن علي وحشبان أنها كانت معها هذان الذالك ويقولان استوتوا وكان علي يقول تقدم يا فلان تأخر يا فلان (تقدم واستمع)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاری صفوں کو سیدھا فرماتے تھے۔ ایک دن آپ ﷺ نے قوماں کیوں میں سے ایک صاحب کا سینہ آگے نکال دیا دیکھا آپ ﷺ نے فرمایا اپنی صفوں کو سیدھا کرو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے گھونپوں میں مخالفت ڈال دے گا۔ اسباب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت جابر بن عبد اللہؓ حضرت ابن مسعودؓ حضرت ابو بکرؓ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث مروی ہیں۔ ابو یونس (نام ترمذی) فرماتے ہیں کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ شیخ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کمالی نماز سے ہے صحت کا یہ حکم، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے صحت کی حدیث سنی کے لیے ایک شخص کو سفوف فرمایا تھا اور جب تک کہ آپؐ کو وہ یہ خبر نہ دے دیتا کہ صحت درست ہوگی میں آپؐ تکمیل نہیں کہتے تھے، حضرت علیؓ حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں مروی ہے کہ وہ بھی اس کا بہت خیال رکھتے تھے اور فرماتے تھے سیدھے ہو جاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ او فلاں آگے ہو۔ او فلاں تو میرے ساتھ۔

[illegible]

۸۔ عن عبد اللہ ابن ابی رجا، یسئلی قدسعت ببن
قمعیں، فقال اخطأ السنن وأخو لاوح بیتھما

کائنات عجیب الیٰ۔

وَأَمَّا الْفُلُ فَأُرْسِلَتْ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ اس نے دو قرآن کو مل کر رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا اس نے سنت کے خلاف کیا تجھے تو یہ پسند نہ کرے مگر افسوس کہ کرتا۔

٩- كان ابن حجر لا يفرج بين قديمي ولا يمس
احداهما بالآخرى ولكن بين ذلك لا يقاربا
ولا ياعدء (المنهج ٢ ص ٤٤)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دونوں پاؤں کے درمیان کٹاؤں کرتے تھے نہ ایک دوں اور نہ دوسرے قدم سے عاتے تھے اس کے وہیلن درمیان رکھتے تھے نہ بہت قریب کرتے تھے نہ بہت دور۔

حکومت اعلیٰ ویش و انٹرنس و ایج ذیل امور ثابت ہوئے ۔

۱۰) جب نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جائے تو بہت اعتناء کے ساتھ
سنہ ل کر درست کرنا چاہیئے اس طریق سے کہ سب لوگ ایک دوسرے
کے ساتھ مل کر پڑھیں ہوں ، ورمیان میں کوئی جگہ خالی نہ رہے، سب برابر
پڑھیں ہوں کوئی آگے پیچھے نہ ہو، جس کی آسان صورت یہ ہے کہ کندھے
کنہہ ملایا جائے یعنی ہر شخص اپنا بازو دوسرے شخص کے بازو سے ملالے۔
چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اقامت صبح کی بھی صورت اڑھاؤ
فرمائی ہے کہ کندھے برابر کئے جائیں جیسا کہ حدیث علی سے واضح ہے ،

براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
مسندوں کی صفیں درست فرماتے تھے قرآنوں کے پیچھے ادا کرتے تھے

بار کر رہے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۲ سے ظاہر ہے (اس کے برخلاف آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی حدیث میں قدم سے قدم ملا کر قول ثابت
نہ فرمایا)

۲۔ غلامدار شہین رضوان اللہ علیہ بھی صفت بندی کا اہتمام فرماتے تھے عزت
عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو سفین سیدی کرانے کے لیے متفرک کر دیا تھا۔
جب تک یہ شخص صفوں کی درستگی کی خبر نہیں دے دیتا تھا اس وقت تک
آپؐ بکریہ نہ کہتے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب جماعت نکلا کر ہوا کرتی
تو صفوں کے درست کرنے اور کندھوں کے برابر کرنے کا حکم دیتے تھے انہوں
سے قدم ملانے کا حکم نہیں دیتے تھے، جیسا کہ حدیث نمبر ۱ سے واضح ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ صفوں کی درستگی کے وقت ہوا آگے نکلا ہوا ہوتا تھا
سے فرماتے پیچھے بڑا اور پیچھے گیا ہوا ہوتا اس سے فرماتے آگے چلو
جیسا کہ نام تہذیبی کے بیان سے ظاہر ہے لیکن آپؐ کے بھی یہ ثابت نہیں
کہ آپؐ قدم سے قدم ملا کر حکم دیتے ہوں۔

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث (متبرک) میں جو یہ مذکور ہے کہ ہم
میں سے ہر ایک اپنا قدم اپنے ساتھی کے قدم سے ملا دیتا تھا اس سے آپؐ
کا مقصد صفت بندی اور درجوں سے غلام کو پر کرنے، یا انتہائی اہتمام بقا
چاہنا نہ کہ صرف قدم سے قدم ملا کر مطالبہ ہے کہ ہم صفت بندی میں اول و ثانی کر کے بچے
میں اس قدر اہتمام کرتے تھے کہ گویا ہر ایک کا قدم دوسرے کے قدم
سے ملا ہوا تھا۔ اس کی تائید حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان
ہوتی ہے جس میں آپؐ فرماتے ہیں کہ اگر دو فلول کو برابر رکھو، نیز حضرت
نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے جس میں آپؐ

درا ہے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص دوسرے شخص کے کندھے سے کندھا
ٹھٹھنے سے ٹھٹھنے اور ٹھٹھنے سے ٹھٹھنے کر کے ٹھٹھتا تھا۔ کیونکہ ہر شخص جانتا
ہے کہ اس طرح سے صفتیں درست کرنا اگر گروں سے گروں، کندھے سے
کندھا، ٹھٹھنے سے ٹھٹھنے، ٹھٹھنے سے ٹھٹھنا ہونا ممکن اور محال ہے اس لیے
یہی کہا جاتا ہے گا کہ اس سے مراد صفت بندی اور بچہ کو پر کرنے میں مباہوتنا
مقصود ہے، چنانچہ اہل علم ابن حجر رحمہما اللہ فرماتے ہیں۔

۱۔ المراد بذ اللہ المبالغۃ فی تعذیل الصفۃ و صفت
خلیفہؓ (فتح الباری ۲: ۲۵۷)

اہم بخاریؓ کا مقصد اس باب کے قائم کرنے سے صفت کی درستگی
اور فلول کو پر کرنے میں مباہوتنا ہے۔

۲۔ حبیب انس اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کے اس اذہان بیان
سے کہ ہم میں سے ہر شخص ایسا کرتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ صفت بندی کا
یہ اذہان دراصل صفت میں تھا بعد میں نہیں رہا اس کی تائید اس سے ہوتی ہے
کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنی کتاب میں صفت بنی عمرؓ کے طریق سے ہی روایت
فرماتے ہیں اس روایت میں حضرت عمرؓ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے
یہ اذہان نقل کئے ہیں۔

۳۔ ولولہم لک ذالک باح۔ ہسوا لیوم نقتر کا منہ
بعض مشہور ہیں۔ (فتح الباری ۲: ۲۵۷)

یہی اگر کسی کے ساتھ اس طرح کروں تو وہ بد کے ہونے
چوکی غریب بھاگے گا۔

کہ اسے جہاں یہ معلوم ہو کہ صفت بندی کا یہ اذہان دروغ کا یہی میں فخر

آگے مل کر کھٹے ہیں۔

”نیا وہ دھک اور افسوس ان اہل حدیث حضرات پر ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ ہم اپنی صفوں کو برابر کرتے جا رہے ہیں اور ٹھیک سے پاؤں نہیں ملائے ہو یا چاہتے ہیں کہ اہلیات کے گھٹنے میں آگے جتنی جگہ لیتا ہے اتنی ہی جگہ میں قیام کی حالت میں دونوں پاؤں رکھے، اس طرح سے صفت خود بخود چرکی ہو کر ایک دیوار کی طرح بنے نفل ہو جاتے گی، عورتوں کو بھی ایسی ہی صفت بنانی چاہیئے کہ ایک عورت کا پاؤں اور لاکھ اور دوسری عورت کے پاؤں اور لاکھ سے مل جائے۔“ (صحیفہ ناز ص ۱۸)

ملاحظہ فرمائیے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صوفیوں کی درحک کی طرح سے کھڑے ہونے کا حکم دیتے ہیں، اور آپ خود صوفیوں کی طرح سے کھڑے ہیں تو کھڑے ہونے کا حکم دیتے ہیں، آپ نے قدم سے قدم ملائے کا حکم دیا اور نہ صوفیوں کی درحک کی وقت آپ نے غازیوں کے قدم سے قدم ملانے، علیہ الرحمۃ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی صوفیوں کی درحک کی وقت کھڑے ہو کر کھڑے ہوتے ہیں، ذکر قدم سے قدم ملانے کا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ صوفیوں کی درحک کی وقت غازیوں کو آگے پیچھے ہونے کو کہتے ہیں لیکن قدم سے قدم ملانے کا حکم نہیں دیتے، ان سب باتوں سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ صوفیوں کی درحک میں کھڑے ہونے کا حکم صوفیوں سے ہے نہ کہ غازیوں سے، چنانچہ کہ کے جگہ قدم سے قدم ملانا، لیکن غیر مقلدین کا کہنا ہی ہے کہ نہیں صاحب قدم سے قدم ملانا ہی سنت ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ صاحب قدم سے قدم ملانے تجھے مالکِ مہمیں نے اسے صفت بندی میں ملانے پر مہم کیا ہے نہ کہ جتنی معنی میں قدم سے قدم ملانے پر اگر تھوڑی سی

کے لیے غیر مقلدین کی بات مان لی جاتے اور اس سے خلیفہ صوفی میں قدم سے قدم ملانا ہی مراد لیا جائے تو پھر غیر مقلدین کو چاہیئے کہ وہ گھٹنے سے گھٹنے اور گھٹنے سے گھٹنے ملاتے ہیں کیونکہ حضرت عثمان بن بشیر رضی اللہ عنہ جہاں قدم سے قدم ملا کر کھڑے ہیں وہیں گھٹنے سے گھٹنے اور گھٹنے سے گھٹنے ملا کر کھڑے ہیں نیز غیر مقلدین کو چاہیئے کہ گردن سے گردن بھی ملایا کریں کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کا بھی تذکرہ ہے لیکن غیر مقلدین نہ گھٹنے سے گھٹنے ملاتے ہیں نہ گھٹنے سے گھٹنے ملاتے ہیں اور نہ گردن سے گردن، صرف قدم سے قدم ملانے پر زور دیتے ہیں جو کہ ایک نہروں کا اور غیر مقلدین کا ہے اور جس کے کرنے سے صوفیوں کا دل بدلتا ہے کیونکہ جب قدم سے قدم ملانے چاہیں گے تو کاندھے سے کاندھا نہیں مل سکے گا۔ حیران کن بات یہ ہے کہ وہ عورتوں کو بھی ایک دوسرے کے ساتھ قدم سے قدم ملانے کا حکم دیتے ہیں، جس وقت عورتیں مردوں کی طرح قدم سے قدم ملائیں گی تو کیا عجیب شکل ہوگی؟ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

ہم فیصلہ خاتین پر چھوڑتے ہیں وہ فیصلہ فرمائیں کہ ایک صوفی عمل کو چھوڑ کر غیر مقلدین چیز پر عمل کرنا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

کراہتہ تکرار الجماعة فی مسجد المحلہ

محلہ کی مسجد میں دوسری جماعت کروانا مکروہ ہے

۱۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قد قال فی بعض الصلوات فقال لقد سمعت

ان امر رجلا یصلی بالناس ثم اخلت الی

رجال یتخلفون عنہا فأتیہم فیخرجوا

علیہم یحکم الخطب یتھربو ولعلو

احدہم اند یجبد عظمیٰ سعینا لشہدہا

یعنی صلوة الغشاء (نہایت اہم و بڑا وقت ہے کہ اس میں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو کسی نماز میں شریک نہ پایا تو آپ نے

فرمایا میرا امادہ ہے کہ کسی سے کہہ دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا

وے اور خود میں ان لوگوں کی طرف جانوں جو نماز میں نہیں آئے

اور ان کے متعلق کہہ دوں کہ ان لوگوں کا ایک ڈھیر ہے کہ ان کے گھروں

کو جلا دیں، ان میں کوئی شخص جانے کہ اسے سڑتی کڑی یا ٹپکتی

گی تو وہ ضرور اسے مراد عشاء کی نماز ہے۔

۲۔ عن ابی بکرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اقبل من نواحم المدینتین بعد الصلوة فوجد

الناس قد صلوا فقال انی منہ لہ فخرج

اہلہ فصلی بھوہ وکھڑا اور وہ صبح ۵:۰۰ تا ۵:۳۰ کا وقت

ہوتا تھا لیکن ان لوگوں نے صبح ۵:۳۰ تا ۵:۴۵ کا وقت گزار دیا اور اس میں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم فرامی مدینہ سے تشریف لائے۔ آپ کا ارادہ

نماز پڑھنے کا تھا لیکن آپ نے دیکھا کہ لوگ تو نماز پڑھ چکے ہیں
لہذا آپ اپنے گھر چلے گئے اور گھروالوں کو کھانچ کر کے انہیں
نماز پڑھائی۔

۳۔ عن سلیمان یحییٰ موفیٰ میحونۃ قال انتہیت

ان عمر علی البلاء ط وہم یصلون فقلت

او تمصلی معہم قال قد صلیت انی سمعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول

تصلوا صلوة فی یوم مرتین

(دو بار روزانہ صبح و شام ایک ایک بار)

حضرت میمونہؓ کے آواز کو وہ قلام حضرت سیمانؓ فرماتے ہیں کہ

میں مدینہ میں موضع بن ہاشم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

پس آیا میں نے دیکھا کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے حضرت

عبداللہ بن عمرؓ سے کہا کہ آپ ان کے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھ رہے

آپ نے فرمایا میں نماز پڑھ چکا ہوں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم ایک نماز ایک دن میں دو

مرتبہ پڑھو۔

۴۔ عن ابراہیم الذہبی قال قال عمر ک یصلی

بعد صلوة مثلہا۔

(حضرت ابن ابی شیبہؒ سے سنا ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ)

حضرت ابی بکرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا ایک

نماز کے بعد ان میں دوسری نماز پڑھنی ہوتی ہے۔

۵۔ عن خريشة بن الحارث أن عبد الرحمن بن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى ركعتين بعد صلاة الجمعة مثلها ،
 وشرح من أن آثارها عام العباد ۱۵ ص ۱۰۰
 حضرت عمر شریفؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
 جہد کی نماز کے بعد پھر اسی میں نماز پڑھنے کو کر دے جانتے تھے
 ۶۔ عن ابراهيم ان علفته والاسود اقبوا مع
 ابن مسعود الى مسجد فاستقبلوه الفاس
 قد صلوا فرفع بهما الى البيت فنجعل احدهما
 عن يمينه والاخر عن شماله ثم صلى بهما
 اجمعين (المعبر ۱۷ ص ۲۵ صحت)
 حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ اور اسودؓ حضرت
 عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک مسجد میں آئے
 تو گول نے اللہ کا استقبال کیا اس حال میں کہ لوگ نماز پڑھ چکے
 تھے ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ دونوں کو لے کر ایک گھر چلے
 گئے ، ایک کو دائیں اور ایک کو بائیں کھڑ کر کے نماز پڑھا ئی۔
 ۷۔ عن الحسن وقال كان اصحاب محمد صلى الله
 عليه وسلم اذا دخلوا المسجد وقد صلى فيه
 صلوا فرادى ، (صحت ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۰۰)
 حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام جب مسجد میں جاتے اور
 نماز پڑھ چکی ہوئی تو ایک ایک نماز پڑھتے ۔

۸۔ عن الحسن انه كان يقول يصلون فرادى ،
 (صحت ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۰۰)

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ (ایسی صورت میں) ایک ایک ایک نماز
 پڑھیں۔
 ۹۔ عن ابن عباس قال يصلون فرادى ،
 (صحت ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۰۰)
 حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں ایک ایک ایک نماز
 پڑھیں۔
 ۱۰۔ عن افان قال دخلنا مع الفاسو المسجد وقد
 صلى فيه فقال صلى الفاسو وحده
 (صحت ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۰۰)
 حضرت افانؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت فاسمؓ کے ساتھ (نماز پڑھنے
 کے لیے) مسجد گئے تو وہاں نماز پڑھ چکی تھی ، حضرت فاسمؓ نے پھر
 تنہا نماز پڑھی۔
 ۱۱۔ عن عبد الرحمن بن المجهر قال دخلت مع سالم
 بن عبد الله مسجد الجحفة وقد فرغوا من
 الصلوة فقالوا لا تجمع الصلوة فقال سالم
 لا تجمع صلوة واحدة في مسجد مرتين (قال)
 والخبر عن ابن وهب عن رجال من أهل العلو
 عن ابن شهاب و يحيى بن سعيد و ربيعة
 ابن ابی عبد الرحمن والقبيل عام ، (المعبر ۱۷ ص ۲۵ صحت)
 حضرت عبدالرحمن بن مجہرؓ فرماتے ہیں کہ میں سالم بن عبداللہؓ

کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے) مسجد جعفر میں گیا، لگ نماز سے فارغ ہو چکے تھے، لوگ کہنے لگے آپ جماعت کیوں نہیں کروا لیتے۔ حضرت سالمؓ نے فرمایا ایک مسجد میں ایک نماز کی دو دفعہ جماعت نہیں کرائی جا سکتی۔ ابن القاسم کہتے ہیں کہ مجھے ابن مسعودؓ نے بہت سے اہل مکہ کی طرف سے خبر دی ہے حضرت ابن شہاب زہریؒ حضرت یحییٰ بن سیدہؒ حضرت یزید بن ابی جابرؒ ابن عمرؓ ایک متعلق ہی مل کر۔

۱۲۔ قتال الامام الشافعیؒ

”استأخذ حفظنا ان جدنا مات رجلاً مع الصلوة فصلوا بصلته منفسين و قد كانوا متادين على ان يجتمعوا وان جدنا مات الصلوة فت أحببنا عتق قوما فجاهدوا المسجد فصلي حنك واحد منهم ومنفردا وقد كانوا متادين على ان يجتمعوا في المسجد فصلي كل واحد منهم منفردا واستجاروا اليك يجتمعوا في مسجد من متينين“۔ وقال ايضا: استجارهت ذاك لهن ولا منه ليس مما فعل الصلوة قبلنا بل قدعنا به بعضهم“ الخ

کتب الامام الشافعیؒ ۱۵۵ ۱۵۴

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ۱۰

ہمیں یاد ہے کہ بہت سے صحابہ کرام کی نماز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ وقت ہو گئی تھی تو انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کو اس بات کے معلوم ہو سکے گا جو دیکھنا کیلئے نماز پڑھتی تھی حالانکہ وہ جماعت (ثانیہ) کروانے پر قادر بھی تھے، ایسے ہی کچھ لوگوں کی جماعت سے نماز نہ گئی تو وہ مسجد آئے اور ہر ایک نے ایک ایک نماز پڑھی حالانکہ وہ بھی قادر تھے کہ مسجد میں جماعت (ثانیہ) کروا لیں لیکن پھر بھی ہر ایک نے الگ الگ نماز پڑھی اور انہوں نے جماعت کروانے کو اس وجہ سے مکروہ جاننا کہ وہ مسجد میں دوسرے جماعت کروانے کے مترشح نہ ہوں، نیز امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں اہل محلہ کے لیے حکار جماعت کو اس لیے ناپسند کرتا ہوں کہ یہ ایسا کام ہے جو ہمارے اسلاف (صحابہ تابعین و تابعین) نے نہیں کیا بلکہ بعض نے تو اسے مایوس سمجھا ہے۔

ذکرہ الاحادیث و آثار کے شایعہ است پر اس لیے کہ محلہ کی مسجد میں پہلی جماعت ہو جانے کے بعد دوسری جماعت کروانا دبا ہی طور کا نام اور مستحب ہی؟ ورنہ فرض نماز کا کریں، یہ مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اگر بلا کر بہت دوسری جماعت جائے جو تو اہل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جماعت سے نماز پڑھنے کے بارے میں اتنی سختی سے کام نہ لیتے جو بخاری و مسلم کی حدیث سے معلوم ہو رہی ہے کہ آپ کے کچھ لوگوں کے جماعت میں شریک نہ ہونے پر فخر و مباہی جانتا ہے کہ کسی سے کہوں وہ لوگوں کو نماز پڑھاوے اور خود ان لوگوں کے گھر میں جا کر ان کے گھر کی گانگ لگا دوں۔ کیونکہ اگر یہ لوگ پہلی جماعت میں شریک نہ ہو سکتے تو دوسری میں شریک ہو جاتے تھے آپ کا پہلی جماعت کے معاصرین اہل حق و ثبات بہت کر رہے تھے کہ

دوسری ضرورت کرو وہ سب دوسرے آپ خود ہی ضرورت کے موقع پر عمل کیا کہ
 میں جماعت کر دیتے تھے لیکن کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ آپ نے مکہ کی
 مسجد میں کسی بھی دوسری جماعت کرائی جو کہ حضرت ابو بکرؓ کی حدیث سے
 ثابت ہو رہا ہے کہ ایک دفعہ آپ کسی جگہ سے واپس تشریف لائے تو
 مسجد میں جماعت ہو چکی تھی آپ جانتے تو مسجد میں دوسری جماعت کر لیتے
 لیکن اس کے باوجود آپ مگر تشریف لے گئے اور گھروالوں کو کھانے کے
 گھر میں جماعت کرائی۔ حضرت سمیرہ رضی اللہ عنہا کے گناہ کردہ غلام سلیمانؓ
 فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں ایک مقام پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے
 پاس گیا دیکھا کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ ان کے رقع
 نماز کیوں نہیں پڑھ رہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نماز پڑھ چکا ہوں اور میں نے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم ایک نماز
 ایک دن میں دو مرتبہ پڑھو، فقہاء کو امام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
 اس فرمان کو مسجد میں جماعت ثانیہ کی بنی پر عمل کیا ہے، یعنی آپ کے اس
 ارشاد کا مطلب یہ لیا ہے کہ مسجد میں دوسری جماعت نہ کرائی جائے۔
 یہ سب کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس فرمان کے کہ میں نماز
 پڑھ چکا ہوں۔ یہ متبادر ہوتا ہے کہ آپ نے تنہا نماز پڑھی تھی اور جو شخص
 تنہا فرض پڑھے تو اس کے لیے جائز بڑے مستحب ہے کہ وہ جماعت کو پڑھنے
 تو جماعت کی تفضیل حاصل کرنے کے لیے جماعت میں شریک ہو جائے
 اس لحاظ سے چاہیے تو یہ تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما شریک
 جماعت ہو جاتے لیکن آپ جماعت میں شریک نہیں ہوئے اس سبب ہی
 ہو سکتی ہے کہ یہ جماعت ثانیہ ہو رہی تھی جسے صحیح نہ سمجھتے ہوتے آپ

شریک نہ ہوتے اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے
 کہ تم ایک نماز ایک دن میں دو مرتبہ پڑھو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے
 ہیں کہ ایک نماز کے بعد اسی جیسی دوسری نماز نہ پڑھی جاسکتے۔

فقہاء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہی ہے کہ جب ایک مرتبہ جماعت ہو جائے
 تو دوسری جماعت نہ کرائی جائے چنانچہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ
 صلی اللہ علیہ وسلم بعد اسی جیسی نماز کو مکہ وہ جانتے تھے اس سے ظاہر ہے کہ
 جماعت ثانیہ ہی مراد ہے جو کہ جس نے جماعت کے ساتھ پڑھ لیا وہ دوبارہ
 جماعت کیا تو پڑھنے سے رکا کہ کیلئے جماعت ہوتا ہی نہیں لہذا جماعت ثانیہ
 ہی مراد ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک مرتبہ اپنے شاگردوں کے ساتھ مسجد میں
 آئے تو نماز ہو چکی تھی آپ انہیں گھیرے گئے اور گھر جا کر جماعت کرائی اور
 عبدالرحمن بن عوفؓ حضرت سالمؓ کے ساتھ جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
 کے ہوتے ہیں مسجد میں آئے۔ لوگ نماز سے فارغ ہو چکے تھے لوگوں نے
 عرض کیا کہ آپ جماعت کرا لیں۔ عبدالرحمن بن عوفؓ کہتے ہیں کہ حضرت سالمؓ
 نے فرمایا مسجد داخل میں ایک ہی نماز کی دو جماعتیں نہیں کرائی جاسکتیں۔
 حضرت اشعؓ کہتے ہیں کہ ہم حضرت قاسمؓ کے ساتھ جو حضرت ابو بکرؓ جی اللہ عنہ
 کے ہوتے ہیں مسجد میں آئے تو نماز ہو چکی تھی۔ حضرت قاسمؓ نے دوسری
 جماعت کرا لے کے پہلے تنہا نماز پڑھی۔ حضرت حسن بصریؓ فرماتے ہیں
 کہ میں کلام رسول اللہ جنہم سب مسجد میں جاتے اور جماعت ہو چکی ہوتی تو دوسری
 جماعت کر دینے کے بجائے اکیلے اکیلے ہی نماز پڑھتے تھے۔ خود حضرت
 حسن بصریؓ کا فتویٰ یہی ہے کہ کسی صورت میں اکیلے اکیلے ہی نماز پڑھی

جائے۔ حضرت ابو ظہرہ، حضرت ابن شہاب زہری، حضرت یحییٰ بن سعید، حضرت امام ربیعہ الزائے اور حضرت اعیث بن سعد رحمہم اللہ سب اسی کے فاضل ہیں کہ مسجد حرام میں دوسری جماعت ذکر کرائی جائے۔ اور مجتہدین جیسے امام ابو حنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی رحمہم اللہ اسی کے فاضل ہیں۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ جس توہمی یا وسوسے کی نسبت سے صحابہ کرام کی نماز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جماعت سے روک لی تھی تو انہوں نے اکیلے اکیلے ہی نماز پڑھی تھی، جماعت ثانیہ نہیں کروائی تھی حالانکہ وہ اس پر تیار تھے اور میں خود جماعت ثانیہ کو ناپسند کرتا ہوں کیونکہ جابرہ اسلاف (صحابہ کرام) تابعین و تبع تابعین نے ایسا نہیں کیا بلکہ بعض نے قرائتے صیوب سمجھا ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین بغیر کسی تفریق کے اس بات کے قائل ہیں کہ مسجد میں — صرف جماعت ثانیہ ہی نہیں بلکہ ثالثہ رابعہ یعنی دوسری تیسری چوتھی سب جائز ہیں۔

چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں :-

”جماعت ثانیہ بلکہ ثالثہ رابعہ بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ص ۳۳۵)

ملاحظہ فرمائیے : حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی سخت تاکید فرمائی ہے اور خود آپ نے ابو جہل و دیگر جوہ کے مسجد میں دوسری جماعت نہیں کروائی اور بقول حضرت حسن بصری اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ کے عام صحابہ کرام دوسری جماعت نہیں کرتے تھے جیسا کہ اس پر ان کے واقعات شہاد ہیں، تابعین، تبع تابعین، انہو

جماعت ثانیہ کے قائل نہیں لیکن غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ دوسری جماعت کی تیسری، چوتھی جماعت بھی کرائی جائیگی ہے۔

تو ہمیں فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

فائدہ :- حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب نے جماعت ثانیہ کے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم صاحب، قزوینی کا ایک ارشاد نقل کیا ہے انہوں نے انہوں کے لیے یہاں اسے ذکر کیا جاتا ہے۔

”حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ نے اس بارہ میں ایک امر فیصلہ کن ارشاد فرمایا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم جواز جماعت ثانیہ میں ایک دلیل مجیدہ رکھنا برہنہ ہیں۔ اور ایک حضرت مولانا احمد علی صاحب ہالہ پور قدس سرہ کو جو کہ اسناد میں حضرت مولانا نانوتوی کے - وہ دلیل جو حضرت مولانا نانوتوی کو معلوم ہوئی وہ قصہ صلوٰۃ خوف کا ہے کہ باوجود اسی کشمکش کے کہ جنگ کا موقع ہے ایک ہی جماعت کی گئی اور غازیوں کے دو عائد کیے گئے اور اس قدر حرکات اور دباؤ سب وایاب نماز کے اندر جابر کیا گیا۔

مگر جماعت ثانیہ کی اجازت نہ ہوئی حالانکہ یہ آسان تھا کہ ایک امام ایک طائفہ کو اپنی نماز پڑھاتا اور دوسرا امام اس کے بعد دوسرے طائفہ کو پوری نماز اجماعت پڑھا دیتا اور دوسرا امام اس کے بعد دوسرے طائفہ کو پوری نماز اجماعت پڑھا دیتا اس کو فرمایا کہ یہ دلیل ظاہر تر ہے اور چونکہ یہ نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت کے ساتھ خاص نہیں تھی بلکہ اب بھی اسی طرح ہشتہ کا حکم ہے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ اس لیے تھا کہ سب کو انکی اقتداء کا فضیلت حاصل ہوا اور وہ دلیل جو حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ نے

فرمائی ہے وہ دقیق ہے۔ مولانا احمد علی صاحب سے فرمایا کہ یہ مسئلہ ہے کہ میں مسجد میں ایک وقت بعد کی نماز پڑھ لی ہو تو اس مسجد میں پھر عرصہ کی جماعت درست نہیں ہے۔

چنانچہ شامی وغیرہ میں تصریح ہے کہ جمعہ کے بعد جامع مسجد کے کھلا بند کر دیتے ہیں اور اگر ایسا نہ ہو کہ پھر چند آدمی اگر جماعت ثانیہ کر لیں تو اس کی وجہ میں جو غور کیا کر گیا وہ اس عدم جواز کی ہے حالانکہ شرائط جمعہ سب علی طالبہ موجود ہیں۔ مصر بھی ہے، اذان عام بھی ہے، نماز بھی موجود ہیں۔ ایک مصر میں تعدد جمعہ بھی درست ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ دوبارہ جماعت جمعہ ایک مسجد میں صحیح نہ ہو تو اس کے سوا کچھ وجہ نہیں کہ جمعہ کے لیے جماعت بھی شرط ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جماعت ثانیہ جماعت مشروعہ نہیں ہے اور جب کہ وہ جماعت معتبر نہ ہوئی تو ایک شرط جمعہ کی فوت ہو گئی۔ پس معلوم ہوا کہ جماعت ثانیہ ایک مسجد میں درست نہیں ہے۔ ویسے کیا قال رحمہ اللہ۔ فقط (قادی والعلوم ولدیہ ۳۵ ص ۳۵۰)

فساد الصلوٰۃ بالقرآن من المصحف
نماز میں قرآن مجید دیکھ کر قرأت کر نیے نماز فاسد ہو جاتی ہے

عن رفاعہ بن رافع ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقص ہذا الحدیث قال فیہ قترہنا کما امرک اللہ بشوئہ فافترہ شوکیس فان کان معک قرآن فاقرؤ بہ والادنا حمد اللہ عزوجل وکبرہ وہلک الحدیث، (ابوداؤد ص ۱۸۷ ترمذی ص ۱۸۷)

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے یہ حدیث (ابوہانی کی نماز وال) بیان کی۔ اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ جیسے تجھے اللہ نے حکم دیا ہے ویسے وضو کر پھر اذان کہ پھر اقامت کہہ پھر تیسرے تحریر، کہہ پھر اگر تجھے کچھ قرآن یاد ہو تو وہ پڑھ اور پھر اللہ عزوجل کی حمد کر اور اس کی تحمیل و تہلیل کر یعنی الحمد للہ، اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہہ۔

۱۔ عن عبد اللہ بن رافع ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یستطیع ان یشی من القرآن شیئاً فلعن من یشی منہ فقال قتیبہ بن شیبان اللہ واللہ واللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ الحدیث، (ابوداؤد ص ۱۸۷ ترمذی ص ۱۸۷)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابہ
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آکر کہنے لگے کہ میں قرآن پاک سے
کچھ حاصل کرنے کی اپنی زبان یاد کرنے کی استطاعت نہیں کرتا
لہذا آپ مجھے کچھ سکھائیں جو میرے لیے کافی ہو۔ آپ نے فرمایا
تم یہ کہہ لو سبحان اللہ والحمد للہ ولا الا اللہ والہ والہ لا حول
ولا قوۃ الا باللہ۔

۳۔ عن ابن عباس قال سئل عن ما امی من القرآن
عجلن فقام اثناسیوس فی المصحف ونبھا
ان یقوما الا المحدثا (کنز العمال، ص ۱۸۸)
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہمیں اس سے منع فرمایا ہے
کہ ہم قرآن میں دیکھ کر لوگوں کی امامت کریں اور اس سے منع فرمایا
ہے کہ ہماری امامت بالغ کے علاوہ کوئی اور کرے۔

۴۔ عن جابر عن عامر قال لا یقوم فی المصحف
(صحیح ابن ابی شیبہ، ص ۲۳۲)
حضرت عافریؓ نے کہا کہ قرآن میں دیکھ کر امامت نہ کروائی جائے
فائدہ ادا دیتا ہوا اگر سے ثابت ہو رہا ہے کہ قرآن پاک میں دیکھ کر قرآن
کرتے ہوئے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ اس طرح کرتے سے نماز فاسد
ہو جاتی ہے، کیونکہ اگر قرآن میں دیکھ کر قرائت کرتے ہوئے نماز پڑھنا
پڑھنا جائز ہوتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس شخص کو جس نے یہ کہا تھا
کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے قرآن یاد کرنے کی استطاعت نہیں

ہے کوئی ایسی چیز مستحکم نہیں ہے کہ نماز ہو جائے۔
نہ درود نہ دے کہ کبھی اگر یاد کرنے کی استطاعت نہیں ہے تو قرآن میں
دیکھ کر نماز پڑھ لیا کرو۔ لیکن آپ نے یہ نہیں فرمایا بلکہ سائل سے کہا کہ
سبحان اللہ والحمد للہ الخ کہہ لیا کرو۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایک صاحب کو نماز سکھائی اور اس سے فرمایا کہ قرآن یاد ہو تو وہ پڑھو
ورنہ الحمد للہ اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہہ لیا کرو۔ اگر قرآن پاک میں دیکھ
کر قرائت کرتے ہوئے نماز پڑھنا چاہا بیچ ہوتا تو آپ اس شخص سے کہہ
دیتے کہ اگر قرآن ناپا یاد نہ ہو تو دیکھ کر پڑھ لیا کرو لیکن آپ کا یہ نہ فرمانا اور دیکھ کر
کے پڑھنے کا حکم دینا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ دوران نماز قرآن میں دیکھ کر قرائت
صحیح نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غلیظہ راشدہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ صحابہ
کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن پاک میں دیکھ کر نماز پڑھانے سے منع فرماتے تھے،
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قرآن میں دیکھ کر نماز پڑھانے سے منع فرمانا
بھی اس بات کی دلیل ہے کہ دوران نماز قرآن میں دیکھ کر قرائت کرنا منہج صلوٰۃ
ہے کیونکہ عابد سے کوئی متغنی قضا ہوتی ہے۔

دوسرے قرآن میں دیکھ کر قرائت کرنا تعلیم و تعلم کے زمرہ میں آتا ہے
جو مافی صلوٰۃ ہے۔ تیسرے دوران نماز قرآن پاک کو آخر میں مینا پھر اس میں
دیکھ کر پھر اوراق کو جہانیاہ عمل کثیر ہے اور عمل کثیر منہج صلوٰۃ ہے۔
لیکن ان ادا دیتا ہوا اگر سے ثبوت غیر قطعی کا کہنا ہے کہ قرآن میں
دیکھ کر قرائت کرتے ہوئے نماز پڑھنا چاہنا صحیح ہے، بلکہ نماز کے دوران
اگر قرآن پاک یا آتھوں میں اٹھائے، کھجے اور دوسرے بھی جتنا ہے تب بھی نا:
صحیح ہے۔ چنانچہ کتاب وحیدان صاحب کہتے ہیں۔

”ولا بأس ان يفتوا من المصحف ولو حصل
باليد او اليد او قلب او فم سواء كان
في الفراغ او الشاغل وكذا لا بأس ان
يفتح على امامه من المصحف خفي“

ترجمہ: (۱) اگر کوئی شخص

(نماز کے دوران) قرآن پاک میں دیکھ کر قرائت کرنے میں کوئی حرج
نہیں ہے اگرچہ قرآن پاک کو ایک یا دونوں ہاتھوں سے اٹھا رکھا
ہو اور ورثے جیسا ہے، قرائت اور فاضل اس میں یکساں ہیں
ایسے ہی قرآن پاک میں سے دیکھ کر اپنے امام کو تر ویتنے میں لگا کر
صرف نہیں ہے۔

مزید کہتے ہیں:-

”وكذا لا يكره ان يقرأ الامام فيها من المصحف
ويطلب الاوراق باصبعه“ (۱) (ترجمہ: امام
اور ایسے ہی محکوم نہیں ہے کہ امام نماز میں قرآن پاک میں دیکھ
کر قرائت کرنے اور اپنی انگلی سے اوراق جیسا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ضرورت کے بارے
جس کا حکم نہیں دیتے۔ علیہ السلام حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جس سے
منع فرماتے ہیں تابعین و تبع تابعین جس کو منع نہیں سمجھتے وغیرہ مقلدین کے
یہاں بجا کر جہت میں ہے، نماز چاہے جاتی ہے تو یہی ہے۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی صورت نصیحت ہے یا نواہی؟

فساد الصلوٰۃ بکلام الناس مطلقاً

نماز میں کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے چنانچہ جو کلام کہے یا سمجھ لے
۱۔ عن معمر بن النخعي عن الحكم السلمي قال بينا أنا

أصلي مع رسول الله صلى الله عليه وسلم إذ
خلفت رجلاً من القوم فقلت يرحمك الله غفاني
القوم بأبصارهم فقلت فاستل أقبية ما شاتمكم
تنظرون الحب فجعوا يضيئون بأيديهم على
أفخاذهم فلما رأيتهم يصمتونني لکن
سكت فلما صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم
فبأي هو وأحباب ما رأيت معلماً قبله ولا بعده
أحسن تعلماً منه فوالله ما كهرني ولا ضيقني
ولا مشتجني ثم قال إن هذه الصلوٰۃ لا يصلح
فيها شيء من كلام الناس إنما هو التسبيح
والتكبير وقراءة القرآن، الحديث
(مسلم، ص ۱۰۰)

حضرت معمر بن النخعي رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ مقتدیوں
میں سے ایک صاحب نے چھینک ماری۔ میں نے جواباً میں اللہ
اللہ کہا تو لوگ مجھے گھوڑنے لگے میں نے کہا تمہیں تمہاری مائیں
گم ہائیں تمہیں کیا ہو گیا جو مجھے اس طرح گھوڑ رہے ہو، گھوڑا اپنے
اندر اپنی داگوں پر مارنے لگے، تب میں نے صرصر کیا کہ یہ مجھے

ہوئی ہے۔

۴۔ عن عبد اللہ بن مسعود قتال کنا نسلم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلوٰۃ قبل ان نأتی ارض الحبشۃ فیرد علینا فلما رجعنا سلمت علیہ وهو یصل فسلم یرد حتی فاقنا فی ما قرب وما بعد فجلست حتی فقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ فقلت لہ یا رسول اللہ قد سلمت علیک وانت تصلی فسلم یرد علی

السلام فقال ان اللہ قد یحدث من امر ما یشاء وانہ مما احدث ان لا تسلموا فی الصلوٰۃ (مسند عبد بن مسعود ۱۵ ص ۱۰۲ و ابوداؤد ۱ ص ۱۰۲) نسائی ۱ ص ۱۰۲

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سرزمین حبشہ آنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے دوران سلام کرتے تھے تو آپ جواب دیتے تھے، جب ہم حبشہ سے واپس آئے تو میں نے آپ کو سلام کیا اس حال میں کہ آپ نماز پھر رہے تھے آپ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا مجھے قریب ذہین کی محکموں نے اگھیرا، میں یہ گھبراہٹ میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری فرمائی، میں نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کو جب کہ آپ نماز پھر رہے تھے سلام کیا تھا۔ آپ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا، آپ نے

خاموش کرنا چاہتے ہیں تو میں خاموش ہو گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پھر چکے تو میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کوئی استاذ دینا نہیں دیکھا تو تعلیم دینے میں آپ سے اچھا ہو، بخدا آپ نے مجھے فائزہ مارا طبرہا ملا، بس اتنا فرمایا کہ یہ نماز ایسی سبت جس میں لوگوں کی ہمت چیت کی بالکل گنجائش نہیں ہے اس میں تو تبلیغ و حجیر اور قراستہ ہوتی ہے۔

۱۔ عن عبد اللہ قتال کنا نسلم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و هو فی الصلوٰۃ فیرد علینا فلما رجعنا من عند المختار سلمنا علیہ فلم یرد علینا فقلنا یا رسول اللہ کنا نسلم علیک فی الصلوٰۃ فترد علینا فقال ان فی الصلوٰۃ شغلا

(ترمذی ۱ ص ۱۰۲، مسند ۱ ص ۱۰۲، مسند ۱ ص ۱۰۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے تھے اس حال میں کہ آپ نماز میں ہو تے تھے، آپ ہمیں جواب دیتے تھے، جب ہم نماز (شاد بیکہ) کے یہاں سے واپس ہوئے تو ہم نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے جواب نہیں دیا (نماز کے بعد) ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کو دوران نماز سلام کرتے تھے تو آپ جواب دیتے تھے، آپ نے فرمایا کہ نماز میں مصروفیت

فرمایا یہ شک کہ اللہ تعالیٰ اپنے مسلمانوں میں جو چاہتے ہیں اسے احکام نازل فرما دیتے ہیں اور ان نئے احکام میں سے یہ حکم بھی ہے کہ تم نماز میں باتیں نہ کرو۔

۴۔ عن زید بن ارمم قال کنا نکتلم فی الصلوة یکلم الرجل صاحبه وهو فی جنبہ فی الصلوة حتی نزلت وقضوا اللہ یبیت فی الصلوة بالکسوت ولہینا عن الکلام،

روایات: اصنفہ اسلم، اصنفہ اسلم، حضرت زید بن ارمم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نماز میں باتیں کر لیا کرتے تھے۔ ایک شخص دوسرے شخص سے جو اس کے پیچھے ہوتا نماز میں باتیں کر لیا کرتا تھا حتیٰ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ "کسرتے ہو اللہ تعالیٰ کے حضور میں عاجزی کے ساتھ" قرہیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور بات سے منع کر دیا گیا۔

قال ابو علی حنیف زید بن ارمم حدیث حسن صحیح والعلی علیہ عند اکثر اہل العلو قالوا اذا تکلم الرجل عامداً فی الصلوة او مشاء یا اداء الصلوة وهو متعل الشوک و ابن المبارک الخ

حضرت امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ارمم رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اس پر اکثر اہل علم کا عمل ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی نماز میں غلامی بھول کر کلام کرے تو نماز دوبارہ پڑھنے

ہیں حضرت سفیان ثوری اور حضرت عبد اللہ بن مبارک کا قول ہے۔

۵۔ عن سہل بن سعد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال من غاب عن مسجداً فی صلوۃ فلیقل سبحان اللہ استجاب التضرع للسماء والتسبیح للرجال، (شرح صحیح الآثار ۱/۱۱۱) (اصنفہ اسلم،

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اپنی نماز میں کوئی چیز پیش آئے اسے چاہیے کہ وہ سبحان اللہ کہے، جیسا کہ تصدیق ایک بات کی پشت پر دوسرے ساتھ کی پشت سے ملنا، عزتوں کے لیے سب سے اعلیٰ حد تک عروج کی گئی۔

۶۔ عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یكلم من یقف فی الصلوة ولا ینقض الوضوء، (روایات: اصنفہ اسلم،

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز میں کلام کرنا نماز کو توڑ دیتا ہے وضو کو نہیں توڑتا۔

۷۔ عن عطاء بن ارفیہ و یاج ان عمار بن الخطاب صلی باصحابہ الظہر او العصر کسبتین ثم سلم فقل لہ انا صلیت رکعتین قال اکتا لک قالوا نعم فاعاد بہم الصلوة، (کتاب الحج للامام محمد ۱/۱۵۵)

حضرت عمار بن ابی رباح سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق

رضی اللہ عنہ کے اپنے ساتھیوں کو ظہر یا عصر کی نماز پڑھانی دیکھتا ہوں
پھر سلام پھیر دیا۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ نے تو دو رکعتیں پڑھانی
ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا واقعی ایسا ہے؟ گوگوں نے کہا کہ ہاں
آپ نے ان کو دو بار نماز پڑھائی۔

۸۔ عن ابن جبرین قال قلت لعلہ ان آیت لم یسجد
فی المسکتوبۃ فتکلمت قال یلفظۃ قلت نعم
قال وشد انقطعت صلوٰۃک فکذبت لھا جلدۃ

(صحیح بیہقی ۲/۵۷۲)

حضرت ابن جبرینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مطہرؒ سے عرض
کیا کہ اگر میں فرض نماز میں جھوٹے سے کلام کروں تو یہ کیسے اس
کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کلام انقضائے ساتھ کیا جتنوں میں
نے کیا کہ ہاں آپ نے فرمایا نہادی نماز فوت گئی پھر دوبارہ نئے
سر سے پڑھو۔

۹۔ عن ابی حنیفہ اند مسئل عن رجل صلا فکلم
و قد دقیت علیہ رکعتہ قال یستقبل صلوٰۃ

(صحیح بیہقی ۲/۵۷۱)

حضرت ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کے بارے میں سوال
ہو جس نے نماز میں کلام کر لیا تھا اور کسی کی ایسی ایک رکعت
پڑھ لی تھی۔ ذکر وہ کیا کر سکا، آپ نے فرمایا نئے سرے سے
نماز پڑھے۔

لکھو احادیث کا نام۔ انت جبر سے کہ جہاد اسلام میں لوگ نماز۔

دورانِ بات چیت کر لیا کرتے تھے۔ جب آپ صبح کراہت و شام کو اذان
قُریب تھا۔ نماز ہوئی تو بات چیت کو نماز کے منافی قرار دیتے ہوئے نماز
کے دوران میں کر لیا گیا۔ جبکہ حضرت زہد بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث سے
واضح ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نماز میں بات چیت نہ کرنا
نماز کے گرا فرگن میں سے ہے جو غرض قلبی سے ثابت ہے، جب نماز
میں بات چیت نہ کرنا فرض ہوا تو جو بات چیت کر کے گناہ یا سہوا وہ
ہر ایک فرض ہو گا اور ہر فرض سے نماز کا فاسد ہونا ظاہر و باہر ہے۔ حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ نماز میں بات چیت کی باطل گناہ نشی
نہیں ہے نماز تو قبیح و نجس اور فساد ہے قرآن کا نام ہے، جبکہ حضرت
سعاد بن یحکم سلمیٰ کی حدیث سے واضح ہے، نیز آپؐ نے فرمایا کہ اگر نماز میں
حسب موقع نئے احکامات بھیجے۔ جتنے ہیں ان احکامات میں سے ایک
یہ بھی ہے کہ تم نماز میں بات چیت نہ کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں کلام
کرنا۔ مطلقاً منع ہے جان بوجہ کر ہوا جھوٹے سے، کیونکہ آپؐ نے اس میں
کوئی ایسی تفصیل نہیں لگا تھی۔ بات ذکر و جھوٹے سے بجا اصرار و صراحت کے
بے برکتی صرف نہیں۔

ایک موقع پر آپؐ نے جب کبھی تفصیل کے لئے ارشاد فرمایا کہ اگر نماز میں کلام
کرنا نماز کو توڑ دیتا ہے۔ جبکہ حضرت جابرؓ کی حدیث میں واضح ہے کہ شہد
اسی لیے آپؐ نے نماز میں کوئی حکم دیا کہ اگر کلام کرنا سناستے سے گزرنے والے
کو ظہر کی پڑ سے تو مرد و عورت اللہ کے اور محمدؐ کی تسبیح کی پشت پر دوسری
تسبیح کی پشت سے آواز پیدا کر کے متنبہ کریں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ
علاقہ میں دوسرے کو متنبہ کر کے کہ۔ جا سکتی۔ لیکن

بابت حیثیت بالکل نہیں کی جاسکتی۔ ان امور سے یہ بات بالکل جلیں ہو گئی کہ نماز کے دوران بابت حیثیت کو قصداً بھولا جھوٹے سے نماز کے منافی ہے جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ غلطی سے نلہا، پھر عسکری دور کتیں چٹھا کر سلام پھیر دیا، آپ کو بتلایا گیا کہ آپ نے صرف دو رکعتیں پڑھائی ہیں۔ آپ نے مشرتوں سے استفسار کیا کہ کیا واقعی ایسا ہی ہوا ہے تو لوگوں نے کہا کہ جی ہاں ایسا ہی ہوا ہے، اس موقع پر آپ نے منے منے سے دو بار نماز پڑھائی۔

مگر اصلاح صلوٰۃ کے لیے نماز کے دوران کلام کرنے کی گنجائش ہوتی اور نماز منقطع نہ آپ اگلی دو رکعتیں چٹھا کر سجدہ ہو کر کے فارغ ہو جاتے تھے کہ سے دوبارہ چار رکعتیں نہ پڑھاتے، جلیل القدر تابعین و تبع تابعین حضرت عطارد بن ابی رباحؓ، حضرت ابراہیم نخعیؓ، حضرت سفیان ثوریؓ، حضرت عیاض بن مبارکؓ کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ نماز کے دوران بابت حیثیت کرنے سے۔

علاوہ ازیں نماز ٹوٹ جاتی ہے اور دوبارہ منے منے سے پڑھنی پڑتی ہے لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متحدین کا کہنا ہے کہ نماز کے دوران جھوٹے یا غلطی کے متعلق بابت حیثیت کرنے سے کچھ نہیں ہوتا نماز صحیح رہتی ہے۔

چنانچہ نواب نور الحسن خاں صاحب لکھتے ہیں۔

”و کلام ساری مشرطوۃ خیسعہ“ (مردن نماز مسئلہ)

تجربوں کے بابت حیثیت کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

پوسٹل کریشی صاحب لکھتے ہیں۔

”اہم اور مقتدی اگر نماز کی جھول کی بابت کچھ گفتگو کریں تو بھی

نماز میں کچھ نقصان واقع نہیں ہوتا۔“ (دوستدار مسیح ص ۱۱۳)

پیر سندی کے شیخ الحدیث اسماعیل سلمیٰ صاحب لکھتے ہیں۔

”اگر نماز میں جھول ہو جائے اور نماز میں اس کی اطلاع نہ ہو سکے نماز ختم ہونے کے بعد معلوم ہو کہ کوئی غلطی ہوئی اس کے متعلق تحقیق کے طور پر جو گفتگو ہو نماز میں اس سے کوئی عریض واقع نہیں ہوتا نماز کی تکمیل کے بعد سجدہ ہو کر کیا جائے جھولنے کی حدیث سے خلاص رہتے۔“ (رسول اکرم کی نماز مسئلہ)

ملاحظہ فرمائیے: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ نماز میں بابت کی گنجائش نہیں۔ اللہ کا حکم ہے کہ تمام نماز میں بابت حیثیت نہ کرو، نماز میں بابت حیثیت سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، صحابہ کرام فرما رہے ہیں کہ ہمیں اکیس مرتبہ ”رَقَوْا فَاِنَّكُمْ فُحِشْتُمْ“ نازل ہونے کے بعد بابت حیثیت سے منع کر دیا گیا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نماز کی اصلاح کے متعلق بابت حیثیت ہوئی ہے تو آپ نماز ٹوٹا سٹے ہیں، جلیل القدر تابعین و تبع تابعین فتوے دے رہے ہیں کہ اگر نماز کے دوران بابت حیثیت کر لی جائے ہے قصداً ہے جھول کر تو نماز ٹوٹا پڑے گا۔ لیکن غیر متحدین کہہ رہے ہیں کہ نماز میں کوئی ضرورت نہیں، یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ جھوٹے سے سلام پھیرنے کے بعد چاہے جتنے بھی نماز کے منافی کام کریں، بے شک و کان کا حساب و کتاب کریں معاملات بھی طے کر لیں یا دیکھنے یا دیکھنے پر ملاحظہ باقی رکھتیں پوری کر کے سجدہ ہو کر بیٹھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ نماز ہو گئی۔

تاریخیں کلام اس طرح سے نماز پڑھنا اور اسے صحیح سمجھنا یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

ابواب الوتر

وجوب الوتر ————— وتر واجب ہیں

۱۔ عن عبد الله بن بريدة عن أبيه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول الوتر حق فمن لم يوتر فليس منا الوتر حق فمن لم يوتر فليس منا الوتر حق فمن لم يوتر فليس منا .

ابوداؤد ۱۵۸۱، مسند حاکم ۲، مسند

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا آپ فرما رہے تھے وتر حق (واجب) ہیں، جن نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں، وتر حق (واجب) ہیں جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں، وتر حق (واجب) ہیں جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔

۲۔ عن عبد الله بن عمرو عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اجعلوا آخر صلواتكم بالليل وترا .

(بخاری ۱۷۸۱، مسند ۱۵۸۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اپنی رات کی آخری نماز وتر بناؤ۔

۳۔ عن ابن عمر ان النبي صلى الله عليه وسلم

قال بادروا بالصبح بالوتر (مسلم ۱۵۸۱)
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا صبح ہونے سے پہلے پہلے وتر پڑھ لیا کرو۔

۴۔ عن أبي سعيد ان النبي صلى الله عليه وسلم اوتر قبل ان تصبحوا . (مسلم ۱۵۸۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وتر صبح ہونے سے پہلے پڑھ لیا کرو۔

۵۔ عن جابر فقال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من خاف ان لا يعتموم من آخر الليل فليوتر

أو لئذ ومن طمع ان يعتموم آخره فليوتر آخر الليل فان صلوة آخر الليل مشهورة وذلك الفضل (مسلم ۱۵۸۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے یہ اندیشہ ہو کہ وہ رات کے آخری حصہ میں نہیں اٹھ سکے گا تو اسے چاہیے کہ وہ شروع رات ہی میں تر پڑھ لے، اور جسے یہ امید ہو کہ وہ رات کے آخری حصہ میں اٹھ جائے گا تو اسے چاہیے کہ رات کے آخری حصہ ہی میں تر پڑھے، کیونکہ رات کے آخری حصہ کی نماز وشتوں کے حاضر ہونے کا وقت ہے اور یہ افضل ہے۔

۶۔ عن أبي سعيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن حاص رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر لوگوں کو خطبہ پڑھتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ابوبصرہؓ نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایک نماز ناکہ کی ہے جو تو پہلے اقامتِ شام کی نماز کے بعد سے لے کر فجر کی نماز تک کے درمیان ورمیان اسے پڑھا کرو، ابوسعید کہتے ہیں کہ حضرت ابوقحیفؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مسجد میں جا کر ابوبصرہؓ سے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ فرماتے سنا ہے جو عمرؓ نے بیان کیا ہے، حضرت ابوبصرہؓ نے فرمایا جی ہاں یہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے

۱۔ عن ایوب الانصاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوتر حق واجب علی کل مسلم، (مسند احمد صحیح ابن ماجہ، سنن ابوالکثیر، سنن ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارالحدیث ۲/۲۸۷) حضرت ابوالربیع انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وتر حق ہے واجب ہیں ہر مسلمان پر۔

۲۔ عن عبد اللہ عن انس بن مالک عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الوتر واجب علی کل مسلم،

(کنز العمال، مستدرک من زاد المعاد، ۱/۲۵۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا وتر واجب ہیں ہر مسلمان پر

۱۔ عن حاتم بن حمزہ قال قال علی ان الوتر ليس بجمعة كصلواتكم المسكوبة ولكن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اوتوا بكم قال يا اهل القرآن اوتوا فان الله وتر يحب الوتر، (مسند ابن ماجہ، ۱/۳۱۱)

حضرت حاتم بن حمزہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا وتر فرض نماز کی طرح توڑ دی نہیں ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھے پھر فرمایا کہ اسے قرآن والوں وتر پڑھو جیسے شک اللہ تعالیٰ وتر (طاق) ہیں اور وتر (طاق عدد) کو پسند فرماتے ہیں۔

۲۔ عن مالك انه بلغه ان رجلا سأل عبد الله بن عمر عن الوتر أواجب؟ فوافقه قال عبد الله بن عمر قد اوتر رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وادعوا المسلمون قال فجعل الرجل يردد عليه وعبد الله بن عمر يقول قد اوتر رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وادعوا المسلمون، (مسند امام، ۱/۲۸۷)

حضرت امام مالکؒ سے مروی ہے کہ انہیں یہ بات پہنچی ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے وتر کے بارے میں سوال کیا کہ کیا وتر واجب ہیں تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھے اور مسلمان بھی پڑھتے رہے، امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ وہ

شخص آپ سے برابر کسی پوچھتا رہا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہی فرماتے رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھے اور مسلمان بھی پڑھتے رہے۔

۱۲۔ عن ابی ایوب قتال الوقت حق او واجب ،

(صحیح ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۱۱)

حضرت ابی ایوب فرماتے ہیں کہ وتر حق ہے یا واجب ہیں۔

۱۳۔ عن مجاہد قتال حق واجب ولم یکتب ،

(صحیح ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۱۱)

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ وتر واجب نہیں فرض نہیں لکھتے تھے۔

۱۴۔ عن طاہر بن الوقت واجب یعاد المیس اذا نسى .

(صحیح ابی داؤد ۳ ص ۳۵)

حضرت طاہر سے مروی ہے کہ وتر واجب نہیں اگر بخوشی سے نہ جائیں تو مختار پڑھے جائیں گے۔

۱۵۔ عن مجاہد قتال أو تر أو انش طاعت الشخص

(صحیح ابی داؤد ۳ ص ۱۱۱)

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ وتر پڑھو اگرچہ سورۃ طہ پڑھو (یعنی اگر تضرع پڑھیں پڑھے تو پڑھو)۔

۱۶۔ عن یزید قتال یا نیت عن عن وحید اصبح

ولم یوتر قتال یا نیت فو نیت عن الفجر حق

تطیع الشخص المیس کنت قصی ۳۱ تہ

(صحیح ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۱۱)

یوتر ،

حضرت یزید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مجاہد بن جریج رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص وتر پڑھے بغیر سورۃ طہ کے تو کیا کرے؟ آپ نے فرمایا بخلاف اگر تم صبح کی نماز پڑھے بغیر سورۃ طہ کی کہ نماز طہ پڑھو یا نہ پڑھو صبح کی نماز نہیں پڑھو گے گویا آپ یہ فرما رہے تھے کہ وہ شخص وتر پڑھے۔

۱۷۔ عن الشعبي وحظا والحسن وطاوس ومجاهد

قتال ان شذخ الوقت وان طاعت الشخص ،

(صحیح ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۱۱)

حضرت امام شعبی حضرت طاہر، حضرت حسن بصری، حضرت طاہر

حضرت مجاہد رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ وتر کو نہ چھوڑو اگرچہ سورۃ طہ پڑھو یا نہ پڑھو۔

۱۸۔ عن الشعبي قال لا شذخ الوقت ولو تضرعت

القلوب ،

حضرت امام شعبی فرماتے ہیں کہ وتر کو نہ چھوڑو اگرچہ نصعت انہما

ہی کہیں نہ پڑھو۔

ذکرہ احادیث و آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ وتر کی نماز واجب ہے کیونکہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود فرما رہے ہیں کہ وتر واجب ہے جیسا کہ حضرت

ابو ایوب انصاری اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی احادیث

سے واضح ہے دوسرے متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے

معاذ کرام کو وتر پڑھنے کا حکم دیا ہے اور یہ قانون ہے کہ اگر عجب کے لیے

ہوتا ہے جب تک کہ دوسرے کوئی مصلحت نہ لائے یا کوئی قرینہ نہ ہو دوسرے

آپ نے وتر پڑھنے پر ایسا فرمایا ہے کہ جس نے وتر پڑھا ہے وہ ہم میں سے نہیں۔ یہ بھی وجہ کی علامت ہے، چوتھے آپ نے دعوہ جاسے کی صورت میں تھنا کر سنے کا حکم دیا ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وتر واجب ہیں کیونکہ تھنا فرض واجب بھی کی جاتی ہے، پانچویں آپ نے وتر کی نمازیں مواظبت و مداومت پر ترک فرمائی ہے، اس سے بھی وتر کا وجہ ثابت ہو جاتا ہے، یہ صحیح کلام اور تابعی عظام کے قرائن سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وتر واجب ہیں۔

لیکن اہی تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متدین کا کہنا ہے کہ وتر واجب نہیں ہیں۔

چنانچہ لو اب نواد حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

”ووتر من ست برابر مسلم لیکن واجب نیست معہذا تھنا

کی ثابت است“ (عرف الہادی ص ۳۳۱)

اور وتر حق ہیں ہر مسلمان پر لیکن واجب نہیں ہیں البتہ ان کی

تھنا ثابت ہے۔

ملاحظہ فرمائیے، اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن ہے

ہیں کہ قرآن واجب ہیں۔ صحابہ کرام کے قرائن سے ثابت ہو رہا ہے کہ وتر

واجب ہیں تا تابعی کلام کہہ رہے ہیں کہ قرآن واجب ہیں لیکن غیر متدین

کہہ رہے ہیں کہ انہیں صاحب و قرآن واجب نہیں۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ حدیث کی مواظبت ہے یا بخل انت ؟

الایثار مثلث موصولة وعدم الفضل بینہم بالسلام
ووجوب القعدة علی الركعتین منها
وحرکتین رکعتیں اکثری ایک سلام سے پڑھنی یا نہیں
اور وتر کی پہلی دو رکعت کے بعد قعدة واجب ہے

(۱)

عن ابی سلمة بن عبد الرحمن انه اخبرہ انه

سأل عائشة رضي الله عنها كيف كانت صلاة

رسول الله صلى الله عليه وسلم في رمضان

فقال ما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم

يزيد في رمضان ولا في غيره على احد من

عشرة ركعة يصلي اربعاً فلا تسئل من حفظهن

وطولهن ثم يصلي اربعاً فلا تسئل من حفظهن

وطولهن ثم يصلي ثلثاً الحديث

(بخاری و مسلم و مسند احمد و ترمذی و ابی داؤد)

حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف سے مروی ہے انہوں نے

سیدنا ابی بکر صدیقؓ کو خبر کیا کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ

عنها سے یہ ثابت فرمایا کہ رمضان المبارک میں رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی نماز کیسی ہوتی تھی؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان یکساں گیارہ رکعتوں سے

زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ پہلے چار رکعتیں پڑھتے پھر پڑھ کر وہ

کتنی حسین و طویل ہوتی تھیں، پھر چار رکعتیں پڑھتے پھر پڑھ کر وہ

کتنی حسین اور طویل ہوتی تھیں پھر تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

۲۔ عن عبد اللہ بن عباس امہ فقتد عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مناسیقظ فقتو لک وقولنا وهو یقول ان فی خلق السموات والارض واخلق العییل والنهار لآیات لا ولی الا للباب فقتو قولاء الآیات حتی یختم السجدة ثم قام فصلی رکعتین غاطل فیہما التقیام والركوع والبیح ثم انصرفت فقام حتی یغنی ثم قفل ثلاث ثلاث مولات ست رکعات کل ذالک یستاک وینصنا ویقتو قولاء الآیات ثم اوتر ثلاث ، الحدیث (مسلم ۵۱ ص ۱۱۱)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (اپنی خانہ سمیٹر کے گھر میں) سوئے ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بیدار ہوئے صواک کی وضو کیا اور یہ آیات تلاوت فرمیں ، ان فی خلق السموات والارض واخلق العییل والنهار لآیات لا ولی الا للباب فقتو قولاء الآیات ثم انصرفت فقام فصلی رکعتین غاطل فیہما التقیام والركوع والبیح ثم انصرفت فقام حتی یغنی ثم قفل ثلاث ثلاث مولات ست رکعات کل ذالک یستاک وینصنا ویقتو قولاء الآیات ثم اوتر ثلاث ، الحدیث (مسلم ۵۱ ص ۱۱۱)

رکعات وتر ہے ۔

۳۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من الغلیل ثمان رکعات و یوتر بثلاث ویصلی رکعتین قبل صلوۃ الفجر (مسلم ۵۱ ص ۱۱۱)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو پہلے آٹھ رکعات پڑھتے پھر تین رکعات وتر پڑھتے ۔ پھر دو رکعت (سنت) فجر کا نماز سے پہلے پڑھتے ۔

۴۔ عن عامر الشعبي قال سألت ابن عباس وابن عمر کیف کان صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالغلیل فقال ثلاث عشرة رکعة ثمان و یوتر بثلاث و رکعتین بعد الفجر ، (مسلم ۵۱ ص ۱۱۱)

حضرت امام ماہر شعبی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کو نماز کیسی ہو تی تھی ، ان دونوں نے فرمایا کہ نماز آٹھ رکعات تھی اور دو رکعت پڑھتے تھے پھر تین رکعات فجر کے بعد پڑھتے تھے (مسلم ۵۱ ص ۱۱۱)

۵۔ اشیر نا ابو حنیفہ حدیثنا ابو جعفر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی ما بین

صلوة العشاء إلى صلوة الصبح ثلث عسرة
ركعة شأن ركعات تطوعها وثلاث ركعات الوتر
وركعتي الفجر، (سورة المائدة ٤٠)

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت امام ابو حنیفہؒ نے خبر دی اور وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت ابو یوسفؒ نے حدیث بیان کی، فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کے بعد سے گھر صبح کی نماز تک کے درمیان تیس روکعات پڑھا کرتے تھے آخر روکعات نفل و سجدہ تین روکعات وتر اور دو روکعت فجر کی سنت۔

۱۔ عن حمزة عن عائشة إن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول ثلاث يترأى في الركعة الأولى وبسبح اسم ربك الأعلى وفي الثانية قل يا أيها الكافرون وفي الثالثة قل هو الله أحد وقل أعوذ برب العلق وقل أعوذ برب الناس (دار الفکر ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۷ء) مسند رکعتی (۱۳۲۵ھ)

حضرت عمر و حضرت عائشہ رضی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلى دوسری میں قل يا ايها الكافرون اور تیسری میں قل هو الله احد وقل اعوذ برب العلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے تھے۔

عن علي بن عاتق قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم
يقرأ ثلث يقرأ فيهن بقسع سور من المفصل
يقرأ في كل ركعة ثلث سور آخرهن قل
هو الله أحد
وترقى اصلي

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فطر سے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درمیں رکعات پڑھا کرتے تھے۔ تینوں رکعتوں میں تسبیح منقول کی (سورہ میں پڑھتے تھے، ہر رکعت میں تین سو تیس پڑھتے سب سے آخری سورت فتل ہو اللہ احد چلتی تھی۔

عن ابن عباس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في كل صلاة اللهم اني اعوذ بك من الهم والحزن ومن الغم والمكروه ومن البخل والبخل ومن الغفلة والنسيان ومن الجبن والبخل ومن الغفلة والنسيان ومن الجبن والبخل ومن الغفلة والنسيان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں سبح اسم ربك الا على حش ولا يا ايها الكفرون اور قل هو الله احد پڑھا کرتے تھے یہ سورت ایک رکعت میں۔

عن عبد الرحمن بن أبي محمد أنه صلى مع النبي
صلى الله عليه وسلم ألوتر فمترأفكاً وفي
يسبح اسم ربك الله على وفي الحثانيته قتل
يأبها الكفرون وفي الحثانيته قتل هو الله أحد
فلمأ فرغ وقال سبحانه الملك القهوج

ثَلَاثًا يَهْدُ صَوْتَهُ بِالْعَالِشَةِ،

(طحاوی ۱ ص ۱۱۱، مسند احمد ۱۰ ص ۱۱۱، نسائی ۱ ص ۱۱۱)

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ وتر کی نماز پڑھی تو آپ نے پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ دوسری میں قتل یا ایہا الکفرون اور تیسری میں قتل ہو اللہ احد پڑھی، حبيب آپ فارغ ہوئے تو آپ نے میں ہا یہ کلمات کہے سبحان الملك القدوس اور تیسری مرتبہ قوا زملندک۔

۱۰۔ عن ابن کعب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بسبح اسم ربك الاعلیٰ و قتل یا ایہا الکفرون و قتل ہو اللہ احد،

و نألی ۱ ص ۱۱۱، ابوداؤد ۱ ص ۱۱۱، ابن ماجہ ۱ ص ۱۱۱، مسند احمد ۱۰ ص ۱۱۱ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبح اسم ربك الاعلیٰ قتل یا ایہا الکفرون اور قتل ہو اللہ احد کے ساتھ وتر کی نماز پڑھتے تھے۔

۱۱۔ عن عبد العزیز بن جریر یحییٰ قال سألت عائشة ام المؤمنین بای سبی قال یوتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثا کان یقر فی الاویٰ بسبح اسم ربك الاعلیٰ و فی الثانیة یقول قتل یا ایہا الکفرون و فی الثالثة یقول قتل ہو اللہ احد المؤمنین و مسند احمد ۱۰ ص ۱۱۱، ابوداؤد ۱ ص ۱۱۱، ابن ماجہ ۱ ص ۱۱۱

حضرت عبدالعزیز بن جریر فرماتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن میں کون سی سورتیں پڑھتے تھے۔ آپ نے فرمایا پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ دوسری میں قتل یا ایہا الکفرون اور تیسری میں قتل ہو اللہ احد قتل ہو اللہ احد قتل ہو اللہ احد اور قتل ہو اللہ احد پڑھتے تھے۔

۱۲۔ عن ابن کعب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقر فی الاویٰ بسبح اسم ربك الاعلیٰ و فی الثالثة الثانیة یقول قتل یا ایہا الکفرون و فی الثالثة یقول قتل ہو اللہ احد و لا یسلم الا فی آخرهن و یقول یقول بعد التسلیع سبحان الملك القدوس ثلاثا۔ (نسائی ۱ ص ۱۱۱)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ دوسری رکعت میں قتل یا ایہا الکفرون تیسری رکعت میں قتل ہو اللہ احد پڑھتے تھے اور سلام قضا آخری رکعت تک میں پھیلتے تھے اور سلام پھیرنے کے بعد تین دفعہ سبحان الملك القدوس کہتے تھے۔

۱۳۔ عن عائشة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا صلی العشاء دخل المنزل شوعصی رکعتین ثم صلی بعد ہما رکعتین اطول

منهما ثم اوق بثلاث لا يفصل بينهما الحديث
(مسند احمد ۲ ص ۱۵۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عشاء کی نماز پڑھتے تو گھر تشریف لاتے پھر دو رکعت پڑھتے پھر ان سے لمبی دو رکعتیں اور پڑھتے پھر تین رکعات وتر پڑھتے اور ان تینوں رکعتوں میں فصل نہیں فرماتے تھے (یعنی دو رکعت کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے)

۱۲۔ عن سعد بن هشام ان عائشة قالت حدثتني رسول الله صلى الله عليه وسلم كان لا يسلم في ركعتي الوتر۔ (سنن ابی داود ۱ ص ۲۵۲) حضرت سعد بن هشام رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

۱۳۔ عن عائشة قالت سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يسلم في الركعتين الا وليين من الوتر۔ (مسند احمد ۲ ص ۱۵۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

۱۴۔ عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يوتر بثلاث لا يسلم الا في آخرهن وهذا قول اصحاب المؤمنين مصر به الخطاء

رحمى الله عند وعنده اخذته اهل المدينة،
(مسند احمد ۲ ص ۱۵۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر پڑھتے تھے اور سلام نقل کفری رکعت میں پھیرتے تھے اور یہی امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بھی وتر ہیں، انہیں سے یہ اہل مدینہ نے لیے ہیں۔

۱۵۔ عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوة الليل مثلي مثلي فاذا اردت ان تصوم فادرك ركعتي فوتر لك ما صليت قال الاتاسم ورايتنا انما صامنا ادر كنا يوترون بثلاث، الحديث، (بخاری ۲ ص ۱۳۷)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کی نماز دو دو رکعت ہوئی ہے پھر جب تم نماز فارغ ہو کر جائے گا نماز دو دو رکعت اور پھر نو رکعتی پڑھی ہوئی نماز کو دو رکعت بنا دو گے، حضرت قاسم فرماتے ہیں کہ ہم نے لوگوں کو دیکھا جب سے ہم نے ہر شخص کو یہاں لاکر دو رکعتیں رکعات ہی پڑھتے ہیں۔

۱۶۔ عن الفضل بن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الصلوة مثلي مثلي تشهدك كلاركستين، الحديث، (ترمذی ۲ ص ۱۵۶)

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز دو رکعت ہوتی ہے اور دو رکعتوں میں تشہد ہے۔

۱- عن ام سلمة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہتال فی کل رکعتین تشهد وتسلم علی المرسلین وعلی من تبعہم من عباد اللہ الصالحین

دجمع الزائد ۲۲ مسئلہ ۱
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہر دو رکعت میں تشہد ہے اور رسولوں پر اور ان کی پیروی کرنے والے اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہے۔
۲- عن عائشۃ قالت (فی حدیث طویل) وكان یقول فی کل رکعتین التحیۃ (مسلم ۱۵۱ ص ۱۱۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (ایک لمبی حدیث کے ذیل میں) فرماتی ہیں کہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ہر دو رکعت میں التحیات ہے۔

۲- عن عبد اللہ بن مسعود مرفوعاً الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہتال اذا قعدتم فہ کل رکعتین فقولوا التحیات للہ الحدیث
(مشافہ ۱۵ مسئلہ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب تم ہر دو رکعت میں قعدہ کرو تو التحیات للہ (آخر تک) پڑھو۔

۲۲- عن عبد اللہ ہتال ارسلت امی فیلہ لتحبیت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتفتل کیف یوسر فصل ما شاء اللہ ان یصل حتی اذا کان آخر اللیل واراد الوقوف قرأ بسمیح اسم ربک الی علی فی الرکعت الاولی وقرأ فی الثانیۃ قتل یا ایہا الکفرون ثم قعد ثم قام ولم یفصل بینہما بالسلام ثم قرأ یصل هو اللہ احد حتی اذا فرغ کبر ثم قنت فعدا بما شاء اللہ ان ینصت ثم کبر وکعب الخ

۱۱- استیعاب فی معرفۃ الاصحاب لابن عبد البر ۴ ص ۱۱
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ کو ایک دفعہ راستہ گزارنے کے لیے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہاں بھیجا تو وہ یہ دیکھیں کہ آپ دو کیسے پڑھتے ہیں (آپ کی والدہ فاتیہ ہیں) آپ نے نماز پڑھی جتنی کہ اللہ تعالیٰ نے چاہی تھی کہ جب رات کا اخیر ہو گیا اور آپ نے وتر پڑھنے کا ارادہ کیا تو پہلی رکعت میں بسمیح اسم ربک الی علی اور دوسری رکعت میں یا ایہا الکفرون پڑھیں پھر قعدہ کیا پھر قعدہ کے بعد کھڑے ہوئے اور ان کے درمیان سلام کے ساتھ فصل نہیں کیا پھر آپ نے قتل ہو اللہ احد پڑھی جب آپ قرائت سے فارغ ہوئے تو عجیبہ کی اور قعدہ پڑھنے اور قنوت میں حمد اللہ نے چاہا وہاں تک پھر اللہ اکبر کہہ کر کھڑے کیا۔

۲۱۔ عن ابن عمر ان النبي صلى الله عليه وسلم
قال صلوة المغرب وقرأ الفهار فاوتر واصلوة الفيل
(محدث عبدالرزاق ۳ ص ۳۰۰)
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ
الصلوة والسلام نے قرآن مجرب کی نمازوں کے وتر میں تم لائے
کی نماز کو وتر بناؤ۔

۲۲۔ عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم وتر الفیل ثلاث کوتر النہار
صلوة المغرب (دارالمنہج ۲۵ ص ۲۸)
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اترت کے وتر میں ہیں دن کے وتر
یعنی نماز مغرب کا طرح۔

۲۵۔ عن عائشہ تر قالت قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اوتر ثلاث کثلاث المغرب
(ابو داؤد ۲۵ ص ۲۰۰)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا وتر کی تین رکعتیں ہیں، مغرب کی تین رکعتوں کا طرح
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تین وتر ایک سلام سے پڑھتے تھے

۱۔ عن المسور بن مخرمۃ قال دفنا اب بکر لیلاً
فقتال عمرانی لسم اوتری فقام وصفنا وراہ

فصلی بنا ثلاث رکعات لم یسلم الا فی آخرهن

۲۔ عن مسور بن مخرمۃ قال دفنا اب بکر لیلاً
فقتال عمرانی لسم اوتری فقام وصفنا وراہ
حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابوبکر
رضی اللہ عنہ کو رات کے وقت دفن کیا، (فرما غمت پر حضرت
عمر رضی اللہ عنہ فرماتے گئے کہ میں نے وتر نہیں پڑھے، ایک
کھڑے ہوئے تو ہم نے بھی ایک کے پیچھے صحت باندھ لی،
ایک نے صحت میں رکعات نماز وتر پڑھائی اور سلام فقط ان
کے آخر ہی میں پھیرا۔

۲۔ عن عمر بن الخطاب انہ قال ما احب انی
تکنت اوتر بثلاث وان فی حرم النعم
(عمر بن الخطاب محمد ص ۲۰۰)
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے پسند نہیں کہ
میں تین رکعات وتر چھ وڑوں چاہے مجھے انکے بدلے شروع اونٹ
کیوں نہ لیں۔

۲۔ عن عمر بن الخطاب انہ اوتر بثلاث رکعات
لم یفصل بینہن بسلام
(محدث ابن ابی شیبہ ۲ ص ۲۱۰)
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں
نے تین رکعات وتر پڑھے اور تینوں رکعتوں میں سلام کے درمیان
فصل نہیں کیا۔ (یعنی دو رکعتوں پر سلام نہیں پھیرا۔)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ و تربین رکعات پڑھتے تھے

۱ - عن زاذان ان علیا کان یوتر بثلاث من آخر العیل
قاعداً (صحیف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۹)

حضرت زاذان سے مروی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ و تربین رکعات پڑھا کرتے تھے راستہ کے آخری حصہ میں بیٹھ کر

۲ - عن زاذان عن علی امہ کان یوتر بانا انزلنا فی لیلۃ القدر واذا انزلنا وھل ھو اللہ احد (صحیف عبداللہ ج ۲ ص ۲۵۹)

حضرت زاذان حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ قرون میں انا انزلنا فی لیلۃ القدر۔ اذا زلزل الارض اور ھل ھو اللہ احد پڑھا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تین رکعات ترکے قائل تھے

۱ - عن عبد اللہ بن مسعود قال اوتر ثلاث کتوبا انھما صلوۃ المغرب (بخاری ج ۵ ص ۲۸۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وتر کی تین رکعات ہیں، دن کے وتر مغرب کی نماز کی طرح۔

۲ - عن علی بن علقمۃ قال اخبرنا عبد اللہ بن مسعود انھما صابکون اوتر ثلاث رکعات (موطا امام محمد ص ۲۸۱)

حضرت علی بن علقمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمیں خبر دی ہے کہ وتر کی کم سے کم تین رکعات ہیں۔

۳ - عن عبد اللہ بن مسعود قال اوتر ثلاث کعبۃ

المغرب (موطا امام محمد ص ۲۸۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وتر کی تین رکعات ہیں مغرب کی نماز کی طرح۔

۴ - عن عبد الرحمن بن یزید قال قال ابن مسعود ووتر العیل کتوبا انھما صلوۃ المغرب ثلاثاً، (مجموع بیروتی ج ۱ ص ۲۸۱)

حضرت عبدالرحمن بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رات کے قرون کے وتر نماز مغرب کی طرح تین ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی تین رکعات ترکے قائل تھے

عن عقبۃ بن مسلم قال سألت ابا عن عبد الرحمن بن مسعود قال اوتر ثلاث کعبۃ

حضرت عقبہ بن مسلم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے وتریوں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے

فرمایا کیا تم دن کے وتر جانتے ہو میں نے کہا جی ہاں نماز مغرب آپ نے فرمایا تم نے سنا کہ انا اور ثوب کہا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی تین رکعات ترکے قائل تھے

۱ - عن عطاء قال ابی عبد اللہ عن ابن عباس عن عبد اللہ عنہما اوتر کصلوۃ المغرب، (موطا امام محمد ص ۲۸۱)

حضرت عطاء بن ابی یارغ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس

رضی اللہ عنہما نے فرمایا وتر نماز مغرب کی طرح ہیں۔

۲۔ عن ابی ہشام حقی قتال سئل المسوود بن مخزوم
و ابن عباس حقی طلعت الاحمراء مشم تام اب
عباس فتلم يستحق الا باصوات اهل الزوائد
فتعال لاصحابه اتروا اب ادرك اصل ثلثا
يريد الوقت وكفى الغبر و صلوة الصبح قبل
ان تطلع الشمس فتناولوا الفصولي و هذا في
آخر وقت الفجر، (طحاوی ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت ابو ہشامی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسود بن مخزوم
اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رات کو باتیں کر رہے
تھے، یہاں تک کہ سورج ستارہ و جمیع صادق سے پہلے نکل کر
آجے، مثل آیا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سو گئے
اور پھر اہل زوائد کی آواز نکل کی وجہ سے بیدار ہو گئے آپ نے
اپنے ساتھیوں سے فرمایا کیا خیال ہے کیا مجھے اتنا وقت مل
جاسکے گا کہ میں سو رہا تھنے سے پہلے پلے تین رکعات وتر دو
رکعت سنت اور فجر کی نماز پڑھ سکوں، انہوں نے کہا کبھی ہاں
چنانچہ آپ نے دین تمام نماز پڑھی، حضرت ابن عباس رضی اللہ
عنہما کا یہ سوال فجر کے اخیر وقت میں تھا۔

۱۔ عن ابی منصور قتال سأل عبد اللہ بن عباس
عن الوقت فتال ثلث، (طحاوی ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت ابو منصور فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس

رضی اللہ عنہما سے ورتوں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا
تین رکعات، ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ تین رکعات وتر ایک سلام سے پڑھتے تھے

۱۔ عن ثابت قتال قتال انس یا ابا محمد خذ عنی
فنا فی اخذت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
واخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اللہ و انس
تاخذ عن احد او ثقی مٹی قال مشم صلی لب
العشاء مشم صلی سب رکعات یسلم بین الرکعتین
ثم او تر ثلث یسلم فی آخرهن رکعۃ اولی ۹ مسلم
حضرت ثابت فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا
اے ابو محمد مجھ سے اذکر کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے اذکر کیا ہے اور تم ہرگز
مجھ سے زیادہ اذکر ہی سے اخذ نہیں کر سکتے۔

حضرت ثابت فرماتے ہیں کہ پھر آپ نے مجھے عشاء کی نماز
پڑھائی پھر حقیر رکعات نفل ادا کئے برو رکعت پر سلام پھیرتے
رہے پھر آپ نے تین رکعات وتر پڑھے اوان کے آخر میں سلام پڑھا
۲۔ عن ثابت قتال صلی فی النوا وتر وانا من یمینہ
دام ولده خلعتا ثلث رکعات لم یسلم الا فی
آخرهن طلعت الشہ یرید ان یسلم،

(طحاوی ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت ثابت فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے وتر

(طحاوی ۱ ص ۱۸۵، مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۲۵۷)

حضرت ابو خالب سے روایت ہے کہ حضرت ابوالاعمالیہ رضی اللہ عنہ وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔

حضرت سید بن جبیر رحمہ اللہ بھی وتر تین رکعات پڑھتے تھے

عن سعید بن جبیر عن ابي عبد الله كان يوتر ثلثاً ويقنت

قب الترتيل الركوع، (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۲۵۷)

حضرت سید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ وتر تین رکعات پڑھتے تھے اور دُعا و تہنوت وتر میں رکوع سے پہلے پڑھتے تھے حضرت علقمہ رحمہ اللہ بھی تین رکعات وتر کے قائل تھے۔

عن علقمة قال الوتر ثلث،

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۲۵۷)

حضرت علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وتر تین رکعات ہیں۔

حضرت محمّد بن رحمہ اللہ بھی وتر تین رکعات ایک سلام سے پڑھتے تھے

عن مكحول عنه كان يوتر بثلاث لا يسلم قب

وخمسين، (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۲۵۷)

حضرت مکحول رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ وتر تین رکعات پڑھا کرتے تھے اور دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

حضرت ابوالاعمالیہ رحمہ اللہ بھی تین رکعات وتر کے قائل تھے

عن ابي خالب قال سألت ابا العباس عن الوتر

فقال علمنا اصحابنا محمد بن عبد الله عليه السلام

او طه بن عيسى ان الوتر مثل صلاة المغرب

انما اقتصروا في الصلوات فهدوا وتر السيل وهذا

وتر النهار، (طحاوی ۱ ص ۱۸۵)

کی تین رکعتیں پڑھائیں اس حال میں کہ میں ان کی دایمیں جانب تھا اور ان کی آسم ولہ ہمارے پیچھے، آپ نے سلام فقط آخر میں پھیرا میرا غالب گمان یہ ہے کہ آپ مجھے وتر کا طریقہ سکھلا رہے تھے۔

۳۔ عن انس بن مالك قال ثلثت ركعات وكان يوتر

بثلث ركعات، (طحاوی ۱ ص ۱۸۵)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ وتر تین رکعات ہیں اور آپ وتر تین رکعات ہی پڑھتے تھے۔

حضرت ابی بکر کعب رضی اللہ عنہ بھی وتر تین رکعات ایک سلام سے پڑھتے تھے

۱۔ عن الحسن بن علي بن كعب بن كعب بن كعب

بثلاث لا يسلم الا في الثالثة مثل المغرب

(مصنف عبد اللہ ۳ ص ۲۵۷)

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بکر کعب رضی اللہ عنہ

وتر تین رکعات پڑھا کرتے تھے اور سلام فقط تیسری رکعت میں

پھیرتے تھے مغرب کی نماز کی طرح۔

۲۔ عن السائب بن يزيد ان ابي بن كعب كان يوتر

بثلث، (مصنف عبد اللہ ۳ ص ۲۵۷)

حضرت سائب بن یزید سے مروی ہے کہ حضرت ابی بکر کعب

رضی اللہ عنہ وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔

حضرت ابوالاعمالیہ رضی اللہ عنہ بھی وتر تین رکعات پڑھتے تھے

عن ابي غالب ان ابا امامة كان يوتر بثلاث

بن یسار ق مثنیٰ ختمہ سوا ہم اہل فتنہ و صلاح
و فضل و ربہما اختلفوا فی المسنیٰ فاخذ
بقول اکثرہم و اقلہم رأیاً فکان مہما
و ہیبت عنہم علیٰ ہذہ الصفتی ان الوکر
ثلث لا یسلم الا فی آخرہن (طحاوی ص ۱۸۸)
ہم سے حدیث بیان کی عبدالرحمن بن ابی النضر نے اپنے والد
سے روایت کرتے ہوئے اور انہوں نے روایت کی سات
(فقہاء تابعین) یعنی سعید بن سلیب، عروہ بن زبیر، قاسم بن
محمد، ابوبکر بن عبدالرحمن، خابرج بن زید، عبید اللہ بن عبد اللہ
سلمان بن یسار رحمہم اللہ سے ان کے علاوہ دوسرے فضیل
صلاح اور صاحب فضل بزرگوں کی موجودگی میں روایت کی یہ بزرگ
اگر کسی مسئلہ میں اختلاف کرتے تو اس شخص کے قول پر عمل کرتے
جو زیادہ ذی راسخ اور افضل ہوتا، میں نے جو باتیں ان سے
یاد کی ہیں اس طریق پر ان میں سے ایک یہ ہے کہ وتر تین رکعات
جس میں میں سلام فقط آخر میں ہی پھر پڑھتا تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس قاسم بن محمد رحمہم اللہ کا فرمان
عن العتاسم قال رأیت اناسا منہم
اور کتنا جو تھوڑے تھوڑے ان کلا لواسع وارجوان
لا یسکون بشیء منہ ہاں، (بخاری ص ۱۸۸)
حضرت قاسم بن محمد رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے بزرگوں کو
دیکھا جب سے ہم نے پھر شش سو بار لا کر وہ وتر تین رکعات

حضرت ابو خالدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالعالیہؒ
رحمہم اللہ سے درس کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے تسلیم دی یا فرمایا
کہ انہوں نے میں تسلیم دی ہے کہ وتر مغرب کی نماز کی طرح ہیں
سوائے اس کے کہ ہم وتر کی تیسری رکعت میں بھی قرائت کرتے
ہیں یہ رات کے وتر ہیں اور وہ (مغرب) دن کے وتر ہیں۔
حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہم اللہ کا وتر کے متعلق فیصلہ

شنا ابن وہب قتال اخبرنا ابن ابی الزناد
عن ایبہ قال اثبت عہد بن عبد العزیز الوتر
بالمسینۃ بقول الفقہاء ثلثا لا یصلو الا
فی آخرہن، (طحاوی ص ۱۸۸)

جیسے حدیث بیان کی ابن وہب نے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے
خبر دی ابن ابی الزناد نے اپنے والد کے واسطے سے وہ فرماتے
ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہم اللہ نے مدینہ مدینہ میں غبار
کے قول کے مطابق وتر تین رکعات مقرر کر دیئے تھے جن میں
سلام صرف آخر میں پھر پڑھتا تھا۔

مدینہ مدینہ کے سات فقہاء بھی ایک سلام کی تین رکعات وتر کے قائل تھے
شنا عبد الرحمن بن ابی الزناد عن ایبہ عن
(الفتاویٰ) المسیق سعید بن المسیب وعروہ
بن الزبیر و العتاسم بن محمد و ابی بکر بن
عبد الرحمن و خابرج بن زید و عبید اللہ و سلمان

پڑھتے ہیں یا شبہ ہر ایک کی گنجائش ہے اور مجھے امید ہے کہ
اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔

اہل اسلام کا اجماع کہ وتر ایک سلام سے تین رکعات ہیں

عن الحسن قتال اجمع المسلمون ان الوتر ثلاث
لا یسلم الا فتر آخره

رواه ابن ابی شیبہ ۲۵۷

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع
ہے کہ وتر تین رکعات ہیں جن میں نہایت آخری رکعت ہی میں
سلام پھر دیا جائے گا۔

مذکورہ احادیث و آثار سے صریح ذیل امر ثابت ہو سکتے۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر تین رکعات ایک سلام کے ساتھ
پڑھتے تھے اور عموماً پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعظم ط
دوسری میں قل یا ایہا الکفرین اور تیسری میں قل هو اللہ
احد پڑھتے کا معمول تھا۔

(۲) خلفاء راشدین حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی
وتر تین رکعات ایک سلام ہی سے پڑھتے تھے۔

(۳) عام صحابہ کرام مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ
بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوامامہ و علی رضی اللہ عنہم
وغیرہ کا معمول بھی وتر تین رکعات ایک سلام کے ساتھ ہی پڑھنے کا تھا۔

(۴) سات فقہائے کبار مثلاً شافعی، مالکی، حنبلی، حنفی اور ان کے علاوہ عام تابعین و تبع
تابعین بھی وتر کے تین رکعات پر سہمے ہی کے قائل تھے۔

(۵) وتر کے تین رکعات ہونے پر اہل اسلام کا اجماع ہے۔

(۶) نماز وتر مغرب کی نماز کی طرح ہے یعنی جیسے مغرب کی
تین رکعات ہیں ویسے ہی وتر کی بھی تین رکعات ہیں اور جیسے مغرب کی نماز
ایک سلام کے ساتھ پڑھی جاتی ہے ایسے ہی وتر کی نماز بھی ایک سلام
سے پڑھی جائے گی اور جیسے مغرب کی نماز میں دوسری رکعت کے بعد
قعدہ ہے ایسے ہی وتر کی دوسری رکعت میں بھی قعدہ ہے۔

(۷) وتر کی دوسری رکعت میں قعدہ واجب ہے کیونکہ اولاً قعدہ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وتر کی دوسری رکعت میں قعدہ کرنا ثابت
ہے جیسا کہ ام عبداللہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے (جو حدیث پر گزری)
ظاہر ہے دوسرے آپ نے ایک عام قاعدہ اور ضابطہ بیان فرمایا ہے
کہ میری نماز کی دوسری رکعت میں اتمیات اور تشہد ہے جیسا کہ حدیث
نمبر ۱۹-۲۰-۲۱ سے واضح ہے اس قاعدہ کے موافق کے تحت وتر
میں بھی تشہد اور اتمیات ضروری ہوگا کیونکہ آپ نے اس قاعدہ سے
وتر کی دو رکعتوں کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ تیسرے آپ نے جو نماز وتر کو نماز
مغرب سے تشبیہ دی ہے اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جس طرح مغرب
کی نماز میں دوسری رکعت میں قعدہ واجب ہے اسی طرح وتر کی دوسری
رکعت میں بھی قعدہ واجب ہونا چاہیے، چوتھے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو یہ فرمانا جیسا کہ بخاری کی حدیث (غیر
مسلک) ہے کہ رات کی نماز دو رکعت ہے اور جب قرآن پڑھا یعنی
مازہم کہنے کا ارادہ کرے تو ایک رکعت اور پڑھے اس طرح یہ رکعت
سبکی اور کمزور کو وتر پڑھنا ہوگی۔

نواب وحید الدین صاحب لکھتے ہیں۔

وادی الکمال ثلث رکعات بسلا میں وہو افضل ولو زاد علی احدى عشرة رکعة یجوز وکذا لث لوصلی ثلث رکعات بسلا واحدا عنی اللہ لا یجلس بعد البشائیة بل یسجد عا سجدۃ اما الوتر ثلث رکعات مع تشهدین و سلام واحدا کما هو مذہب الاحناف منہی عند لعل یتشبه بالنفل بالفرض ای صلوۃ الغریب؟ (تذکرۃ دارۃ المصطفیٰ)

وتر میں کمال کا وائی درجہ تین رکعتیں ہیں دو سلاموں سے پہلی افضل ہے اور اگر گیارہ رکعات سے زیادہ پڑھیں تو بھی جائز ہے ایسے ہی اگر تین رکعتیں ایک سلام سے پڑھیں تو بھی ٹھیک ہے سوائے اس کے کہ دوسری رکعت میں نہ بیٹھے بلکہ ایسے نگار پڑھے۔ دین میں رکعات وتر و تشہدوں اور ایک سلام کے ساتھ جیسا کہ احناف کا مذہب ہے تو اس سے منع کیا گیا ہے، اگر نفل فرض یا نفل مغرب کے مشابہ نہ ہوں۔

نواب محمد حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

در حدیث آیا کہ بعد رکعت ضعیف بلکہ غیر ثابت است بلکہ انان نمونہ کہ پس احتیاطاً در ترک ایسا بعد رکعت باشد۔

(عروت نہادی ص ۱۱۱)

اور تین رکعات وتر پڑھنے کی حدیث ضعیف بلکہ ثابت ہی نہیں بلکہ اس

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وتر کی دوسری رکعت میں تعدد ہے لیکن نماز تشہد پڑھ کر تکبیر کی جاتی ہے نہ کہ تشهد پڑھے بغیر اور نماز ہے کہ تشهد قعدہ ہی میں پڑھا جاتا ہے۔

(۸) نماز مقرب اور نماز وتر میں ایک فرق تو یہ ہے کہ مقرب کی تیسری رکعت میں سورۃ نہیں پڑھی جاتی اور وتر کی تیسری رکعت میں پڑھی جاتی ہے وہ ہر فرق یہ ہے کہ مقرب کی نماز میں قنوت نہیں ہے وتر کی نماز میں قنوت ہے، تیسرا فرق یہ ہے کہ مقرب کی نماز سے پہلے لواقل نہیں ہیں لیکن وتر سے پہلے لواقل وغیرہ پڑھنا مستحب ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متقدمین کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ پڑھتے تھے پانچ وتر پڑھیں، دوسری رکعت پر قعدہ نہ کریں، وتر دو سلاموں سے پڑھنا افضل ہے اور دو تشهد اور ایک سلام کے ساتھ وتر پڑھنا (جیسا کہ احناف پڑھتے ہیں) مستحب ہے، جیسا کہ رکعات وتر پڑھنے کی حدیث ضعیف ہے بلکہ ثابت ہی نہیں۔ تین رکعات وتر پڑھنا منع آیا ہے، لہذا احتیاط اس میں ہے کہ وتر میں رکعات نہ پڑھے جائیں۔

چنانچہ مولوی پونس و لدوی صاحب لکھتے ہیں۔

والفرض نماز وتر خواہ ایک رکعت پڑھیں خواہ چھ خواہ پانچ خواہ سات ہی کی کوئی قعدہ نہ کریں بلکہ اگر رکعت میں بیٹھیں اور صرف ایک تشهد سے وتر پڑھ کر سلام پھیری کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وتر میں بیٹھنا کاشدہ ثابت نہیں ہے بلکہ بیٹھنا کاشدہ کرتے ہیں نماز مغرب سے مشابہت ہو جاتی ہے اس لیے جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تین رکعات وتر پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ (دستور امتی ص ۱۱۱)

سے مخالفت کی ہے پس احتیاط اس میں ہے کہ وتر تین رکعات
درپیشے جائیں۔

ملاحظہ فرمائیے : یہ ہے غیر متقلین کا مبلغ علم۔ صحاح مستدرک اور
حدیث کی دیگر مستند ترین کتابوں میں درج احادیث مبارکہ سے قرأت پر
رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قلنا : راشدین ، عام صحابہ کرام و تابعین
تبع تابعین سب وتر کی نماز میں رکعات ایک سلام کے ساتھ پڑھتے تھے
حضرت حسن بصریؒ قواس پر اہل اسلام کا اجماع نقل فرما رہے ہیں۔ اور
احادیث مبارکہ ہی سے وتر کی دوسری رکعت میں قعدہ بھی ثابت ہو رہا
ہے۔ اور ام حیداء رضی اللہ عنہا کی حدیث سے فردتر کی دوسری رکعت میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قعدہ فرمایا احادیث کے ساتھ ثابت ہو رہا ہے
لیکن غیر متقلین کی تحقیق یہ ہے کہ تین رکعات وتر وقت شدہ ایک سلام کے
ساتھ پڑھنا منع کا ہے۔ تین رکعات وتر پڑھنا ضعیف ہے۔ بخلاف تین ہی
نہیں ہے اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ وتر تین رکعات درپیشے جائیں
اس کا مطلب یہ ہوا کہ صحاح مستدرک میں احادیث میں تین رکعات وتر
کا ذکر ہے۔ وہ احادیث ہی نہیں ہیں، اور العیاذ باللہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم قلنا : راشدین ، صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین اور بزرگوں کو کھانا
بزرگان دین سب کے سب فیما بین ثابت اور غیر متقلی اور ممنوع چیز پر عمل
کرتے رہے۔ یہی عقل و دانش بیاہر گریست
یہ ہے غیر متقلین کی تحقیق اور حدیث وائی کہ احادیث صحیحہ سے
ثابت شدہ عمل کو منہی عنہ گردان رہے ہیں۔

تو تین آپ نے غیر متقلین کا مبلغ علم ملاحظہ فرمایا اور انکا منہا ہے

عمل دیکھا اب آپ انصاف سے بتائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور
خلفائے راشدینؒ وغیرہ کو وتر تین رکعات ایک سلام سے پڑھیں اور غیر
متقلین تین رکعات وتر کو منہی عنہ قرار دیں یہ حدیث کی موافقت ہے
یا نفی ؟

وجوب القنوت فی جمیع السنۃ کماھا وسنیۃ
رفع الیدین والتبیس لہ ومحلہ قبل الركوع
وتریں عارفت تین سال اجنبی اور قنوت کے لیے تکیہ کیا اور دونوں وقت
کانوں تک ٹھکانا مسنون ہے اور قنوت رکوع کے پہلے پڑھنی چاہیے

۱۔ عن عبد الرحمن بن ابی امیہ اسند مستل عن
القنوت فیشال حدیثا البہارین عانہ قال سئل
عاضیۃ : والفرج اسلمی یقول انہ یسئل عشا ؟

حضرت عبدالرحمن بن ابی امیہ سے قنوت وتر کے متعلق سوال ہوا تو
فرمایا کہ میں حضرت ہمارے غائب رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی
ہے قرآن کریم جاری و ساری سنت ہے یعنی ایسا طریقہ ہے جو
دن میں رواج پذیر ہے

۲۔ عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قننت
حنی حیات و ابویک قننت حتی مات وعمر حنی
مات ۔ (صحیح الترمذی ۲ : ۱۸۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم وفات تک رقعہ قنوت پڑھتے رہے حضرت ابو بکر

رضی اللہ عنہ وفات تک قنوت پڑھتے رہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ وفات تک قنوت پڑھتے رہے۔

۳۔ عن ابراہیم ان ابنہ معبود کان یقنت السنۃ کلھا فی الوقت قبل الركوع،

وکتب آتھم انی یضیفہ بہا بیتہ انام محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وتر میں سارے سال قنوت پڑھتے تھے رکوع میں جانے سے پہلے۔

۴۔ عن ابراہیم قتال عبد اللہ لا یقنت السنۃ کلھا فی الفحیر ویقنت فی الوقت کل لیلۃ،

وصنع ابن ابی شیبۃ حدثنا

حضرت ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تمام سال فجر کی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے بلکہ ہر نماز وتر میں قنوت پڑھتے تھے۔

۵۔ عن ابراہیم ان العنوت فی الوقت واجب فی رمضان وخیر قبل الركوع واذا اردت ان یقنت فکبروا اذا اردت ان ترکع فکبروا ایضا،

وکتب آتھم انی یضیفہ بہا بیتہ انام محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (دورانِ قنوت وتر میں واجب ہے رمضان میں بھی اور رمضان کے علاوہ دنوں میں بھی رکوع میں جانے سے پہلے، جب تیسرا ارادہ قنوت پڑھنے کا ہو تو

تکبیر کرے اور جب رکوع میں جانے کا ارادہ ہو تو بھی تکبیر کرے۔

۶۔ عن جعفر حدثنی ابو عثمان قتال کنا نحن وعمل یوم الناس ثم یقنت بنا عند الركوع یرفع یدہ حتی یدہ وکفاه ویخرج فہیج فیہ (جزء رفع الیدین نظام الیوم ص ۱۷)

حضرت جعفر بن یونس رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو عثمان نے حدیث نقل کی، فرمایا کہ ہم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں کی امامت کرتے تھے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیں قنوت پڑھاتے تھے، آپ قنوت کے لیے ارفع الیدین کرتے، اپنی ہتھیلیوں کو کھولتے اور بازو نکالتے۔

۷۔ عن ابی عثمان قتال کان عمرو یرفع یدہ فی القنوت، (جزء رفع الیدین ص ۱۷)

حضرت ابو عثمان فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قنوت کے لیے ارفع الیدین کرتے تھے۔

۸۔ عن عبد اللہ اسنہ کان یستأ فی آخر رکعتہ من الوقت مثل هو اللہ احد یقوم یرفع یدہ فیقنت قبل الركوع، (جزء رفع الیدین ص ۱۷، صنع ابن ابی شیبہ ص ۱۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ترکہ آخری رکعت میں قتل ہو اللہ احد پڑھتے پھر دونوں لا تھو کا نوح تک اٹھاتے اور رکوع میں جانے سے پہلے کھڑے قنوت پڑھتے۔

عن ابراهيم النخعي قال ترفع الايدي في
سبع مواطن في افتتاح الصلوة وفي التكبير
للقنوت في الوقتين عند استلام
الحجر وعلى الصفا والمروة ويجمع عرفان
وعند اغتسالين عند المحب مرتين ،

(عمود ۱ ص ۵۵۵)

حضرت ابومحمّد فرماتے ہیں کہ سات مقامات پر اٹھائے
جائیں نماز کے شروع میں ، وتر میں قنوت کی تکبیر کیلئے ، دو قنوت
عیدوں کی نماز میں ، حجر اسود کے استلام کے وقت ، صفا
اور مروہ پر مڑنے پر رفات اور دونوں حجروں کے پاس رہی
کے بعد مقام کے وقت ۔

۱- عن عبد الله قال ارسلت اُمّ اميلة لتبث
عند النبي صلى الله عليه وسلم فتخطركم بيت يوتر
فصلنا ما شاء الله ان يصلي حتى اذا ان
آخر الصلوة اراد ان يوتر فقرأ بسبح اسم ربك
الاعلى في الركعة الاولى وقراً في الثانية قتل يا ايها
الكفرون ثم تم بسم قام ولم يفصل بينهما
بالسلام ثم قرأ بقل هو الله احد حتى اذا فرغ
كمي بسم قنت فدعا بها شاماً لله ان يدهو ثم
كبر وركع . (استيعاب ص ۳ ص ۵۵۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے

اپنی وہ اللہ کو ایک وقت نماز گزارنے کے لیے نبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے یہاں بجا کر دے دیکھیں کہ آپ قرآن کیسے پڑھتے ہیں آپ
کی والدہ مرثیٰ بنیں کہ آپ نے نماز پڑھی تھی اللہ کو منظور ہوئی تھی
جب رات کا اخیر ہو گیا اور آپ نے وتر پڑھتے کا ارادہ کیا تو پہلی
رکعت میں سبح اسم ربك الاعلى دوسری میں قتل
یا ایہا الکفرون پڑھیں پھر قعدہ کیا پھر آپ کھڑے ہوئے اور
دو رکعت اور دوسری رکعت میں سلام سے فصل نہیں کی پھر قتل
ہو اللہ احد پڑھی یہاں تک کہ جب آپ نماز سے فارغ
ہوئے تو تکبیر کی اور دعا قنوت پڑھی اور اللہ کو بے مشغول ہوا
دعا میں کہیں تکبیر کہہ کر رکعت کیا ۔

۱۱- عن طارق بن شهاب قال صلّيت خلف عمر صلوة
الصبح فلما فرغ من الفتراة في القنوت الشانية كبر
ثم قنت ثم كبر فركع (عمود ۱ ص ۵۵۵)
حضرت طارق بن شہاب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ
عنہ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی ، جب آپ دوسری رکعت میں نماز
سے فارغ ہوئے تو آپ نے تکبیر کی پھر دعا قنوت پڑھی پھر تکبیر
کہہ کر رکعت کیا ۔

۱۲- عن عبد الله كان يكبر حين يعثرغ من افتتاح ثم
اذا فرغ من القنوت كبر وركع . (مجموعہ رجال کبیر ۹ ص ۵۵۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (دو رک نماز میں) جب

قرأت سے فارغ ہونے تو تکبیر کہتے پھر جب دعا رقنوت پڑھ کر
فارغ ہوتے تو تکبیر کہہ کر رکعت میں جاتے۔

۱۳- عن عاصم قال سألت انس بن مالك عن القنوت
فقال قد كان القنوت قلت قبل الركوع او بعده
قال قبله قال ثابن فانا اخبرني عنك انك قلت
بعد الركوع فقال كذب انما قنت رسول الله صلى
الله عليه وسلم بعد الركوع شهرا اراه كانت
بعث قومًا يقولون انهم الفتراد زهاء سبعين
رجلا الى قوم من الشركين دون اولئك وكان بينهم
وبين رسول الله صلى الله عليه وسلم عهد
فقتل رسول الله صلى الله عليه وسلم شهيدا
ينعوا عليهم ، (بخاری ۵۱۱۱۱، مسلم ۵۱۱۱۱)

حضرت عاصم احوال فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ
عنه سے قنوت (وتر) کے تعلق پر پوچھا تو آپ نے فرمایا قنوت تو
تھی ، میں نے عرض کیا رکعت سے پہلے یا بعد میں ، آپ نے فرمایا
پہلے ، حضرت عاصم کہتے ہیں کہ خون شخص نے مجھے اپنی جانب سے
یہ خبر دی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ رکوع کے بعد ہے ، آپ
نے فرمایا اس نے غلط کہا ہے ، یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے رکوع کے بعد ایک پہلے قنوت پڑھی ہے ۔ میرا خیال یہ ہے
کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ستر کے قریب افراد کی ایک
جماعت کو جنہیں قرار کیا جاتا تھا ۔ مشرکین کی طرف بھیجا تھا یہ

مشرکین ان کے علاوہ تھے (جن کے لیے آپ نے بددعا کی تھی)
ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان معاہدہ تھا ،
پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پہلے ۔۔ (رکوع کے
بعد) قنوت پڑھی آپ ان کے لیے بددعا فرماتے تھے ۔

۱۴- قال عبد العزيز بن مسعود رجل انسا عن
القنوت ابعد الركوع او عند فراغ من الفتراد قال لا
يسئل عند فراغ من الفتراد ، (بخاری ۵۱۱۱۱، مسلم ۵۱۱۱۱)
حضرت عبد العزیز فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے حضرت
انس رضی اللہ عنہ سے قنوت کے بارے میں پوچھا کہ رکوع کے
بعد پڑھی جائے یا قرأت سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا قرأت
سے فارغ ہو کر

۱۵- عن ابن كعب ان رسول الله صلى الله عليه
وسلم كان يوتر بثلاث كان يقول في الاولى
باسم ربك الاعلى وفي الثانية بعث
يا ايها الكافرون وفي الثالثة بعث
الله احد ويقت قبل الركوع (نسائی ۵۱۱۱۱، مسلم ۵۱۱۱۱)
حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں رکعات پڑھتے تھے ، پہلی رکعت میں
سبح اسم ربك الاعلى دوسری میں مثل يا ايها
الكافرون تیسری میں مثل هو الله احد پڑھتے تھے اور
قلمائے قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھتے تھے ۔

۱۶۔ عن أنس بن كعب أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يوتر فيقنت قبل الركوع ،

(ابن جرير ص ۵۸۰)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے تھے تو دعا رقنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھتے تھے۔

۱۷۔ عن ابن عباس قال أوتر النبي صلى الله عليه وسلم فقتت فيها قبل الركوع ، (عليه السلام) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا رقنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھی۔

۱۸۔ عن ابن عباس أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يوتر بثلاث ركعات ويجعل القنوت قبل الركوع ،

(بخاری ص ۲۵۵)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات پڑھتے تھے اور دعا رقنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھتے تھے۔

۱۹۔ عن عبد الله بن مسعود عن أم عبد الله أنها رأت رسول الله صلى الله عليه وسلم قننتاف الوتر قبل الركوع ، (طبع المائدة ص ۱۸۰)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت

ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے وتر میں دعا رقنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھی۔

۲۰۔ عن عبد الرحمن بن الأسود عن أبيه قال كان عبد الله لا يقنت في طيئ من الصلوة إلا في الوتر قبل الركوع ، (مجموع الزاوية ص ۱۸۰)

حضرت عبد الرحمن بن اسود سے روایت ہے کہ ان کے والد اسود نے فرمایا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وتر کے علاوہ کسی نماز میں دعا رقنوت نہیں پڑھتے تھے اور وتر میں بھی رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

۲۱۔ عن علقمة أن ابن مسعود وأصحاب النبي صلى الله عليه وسلم كانوا يقننون في الوتر قبل الركوع ، (مسند ابن أبي شيبة ص ۲۵)

حضرت علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر صحابہ کرام وتر میں دعا رقنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھتے تھے۔

۲۲۔ عن ابن مسعود قال رأيتكم قيامكم عند فتراع الاصنام عن السورة هذا القنوت والله انه ليدعة ما فعله رسول الله صلى الله عليه وسلم وخبرني شهر بن مضمون قال رأيتكم رفعكم أيديكم في الصلوة انه ليدعة ما زاد رسول الله صلى الله عليه وسلم

وسلم علی هذا قطع فی دفع ید یدہ حیال منکبہ،
(معجم الزوائد ۲ ص ۱۱۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دیکھو یہ جو
قم (نجر کا ناز میں) امام کے سورت سے فارغ ہوئے کے بعد
کھڑے ہو کر دعا قنوت پڑھتے ہو خدا کی قسم یہ دعوت ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عینے کے علاوہ ایسا نہیں
کیا (صحت نایاب) کیا، پھر اسے چھوڑ دیا۔ دیکھو یہ جو قم نماز
میں اٹھا اٹھا کر دعا قنوت پڑھتے ہو واللہ یہ دعوت ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے زیادہ کبھی نہیں کیا، پھر
آپ نے رفع یدین مؤذنون تک کر کے دکھایا۔

قال ابو عبد اللہ (احمد بن حنبل) اذا قنوت
قبیل الركوع کبر ثم اخذ فی القنوت وقت
روی عن عمر رضی اللہ عنہ انه قال اذا
فرغ من القنوت کبر ثم قنوت کبرین
یرکع وروى ذالک عن علی و ابن مسعود
والبراء و هو قول الثوری ولا تغسلو فیہ خلفاً،
(المعجم من تلمذ ابن حنبل ۲ ص ۱۱۱)

حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ رکوع کے پچھلے جب
دعا قنوت پڑھے تو تکبیر کر کے پھر دعا قنوت شروع کرے
حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ جب قنوت سے
فارغ ہوتے تو تکبیر کہتے پھر قنوت پڑھتے پھر رکوع کرتے وقت

تکبیر کہتے، یہی حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت
بار بن عازب رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور یہی حضور سفیان
ثوری کا بھی قول ہے اور ہم اس بارے میں کسی کا اختلاف نہیں دیکھتے۔
مذکورہ احادیث کا اثر سے دعا قنوت اولی امور ثابت ہو رہے ہیں۔

دل و نگر نماز میں دعا قنوت واجب ہے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے اس پر مؤلفیت فرمائی ہے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث دعا
سے مخصوص اور بخیر صحابہ کرام کی احادیث سے عموماً ظاہر ہے کسی بھی صحابی
نے آپ سے قنوت کا ترک نقل نہیں کیا اور آپ کا کسی عمل پر اس کو کبھی بھی ترک
کئے بغیر مؤلفیت فرمایا اس کے واجب ہونے کے دلیل ہے اسی۔
صحابہ کرام بھی اس پر مؤلفیت فرماتے رہے اور اسی وجہ سے جلیل القدر
تابعی حضرت ابوالخیر حماد قنوت کے واجب ہونے کا فتویٰ دیتے تھے۔

(۲) وتر میں دعا قنوت پورے سال پڑھنی واجب ہے، کیونکہ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر مؤلفیت فرمائی ہے اور ترکہ ثابت
نہیں، دوسرے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سارے سال
قنوت پڑھنے کی صراحت موجود ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۲۰۳ سے واضح ہے
تیسرے خصوصاً ابو الخیر حماد قنوتی ہے کہ قنوت وتر میں رمضان اور غیر
رمضان واجب ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۲۰۳ سے واضح ہے۔

(۳) دعا قنوت کے لیے تکبیر کرنا سنوں ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
تکبیر کر کے جیسا کہ حدیث امام عبد (۱) سے واضح ہے۔ عام علماء کرام
کا بھی یہی عمل تھا چنانچہ حضرت طر فاروق، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت بلال
رضی اللہ عنہم اور حضرت بار بن عازب رضی اللہ عنہم قنوت کے لیے تکبیر کرتے

کے جواب کے قائل ہیں، نہ دعا قنوت پڑھتے وقت تکبیر کہنے کو صحیح سمجھتے ہیں، نہ تکبیر کہتے وقت رفع یدین کرنے کو صحیح قرار دیتے ہیں البتہ عام دعاؤں کی طرح دعا قنوت دونوں ہاتھ اٹھا کر پڑھتے ہیں، نیز شیخ ان کا کہنا ہے کہ دعا قنوت رکوع کے بعد مستحب ہے۔
پنا نیچے فریضہ بن کے مجدد العصر عبداللہ دہلوی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

۱۔ قنوت سے پہلے تکبیر کہنے کی بابت حدیث میں کچھ تصریح نہیں آئی اور سلف کا اس میں اشتقاق ہے بہتر ہے کہ ایسا عام نہ کرے جس کی بابت دلیل کی دوسری قطعی نہ ہو، بل ہاتھ اٹھانا، مسابہ، بیشک ثابت ہے اور دعا قنوت میں ایک دعا ہے تو اس وجہ سے اس میں بھی ہاتھ اٹھانا سنا ہے خصوصاً جب کہ بہت سے سلف کا عمل بھی اس پر ہے (قیام البیلا)، البتہ جس طریق سے خفیہ ہاتھ اٹھاتے ہیں کہ تکبیر تحریم کی طرح رفع یدین کر کے ہاتھ باندھ لیتے ہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا اور اسی طرح رکوع سے پہلے دعا قنوت کا ثابت کرنا اور اس پر جھڑکنا یہ بھی ٹھیک نہیں کیونکہ پہلے چپکے دونوں طرح ثابت ہے پس دونوں پر عمل چاہیے۔

(فتاویٰ مجددیہ ج ۱ ص ۱۲۱)

فتاویٰ علماء حدیث میں ایک سوال کے جواب میں اس طرح تحریر ہے۔
"جواب صحیح حدیث سے صراحتاً ہاتھ اٹھا کر یا ہاتھ نہ کر قنوت پڑھنے کا ثبوت نہیں ملتا۔ دوسرے کی حیثیت سے ہاتھ اٹھانا

تھے، اور حضرت امیر المومنین کا فتویٰ بھی اسی پر ہے، حضرت امام احمد بن حنبلہ بھی یہی تعلیم دیتے تھے۔

(۲) دعا قنوت پڑھنے کے لیے تکبیر کہتے وقت رفع یدین کرنا سلف ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رفع یدین کرنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث (ملا) سے واضح ہے، حضرت عمر فاروق اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما قنوت کے لیے رفع یدین کیا کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۶-۷-۸ سے واضح ہے۔

(۵) وتر میں دعا قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھنی چاہیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں دعا قنوت رکوع میں جانے سے پہلے ہی پڑھا کرتے تھے آپ کے اس عمل کو حضرت امی بن کعب حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت انس بن مالک، حضرت ام عبداللہ رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ کرام نے نقل کیا ہے جیسا کہ نمبر ۱۳ تا ۱۹ سے واضح ہے، حضرت عمر فاروق، حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہما رکوع میں جانے سے پہلے ہی دعا قنوت پڑھا کرتے تھے جلیل القدر تابعی حضرت طاہرہ فراتہ ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور عامر مومنین کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم رکوع میں جانے سے پہلے ہی دعا قنوت پڑھا کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۱۲ ص ۱۲ پر ہے۔

(۶) عام دعاؤں کی طرح وتر میں دعا قنوت پڑھتے ہوئے کہنے

اللہم اتقنا اللہ رکنا جیسا کہ غیر متدین اٹھائے رکھتے ہیں چہ جائزہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث نمبر ۱۲ سے واضح ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متدین نہ تو دعا قنوت

کر پڑھنا اولیٰ ہے رکوع کے بعد قنوت پڑھنا مستحب ہے ،
بخاری شریف میں رکوع کے بعد ہے اگر پہلے پڑھ لے تب
بھی جائز ہے کیونکہ بعض روایات میں قبل رکوع بھی آیا ہے
اُمّ القاسم کا یہ روایت ہے کہ کوئی قنوت نہیں ۔ (ترمذی حدیث صحیحہ میں منقطع)
عبدالرحمن مبارک پوری صاحب لکھتے ہیں ۔

”یحوز القنوت قبل الوقوف قبل الركوع وبعد
والاختار عندہ کوئند بعد الركوع“ ۔

(تحفۃ السامعین ص ۱۸۱)

ترمذی قنوت رکوع سے پہلے اور بعد دونوں طرح جائز ہے
میرے نزدیک بخاری و مسند احمد سے یہ ہے کہ رکوع کے بعد پڑھنی چاہیے
ملاحظہ فرمائیے : احادیث مبارکہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عمر فاروق اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ
وہابین کا ذکر قنوت سے پہلے تکبیر کرنا ثابت ہے جیسا کہ احادیث گزشتہ
اور حضرت امام احمد بن حنبل علیہ السلام سے ہے کہ ہمیں اس بارے میں کسی کا اختلاف
علوم نہیں لیکن روایتی صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ ہمیں اسکی صراحت
نہیں ملی اور علت کا اس میں اختلاف بھی ہے اس لیے بہتر یہی ہے
کہ تکبیر نہ کہی جائے ۔ روایتی صاحب سے کوئی پوچھے کہ حضرت کیا
حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ، حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی
اللہ عنہما کے عمل میں اس کی صراحت نہیں ہے ، کیا یہ لوگ تکبیر کہہ کر دعاؤ

اللہ کوئی اچھا کام نہیں کرتے تھے ؟ یہ میں عمل بالحدیث کے دعویدار
جنہیں قنوت کے لیے تکبیر کی صراحت نظر نہیں آتی ، ان عام دعاؤں کی

طرح دعا قنوت بھی ترمذی ائمہ احنافہ کا شکر چاہتا ہے حضرت عبداللہ بن
مسعود رضی اللہ عنہما دعوت فرماتے ہیں وہ ان کے نزدیک حدیث کے
مقابلہ میں قیاس پر عمل کرتے ہوئے اولیٰ اور بہتر ہے ۔ ولا حول
ولا قوۃ الا باللہ ۔

صحیح احادیث ، بخاری و مسلم و نسائی و ابن ماجہ وغیرہ سے ثابت
ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ترمذی دعا قنوت رکوع میں
جانے سے پہلے پڑھتے تھے ، اسی پر علیل القدر صحابہ کرام حضرت عمر فاروق
حضرت عبداللہ بن مسعود ، حضرت انس اور عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
لا عمل ہے ۔

لیکن غیر مقلدین کے یہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل کے
بالصلافت رکوع سے اٹھ کر دعا قنوت پڑھنا مستحب اور مختار و
پسندیدہ عمل ہے ۔ خود فرمائیے کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ
کرام سے صحیح احادیث سے ثابت شدہ عمل کے خلاف کوئی عمل مستحب
ہو سکتا ہے ؟ اگر نہیں لیکن غیر مقلدین کو اس سے کیا فرض انہیں مقلد
اپنے سونے کے مطابق عمل کرنے سے مطلب ہے صحیح جو یا غلط ، قارئین
کرام اسباب فیصلہ فرمائیں کہ غیر مقلدین کا یہ طرز عمل اختیار کرنا حدیث
کی مخالفت ہے یا مخالفت ؟

غیر مقلدین کا ایک جھوٹ

فتاویٰ علما حدیث میں جو یہ
درج ہے کہ ”بخاری شریف

مبارک رکوع کے بعد ہے یہ مراسر جھوٹ ہے ۔ بخاری شریف میں وتر
میں دعا قنوت بعد رکوع پڑھنے کی کوئی حدیث نہیں ورنہ پیش کی جائے

سے سزا خانے کے بعد ہے (صحیح مسلم، ص ۲۰۰)

(صورت اور اصول مسئلہ ماشیہ)

اس جو اللہ میں حکیم صاحب نے یہ خیانت کی ہے کہ اس کے شروع کا ذکر راحتہ چھوڑ دیا ہے جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ اس کا تعلق قنوت اللہ سے ہے نہ کہ قنوت وتر سے۔ شرح مسلم سے ہم وہ پورا باب نقل کرتے ہیں تاکہ قارئین کے سامنے حکیم صاحب کی خیانت کمال نظر آ سکے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں۔

باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات
انما نقلت بالسلیمین لاللق والعیاذ باللہ واستحباب
فی الصبح والاعشاء و بیان ان مسئلہ بعد وضع
الریش من الرکوع فی الرکعت الاخیرة واستحباب
الجن سویم۔ (مسلم ۱۵ ص ۱۲۳)

نواب وحید الزاں صاحب نے اس کا ترجمہ اس طریقہ کیا ہے۔
”باب جب مسلمانوں کو کوئی نماز پورا کرنا ہوں میں بلند آواز سے
قنوت پڑھنا اور اللہ کے ساتھ تہنیت پڑھنا مستحب ہے اور اس کا
عمل و مقام آخری رکعت کے رکوع سے سزا خانے کے بعد ہے
اور یہ کہ نماز میں قنوت پر دوم مستحب ہے۔“

اسلم شریف، ص ۲۵ ص ۲۶

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس باب کا تعلق قنوت نماز سے
ہے نہ کہ قنوت وتر سے کیونکہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ
”قنوت پڑھنا“ ہے اس لیے انہوں نے اس کو پورا کر نہیں کیا۔

دیدہ باید، ہم پہلے کتب بارگاہی کے جس کو غیر متعلق کو اپنا موقف ثابت کرنے
کے لیے دلائل کوئی سے کام لینا چاہتے تھے وہ اس سے بڑی گریز نہیں کرتے ان
کی دوا کو نہیں ہیں سے ایک یہ بھی ہے ہمارا یہ فکر نکلیں۔

صاوق سیکوٹی صاحب دھوکہ اور خیانت
حکیم صاوق سیکوٹی

اپنے اس موقف کو ثابت کرنے کے لیے کہ وتر میں دُعا قنوت رکوع کے
بعد پڑھنی چاہیے، انتہائی دھوکہ دین اور خیانت سے کام لیا ہے، چنانچہ اپنا
نئے ایک قرائن کی کتاب صلوٰۃ الرسول ص ۳۵۹-۳۶۰ کے ماشیہ میں لٹائی اور
ابو داؤد شریف کے حوالے سے دو حدیثیں ذکر کی ہیں جن سے بزم خدائش
ثابت کر رہے ہیں کہ ان میں کوئی رکوع کے بعد قنوت کا ذکر ہے اپنا وتر
میں دُعا قنوت رکوع کے بعد پڑھنی چاہیے، ہم نے ان احادیث کو دیکھا
ان کا تعلق وتر کے قنوت سے نہیں ہے بلکہ قنوت نماز سے ہے جو فجر کی
نماز میں چار چوبیس جاتی ہے جب حکیم صاحب نے قنوت نماز والی احادیث کو
قنوت وتر سے متعلق کر کے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے دھوکے
سے کام لیا ہے اور بیحد فحش الکلم عن مواضع کا پورا
پورا ثبوت دیا ہے۔ دوسرے انہوں نے مسلم شریف کی شری نووی کے
ایک باب کا تذکرہ کر کے اس سے بھی یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ وتر میں دُعا
قنوت رکوع کے بعد پڑھنی چاہیے چنانچہ لکھتے ہیں۔

”امام نووی شارح مسلم، باب استحباب القنوت میں فرماتے ہیں

”و من اجل القنوت بعد وضع الریش فی الرکوع فی

الركعت الاخيرة“ اور قنوت کا عمل آخری رکعت میں کرنا

جواز سنت الفجر عند شئوع الإمام في الفريضة
فجر کی سنتیں فجر کی جماعت کھڑی ہو جانے پر بھی پڑھنی جائز ہیں

۱- عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
ركعتا الفجر خير من الدنيا وما فيها

(مسلم ۱۵۸۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے اشاد فرمایا فجر کی دو رکعتیں دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے
سب سے بہتر ہیں۔

۲- عن عائشة قالت لم يكن المتنبى صلى الله عليه
وسلم على شيء من النوازل أشد لها هذا
من ركعتي الفجر (بخاری ۵۵۸۱، مسلم ۱۵۸۱)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
کسی نفل کی اتنی زیادہ پابندی اور حفاظت نہیں کرتے تھے جتنی
فجر کی دو رکعتوں کی۔

۳- عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم لا تدعوهما وإن طرقتك الخيل
(ابوداؤد ۱۵۸۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کا ارشاد وہ ہے کہ فجر کی دو رکعتوں کو نہ چھوڑو اگرچہ
گھوڑے تمہیں روند ڈالیں۔

۴- عن أبي اسحق قال حدثني عبد الله بن
أبي موسى عن أبيه حين دعا لهم سعيد
بن العاص دعا أبا موسى وحذيفتي وعبد
الله بن مسعود قبل أن يصلي الفداة بشم
خوجوا من عنده وقد أقيمت الصلوة فجلس
عبد الله الخ اسطوانة من المسجد فصرى
الركعتين ثم دخل في الصلوة (عماد ۱۵۸۱)
حضرت ابواسحق فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو موسیٰ (اشعری)
کے صاحبزادے عبد اللہ نے اپنے والد کے واسطے سے یہ
حدیث بیان کی جب کہ ان کو حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ
سے بتایا کہ حضرت سعید بن العاص نے حضرت ابو موسیٰ اشعری
حضرت حذیفہؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کو فجر کی
فاز سے پہلے بلایا، پھر جب یہ حضرات ان کے پاس گئے
تو جماعت کھڑی ہو چکی تھی، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
نے مسجد کے ایک ستون کے پاس بیٹھ کر دو رکعتیں پڑھیں پھر نماز
میں شریک ہو گئے۔

۵- عن عبد الله بن أبي موسى قال جاء ابن مسعود
فإنام يصلي الصبح فضلى ركعتين إلى سارية

ولم يكن صلى ركعتي الفجر،

(مجموع غزالی الكبير ۹ صفحہ ۷)

حضرت عبداللہ بن ابی موسیٰ (اشعری رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو امام فجر کی نماز پڑھا رہا تھا آپ نے ایک ستون کی اوٹ میں فجر کی دو رکعت سنتیں ادا کیں جو آپ پہلے ادا نہیں کر سکتے تھے۔

۸۔ عن عبد اللہ بن ابی موسیٰ عن عبد اللہ بن مسعود دخل المسجد والامام في الصلاة فصل ركعتي الفجر، (طحاوی ۵ صفحہ ۷)

حضرت عبداللہ بن ابی موسیٰ (اشعری) سے روایت ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (فجر کے وقت) مسجد میں تشریف لائے تو امام نماز میں تھا تو دیکھتے، آپ نے فجر کی دو سنتیں پڑھیں۔

۹۔ عن حارث بن حصیب ان ابن مسعود و ابی موسیٰ بن جابر عن عبد الحمید بن العاص قال سمعت الصلاة في ركعتي بن مسعود ركعتين ثم دخل مع العتوم في الصلاة واما ابو موسیٰ فدخل في الصف، (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۵ صفحہ ۷)

حضرت حارث بن حصیب سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما، حضرت حمید بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس سے پہلے تو فجر کی جماعت کھڑی

ہو گئی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو فجر کی دو سنتیں پڑھ کر جماعت میں شریک ہوئے اور حضرت ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سیدھے صف میں داخل ہو گئے۔

۸۔ عن مالك بن مغول قال سمعت نافعا يقول اني سمعت ابا عبد الله بن مسعود في الصلاة ركعتين (طحاوی ۵ صفحہ ۷)

حضرت مالک بن مغولؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نافعؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو فجر کی نماز کے لیے جنگبیا جب کہ جماعت کھڑی ہو چکی تھی آپ اٹھے اور پہلے (دو رکعتیں پڑھیں)۔

۹۔ عن محمد بن كعب قال خرج عبد الله بن عمر من بيتهم فاقیمت صلاة الصبح في ركعتين ركعتين قبل ان يدخل المسجد وهو في الطريق ثم دخل المسجد فصل الصبح مع الناس، (طحاوی ۵ صفحہ ۷)

حضرت محمد بن کعب قرظیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گھر سے تشریف لے گئے تو فجر کی جماعت کھڑی ہو چکی تھی آپ نے مسجد میں داخل ہوئے سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں اور دو رکعت (فجر کی سنتیں)، ادا کیں پھر مسجد میں داخل ہوئے اور فجر کی نماز لوگوں کے ساتھ ادا کی۔

۱۰۔ عن زيد بن اسلم عن ابن عمر انه جاء والامام

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی جگہ بیٹھے رہے حتیٰ کہ جب سورۃ نکل آئی تو اٹھ کر دو رکعتیں پڑھیں۔

۱۱۔ عن ابی حشبان الانصاری قال جالساً عہد اللہ بن عباس والامام فی صلوٰۃ العشاء ولسم یسکن صلی الرکعتین فصلی عبد اللہ بن عباس الرکعتین خلعت الامام ثم دخل معہم (طحاوی ۱ ص ۲۵۵)

حضرت ابو عثمان انصاری فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فجر کی نماز کے لیے مسجد تشریف لائے تو امام نماز میں تھا اور آپ نے دو رکعتیں (سنت کی) نہیں پڑھی تھیں چنانچہ آپ نے دو رکعت سنت امام کے پیچھے پڑھیں پھر لوگوں کے ساتھ شریک (جماعت) ہو گئے

۱۲۔ عن ابی الدرداء انہ کان یدخل المسجد والناس صفوف فی صلوٰۃ الفجر فصلی الرکعتین قبل تلحیث المسجد ثم یدخل مع القوم فی الصلوٰۃ (طحاوی ۱ ص ۲۵۵)

حضرت ابو درداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ مسجد میں تشریف لائے تو لوگ فجر کی نماز کی صف بندی کر رہے ہوئے۔ آپ مسجد کے ایک گوشہ میں دو رکعت (سنت) ادا کرتے پھر لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک ہو جاتے۔

یصلی الصبح ولسم یکن صلی الرکعتین قبل الصبح فصلی حجرة حفصۃ ثم اشد صلی مع الامام حضرت ذہب بن سلم، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سنت ادا کرتے ہیں کہ آپ (فجر کی نماز کے لیے) تشریف لائے تو امام نماز پڑھا تھا اور آپ نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں چنانچہ آپ نے حضرت خضر رضی اللہ عنہما کے حجرے میں سنتیں ادا کیں پھر امام کے ساتھ نماز پڑھی۔

۱۔ عن ابی مجلز قال دخلت المسجد فی صلوٰۃ العشاء مع ابن عمر و ابن عباس والامام یصلی فناما جنب صر دخل فی الصف واما ابن عباس فصلی رکعتین ثم دخل مع الامام فلما سلم الامام قعد ابن عمر مکانہ حق طاعت الشمس فقام فرکع رکعتین (طحاوی ۱ ص ۲۵۵)

حضرت ابو مجلز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ فجر کی نماز کے لیے مسجد میں آیا تو امام نماز پڑھا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تو صف میں داخل ہو گئے لیکن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما دو رکعت (سنت) پڑھ کر امام کے ساتھ شریک ہوئے پھر جب امام نے سلام پھیرا تو حضرت

۱۳۔ عن ابی عثمان النهدي قال كنا ثاقی عمر بن الخطاب قیل ان نسلی الرکعتین قبل الصبح وهو فی الصلوة فنصلى فی آخر المسجد ثم ندخل مع القوم فی صلاتهم ، (طحاوی ج ۱ صفحہ ۱۷۷)
حضرت ابو عثمان نبوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس کی دو سنتیں پڑھنے سے پہلے حاضر ہوتے تو آپ نماز پڑھا رہے ہوتے۔ ہم مسجد کے آخر میں دو سنتیں پڑھ کر لوگوں کے ساتھ ان کی نماز میں شریک ہوجاتے۔

۱۵۔ عن حصین قال سمعت الشعمی يقول کان مسروق یجیئ الی القوم وهم فی الصلوة ولم یکن رکیع رکعتی الفجر فیصلی الرکعتین فی المسجد ثم یدخل مع القوم فی صلاتهم ، (طحاوی ج ۱ صفحہ ۱۷۷)

حضرت حصین فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام شعبی کو یہ فرمایا ہوئے سنا کہ حضرت مسروق رحمہ اللہ لوگوں کے پاس تشریف لاتے اس سال میں کہ لوگ نماز میں ہوتے اور آپ نے فجر کی دو رکعت سنت نہ پڑھی ہوتیں تو آپ مسجد میں دو رکعت سنت پڑھ کر لوگوں کے ساتھ ان کی نماز میں شریک ہوجاتے۔

۱۶۔ عن الحسن ابنہ کان یقول اذا دخلت المسجد

ولم فصل رکعتی الفجر فصلیہما وان کان الامام یصلی ثم ادخل مع الامام (طحاوی ج ۱ صفحہ ۱۷۷)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ جب تم مسجد میں داخل ہو اور تم نے فجر کی سنتیں پڑھی ہوں تو پچھلے دو سنتیں پڑھ لو اگرچہ امام نماز ہی پڑھا رہا ہو پھر امام کے ساتھ شریک ہوجاؤ۔

۱۷۔ اما یونس قال کان الحسن یقول یصلیہما فی ناحیة المسجد ثم یدخل مع القوم فی صلاتهم (طحاوی ج ۱ صفحہ ۱۷۷)

حضرت عثیم کہتے ہیں کہ میں حضرت یونسؑ سے خبر دی وہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصری فرماتے تھے کہ فجر کی دو سنتیں مسجد کے ایک گوشہ میں پڑھ کر پھر لوگوں کے ساتھ ان کی نماز میں شریک ہوجاؤ۔

۱۸۔ عن سعید بن جبیر انہ جاء الی المسجد والامام فی صلوة الفجر فصلی الرکعتین قبل ان یلج المسجد عند باب المسجد ، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ صفحہ ۲۵۷)

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ مسجد میں تشریف لاتے تو امام فجر کی نماز پڑھا رہا تھا آپ نے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے مسجد کے دروازے کے پاس دو رکعت سنت ادا کیں۔

۱۹۔ عن مجاهد قال اذا دخلت المسجد والناس في صلاة الصبح ولم ترك ركعتي الفجر فاركعها وان ظننت ان الركعتي الاولى ففوتك

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲۵ ص ۱۸۱)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم مسجد میں داخل ہو اور لوگ صبح کی نماز پڑھ رہے ہوں اور تم نے فجر کی سنتیں پڑھ لی ہوں تو پہلے وہ پڑھ لو اگرچہ تمہارا خیال ہو کہ تم پہلی رکعت فوت ہو چکے ہو۔

۲۰۔ عن علی قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الركعتین عند الافطار حتی یصلی رکعتی الفجر عن فرات بن عبد الرحمن عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ یصلی الفجرین کما یصلی الفجرین

۲۱۔ عن علی بنی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی رکعتی الفجر عند الافطار

(مسند احمد ۱ ص ۱۸۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعت (سنت) اقامت کے وقت پڑھا کرتے تھے

۲۲۔ مالک عن هشام بن عروہ عن ابيہ ان عبد اللہ بن مسعود قال ما ایالی فواقبت صلوۃ الصبح وانا اوتر. (مروا امام مالک ص ۱۸۱)

حضرت امام مالک حضرت عروہ کے صاحبزادے ہشام سے

اور وہ اپنے والد عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے کوئی پروا نہیں ہے کہ صبح کی نماز کی اقامت کبھی جا چکی ہو اور میں وتر پڑھ رہا ہوں۔

۲۳۔ مالک عن یحیی بن سعید انہ قال کان عبادة بن الصامت یوم قوما فخرج یوما الی الصبح فقام المؤمن صلوۃ الصبح فاسکت عبادۃ حتی اوتر ثم صلی بهم الصبح

(مروا امام مالک ص ۱۸۱)

حضرت امام مالک حضرت یحیی بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا حضرت عبادة بن صامت رضی اللہ عنہ کی قوم کی امامت کرتے تھے۔ آپ ایک دن صبح کی نماز پڑھانے کے لیے بجلی قوموں نے صبح کی نماز کی اقامت کہہ دی آپ نے اسے چپ کر دیا یہاں تک کہ وتر پڑھتے پھر انہیں صبح کی نماز پڑھائی۔

۲۴۔ مالک عن عبد الرحمن بن العباس انہ قال سمعت عبد اللہ بن حاض بن ربیعۃ یقول ان لا تروانا اسمع الاقامۃ او بعد الغنیم فیما

عن عبد الرحمن ای ذالک قال

(مروا امام مالک ص ۱۸۱)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ حضرت عبد الرحمن بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت عبد اللہ بن عامر بن

رسول رضی اللہ عنہ کو یہ فرما سکے جو سترہ سال تک میں قدر چھوٹا گا،
گرجا میں جیسا کہ حضرت رداہ بنی یا فخر کے بعد حضرت عبداللہ رضی
اللہ عنہ کا ہم کی جائے تھے ملک ہوا سچ کہ حضرت عبداللہ رضی
اللہ عنہ کے لئے کیا ہے۔

۱۲۔ عن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا
اقیمت الصلوۃ فاعلموا انک فی صلوۃ الا انک فی صلوۃ
ولیس فی صلوۃ الا انک فی صلوۃ الا انک فی صلوۃ
یومئذ انک فی صلوۃ الا انک فی صلوۃ (حدیث صحیح)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جب اقامت ہو جائے تو سارے فرض نماز کے ارکان کی تلاوت کر
نہیں کرو سوائے فجر کی (اگر نماز میں)

منگورہ نماز ہیث، تاکار سے نہایت ہوا ہے کہ اگر کسی نے فجر کی
نماز میں نہ پڑھی ہو اور فجر کی جماعت کھڑی ہو جائے تو اسے چاہئے کہ
اگر اسے دوسری رکعت پڑھنے کا یقین ہو تو وہ مسجد سے باہر نکلیں اور
مسجد کے اندر سے کسی گھاس یا مسجد کے کسی گوشے یا ستون کی آغوش میں
کی صفوں سے ہر گھاس کی صفوں کو ادا کرے اور پھر جماعت کے ساتھ
شریک ہو جائے کیونکہ اگر کوئی نماز کو ادا کرے اور پھر جماعت کے ساتھ

مجاہد کمالی کی تصنیف میں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے
عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے
منہم و ابی ہریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انک فی صلوۃ الا انک فی صلوۃ
سیدنا ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے
میں قرآن پڑھنے والے اور فجر کی جماعت ہو رہی ہو تو اگر انہوں نے نماز
نہ پڑھی ہو تو پڑھیں اور رکعت ملتے جلتے پڑھیں۔ (حدیث صحیح)
شریک ہو جائے تھے۔ حضرت حسن مہدیؑ اور حضرت مجاہدؑ دونوں
فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے فجر کی نماز میں نہ پڑھی ہو اور جماعت
کھڑی ہو رہی ہو تو اسے چاہئے کہ پچھلے سنتیں ادا کرے پھر جماعت میں
شریک ہو۔ (حدیث صحیح) ۱۳۔ اللہ سے ظاہر ہے کہ شیروین
۱۲۔ ۶۹۔ سے ظاہر ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقامت

کے وقت فجر کی سنتیں ادا فرما لیتے تھے۔ حدیث نمبر ۲۱-۲۲-۲۳ سے
معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت عباد بن صامتؓ حضرت
عبداللہ بن عامرؓ رضی اللہ عنہم میں اقامت کے وتر بھی پڑھ لیا کرتے تھے۔
لیکن ان تمام امارتیں وہ ان کے غلاف غیر متعین کا کہنا ہے کہ فجر کی
جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد سنتیں ادا کرنا (اگر کسی شخص کی تکمیل کے بعد نماز ہے
رسول خدا کی نافرمانی ہے اور نافرمانی کی سزا جہنم ہے۔

چنانچہ حکیم صادقؒ یا کوئی صاحب سمجھتے ہیں۔
اور کیا ان لوگوں کا جماعت کی موجودگی میں سنتیں پڑھنا رسول خدا
کی نافرمانی نہیں ہے جب کہ حضور اقدسؐ نے اہل صلوۃ فرما کر پھر نماز کی
لفظ فرمادی ہے۔ (حدیث ابی ہریرہ صلی اللہ علیہ وسلم)

جماعت نماز اہل حدیث کے مفتی عبدالستار ایک سوال کے جواب میں
لکھتے ہیں، سوال و جواب دونوں غلط فہم ہیں۔

سوال :- ذیل کتابت جب تک کہ نماز ہو رہی ہو تو کوئی نماز نہیں پھر
کتابت ہے کہ جو شخص مسجد میں صبح کے وقت آئے اور نماز ہو رہی ہو تو اس
کو پڑھتے پہلے صبح کی سنتیں پڑھ لے پھر نماز میں ملے کس کا قول صحیح ہے
جواب :- ۱۔ زید کا قول صحیح ہے کہ اگر غلط ہے بلکہ غلط ہے۔ حدیث
شریف میں ہے اقامت الصلوۃ فاعلموا انک فی صلوۃ الا انک فی صلوۃ
یعنی جس وقت فرض نماز کی تکبیر ہو جائے اس وقت کوئی نماز نہیں پڑھتی
پھر جب حدیث بذابروہ شخص جو صبح کے فرض پڑھنے کے وقت میں پڑھے
نماز رسول کا فرمان ہے جیسا کہ آج کل احناف کی جملہ صاحبہا میں خصوصاً
فجر کے وقت یہی طریقہ رائج ہے یہ سراسر منہی علیہ السلام کی نافرمانی ہے
اور نافرمانی کی سزا جہنم ہے ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد

حدودہ یدخلہ نارخالذا فیہا ولہ عذاب
موبین^{۱۱} (نماز کی سیر ۲۵ ص ۱۸)

نواب و حیدر اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

ولا يجوز له الشروع في الصلاة اذا اتممت
الصلاة المكتوبة ولا فرق بين ركعتي الفجر
وعينها في هذا الحكم ولا بين ان يؤدیهما
في المسجد ام خارجا عند بابہ^{۱۲}

(نزل المجلد ۱ ص ۱۳۲)

اور کسی بھی نماز کو شروع کرنا جائز نہیں ہے جب کہ فرض نماز کی
اقامت ہو جائے اور اس حکم میں فجر وغیرہ نمازوں کی سنتوں
میں کوئی تفریق نہیں ہے اور نہ ہی یہ فرق ہو سکتا ہے کہ نمازی
دو سنتیں مسجد میں ادا کرے یا مسجد سے باہر ورنہ اس کے پاس

ملاحظہ فرمائیے : جلیل القدر صحابہ کرام اور تابعین عظام کا عمل
تو صحیح احادیث سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ وہ فجر کی نماز کے لیے مسجد
میں تشریف لاتے اور فجر کی جماعت ہو رہی ہوتی تو اگر انہوں نے سنتیں
پڑھی ہوتیں تو پہلے سنتیں پڑھتے تھے پھر جماعت میں شریک ہوتے
تھے، حضرت حسن بصریؒ، حضرت مجاہدؒ دونوں بزرگ ہی فتویٰ دیتے
تھے، لیکن غیر متدین بلا سوچے بچے فتوے دے رہے ہیں کہ نماز
سبہ رسول خدا کی نافذاتی ہے۔ کیا صحابہ کرام اور تابعین عظام کے سامنے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن و احادیث نہ تھے؟ کیا ان سب
کو احادیث کی سمجھ نہ تھی؟ کیا یہ صحابہ و تابعین رسول خدا کے نافذ تھے؟

کیا یہ سب ناجائز کام کرتے تھے نقل کٹر کٹر ہاں شد کیا یہ سب گنہگار
قارئین کرام ذرا سوچئے یہ فتوے کس پر لگ رہے ہیں کون ان
فتوؤں کی زد میں آکر رہا ہے؟ کیا اسکی کو عمل بالحدیث کہتے ہیں کہ صحابہ و
تابعین ایک عمل کو جائز سمجھ کر کریں اور اُس سے بے دھڑکنا جائز کہہ دیا جائے
قارئین محترم اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت
ہے یا مخالفت؟

الاضطجاع بعد رکعتی الفجر

فجر کی سنتیں پڑھ کر لینا مسنون نہیں ہے

۱۔ عن عائشة (رضی اللہ عنہا) عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کان یصلی باللیل احدى عشرة رکعة ینزل منها
بواحدة فنادا فرغ منها اضطجاع علی شطری الایمن
حتی یتیمہ المؤذن فجعل رکعتین خفیفتین^{۱۳}
(مسلم ص ۲۲۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گیارہ رکعات پڑھتے تھے جن میں سے
ایک رکعت کے ساتھ دو ترنہا پڑھتے تھے جب آپ صبح ہو جاتے
تو انہیں پہلو پر لٹ جاتے حتیٰ کہ آپ کے پاس مؤذن آتا تو آپ
دو رکعتیں بہت جلدی پڑھتے۔

۲۔ عن عائشة قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
اذا صلی رکعتی الفجر اضطجاع علی شطری الایمن^{۱۴} (مسلم ص ۲۲۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فجر کی دو رکعت سنت پڑھ لیتے تو دائیں پہلو پر لیٹ جاتے۔
- عن عائشہ ان النبي صلى الله عليه وسلم كان اذا صلى سنة الفجر فان كنت مستيقظاً فاحد شئ والا فاصطجع حتى يؤذن بالصلاة۔

(بخاری ۱۵۵۸)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فجر کی تین پڑھ چکے مگر تو میں جاگ رہی ہوتی تو آپ مجھ سے باتیں کرنے لگتے ورنہ لیٹ جاتے حتیٰ کہ آپ کو نماز کی اطلاع کی جاتی۔

۳- عن ابن جریج قتال الخبر في من أخصب في ان عائشة قتلت لان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا طلع الفجر يصلي ركعتين خفيفتين ثم يضطجع على شفته الا يمين حتى ياتيه المؤذن فيؤذنه بالصلاة لم يضطجع يسيراً ولكت كانت يذأب ليله فيستريح قال فكان ابن عمر يحصبهم اذا آههم يضطجعون على ايما نهم۔

(مسند عبد اللہ بن مسعود ۳ ص ۲۰۰)
حضرت ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر دی اس شخص نے جس کی میں تصدیق کرتا ہوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح صادق کے بعد کبھی سی دو رکعتیں

پڑھ کر دائیں پہلو پر لیٹ جاتے تھے حتیٰ کہ مؤذن اگر آپ کو نماز کی اطلاع کرتا آپ اس لیے نہیں بیٹھتے تھے کہ یہ سنت ہے بلکہ اس وجہ سے بیٹھتے تھے کہ رات کو آپ ٹھک جاتے تھے۔ اب کچھ انوکھ کہیں۔ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب لوگوں کو اپنے دائیں پہلو پر لیٹ ہوا دیکھتے تھے تو انہیں پتھر مارتے تھے۔

۵- عن سعيد بن المسيب قتال رأى ابن عمر رجلاً يضطجع بين الركعتين فقتل احصيه۔
(مسند ابن ابی شیبہ ۲ ص ۲۳۸)

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو فجر کی دو رکعتیں پڑھ کر لیٹے پڑھے دیکھا تو فرمایا اسے پتھر مارو۔

۶- عن ابی الصديق الساجي قال رأى ابن عمر قوماً اضطجعوا بعد ركعتي الفجر فارسل اليهم فنهاهم فقاتلوا قريداً يذالك السنه فقتل ابن عمر ارجع اليهم فاخبرهم انها بدعت۔
(مسند ابن ابی شیبہ ۲ ص ۲۳۸)

ابو الصدیق ناجی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کچھ لوگوں کو فجر کی سنتوں کے بعد لیٹے ہوئے دیکھا تو ان کی طرف پیٹیاں بھجوا کر ایسا نہ کریں ان لوگوں نے کہا کہ ہم تو سنت پر عمل کرنا چاہتے ہیں آپ نے فرمایا ان کے پاس دوبارہ جاؤ اور

انہیں مبتلا کر کے بدعت ہے۔

۴۔ عن عبد اللہ بن عمر اندرائی کہ جبکہ رکوع رکعتی الفجر مشم اضطرحت فقات ابن عمر ماشاء فقات نافع فقات یفصل بین صلوة فقات ابن عمر وای فصل الفصل من السلام، (موطا امام محمد ص ۳۲۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ فجر کی سنتیں پڑھ کر لیٹ گیا ہے تو آپ نے فرمایا اسے کیا ہو گیا؟ حضرت نافع کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ یہ سنتوں اور فرضوں کے درمیان فصل کر رہا ہے آپ نے فرمایا "سلام" سے بڑھ کر فعل والی چیز کو کسی ہوگی؟

۸۔ عن ابراہیم قال قال عبد اللہ ما بال الرجل اذا صلى الركعتين يتحلى كما يتحلى الدابة والعصا اذا سلم تعد فصلي.

وصحیح ابن ابی شیبہ ص ۲۵۷ (۲) حضرت ابراہیم شخی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آدمی کو کیا ہو گیا کہ (فجر کی دو رکعت سنت) پڑھ کر گھوڑے کے کی طرح لوٹا ہے جب سلام پھیر چکے تو بیٹھ جاتے پھر نماز پڑھ لے۔

۹۔ عن مجاهد قال صحبت ابن عمر في السفر والحضر منما رأيت اضطرحت بعد ركعتي الفجر، (صحیح ابن ابی شیبہ ص ۳۲۷)

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر و حضر میں رہا ہوں میں نے کسی نہیں دیکھا کہ آپ فجر کی سنتیں پڑھ کر لیٹے ہوں۔

۱۰۔ عن سعید بن جبیر قال لا يضطرحت بعد الركعتين قبل الفجر والاضطرحت بعد الوتر، (صحیح ابن ابی شیبہ ص ۲۵۷)

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فجر کی سنتیں پڑھ کر فجر کی نماز سے پہلے نہ لیٹو! و تر کے بعد لیٹ جاؤ۔
 مذکورہ احادیث و آثار سے واضح ظاہر ہے کہ:

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی تو بہد کی نماز پڑھ کر اور کسی فجر کی سنتیں پڑھ کر کلام کی غرض سے لیٹ جاتے تھے اور کسی نہیں بھی لیٹتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتیں پڑھنے کے بعد اگر تو میں جاگ رہی ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے رہتے وہ لیٹ جاتے۔

(۲) آپ کا یہ لیٹنا بطور عبادت کے نہیں تھا بطور عادت کے تھا یعنی آپ چونکہ مسجد کی نماز پڑھتے پڑھتے ٹھک جاتے تھے اس لیے ذرا اکوم فرماتے کے لیے لیٹ جاتے تھے جیسا کہ حدیث قبریٰ سے واضح ہے (۳) صحابہ کرام اور تابعین عظام مسجد میں فجر کی سنتیں پڑھ کر سنت بھر کر لیٹنے کو پسند نہیں کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس طرح کسی کو لیٹا دیکھتے تو اسے تھرا کر رگڑا کرتے تھے۔ کچھ لوگوں کو آپ نے اسی طرح لیٹے دیکھا تو منع کیا۔ انہوں نے کہا ہم قرآن مجلی سنت کی غرض سے

پیشہ میں آپ نے فرمایا کہ جو کر لیتا دوست ہے (مذکر سنت) حضرت
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس طرح سے لپٹنے کو گھوڑے گتے کے
وٹنے کی طرح قرار دیتے تھے۔

انہی احادیث کا ٹکڑے پیش نظر خیر کلام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص
بہ طور عادت کے فجر کی سنتیں چھوڑ کر بیٹ جاتا ہے تو کوئی حرج نہیں لیکن
اس طرح لپٹنے کو سنت نہیں سمجھا جاسکتا کیونکہ اگر یہ عمل مسنون ہوتا تو سیدہ
عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی تردید نہ فرماتیں اور صحابہ کرام میں اسے لڑا نہ جکتے
لیکن تمام احادیث کا آثار کے خلاف غیر متعلق کا گناہ ہے کہ فجر کی
سنتیں چھوڑ دے اور بیٹ کر بیٹا مسنون ہے اور غیر متعلق کے امام و
مستقلیٰ ابن حزم غامری کہتے ہیں کہ فجر کی سنتیں چھوڑ کر لیتا فرض ہے اور فجر
کی نائزہ کے گرجے ہونے کی شرط ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی سنتیں
چھوڑ کر بیٹا تو اس کی فجر کی نائزہ صحیح نہیں ہوگی، چنانچہ

قواب عبد اللہ صاحب لکھتے ہیں۔

”وَيُسْنَى الْأَوْضَاعُ عَلَى حَذْبِ الْأَيْمَنِ بَعْدَ
رُكُوعِ الْفَجْرِ وَتَالِ ابْنِ حَزْمٍ مِنْ أَصْحَابِنَا أَنَّ
الْأَوْضَاعَ بَعْدَ سُتْرِ الْفَجْرِ حَرَجٌ مِنْ شُرَائِطِ
صَحْتِ الصَّلَاةِ وَتَقَرَّرَ بِهِ ۲۱ لَعْنَتُهُ ۛ

(نزل افکار ۱: ۱۲۵)

اور سنن میں سب دہائیں پہلو پر لپٹا فجر کی سنتیں چھوڑ کر ہمارے
اصحاب میں سے ابن حزم فرماتے ہیں کہ فجر کی سنتوں کے بعد
لیٹنا فرض ہے اور فجر کی نائزہ کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ہے

اور وہ اپنے اس قول میں متفرق ہیں۔

حکیم صادق سیاح کوئی صاحب لکھتے ہیں۔

”فجر کی سنتیں چھوڑ کر فرضوں سے پہلے دائیں کروٹ پر لیٹنا
سنت ہے۔“ (مصدقہ رسول مشفق)

قواب نور الحسن خاں صاحب لکھتے ہیں۔

”وہ دہائیں پہلو پر وضو کے بعد برقع و حجاب مسند و جان امر
وارو گشتہ“ (عرفت آبادی ص ۱۱۷)

اور ان دونوں مکتوں (فجر کی سنتیں) کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنا
سنت ہے لہذا اس کا حکم وارد ہوا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے انھوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے سلم کے جس محل کے متعلق
خود صراحت فرمادی ہے کہ وہ محل آپ بہ طور عادت کے کھڑے تھے بلکہ
عادت کے نہیں اور کبھی یہ نہیں بھی کرتے تھے اور جس ناہین
اچھا نہیں سمجھتے تھے بلکہ اسے سنت سمجھ کر کرنے کو بدعت قرار دیتے تھے
اور گھوڑے کے گتے کے محل سے تسبیح دیتے تھے وہ محل غیر متعلق کے
نزدیک سنت اور ان کے پیچھا کے نزدیک فرض ہے بلکہ فجر کی نائزہ کے
صحیح ہونے کی شرط ہے جس کے بغیر فجر کی نائزہ صحیح نہیں ہو سکتا۔

ظہور فرمائیے اگر یہ عمل سنت ہوتا تو حضرت عائشہؓ اس کی تردید بھی
کرتیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس کے کرنے پر پتھر کیوں مارتے اور
اسے بدعت کیوں قرار دیتے؟ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اسے گھوڑے
گتے کے محل سے تسبیح کیوں دیتے، صحابہ کرام کا طرز عمل بتا رہا ہے کہ
یہ عمل مسنون نہیں ہے، لیکن غیر متعلق اس سب سے عقل نظر اسے

صرف مسنون ہی نہیں فرض قرار دے رہے ہیں۔

کارین محرم آپ فیصلہ کیجئے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

کراهة قضاء رکعتی الفجر قبل طلوع الشمس
فجر کی سنتیں فرضوں کے بعد شروع نہ کئے سے پہلے پڑھا نہ کرو ہے

۱۔ عن ابی حنیرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نهى عن الصلوة بعد العصر حتى تغرب الشمس

و عن الصلوة بعد الصبح حتى تطلع الشمس

(بخاری و مسلم و ابوداؤد و الترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک اور فجر کے بعد سورج نکلنے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

۲۔ عن ابن عباس قال سمعت عنیر واحدا من

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عنہم

عن ابن الخطاب وكان احبهم الي ان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نهى عن الصلوة

بعد الفجر حتى تطلع الشمس و بعد العصر حتى

تغرب الشمس

(بخاری و مسلم و ابوداؤد و الترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت سے صحابہ کرام سے کہ سن

میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اور وہ مجھے
سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فجر کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کے بعد سورج غروب
ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

۳۔ عن عطاء بن ینبہ العقیثی ا منذ سمع ابا

سعید الخدری يقول قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم لا صلوة بعد صلوة العصر حتى

تغرب الشمس ولا صلوة بعد صلوة الفجر حتى تطلع

الشمس (بخاری و مسلم و ابوداؤد و الترمذی)

حضرت عطاء بن ینبہ العقیثی سے روایت ہے کہ انہوں نے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عصر کی نماز کے بعد

سورج غروب ہونے تک اور فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک

کوئی نماز جائز نہیں ہے۔

۴۔ عن عمر بن عبدہ السدی (فی حدیث طویل)

قلت یا نبی اللہ اخبرنی عما علمت اللہ

و آجہت اللہ اخبرنی عن الصلوة قال صل صلوة

الصبح ثم آقبض عن الصلوة حتى تطلع الشمس

حتى ترفع فانها تطلع حين تطلع بین قرنی

خبطین ۵۔ حیثین فی یسجد لها الکعبان و ثم صل

فان الصلوة مشہودۃ محفوزۃ حتی یتقل الظل

بالرمح ثم أخصى من الصلوة فان حيدت
تسخر جهنم فاذا أقبل العيسى فصل من
الصلوة مشهودة محضورة حتى تصل العصى
ثم اقصى عن الصلوة حتى تغرب الشمس
فانها تغرب بين فرط شيطان وحيث تجد بها
الكفار، (مسند مساجد ص ۴)

حضرت عمرو بن عبد اللہؓ کے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا
اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس چیز کے بارے میں
بتائیے جو اللہ نے آپ کو سکھائی اور میں اس سے ناواقف ہوں
مجھے نماز کے بارے میں بتائیے۔ آپ نے فرمایا صبح کی نماز پندرہ
پھر نماز کے رکعات کی کہ سو گنا چل کر ملتے ہوئے ہے کہ اگر سورج
جب نکلتا ہے تو شیطان کے دو سیٹوں کے درمیان نکلتا ہے
اور اس وقت اسے کفار سجدہ کرتے ہیں۔ پھر نماز پڑھ کر کوئی فرشتہ
نماز میں گواہی کے لیے حاضر ہوتے ہیں بلکہ کہ سائینز کا چیز پر قائم
ہو جائے۔ میں نے ان کی پڑھائی اور نماز سے رکعہ کا بیان کیا اس وقت جہنم
بجلائی جاتی ہے پھر جب سایہ ڈھل جاتا ہے تو نماز پڑھ کر
فرشتے نماز میں گواہی کے لیے حاضر ہوتے ہیں یہاں تک کہ تو صبح
کی نماز پڑھ کر پھر نماز سے رکعہ چاہاں تک کہ سورج غروب ہو
جائے کہ کوئی وہ شیطان کے دو سیٹوں کے درمیان غروب ہوتا
ہے اور اس وقت کفار اسے سجدہ کرتے ہیں۔

۵۔ عن ابي هريرة قال كان المنجي صلى الله عليه

وسلم اذا قامت ركعتا الفجر صلاهما
اذا طلعت الشمس، (مسند امام احمد بن حنبلہ ص ۱۸۱)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کی فجر کی سنتیں وہ باتیں تھیں کہ آپ انہیں سورج طلوع ہونے کے
بعد پڑھتے۔

۶۔ عن زبارة بن اوفى ان المعنوية بن شعبة قال
تخلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فنذكر
هذه القصة قال فأتينا النخاس وعبد الرحمن
بن عوف يبسلي بهم الصبح فلما رأى النبي
صلى الله عليه وسلم اراد ان يتأخر فأتانا
الغيا ان يعضي فضليت انا والنبي صلى
الله عليه وسلمو خافنا ركعتنا فلما سلم قام
النبي صلى الله عليه وسلمو فصلى الركعة التي
سبق بها ولو يزد عليها شيئا،

(ابوداؤد ص ۱۸۱)

حضرت زبارة بن اوفیؓ کے روایت ہے کہ حضرت معمر بن
شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے
وہ گئے اس سفر کا پورا قصد ذکر کیا اور فرمایا کہ ہم وہاں وہ لوگوں
کے پاس (جو شریک سفر تھے) پہنچے تو حضرت عبدالرحمن بن
عوف رضی اللہ عنہ انہیں فجر کی نماز پڑھا رہے تھے جب انہوں
نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو پیچھے ہٹنا چاہا۔ آپ

سے انہیں اشارہ کیا کہ نماز پڑھانے دیجی۔ پس میں نے اور بھی
مدیر اصولاً عالم اسلام سے ان کے پیچھے ایک رکعت پڑھی پھر
جب انہوں نے سلام پڑھ کر تہنّی علیہ الصلوٰۃ والسلام کہہ کر
برگئے اور جو رکعت رکعت تھی وہ پڑھی اور اس سے زیادہ کوئی
نماز نہیں پڑھی۔

۷۔ عن ابی ہریرۃ عن عائشۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم من لم یصل رکعتی الفجر
فصلیہما بعد ما قطع الشمس (ترمذی ۵۰۸۷)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جس نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں وہ سوئی
پٹنے کے بعد پڑھے۔

۸۔ عن ابن مسعود عن ابن عمر انہما بعد
بعد الصبح (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۵۷)
حضرت ابن مسعود و ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ حضرت علی رضی
بنہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فجر کی
سنتیں پڑھنے کے بعد پڑھیں۔

۹۔ ماثلہ عن ابن مسعود عن عمر قاتلہ رکعتی الفجر
فصلیہما بعد ان طاعت الشمس (ترمذی ۵۰۸۷)
حضرت ابن مسعود و عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فجر کی
سنتیں پڑھنے کے بعد پڑھیں۔

۱۰۔ عن ابی حجاز قال دخلت المسجد فوجدت
الطاعة مع ابن عمر و ابن عباس و الامام یصل
فامسا ابی عمر فدخل فی الصف و اما ابن عباس
فصلی رکعتین مشہد محل مع الامام فصلی
الامام قعد ابن عمر صلی اللہ علیہ وسلم طاعت الشمس

فقام فركع ركعتين (ترمذی ۵۰۸۷)

حضرت ابو حجاز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر
اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ فجر کی نماز
پڑھنے کے لیے مسجد میں آیا تو امام نماز پڑھا رہا تھا۔ حضرت عبداللہ
بن عمر رضی اللہ عنہما تو صفت میں داخل ہو گئے اور حضرت عبداللہ
بن عباس رضی اللہ عنہما نے پہلے سنتیں پڑھیں پھر امام کے
ساتھ شریک ہوئے پھر جب امام نے سلام پڑھا تو حضرت
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی جگہ بیٹھ رہے تھے کہ جب صبح
طلوع ہو گیا تو آپ اٹھے اور دو رکعت (سنت) ادا کیں۔

۱۱۔ عن یحییٰ بن سعید قال سمعت القاسم یقول

اذا لم اصلحما حتی اصلی الفجر صلیتہما بعد
طلوع الشمس (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۵۷۷)

حضرت یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قاسم (ابن)
رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر میں نے فجر کی سنتیں پڑھ کر
نماز پڑھنے سے پہلے نہ پڑھی ہوں تو پھر وہ ضرور طلوع ہوئے
کے بعد پڑھتا ہوں۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد ضرور طلوع
ہونے تک اور عصر کی نماز کے بعد شمس غروب ہونے تک کوئی نماز جائز
نہیں کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں اوقات میں نماز پڑھنے
سے منع فرمایا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۲۰۶۳ سے واضح ہے فجر کی سنتوں
کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ اگر یہ سنتیں فجر کے فرضوں سے پہلے پڑھنے

سے رہ جائیں تو پھر سوچ طلوع ہونے کے بعد پڑھیں جائیں جیسا کہ صریح ہے
 منہ پر ہے، خود آپ کا اپنا معمول بھی یہی تھا کہ اگر آپ کی سنتیں وہ جانتیں
 تو حضور طلوع ہونے کے بعد ہی ادا فرماتے جیسا کہ حدیث فربط سے ظاہر
 ہے۔ ایک دفعہ دوران سفر ایسا اتفاق ہوا کہ صبح کرام آگئے چلے گئے۔ غریبی
 نماز کا وقت ہوا تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز پڑھنا کی
 شروع کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پہنچے تو ایک کعبہ کھست ہو گئی تھی آپ
 نے دوسری کعبہ الکی امامت میں ادا کی۔ جب حضرت عبدالرحمن بن عوف
 رضی اللہ عنہ نے سلام پیرا تو آپ نے آخر کعبہ سے رو جانے والی کعبہ کھست
 ہوا کی سنتیں نہیں پڑھیں یہی معمول صحابہ کرام اور تابعین عظام کا تھا، چنانچہ
 حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو انتہائی متبع سنت صحابی ہیں ان کا
 معمول تھا کہ ان کی فجر کی سنتیں ۱۰ رہ جائیں تو شروع پہنچنے کے بعد ہی ادا کرتے
 ذکر و فضلوں کے بعد۔ جیسا کہ صریح نمبر ۹۰ سے واضح ہے۔ حضرت ابو بکر
 رضی اللہ عنہ کے چوتھے حضرت فاطمہ بن محمد اور عبداللہ بن مسعود کفر فرماتے
 ہیں کہ اگر میری فجر کی سنتیں ۱۰ رہ جاتی ہیں تو میں انہیں سوچا سنگھنے کے بعد ہی
 ادا کرتا ہوں۔

لیکن ان تمام ادا دیتے یا نہ ادا کے خلاف غیر متدین کا کہنا ہے کہ اگر فجر
 کی سنتیں فرضوں سے پہلے پڑھتے ہیں تو فرضوں کے بعد ادا
 کر لیں جائیں۔ چنانچہ یوحنا قریشی صاحب لکھتے ہیں۔
 "اگر یہ سنتیں جماعت میں شریک ہونے کی وجہ سے رو گئی ہوں
 تو فرضوں کے بعد پڑھ لیں۔" (دستخطی مسئلہ)
 حکیم صادق سیاح کوئی صاحب لکھتے ہیں۔

۱۰ اگر آپ ایسے وقت مسجد میں پہنچیں کہ جماعت کھڑی ہو گئی ہو اور
 سنتیں آپ نے نہ پڑھی ہوں تو پھر جماعت کے پاس سنتیں مت
 پڑھنی شروع کریں کیونکہ جماعت کے ہوتے ہوئے پاس کوئی نماز
 نہیں ہوتی آپ جماعت میں شامل ہو جائیں اور فرض پڑھ کر سنتیں
 پڑھ لیں۔" (مسئلہ الرسول مسئلہ ۱)

ملاحظہ فرمائیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح فرماتے ہیں کہ فجر کی
 نماز کے بعد کوئی نماز پڑھیں یا نہ پڑھے اور ساتھ ہی یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کسی
 کی سنتیں ۱۰ رہ جائیں تو وہ انہیں سوچا سنگھنے کے بعد پڑھے، خود آپ کا
 معمول بھی یہی ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین عظام اسی پر عمل پیرا ہیں لیکن غیر متدین صحابہ
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و فعل اور صحابہ و تابعین کے عمل کے ساتھ چرتے
 ہوتے بھی یہ کہتے ہیں کہ فجر کے فرضوں کے بعد سنتیں پڑھتے ہیں روکنے کی
 کوئی ضرورت نہیں فرضوں کے بعد سنتیں پڑھ لینی چاہئیں۔
 تاہم یہ کلام اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلنے کے
 باوجود کسی عمل کا اختیار نہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا نہ سنت؟

الفصل قبل المغرب

مغرب کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا مسنون نہیں ہے

- ۱۔ من حادثات قتال مکمل بن حسن بن الزکریا بن قبل
 المتوفی خاتما رأیت احدا علی حید رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم یصلیہا وریخص فی الزکریا بن یسالمی
 (روایتی مسئلہ)

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرات امامینؑ مقرب سے پہلے دو رکعت نفل نہیں پڑھتے تھے حضرات انصار پڑھتے تھے۔

۵۔ عن عبد الله بن بريدة عن أبيه ان النبي صلى الله عليه وسلم قال ما بين كل اثنا عشر صلوة الا المغرب (مسند احمد ۱۵/۱۵۷)

حضرت عبد الرحمن بن بريدة رضی اللہ عنہما پہلے دو رکعت روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر دو افواہوں کے درمیان نماز ہے سوائے مغرب کے۔

۶۔ عن جابر قال سألت نساء رسول الله صلى الله عليه وسلم عن رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي الركعتين قبل المغرب فقلن لا غير ان ام سلمة قالت صلاهما جندى مرة فأنته ما هذه الصلوة فقال نسيك الركعتين قبل الصلوة فصليتهما الآن ،

(معاد الطير في تكملة مسند الشافعيين ۲/۲۵۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے پوچھا کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب سے پہلے دو رکعت نفل پڑھتے دیکھا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں، سوائے اس کے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ایک مرتبہ آپ نے دو رکعت کی تھیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی کو بھی یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور یہ نہ دیکھا کہ کسی نے بھی صبح نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کی اجازت دی ہو

۷۔ عن جابر قال سألت ابراهيم عن الصلوة قبل المغرب منها فقلت ان النبي صلى الله عليه وآله وسلم دام بكم وعمره يصلوها ،

(كتاب الآثار ۱/۱۱۷)

حضرت حماد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے مغرب سے پہلے نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے مجھے اس سے منع کیا اور فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما یہ نہیں پڑھتے تھے

۸۔ عن ابراهيم قال لم يصل ابو سفيان ولا حماد ولا عثمان الركعتين قبل المغرب ،

(مختار جردان ۲/۲۵۷)

حضرت ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے مغرب سے پہلے دو رکعتیں نہیں پڑھیں۔

۹۔ عن ابن المسيب قال كان المهاجرون لا يركعون الركعتين قبل المغرب وكانوا الا اصار تركيع بعدا (مسند جردان ۲/۲۵۷)

پاس پڑھیں تو میں نے آپ سے سوال کیا کہ یہ کون سی نماز ہے
تو آپ نے فرمایا کہ میں عصر سے پچھلے دو رکعتیں پڑھتی ہوں گی
تھا وہ میں نے اب پڑھی تھی۔

۷۔ عن عبد اللہ بن بريدة قال حدثني عبد الله
المزني عن النبي صلى الله عليه وسلم قال صلوا
قبل صلاة المغرب قال قنبل الثالثة لمن شاء
كرا هيته ان يتخذها الناس سننة

(بخاری ۱۵۷۸)

حضرت عبداللہ بن بريدہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عبداللہ
بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ
حدیث نقل کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مغرب سے
پچھلے نماز پڑھو۔ تیسری بار آپ نے فرمایا جو چاہے اس بات
کو اپنا سنت کرے ہوئے کہ لوگ اسے سنت بنالیں۔

۸۔ عن مرثد بن عبد الله الميزني قال اتيته عقبه
بن هاشم الجعفي فقلت الا اصحبك من ابي تميم
يركع ركعتين قبل صلاة المغرب فقال عقبه انا
كنا فعله على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم
قلت فما يمنعك الآن قال الشغل

(بخاری ۱۵۸۸)

حضرت مرثد بن عبداللہ میزی نے فرماتے ہیں کہ میں حضرت عقبہ بن ہاشم
جہنی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ میں نے عرض کیا میں آپ کو اتنا پیغمبر

کی تعجب انگیز بات سناؤں؟ وہ مغرب کی نماز سے پہلے دو
رکعتیں پڑھتے ہیں۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ دو رکعت
میں ہم بھی شہا کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا تو اب کیا وضو پڑھیں
آگئی آپ نے فرمایا صرف وضو

۹۔ عن السائب بن يزيد ان رسول الله صلى الله عليه
وسلم قال لا تزال امتي على الفطرة ما صلوا
المغرب قبل طلوع النجم، (مع الزاوية اصل)
حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن میری امت ہمیشہ فطرت پر ہے
گی جب تک کہ مغرب کی نماز سارا نکلنے سے پہلے پڑھتی ہے گی

۱۰۔ عن ابي ايوب قال قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم صلوا المغرب لغير الضاعش ومبادروا
طلوع النجم رواء احمد ولفظه عند الطبراني
صلوا صلاة المغرب مع سقوط الشمس

(مع الزاوية اصل)

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ مغرب کی نماز روزہ دار کے انظار کے وقت
پڑھو اور سارے کے نکلنے پر سبقت کرو (یعنی سارا نکلنے سے
پہلے پہلے پڑھو) یہ روایت امام احمد نے ذکر کی ہے اس روایت
کے الفاظ طبرانی ہیں اس طرح ہیں کہ قرم مغرب کی نماز سونا ڈھبتے
ہی پڑھو۔

مکروہ اعمادیت و آثار سے وضع قبولی امور ثابت ہو رہے ہیں۔

(۱) مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھنا مسنون نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود انہیں سنت سمجھ کر پڑھنے کو مکروہ و ناجائز ہے پھر چچ بخاری شریف کی حدیث (۱۸) سے واضح ہے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور علماء راشدین سے قبل المغربہ و نفل پڑھنا ثابت نہیں، جیسا کہ حدیث ۳۹۲۰ سے ظاہر ہے۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرما کر کہ یہ دو اذان و اذان و اقامت کے درمیان نماز ہے مغرب کی نماز کو مستثنیٰ فرما دیا ہے جیسا کہ حدیث ۱۸ سے واضح ہے۔

(۴) ابتدائی دور میں صحابہ کرام نے یہ نفل پڑھتے ہیں لیکن بعد میں یہ بالکل متروک ہو گئے، چنانچہ بخاری شریف کی حدیث (۱۸) سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت مرثد بن عبداللہ بن زنی نے ابوسعید عبداللہ بن مالک کو یہ نفل پڑھتے ہوئے دیکھا تو بہت تعجب ہوئے اور حضرت عتبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے اس کو کہنے لگے کہ آپ کو ابوسعید کی تعجب انگیز بات بتا دی ہے وہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے ہیں، حضرت عتبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے اسے تعجب کر کے جواب دے کر اور کیا کہ یہ تو وہ بدعات ہیں ہم بھی پڑھا کرتے تھے اس روایت سے صاف معلوم ہوا ہے کہ وہ صحابہ و تابعین ہی میں یہ نفل متروک ہو گئے تھے ورنہ ان کے پڑھنے سے کبھی کسی کو تعجب نہ ہوتا۔

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز بعد کی اور اگر لینے کی تاکید فرمائی ہے۔

۳۷ سے پہلے دو نفل پڑھنا سنت نہیں ہیں بلکہ اگر کوئی انہیں سنت سمجھ کر پڑھے گا تو ایسی صحت میں یہ مکروہ ہوں گے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود انہیں سنت سمجھ کر پڑھنے کو مکروہ و قرار دیا ہے۔

دوسرے اگر کوئی ان نفلوں میں ناک کہ مغرب کی نماز میں تعویذ و تہجد کرے گا تو آخر مغرب کی وجہ سے بھی یہ مکروہ ہوں گے۔

لیکن ان تمام اعمادیت و آثار کے خلاف غیر متعلین کے نزدیک مغرب کی نماز سے پہلے دو نفل پڑھنا سنت ہے صرف وہی نہیں بلکہ ان نفلوں کو سنت نہ سمجھنے والا عالم اور بدعتی ہے۔

چنانچہ عبدالرحمن مبارک پوری صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

”قبل نماز مغرب دو رکعت سنت پڑھنا اعمادیت صحیحہ ثابت ہے اس کو اذان و اقامت کے درمیان پڑھنا چاہیے.....“

مغرب کی اذان غم جوئے کے ساتھ قرآن و حدیث پڑھنا چاہیے۔
الشم رب هذه الصوت الفاصۃ آواز ناک پڑھنا چاہیے پھر سنت شروع کرنی چاہیے اور مغرب کی سنتیں فجر کی سنت کی طرح ملکی پڑھنی چاہیے۔“ (فتاویٰ علامہ محدث ۲۵ ص ۱۱۱)

دارالحدیث دہلی کے شیخ الحدیث مولوی عبداللہ صاحب قسطلانی نے۔
”مغرب کے پہلے سنتیں پڑھنے والے کو کوئی روکے یا اس کو سنت نہ سمجھے وہ ظالم اور بدعتی ہے۔“ (فتاویٰ علامہ محدث ۲۵ ص ۱۱۱)

ملاحظہ فرمائیے: ”ہین نفل کا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور علماء راشدین سے پڑھنا ثابت نہیں جن کے سنت سمجھ کر پڑھنے کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود مکروہ و قرار دے رہے ہیں وہ نفل غیر متعلین کے یہاں مسنون ہیں

اور ان کو سنت نہ سمجھنے والا عالم اور بد متقی ہے۔

خدا کی کرام خود فرما سچے پیغمبر متقلین کا فتویٰ کس پر لگ رہا ہے؟ کیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان نوافل کو سنت سمجھنے سے نہیں ڈکا؟ عجیب بات ہے یہ حضرات فتویٰ نکالنے پر لگے آج بھی نہیں سمجھتے کہ اس کی ندر میں کون کون سا کھتا ہے؟ شانِ اجتماع میں عرش میں آیا اگل دیا۔

قاریین فیصلہ آپ کے سرچے آپ فیصلہ فرمائیں یہ حدیث کی ممانعت ہے یا مخالفت؟

ابواب التراويح

تراویح نبوی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پچاس تہا ہیں

عن ابی ہریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرتقب قیام رمضان من عین ان یأمرهم فیکمل بعض یحکم لیتول من تمام رمضان ایہما نوافلاً واحتملاً فخر لہ ما تقدم من ذنبہم فسننوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والاصول ذالک شہم کان او مر علی ذالک فی خلافتہ ابی بکر وصعدنا من خلافتہ عمر علی ذالک ۴

وسمۃ ۱ ص ۱۱۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان کی بہت ترغیب دیتے تھے، لیکن اس مسئلہ میں کوئی تاکید یا حکم نہیں دیتے تھے، آپ فرماتے تھے میں نے رمضان کی باتوں میں ایسے ایمان کی حالت میں اور خواب

کی نیت سے قیام کیا تو اس کے اگلے گناہ بخش دیتے ہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت، ہجرت اور معاملہ اسی طرح رہا پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دنوں میں بھی اسی طرح رہا۔

۲۔ عن عبد الرحمن بن عوف قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تبارک وتعالیٰ فرض حبیب رمضان علیکم وسنت لکم قیامہ من صامہ وقامہ ایاماً واحتملاً خرج من ذنبہ کیوم ولدتہ امہ (ترمذی ۱۱۱۱)

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض کئے ہیں اور میں نے تمہارے لیے اس میں قیام کی سنت قرار دیا ہے سو جس شخص نے رمضان میں روزے رکھے اور قیام کیا ایمان کی حالت میں تو آپ کی نیت سے توبہ اپنے گناہوں کے اپنے بھل گناہ جیسے کہ میں دن اس کو اس کی ماں کے جناح رہا۔

۳۔ عن عروۃ ان عائشۃ اخبوتہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج لیلۃ من جوف الفیل فصلی قیام المسجد وصلی رجال یصلون فی صبیح الا من فہم قوا فاجتمع اکثر منہم فصلی فصلوا معی فاصبحنا من فہم قوا ففکسنا اہل

المسجد من الليلية انما تشتت فخرج رسول الله
 صلى الله عليه وسلم فصلوا فصلوا بصلواته فلما
 كانت الليلية الرابسة عجز المسجد عن اهله
 حتى خرج فصلوا الصبح فلما قضى الفجر اقبل
 على الناس فتشهد منهم قال اما بعد فانه لم يخن
 على مسكانكم لكن خشيتم ان تغرر عن عليكم
 فتعجزوا عنها فتوفى رسول الله صلى الله
 عليه وسلم والا مولى اذ الله

(بخاری و مسلم و ابن ماجہ)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہیں
 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم ایک مرتبہ درمیان رات میں گھر سے تشریف لے گئے
 آپ نے مسجد میں نماز پڑھی اور آپ کے پیچھے لوگوں نے بھی وہی
 نماز پڑھی جب صبح ہوئی تو لوگوں نے دیکھی رات کی نماز کا کیا
 میں ذکر کیا چنانچہ دوسری رات پہلے سے زیادہ تعداد ہو گئی
 پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ
 وہی نماز لوگوں نے بھی پڑھی صبح ہوئی تو پھر عروہ بن زبیر
 رات لوگوں کی تعداد اور بھی زیادہ بڑھ گئی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ لوگوں نے بھی وہی نماز پڑھی جب
 یوحی رات آئی تو مسجد نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے تنگ ہو گئی
 اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے لیے ہی تشریف
 لے گئے جب نماز ادا کر لی تو آپ لوگوں کی طاعت متروک ہوئے

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور فرمایا تمہارا بیان آنا مجھ پر مفضی نہیں
 تھا لیکن میں ڈرا کہ میری قلم فرسائی پر غرض نہ ہو جائے اور تم اس کے
 ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے
 تشریف لے گئے اور معاملہ اسی طریق پر۔

۴۔ عن ابی ذر صحتا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم رمضان فلم یستم بنا شیئا من الشہر
 حتی یقرب سبغ فقام بنا حتی ذهب ثلث الليل
 فلما كانت السادسة لم یستم بنا فلما كانت
 العاشية قام بنا حتی ذهب شطر الليل فقلت
 یا رسول اللہ لئذ فعلت ما قیام هذه اللیلۃ قال فقال
 ان الرجل اذا صلی مع الامام حق ینصرف حسب
 لہ قیام لیلۃ قال فلما كانت الرابسة لم یستم
 فلما كانت الثالثة جمع اہلہ ونساءہ
 والناس فقام بنا حتی خشیما ان یفوتنا الفلاح
 قال قلت ما الفلاح قال السحور ثم لو یستم
 بنا بقیة الشہر (ابو داؤد صحیح)

حسنت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے آپ نے پورے
 مہینے ہمیں رات میں نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ رات دن باقی
 رہ گئی تو (تمیز میں رات میں) آپ نے ہمیں نماز پڑھائی یہاں تک
 کہ تہائی رات گرائی جب چھ دن رہ گئے تو نماز نہیں پڑھائی اور پھر

پہنچیں رات میں) پھر جب پانچ دن رہ گئے تو نماز پڑھائی۔
 دینی پچیسویں رات میں، یہاں تک کہ آدھی رات گز گئی۔ میں نے
 عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ اس رات کے باقی
 بچتے ہیں بھی میں نفل پڑھا دیتے تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ آپ نے
 فرمایا جب کوئی شخص ایام کے ساتھ نماز (عشاء، پڑھے پھر اپنے
 گھر واپس جاسے تو پوری رات نماز پڑھنے والا شمار کیا جائے گا
 حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب چار دن رہ گئے تو
 آپ نے ہمیں نماز میں پڑھائی (یعنی پچیسویں رات میں) جب
 تین دن باقی رہ گئے تو آپ نے اپنے گھر والوں، عورتوں اور
 دیگر لوگوں کو جمع کیا اور نماز پڑھائی (یعنی ستائیسویں رات میں)
 اشقیابی نماز پڑھائی کہ ہمیں یہ اندیشہ ہونے لگا کہ ہم سے فلاں
 رہ جائے گی۔ حضرت جابر بن نفیر کہتے ہیں میں نے عرض کیا

فلاں رہ جائے گا یا مطلب ہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ
 نے فرمایا سحری مراد ہے، پھر اسی ایام میں آپ نے ہمیں نماز
 تیس پڑھائی۔

۵۔ عن ثعلبہ بن ابی مالک العتظلی قال
 خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات
 لیلة فی رمضان فرأی سائفاً ناحیة المسجد
 یصلون فعتال ما یصنع هؤلاء فتال قتال
 یا رسول اللہ هؤلاء ناس لیس معہم قتال
 والی بن کعب یعتراؤہم معہ یصلون

بصلواتہ قال قد احسنوا آؤت۔ اصحاب
 ولویکر ذالک لہم۔

درسخ اسن وانکار علم ابیہی ۲۵ حلت۔

حضرت ثعلبہ بن ابی مالک قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں ایک رات مسجد شریف
 کے توڑگوں کو مسجد کے ایک کونہ میں نماز پڑھتے دیکھا
 آپ نے فرمایا یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ ایکس کہنے والے نے
 کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو قرآن پڑھ رہے
 ابی بن کعبؓ (نماز میں قرآن) پڑھ رہے ہیں اور یہ ان کا اختلاف
 میں نماز اور کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا انہوں نے اچھا کیا یا
 یہ فحشا کر رہے ہیں اور یہ چیز آپ نے ان کے لیے ناپسند نہیں کی
 ۶۔ عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة والوتر
 وعت ابن ابی شیبہ ۲۵ ص ۱۰۰ بیہی ۲۵ ص ۱۱۱
 کیر ۱۱ ص ۱۱۱ مسند جابر بن عبد اللہ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں تیس رکعتیں اور
 وتر پڑھا کرتے تھے۔

۷۔ عن جابر بن عبد اللہ قال خرج النبی صلی اللہ علیہ
 وسلم ذات لیلة فی رمضان فمشی الناس اربعۃ عشرین
 رکعة وقریشیۃ (یعنی پڑھنے والے چار سو چھیانوہ رکعت)

حضرت چار بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک میں ایک رات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پاسبر شربت لائے اور صابن کرام کو چوبیس رکعتیں (۲۰ عشاء کی اور ۲۰ تراویح کی) پڑھائیں اور تین رکعات وتر پڑھے۔

حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما
سکے وہ برخلافت میں تمارا دیک ۲۰ رکعت پڑھی جانی حقین

۸۔ عن عبد الرحمن بن عبد القاری (ماتہ) قال خرجت مع عمر بن الخطاب ليلة في ربه صبيان الى المسجد فنادى الناس اذراع متعرقون يصعدون الرجل لنفسه و يصلي الرجل فيصلي يصعدون الرجل لغيره فقال عمر الى ابي لهو جئت هؤلاء على قاروش واحد كان اجلس مشم عزم فجلسهم على ابي بن كعب مشم خرجت معه ليلة اخرى والناس يصلون يصلون يصلون متارثهم فقال عمر نعم الهدية هذم والحق تنامون عنهما افضل من التي تقومون يريد آخر الليل وكان الناس يمشون اوله (بخاری ج ۱ ص ۱۱۱)

پڑھ رہا تھا تو ایک مرد وہ اس کی اقتدار کر رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ اگر میں ان لوگوں کو ایک تاریکی کی اقتدار میں جمع کروں تو بہت اچھا ہو، پھر آپ نے اس کا عزم کر لیا اور لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتدار میں جمع کر دیا، پھر میں ایک دوسری رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے تاریکی کی اقتدار میں غار پڑھ رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ نئی چیز بہت اچھی ہے اور وہ غار جس سے تم سو جاتے ہو وہ افضل ہے اس غار سے جو تم پڑھ رہے ہو آپ کی مراد اس سے رات کے آخری حصے میں قیام کرنا تھا اور لوگ شروع رات میں قیام کرتے تھے۔

٩- عن أبي بن كعب أن عمر بن الخطاب أمره أن
يصلي بالليل في رمضان فقال إن الناس
يصومون النهار ولا يحسبون أن يعتزوا
فهل قرأت عليهم بالليل فقال يا أمير
المؤمنين هذا شيء لم يكن فقال قد
علمت ولكن حسن فصلي بهم عشري
ركعة بعداء ابن مضيغ (تكملة المجال ٨ ص ٤٤)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ رمضان میں راستہ کو
لوگوں کو نماز پڑھانا کہیں۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ وہیں روزہ تو

عنہ فقال التراویح مستحبہ مؤکدہ ولم یخص
 مع من تلقاہ بنفسہ ولم یکن فیہ مبتدعا
 ولم یأمر بہ الا عن اصل لایہ وعہد من
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ،

(مراقۃ العبادین ص ۱۵۷)

حضرت اسد بن عمرؓ حضرت قاضی ابویوسفؒ سے روایت کرتے
 ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے
 تراویح اور اس سلسلے میں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا ہے اس
 کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا تراویح سنت مؤکدہ ہیں اور
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۲۰ رکعات خود اپنی طرف سے عز
 و تعین نہیں کیں اور نہ وہ کسی دعوت کے ایکاد کرنے والے
 تھے آپ نے جو ۲۰ کا حکم دیا ہے اس کی آپ کے پاس ضرور کوئی
 اصل تھی اور ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت
 میں بھی تراویح ۲۰ رکعات ہی پڑھی جاتی تھیں

۱۰۔ عن ابی عبد الرحمن السلمی عن علی رضی اللہ
 عنہ قال دعا العتراء فی رمضان فامر منهم
 رجلاً یصلی بالناس عشرين رکعتاً قال وكان
 علی رضی اللہ عنہ یوتر بهم ،

(سنن ابی یوسف ص ۲۵)

حضرت ابو عبد الرحمن سلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی

حضرت ابن ابی قحطہ بواسطہ حضرت زید بن حنیفہؓ صاحب کرامتؒ نے فرمایا کہ
 عایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ لوگ (صحابہ کرام) حضرت
 عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں رمضان المبارک میں بیس
 رکعتیں پڑھتے تھے ، حضرت سائب بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ وہ
 لوگ تراویح میں بیس سو تیس پڑھتے تھے اور حضرت عثمان غنی
 رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں لوگ شصت قیام کا وجہ سے اپنی
 لاشیوں کا سہارا لیا کرتے تھے۔

۱۱۔ محمد بن جعفر قال حدثنی بنید بن خنیفہ
 عن المسائب بن یزید قال کنا نعوم فی زمان عمر
 بن الخطاب یعنی بن رکعتی والوتر ،

(معین السنن والاعمال ص ۲۵)

محمد بن جعفرؒ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حضرت زید بن
 حنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت سائب بن زید رضی اللہ عنہ سے کہ
 وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں
 ہیں رکعات تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

قال الامام احمد بن حنبل وقد جاء عن عمر ان
 کان یصلی فی الجماعۃ و الثمنین و ثمانۃ و اربعۃ
 حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی
 اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات معلوم ہوئی کہ آپ تراویح ۲۰ رکعات
 کے ساتھ پڑھتے تھے۔

روی اسلم بن عمرو عن ابی جوص قال سألت
 ابا حنیفۃ عن التراویح وما فعلہ عمر رضی اللہ

مسعود رضی اللہ عنہ ہم کو رمضان میں نماز پڑھاتے تھے۔ جب فارغ ہو کر ہمیں ہوسے تو ابھی رات رہتی تھی، امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) میں رکعات تراویح پڑھتے تھے اور تین رکعت وتر۔ تراویح کے ہیں رکعات ہوسے پڑھا کر کرام کا اجماع

قال المحدث اقصیٰ محمد بن قدامة الحنبلی المتوفی ۵۹۵ھ
"روى مالك عن ابن رومان قال كان الناس
يعتصمون في زمن عمر في رمضان بثلاث و
عشرين ركعة و عن علي ابن ابي حمزة
بضم في رمضان عشرين ركعة وهذا الاجماع
(المنہج ص ۲۵۵ قاعدہ ۲ ص ۲۵۵)

حضرت محمد بن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ (متوفی ۵۹۵ھ) فرماتے ہیں امام مالک رحمہ اللہ نے یزید بن ریان سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں رمضان المبارک میں نوگ تیس رکعات پڑھا کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ نوگول کو رمضان المبارک میں ہیں رکعات پڑھا سکے اور یہ اجماع کی مانند ہے۔

قال العلامہ معتزلة المتوفی ۹۲۳ھ

"وقد عدوا ما وقع في زمن عمر رضي الله
عنه كالاجماع " (اشاد الساری لشواہج المفہوم ص ۲۵۵)
حضرت علامہ قسطلانی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۲۳ھ) فرماتے

رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں قرآن حضرت کو پڑایا اور ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ وہ نوگول کو ۲۰ رکعات تراویح پڑھا سکے حضرت ابو عبدالرحمن فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں وتر پڑھاتے تھے۔

۱۸۔ عن ابی الحسن امان علیا امر رجلا ان یصلی
بالناس خمس ترویجات حشرین رکعتہ،
(صحیح ابن ابی شیبہ ص ۲۵۵ قاعدہ ۲)
حضرت ابراہیم بن اسماعیل سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ نوگول کو پانچ ترویج یعنی ہیں رکعات تراویح پڑھایا کرے۔

قال احمد (بن حنبل) كان جابر وعلي وعبد الله
يصلونها ثلث جماعت، (المنہج ص ۲۵۵ قاعدہ ۲ ص ۲۵۵)
حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر حضرت علی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہم تراویح جماعت کے ساتھ ادا کرتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تراویح ۲۰ رکعات پڑھتے تھے

۱۹۔ عن یزید بن زہب قال كان عبد الله بن مسعود
یصلی یسبأ فی شہر رمضان فینصوت و علیہ لیل
قال ابو عیسیٰ كان یصلی عشرين ركعة و وتر
بثلاث، (مختصر ترمذی ص ۲۵۵ قاعدہ ۲ ص ۲۵۵)

حضرت یزید بن زہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن

ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جو ہوا اس کو فقہاً
لے، جماع کی طرح شمار کیا ہے۔

قال العلامة ابن حجر عسقلانی فی المستدرک ۱۲۰
اجمع الصحاح علی ان التزاد یصح عشرون
رکعتاً (درکۃ المناجیح ۲۵ ص ۳۵)

حضرت غلامی قاری حنفی (متوفی ۱۰۱۳ھ) فرماتے ہیں کہ صحابہ
کرام کا اس بات پر جماع ہے کہ تراویح میں کبعتیں ہیں۔
فصار اجماعاً عالمی الجہتی باسناد صحیح

انہم کا فوا یتبعون علی عہد حسن عشورین
رکعتاً و علی عہد عثمان و علی رضی اللہ عنہم

(شرح النہایہ ۲۵ ص ۳۵)

پس تراویح کے بارگاہ ہونے پر اجماع ہو گیا کیونکہ امام شافعی نے بھی سند کے
روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور
خلافت میں میں رکعتیں پڑھتے تھے ایسے ہی حضرت عثمان
و علی رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں بھی۔

قال العلامة محمد بن عبد الرحمن بن عبد البر ۱۲۰

و بلا حجب جماع الذی و فتح فی زمن عمر اخذ
ابو حنیفہ و الثوری و الشافعی و احمد
والجہور و اختارہ ابن عبد البر

و اختارہ اسنادہ الثقیین ۳ ص ۳۵

حضرت علامہ سید محمد رفیع زبیدی (متوفی ۱۲۰۵ھ) فرماتے

ہیں کہ اس اجماع کی بناء پر جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ
خلافت میں ہوا حضرت امام ابو حنیفہ امام نووی امام شافعی امام
احمد اور جمہور علماء نے یہ مسلک اپنا یا ہے کہ تراویح
میں رکعات ہیں، اسکی کو علامہ ابن عبد البر نے اختیار کیا ہے
حضرت سید بن عقیلہ متوفی ۸۲ھ تراویح ۲۰ رکعات پڑھاتے تھے

۲۰۔ النہایہ ابو النخعیب قتال کان یومئذ سویدیت
عقلاً فرب رمضان فیصلی خمس قریحات
عشرین رکعتاً (مسنن ابی یوسف ۲ ص ۳۵)
حضرت ابو النخعیب فرماتے ہیں کہ حضرت سید بن عقیلہ رحمہ اللہ
احسن علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے صحبت
یا خبر رمضان المبارک میں ہمارے امامت کرتے تھے، پس وہ پانچ
تہیکے ہیں رکعات (تراویح) پڑھتے تھے۔

حضرت ابوالخیر متوفی ۸۶ھ تراویح ۲۰ رکعات پڑھتے تھے

۲۱۔ عن ابی البختری اسد کان یصلی خمس قریحات
فی رمضان و یوتر بثلاث (مسند ابن ابی شیبہ ۲ ص ۳۵)
حضرت ابوالخیر قاضی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ رمضان المبارک
میں پانچ تہیکے (پہن رکعات) اور تین و تر پڑھتے تھے۔

حضرت علی بن ربیعہ تراویح ۲۰ رکعات پڑھاتے تھے

۲۲۔ عن سعید بن ابی عیدان علی بن ربیعہ کان یصلی
بہم فی رمضان خمس قریحات و یوتر بثلاث
(مسند ابن ابی شیبہ ۲ ص ۳۵)

حضرت سعید بن ابی عید سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ربیعہ

رحمہ اللہ اور حضرت علی اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما کے
شاگرد رمضان المبارک میں کوگوں کو پانچ تروییکہ (۲۰ رکعات) اور
تین وتر پڑھاتے تھے۔

حضرت شیرین شکلؒ — تراویح ۲۰ رکعات پڑھتے تھے

۲۲۔ عن شمس بن شکیل اسند کان یصلی فی رمضان
عشرین رکعت والوتر، (صحیح ابن ابی شیبہ ۲۴ ص ۲۴۷)
حضرت شیرین شکلؒ رحمہ اللہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے
شاگرد) سے مروی ہے کہ وہ رمضان میں بیس رکعات تراویح اور
وتر پڑھا کرتے تھے۔

حضرت حارث اعورؒ — بھی تراویح ۲۰ رکعات پڑھاتے تھے

۲۳۔ عن ابی اسحاق عن الحارث انہ کان یوم السناس
فی رمضان باہیل بمشرین رکعت و یوتر بثلاث
ویقنت قبل الرکوع، (صحیح ابن ابی شیبہ ۲۴ ص ۲۴۷)
حضرت ابو اسحاقؒ سے مروی ہے کہ حضرت حارثؒ اور رحمہ اللہ
(حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد) رمضان المبارک میں رات
کو کوگوں کو ۲۰ رکعات تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے اور وہ
قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؒ متوفی ۹۱ حضرت معید بن ابی بکرؒ متوفی ۹۱
اور حضرت عمران عہدیؒ متوفی ۲۰ رکعات تراویح پڑھاتے تھے

۲۴۔ عن یونس اور رکت مسجد الجامع قبل غننتہ
بن الاشعث یصلی بھم عبد الرحمن بن ابی بکر

وسعید بن ابی الحسن و عمران العبیدی کا فوا
یصلون خمس تراویح فاذا دخل العشر فادوا
واحدة ویقنتون فی النصف الآخر ویختبین
القرآن مریین، (مختصر قیام امیل غریزی ص ۵۵)

حضرت یونسؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن
الاشعث کے غنہ (۸۳) سے پہلے جامع مسجد بصرہ میں دیکھا کہ
حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؒ حضرت معید بن ابی الحسن اور حضرت
عمران عہدیؒ رحمہم اللہ کوگوں کو پانچ تروییکہ (۲۰ رکعات) پڑھتے
تھے اور جب آخری عشرہ آتا تو ایک تروییکہ کا اضافہ کر دیتے تھے
اور وہ رمضان کے دوسرے نصف میں قنوت پڑھتے تھے اور
دوسرے تہ قرآن ختم کرتے تھے۔

حضرت ابراہیم خفجیؒ متوفی ۹۶ کا فرمان

۲۶۔ عن ابراہیم عن الناس کا فوا یصلون خمس
ترویحات فنب رمضان،

دکھنا کہ امام ابو نعیمؒ نے اپنی بوست میں
حضرت ابراہیم خفجیؒ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ لوگ (صحابہ و
تابعین) رمضان المبارک میں پانچ تروییکہ (۲۰ رکعات)
پڑھتے تھے۔

حضرت غطار بن ابی رباحؒ متوفی ۱۱۳ کا فرمان

۲۷۔ عن عطاء قتال اور رکت الناس وھم یصلون
ثلاثتہ وعشرین رکعت بالوتر، (صحیح ابن ابی شیبہ ۲۴ ص ۲۴۷)

حضرت عطار بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا ہے کہ لوگ (صحابہ کرامین) وتر تک کل تیس رکعات پڑھتے تھے حضرت ابن ابی لیکہ متوفی ۱۱۷ھ تراویح ۲۰ رکعات پڑھایا کرتے تھے

۲۸۔ عن زید بن عسیر قال کان ابن ابی ملیکہ یصلی بنا فی رمضان عشرين رکعة

۱۔ مسند ابن ابی شیبہ ۲۷ ص ۳۹۴

حضرت ناظمؒ مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابن ابی لیکہ رحمہ اللہ رمضان المبارک میں تیس ۲۰ رکعات پڑھایا کرتے تھے۔

حضرت سفیان بن عثیم متوفی ۱۶۱ھ و حضرت علی بن مبارک متوفی ۱۸۱ھ ۲۰ رکعات تراویح کے قائل تھے

قال الامام الترمذی و اکثر اهل العلم علی ما روی عن علی وعمر وعنهما من اصحاب الشیخ صلی اللہ علیہ وسلم عشرين رکعة وهو قول سفیان الثوری وابن المبارک الخ (ترمذی ۵۱ ص ۱۷۷)

حضرت امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم ۲۰ رکعات کے قائل ہیں جیسا کہ حضرت علی حضرت عمر اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت عبداللہ بن مبارک کا قول ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مسلک

قال الامام فخر الدین حسن بن منصور اور حنفی مقدار الترویج عند اصحابنا و اشافہ ما روی الحسن عن ابی حنیفہ قال القیام شبہ شہر رمضان سفۃ ۱۰ یعنی ترکھا یصلی ۱۰ اہل کل مسجد فی مسجدہم کل لیلۃ سورۃ التوبۃ عشرين رکعة خمس ترویجات بعشر تسلیعات یسلم فی کل رکعتین (المآذیۃ ص ۱۰۷ ص ۱۰۸)

حضرت امام فخر الدین حسن بن منصور اور سیوطی (المعروف قاضی خان متوفی ۵۹۲ھ) فرماتے ہیں کہ تراویح کی مقدار چھائیس ہے۔ امام ابو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ویسی ہے جہاں جن بن زیاد رحمہ اللہ نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کی ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک میں قیام کرنا (تراویح پڑھنا) سنت (محکمہ) ہے اس کا ترک مناسب نہیں، بہر مسجد فلول کے لیے ان کی مسجد میں ہر رات وتر کے علاوہ بیس رکعتیں پڑھائی جائیں، پانچ ترویج کے دس سلاموں کے ساتھ ہر دو رکعت پر سلام پھیرے۔

حضرت امام مالکؒ کا مسلک

قال ابن رشد المالکی: "واختلافوا فی المختار من عدد الركعات المستوی یوم بہا الناس فی رمضان فاختار مالک فی احد قولہما و ابو حنیفہ

والشافعی واحمد وداود القسیمی یعشرین
 رکعتہ سوی الوتر و ذکر ابن القاسم عن مالک
 انه کان یستحسن ستا وثلاثین رکعتہ والوتر
 ثلاثہ (بایۃ البیہ ص ۱۷۷)

حضرت قاضی ابن رشد مکی (متوفی ۵۹۵ھ) فرماتے ہیں کہ
 فقہائے کرام نے ان رکعات کی تعداد کے اختیار کرنے میں جو
 کہ لوگ رمضان المبارک میں پڑھتے ہیں اختلاف کیا ہے، پس
 حضرت امام مالکؒ نے اپنے ایک قول کے مطابق اور حضرت
 امام ابو یوسفؒ حضرت امام شافعیؒ حضرت امام احمد بن حنبلؒ
 اور داؤد ظاہریؒ نے وتر کے علاوہ ۲۰ رکعات پڑھنے کو اختیار
 کیا ہے اور ابن القاسمؒ نے امام مالکؒ سے روایت کیا ہے
 کہ حضرت امام مالکؒ ۲۶ رکعات تراویح اور تین رکعت وتر
 پڑھنے کو مستحسن سمجھتے تھے۔

حضرت امام شافعیؒ کا مسلک

قال الامام الشافعیؒ "واختلف اهل قیام
 رمضان فرأى بعضهم ان یصلی احدی واربعین
 رکعتہ مع الوتر و هو قول اهل المذنبۃ والعجل
 علی هذا عندهم بالمذنبۃ و اکثر اهل العلم
 علی ما روی عن علی وحمز و غیرہما من
 اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرین
 رکعتہ و هو قول الثوری وابن المبارک والشافعی

و حال الشافعی و هكذا ادرکت ببلدنا بحکۃ یصلون
 عشرین رکعتہ (تذکرۃ اصحاب)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل علم نے قیام رمضان (تراویح)
 کے بارے میں اختلاف کیا ہے ان میں سے بعض وتر سمیت اکتیس
 رکعتوں کے قائل ہیں یہی اہل مدینہ کا قول ہے اور اسی پر اہل مدینہ
 کا عمل ہے اور اگر اہل علم ۲۰ رکعات (تراویح) کے قائل ہیں جیسا کہ
 حضرت علی، حضرت عمر اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیگر صحابہ
 کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے یہی حضرت سفیان ثوریؒ، حضرت
 عبد اللہ بن مبارکؒ اور حضرت امام شافعیؒ کا قول ہے، حضرت
 امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے ہی پایا ہے اپنے شہر
 مکہ مکرمہ میں کہ وہاں سب، تیس رکعتیں ہی پڑھتے ہیں۔

وقال الامام المزی فی نکتہ عن الامام الشافعیؒ
 "فاما قیام شہر رمضان احب الی عشیرون
 ثلاثہ روی عن عمر وکنہ اللہ فیقولون
 بحکۃ و یقولون بثلاثہ" (مختصر المزی ص ۱۷۷)
 حضرت امام مزیؒ، حضرت امام شافعیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ
 انہوں نے فرمایا رمضان المبارک کے قیام میں مجھے تیس رکعتیں
 محبوب ہیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں اور
 لوگ مکہ مکرمہ میں (تراویح) ۲۰ رکعات ہی پڑھتے ہیں اور
 وتر تین رکعت۔

قال الامام ابن قدامة الحنبلي والمختار عند
ابي عبد الله فيها عشرون ركعة وبسببنا
قال النجدي وابو حنيفة والشافعي وقال مالك
ستون وثلاثون وزعم انه الاثر القديم
وتعلق بفصل اهل المدينة ولما ان عمر لما
جاءه الناس على ابي بن كعب كان يصلي بهم
عشرين ركعة (والمعنى لا من قدامه ؟ سئل)

امام ابن قدامة حنبلي رحمه الله فرسے ہیں کہ ابو عبد الله امام احمد
بن حنبل کے نزدیک تراویح میں بیس رکعتیں ممتاز و پندرہ
ہیں امام ابو حنیفہ اور امام شافعی بھی اسی کے قائل ہیں اور امام
مالک فرماتے ہیں کہ چھتیس رکعتیں ہیں اور ان کا خیال ہے کہ
یہی امر قدیم بھی ہے انہوں نے اہل مدینہ کے فعل سے تعلق کیا
ہے۔ ہمارے دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب
لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں اکٹھا کیا تو
وہ لوگوں کو بیس رکعتیں ہی پڑھا رہے تھے۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ توفی ۷۶۱ھ کا قرآن

” و صلوة الفرائض سنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
... وہی عشرون رکعة یتبعہا عقیب
کل رکعتین ویسلم فی خمس قر ویحافظ کل
اربعة منها قر ویحفظ (فتاویٰ عالمین مترجم ۲۹۳، ۲۹۴)

نماز تراویح کی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے..... اور یہ بیس
رکعتیں ہیں برو رکعت کے بعد بیٹھے اور سلام پھیرے اس طرح
پانچ ترویج کے بدل گئے ہر چار رکعت تراویح کے بعد ایک ترویج
امام ابو حامد الغزالی الشافعی متوفی ۵۰۵ھ کا قرآن
” الفرائض وہی عشرون رکعة و کیفیتہا
مشہوخة وہی سنتی مؤکدة “

(احیاء علوم الدین ج ۱ ص ۱۱۱)
تراویح بیس رکعتیں ہیں بن کاظم رحمہ اللہ مشہور و معروف ہے اور
یہ سنت مؤکدہ ہیں۔

امام تقی الدین ابن تیمیہ الحنفی المتوفی ۷۲۸ھ کا قرآن

” قد ثبت ان الجس بن کعب کان یصلی
بالناس عشرون رکعة فی رمضان و یوق بثلاث
قرأئ کثیر من العلماء ان ذالک هو المسنون
لانہ قام بین المهاجرین والا نصار ولم ینکرو
منکر “ (نماز ابن تیمیہ ج ۲ ص ۱۱۱)
یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
لوگوں (صحابہ و تابعین) کو رمضان المبارک میں بیس رکعت تلاوت
اور میں وتر پڑھاتے تھے لہذا بہت سارے علماء نے اسی کو
سنت قرار دیا ہے کیونکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے
بیس رکعتیں حضرات انصار و مہاجرین رضی اللہ عنہم کی موجودگی
میں پڑھا تی تھیں اور کسی نے انکار نہیں کیا۔

علامہ زین العابدینؑ بن محمد مصری حنفی متوفی ۹۷ھ کا فرمان

”قوله عشرون ركعة بيان تكسيتها وهو قول الجمهور لما في الموطأ عن يزيد بن رومان قال كان الناس يقولون في زمن عمر بن الخطاب بثلاث وعشرين ركعة وعليه عمل الناس شرقاً وغرباً“
(الجمهورية ج ۲ ص ۱۰۱)

صاحب کنز الدقائق کا قول ”کہ تراویح بیس رکعتیں ہیں۔“
تراویح کی مقدار کا بیان ہے اور یہی جمہور کا قول ہے کہ پندرہ رکعتیں
امام مالکؒ میں حضرت یزید بن رومان سے روایت ہے کہ لوگ
(صحابہ و تابعین) حضرت عمرؓ کی خطبہ کے زمانہ میں بیس رکعتیں
(مع وتر کے) پڑھتے تھے اور اسی پر مشرق و مغرب کے لوگوں
کا عمل ہے۔

علامہ علاء الدینؒ الحنفی حنفی متوفی ۸۸۸ھ کا فرمان

(المستدرک ص ۱۰۱) ”ثمكذلك قالوا قطبست الخلفاء الراشدين (نساء الرجال والنساء) اجماعا (وهي عشرون ركعة) حكمت مساواة المكونين للحكم“
(الدر المختار مع مشيئة المحققين ج ۲ ص ۱۰۱)

تراویح سنتِ فخر ہے مردوں اور عورتوں سب کے لیے
اجماعاً کیونکہ اس پر خلفاء راشدین نے سبائت فرمائی ہے اور تراویح
بیس رکعتیں ہیں اور میں کی حکمت یہ ہے کہ شکل یعنی تراویح ممکن
یعنی فرائض مع وتر کے برابر ہو جائیں و کیونکہ فرائض کی کل رکعتیں

وتر کا کہیں بنتی ہیں

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ کا فرمان

”قوله وهي عشرون ركعة وهو قول الجمهور وعليه عمل الناس شرقاً وغرباً“
(الدر المختار مع مشيئة المحققين ج ۲ ص ۱۰۱)

صاحب در مختار کا قول ”کہ تراویح بیس رکعتیں ہیں۔“
یہی جمہور علماء کا قول ہے اور اسی پر لوگوں کا عمل ہے مشرق
و مغرب میں۔

سین عبدالحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۵۲۱ھ کا فرمان

”والذي استقر عليه الامر واقتصر من الصحابة والتابعين ومن بعدهم هو العشرون وما روى انها ثلث وعشرون فبحساب الوقت معها“
(دائمتہ بالسنۃ حریم ص ۱۰۱)

اور میں تعداد پر کھاتہ تراویح کا معاملہ متفق ہوا اور صحابہ
و تابعین اور ان کے بعد کے بزرگوں سے وہ تعداد مشہور
ہوئی وہ بیس رکعتیں ہیں اور یہ جو مروی ہے کہ تراویح تیس
رکعتیں ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ تراویح کے ساتھ وتر کا
کہ تیس رکعتیں ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ کا فرمان

”وعده عشرون ركعة وذلك انهم رأوا النبي صلى الله عليه وسلم شرع لنا عشرين“

احدی عشر رکعت فی جمیع المساجد
فحکمو الله لا ینبغی ان یکون حظ المسلم
فی رمضان عند قعوده الا قد جامع فی لجة المشبه
بالمسکوت اقل من ضعفها

(محجة الله الیہ ص ۲۵۰ ص ۱۵)

تراویح کی رکعتوں کی تعداد پس ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں
نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے سارے سال میں
محرمین کے لیے گیارہ رکعتیں مقرر فرمائی ہیں کیونکہ سارے سال عموماً
تہجد آٹھ رکعات اور وتر تین رکعات ادا کئے جاتے ہیں تو انہوں
نے فیصلہ کیا کہ رمضان کے مہینے میں جب ایک سالانہ تشعبہ
بالکسوت کے سمندر میں غوطہ زن ہونے کا ارادہ کرے تو اس
کے لیے مناسب نہیں ہے کہ اس کا اس سے دشمنی رکعات
سے کم حصہ ہو۔

علامہ عبدالحی کھنوی متوفی ۱۴۰۴ھ کا فرمان

"ان مجموع عشرین رکعت فی التراويح سنت
مؤکدة لا تنسی ما واطب علیہ الخلفاء و ان
لم یواظب علیہ النبی صلی اللہ علیہ و علی
آلہ وسلم و قد سبق ان سنت الخلفاء ایضا لازم
الاتباع و تارکھا آثم و ان کان آثم موقوف
آثم تارک السنۃ المنبویۃ عنون استثنی علی
شہان رکعات یکون صیثاً لئلا ترک سنت الخلفاء

وان شئت تر تبیہ علی سبیل القیاس فعتل
عشرون رکعت فی التراويح صما واطب علیہ
الخلفاء الراشدون وکل ما واطب علیہ الخلفاء
سنت مؤکدة بشم تفصیلاً مع ان کل سنت مؤکدة
یا تم تارکھا فینتج عشرون رکعتاً یا تم تارکھا فینتج عشرون رکعتاً
قد اثبتنا فی الاصول انما یتیم

(فتاویٰ خیر فی سبیل سنتیہ دار الفکر بیروتیہ ج ۱ ص ۲۵۰ ص ۱۵)

تراویح میں بیس رکعات سنت مؤکدہ ہیں اس لیے کہ اس پر
خلفاء راشدین نے ہدایت کی ہے اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے ہدایت نہیں کی اور پہلے بتایا جا چکا ہے کہ خلفاء راشدین کی
سنت بھی واجب الاتباع ہے اور اس کا چھوٹنے والا گناہ
ہے اگرچہ اس کا گناہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ترک کرنے
والے سے کم ہے لہذا جو شخص آٹھ رکعت پر اکتفا کرے وہ
براکام کرنے والا ہے کیونکہ اس نے خلفاء راشدین کی سنت ترک
کر دی اگر قمر قیاس کے طریقے پر اس کی ترتیب سمجھنا چاہو تو یوں
کہو "بیس رکعت تراویح پر خلفاء راشدین نے موافقت کی اور
جس پر خلفاء راشدین نے موافقت کی جو وہ سنت مؤکدہ ہے
لہذا بیس رکعت تراویح بھی سنت مؤکدہ ہے پھر اس کے
ساتھ یہ بھی خلاف ذکر سنت مؤکدہ کا تارک گناہ نہ ہوتا ہے لہذا
بیس رکعات کا تارک بھی گناہ نہ ہوگا اس قیاس کے مقتضات
ہم اصول سابقہ میں ثابت کر چکے ہیں۔

مذکورہ احادیث و آثار اور اقوال اللہ مجتہدین سے مستند و بذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو قیام رمضان کی بہت ترغیب دی ہے۔ تراویح آپ خود بھی پڑھتے تھے اور آپ نے تراویح (بین وائی - ۱۳ - ۲۵ - ۲۷ رمضان) صحابہ کو پڑھانے کی بھی ہیں، تراویح کو آپ نے امت کے لیے مسنون قرار دیا ہے، جیسا کہ حدیث نمبر ۱-۲-۳ اور ۴ سے واضح ہے اس بنا پر جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنا مستحب و مکرمہ (علی الکفاۃ) ہے اور یہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں رکعات تراویح پڑھنا ثابت ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ آپ (۶ اور ۷) سے ظاہر ہے اور صحیح بخاری میں امت کی متقی یا مستول حاصل ہے اس لیے یہ صحیح ظہر کے درجے کی احادیث ہیں۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں بھی صحابہ کرام یا جماعت تراویح پڑھتے رہے ہیں جیسا کہ حدیث نمبر ۱ سے ظاہر ہے۔ ۳، خلفاء راشدین حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم نے ہیں رکعات تراویح پر ہر نسبت فراوانی اور ان کے دور خلافت راشدہ میں تراویح میں رکعات ہی پڑھی پڑھائی جاتی رہیں، اس لیے تراویح میں رکعات ہی سنت و مکرمہ ہیں۔

(۴) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تراویح کے ہیں رکعات ہونے پر جامع ہو گیا تھا مگر کچھ جب آپ نے حضرت ابی

بکعب رضی اللہ عنہ کی اقتدار میں سب صحابہ کرام کو جمع کیا تھا اور حضرت ابی بکعب رضی اللہ عنہ کو جس رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا تھا تو اس وقت کسی نے بھی آپ کے اس فعل کی کسی درجہ میں بھی مخالفت نہیں کی تھی، حالانکہ اس وقت انصار و مہاجرین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، بالخصوص سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سب موجود تھیں، لیکن کسی نے بھی آپ کے اس فعل پر انکار نہیں کیا۔ (۲) جمیل المقدس بین قریب کا بین بھی اکثر تراویح میں رکعات ہی پڑھتے پڑھاتے رہے۔

(۵) امام ابو حنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرات امام احمد بن حنبل اور ایک دوسرے کے مطابق حضرت امام مالک رحمہم اللہ ہیں رکعات تراویح کے قائل تھے۔

(۶) خیر القرون کے دور میں مجدد فاروقی سے لے کر اب سے کچھ پہلے تک تمام مسلمانین عالم کم از کم جس رکعتوں کے قائل تھے، اور مشرق و مغرب میں ہر جگہ تراویح میں رکعات ہی پڑھی پڑھائی جاتی رہیں، مرکز اسلام میں سے مدینہ طیبہ میں خلفاء راشدین حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم کے دور خلافت میں تراویح میں رکعات ہی پڑھی پڑھائی جاتی رہیں، دور خلافت راشدہ کے بعد بھی کم از کم میں پر عمل رہا۔ اس سے زیادہ قرآن مجید میں لکھا ہے کہ ہمیں آج بھی مدینہ منورہ میں تراویح میں رکعات ہی پڑھی پڑھائی جاتی ہیں، مگر مکرر میں حضرت علامہ ابن ربیع کے نزدیک تراویح میں رکعات پڑھی پڑھائی جاتی تھیں جیسا کہ حدیث نمبر ۲۷ سے واضح ہے۔ حضرت علامہ ابن ربیع

۱۱۴ھ میں ہوئی، حضرت ابن ابی فیکرہؓ جن کی وفات ۱۱۷ھ میں ہوئی وہ یہاں تراویح میں رکعات بنی پڑھاتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۲۰۷ سے واضح ہے اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ جن کی وفات ۲۰۴ھ میں ہوئی وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں لوگوں کو بیس رکعات ہی پڑھتے جاتے پایا ہے اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ جو نمر خود بیس کے قائل تھے اس لیے ان کے بعد مکہ مکرمہ اور اس کے علاوہ میر جگہ جہاں جہاں ان کے متبعین تھے سب بیس پر عمل کرتے تھے آج بھی مکہ مکرمہ میں بیس رکعات تراویح پر ہی عمل جاری و ساری ہے۔

کوثر اور بصروہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے بیس رکعات تراویح پڑھائی جاتی تھیں جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تراویح میں رکعات پڑھتے تھے۔ جیسا کہ حدیث نمبر ۱۸۰-۱۹۰ سے ظاہر ہے۔ کوثر میں حضرت عمارش، اعورہ متوفی ۹۵ھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ہیں وہ بیس رکعتیں پڑھایا کرتے تھے نیز حضرت علی بن ربیعہؓ متوفی ۱۰۰ھ حضرت علی اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما کے شاگرد تھے وہ بھی بیس رکعات تراویح اور بیس رکعات وتر پڑھایا کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۲۱۲ اور ۲۱۳ سے واضح ہے، امام کوثر حضرت سفیان ثوریؓ جن کی وفات ۱۶۱ھ ہجری میں ہوئی وہ بھی بیس رکعات کے قائل تھے۔ حضرت امام ابو یوسفؓ جن کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی وہ خود بیس رکعات کے قائل تھے ان کے بعد ان کے تمام متبعین کا عمل بیس پر رہا۔

بصروہ میں حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرہؓ سعید بن ابی الحسن اور عمر بن

جدی رحمہ اللہ ۸۳ھ سے پہلے بصروہ کی جامع مسجد میں بیس رکعات پڑھایا کرتے تھے جیسا کہ حدیث ص ۲۵ سے واضح ہے۔

بعثت امام حسینؓ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جن کی وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی وہ بھی بیس رکعات کے قائل تھے جیسا کہ ابن رشد مالکیؒ کے بیان سے ظاہر ہے۔

خراسان میں حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ جن کی وفات ۱۸۱ھ میں ہوئی ہے وہ بھی بیس رکعات ہی کے قائل تھے۔

تیسری صدی کے وسط سے پہلے ہی اندر اربعہ حضرت امام ابو یوسفؓ حضرت امام مالکؓ، حضرت امام شافعیؓ، حضرت امام احمد بن حنبلؓ اپنی اپنی فقہ کی اپنے شاگردوں کو تعلیم دے کر دنیا سے رخصت ہو گئے تھے اور ان کے فقہی مسائل کی اشاعت اور ان پر عمل شروع ہو چکا تھا، جو آج تک جاری ہے تقریباً ہر صدی کے فقہ نے کم از کم بیس رکعات ہی کا ذکر کیا ہے۔ مشہور فقہاء کرام و بزرگان دین کے اقوال آپ نے اوپر ملاحظہ فرمائیے جن میں پچھٹی صدی ہجری کے فقہ و بزرگ حضرت شیخ عبدالقادر سیلابیؒ، حضرت امام خزانہ شافعیؒ دونوں نے تراویح میں رکعات ہی بتائی ہیں۔ اٹھویں صدی ہجری میں علامہ ابن تیمیہؒ بیس رکعات ہی کا ذکر کرتے ہیں۔ دسویں صدی ہجری میں علامہ ابن نجیمؒ مصر کے اندر مذکور دہسپہ میں کہ مشرق و مغرب پورے عالم میں میر جگہ تراویح میں رکعات ہی پڑھائی جاتی ہیں، گیارہویں صدی میں حضرت علامہ علاء الدین حصکفیؒ شام میں اور حضرت شاہ عبدالغنی محدث دہلویؒ ہندوستان میں بیس رکعات ہی بتاتے ہیں۔ بارہویں صدی ہجری میں حضرت شاہ ولی اللہ

رعزہ اللہ علیہ ہندوستان میں ہیں رکعات ہی کا تذکرہ کرتے ہیں اور اُن کے تمام خاندان کا اسی پر عمل ہے۔

تیسری صدی ہجری کے وسط میں علامہ ابن عابدین شامی "کتاب شام میں مذکور کرتے ہیں کہ اب تک مشرق و مغرب میں ہر گز تلوایک میں رکعات ہی پڑھی پڑھائی جاتی ہیں اور حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی ہندوستان میں ہیں رکعات ہی کا تذکرہ کرتے ہیں۔

لیکن ابن تائم احادیث و آثار، اجماع امت اور اقوال اللہ مجتہدین امت کے تقریباً بیس سو سالہ عمل کے نزاع غیر متعین کا کہنا ہے کہ تلوایک آٹھ رکعات ہی سنت ہیں، بیس رکعات سنت نہیں ہیں، بیس بائیس سے زیادہ رکعات تعیین کرنے میں بدعت کا خوف ہے، بلکہ بیس رکعات پڑھنا ہے ہی بدعت، چنانچہ

حکیم صادق سیاحی صاحب لکھتے ہیں۔

"یہ بات ہمہ گیر و ذکی طرح واضح ہو گئی ہے کہ رسول اللہ کی سنت پاک تو آٹھ رکعت تلوایک ہی ہے اور اس سے زیادہ پڑھنا سنت نہیں ہے بلکہ نافذ عبادت ہے۔"

(مسئد الرسول ص ۲۵۸)

پرنس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

"البتہ جس یا تیس رکعت کی تعداد معین اور خاص کرنا درست نہیں کیونکہ اس عمل کے بدعت ہو جانے کا خوف ہے۔"

(دستورالمتن ص ۲۷۷)

غیر متعین کے ذاکر محمد رشید لکھتے ہیں۔

"ہمارے جن علماء نے اکثر سے زیادہ کو بدعت کہا ہے وہ ان لوگوں کی تلوایک کو گنا گیا ہے جو اکثر سے زیادہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر پڑھتے ہیں اگر نقل سمجھ کر پڑھیں تو پھر ہمارا کوئی عالم ان پر بدعت کا فتویٰ نہیں دے گا۔" (النجباء ص ۷۷)

عبدالحی علی سامرووی صاحب اپنے ہم مشوب علماء پر بدعت ہونے قطر از ہیں۔ "ہم بڑا تعجب تو ہے ہر علماء مدرستہ دعاتیہ کے مدرسین پر ہے کہ وہ بلا وجہ ان باتوں سے واقف ہوتے ہوئے رسالہ حدیث میں زیادہ آٹھ پر درست لکھتے ہیں اور فاضل کو بتاتے کہ باعث اجر بھی تسلیم کرتے ہیں الی اللہ المستکمل رقم ۲۰ کو سنت عمری بدعت عمری کہنا اصلاً غلطاً قابلِ مسحور ہے۔ پچھلے معلوم ہو چکا ہے کہ اگر رکعت شہی قبل عمر سے دارا اور شہی امر فاروق سے ثابت پھر زبردستی حضرت عمر کے متھے تھوپا کیا انصاف سے مواظف دور نہیں اور نہ ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔"

(فتاویٰ مستند ص ۲۷۷)

لاحظہ فرمائیے : یہ غیر متعین کا عمل یا حدیث کران کے نزدیک بیس رکعات تلوایک پڑھنا سنت تو کہا انہیں سنت سمجھ کر پڑھنا بدعت ہے، حالانکہ بیس رکعات تلوایک خیر القول میں غلط فہم رہنے کے حکم سے پڑھی پڑھائی جاتی رہیں، غلط فہم رہنے میں پورا غلبہ فتویٰ، جہاد، دینی میں بیس رکعات پر اجماع ہوا جیسا کہ نیچے گزرا، تمام صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ حضرت امام شافعیؒ حضرت امام احمد بن حنبلؒ بیس رکعات تلوایک پڑھتے

چھاپا ہے۔ رہے اور ان ائمہ مجتہدین کے گردوں متبعین اور مقلدین جن میں جمال
عظمیٰ و تقویٰ و ولہارت اور انواع سلسلے میں ممتاز مقام رکھنے والے اکابر
علمیہ اور ادبیہ شامل ہیں۔ سب تراویح میں رکعات کی پڑھتے پڑھاتے رہے
تقریباً ساٹھ سے تیر سو برس سے امت مسلمہ تراویح میں رکعات کی پڑھ
رہی ہے۔ دسویں صدی ہجری کے فقہ ابن نجیم مصری کا کہنا ہے کہ مشرق
و مغرب میں ہیں رکعات تراویح کی پڑھی پڑھائی جا رہی ہیں پھر تیسری
صدی ہجری کے فقہ ابن عابدین شافعی لکھتے ہیں کہ اب تک مشرق و مغرب
میں ہر جگہ میں رکعات ہی پر امت کا عمل ہے

فقیراً ہر صدی کے فقہاء میں رکعات تراویح کو سنت قرار دے رہے
ہیں لیکن انتہائی حیرت ہے کہ اس عمل کو غیر مقلدین سنت تو کہا بدعت
لجنے سے بھی نہیں بچ سکے۔ فلا سوچئے جو عمل خود آنحضرت صلی اللہ علیہ
و سلم سے ثابت ہو جس پر علماء راشدین نے موافقت کی ہو جس پر دور
صحابہ میں اجماع ہوا ہو جس پر ساری امت کا عمل ہو جسے ہر صدی کے
فقہاء سنت قرار دیں۔ اگر وہ سنت تو ہر سنت کو نہ عمل ہوگا؟ پھر اگر جس عمل کو
بدعت قرار دیا جائے تو لازم آئے گا کہ علماء راشدین صحابہ کرام تابعین تبع تابعین
ائمہ مجتہدین اور ان کے گردوں نہیں اربوں تبعین علماء و فقہاء اولیاء اور
ساری امت کو بدعتی قرار دے دیا جائے۔ انبیاء و ائمہ ثم العیال و اہل
ایں کار انز تو می آید مرواں چنین کنند

تاریخ فیصلہ آپ کے سر سے آپ فیصلہ فرمائیں یہ حدیث کی
موافقت ہے یا مخالفت؟

غیر مقلدین کی غنیۃ الطالبین میں تحریر

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ چونکہ منہلی مسلک کے

بزرگ ہیں، اس لیے آپ بھی تراویح کے بیس رکعات ہونے کے قائل
ہیں چنانچہ آپ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "غنیۃ الطالبین" میں بھی لکھا
ہے کہ تراویح بیس رکعات ہیں۔ عرض ہے یہ کتاب مترجم اور غیر مترجم
دونوں طرح چھپ رہی ہے۔ دونوں میں یہ مسئلہ موجود ہے، اس
وقت ہمارے سامنے غنیۃ الطالبین عربی اور عربی اردو مترجم دو مقامات
کا کچھ ہی جوتی موجود ہیں۔ ایک مکتبہ مصطفیٰ الباقی الطبعی مصر کے اور دوسری
مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور کے دونوں میں یہ عبارت موجود ہے
محافظ فرمائیے :

"وہی عشرون رکعتہ یجلس عقب کل رکعتین
ویصلو فی خمس ترویحات کل اربعہ منھا
ترویحتہ وینوی فی کل رکعتین اصلی وکسج
الترابیع المستویات اذا کان قراءاً او اذا کان
اماماً واما وما ولیستحب ان یقرأ الخ
وغنیۃ الطالبین ص ۲۵ طبع مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور وغنیۃ الطالبین ص ۲۵
صلک طبع مکتبہ مصطفیٰ الباقی الطبعی مصر"

ترجمہ : اور تراویح کی بیس رکعتیں ہیں اور ہر دوسری رکعت میں
پیشہ اور سلام پھر سے پس وہ پانچ ترویحات میں : باپ کا نام ترویح
ہے اور ہر دو رکعت کے بعد نیٹ کر کے کہ میں دو رکعت استغفر
تراویح کی نسبت کرتا ہوں اگر نہ پڑھے غواہ اہم کے ساتھ پڑھے
اور تمہیں ہے کہ انا

(غنیۃ الطالبین مترجم طبع مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور)

سو جاتے ہیں، آپ نے فرمایا اسے عائشہ میری آنکھیں نہ کی
ہیں بل نہیں سوتا۔

غیر متحدین حضرات تراویح اٹھ رکعت مسند ثابت کرنے کے لیے حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ بالا حدیث بڑے شد و غداورند و شور
سے پیش کرتے ہیں اور بیس رکعت تراویح کی تمام احادیث و آثار کو اس
کے مخالف بتا کر دیکر دیتے ہیں، ذیل میں ہم دو چیزوں کا جائزہ لیں گے
اول یہ کہ اس حدیث مبارکہ کا تراویح سے تعلق ایسی ہے یا نہیں؟ دوم یہ
کہ غیر متحدین خود بھی اس حدیث پر حائل ہیں یا نہیں؟

پہلی چیز

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا تعلق تراویح سے
قطعا نہیں ہے جس کی بہت سی وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ

اگر محمد بن اشہد، ابوہریرہ سے کسی نے بھی اس حدیث سے تراویح
مراد نہیں ہیں ورنہ اشہد ابوہریرہ سے کوئی نہ کوئی امام تو اٹھ رکعات
تراویح کا قائل ہوتا حالانکہ اشہد ابوہریرہ سے کوئی امام بھی اٹھ رکعات تراویح
کا قائل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے قریبی شریعت
میں تراویح کی تعداد کے متعلق مختلف اقوال ذکر کئے لیکن اٹھ رکعات کے
متعلق کوئی قول ذکر نہ کیا تو دیکھنا اشارہ رک گیا۔

دوسری وجہ

اکثر محدثین کرام مشکوٰۃ امام مسلم، امام ترمذی، امام ابو داؤد، امام نسائی،
امام مالک، امام عبد الرزاق، امام ابو داؤد، امام ابن خزيمة، امام دارمی امام

ابو نصر روزی رحمہم اللہ وغیرہم نے اس حدیث کو اپنی اپنی احادیث کی
کتبوں میں قیام اہل تہجد کے تحت ذکر کیا ہے، باوجودیکہ ان محدثین نے
ان کی کتابوں میں تبارہ، ضان، تراویح کا باب بھی قائم کیا ہے۔ یہ اس بات
کی کھلی دلیل ہے کہ ان محدثین کے نزدیک اس حدیث سے مراد تہجد کی
غایہ سے تراویح کی نہیں۔

بعض محدثین مثلاً امام بخاری، امام محمد وغیرہ نے اس حدیث کو
قیام رمضان میں بھی ذکر کیا ہے، لیکن اس پر کوئی دلیل نہیں کہ انہوں نے
اس سے مراد تراویح ہی ہیں اور جو اس کا دھویا رہے اس کے ذمہ
بے کدہ اس کی دلیل لاسکے کیونکہ ان محدثین میں سے کوئی بھی اٹھ رکعات
تراویح کا قائل نہیں۔ بلکہ ان کے اسلوب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بخاناہستہ
ہیں کہ تہجد کا غیر رمضان میں پڑھنا جائز نہیں ویسے ہی رمضان میں بھی
تیسری وجہ

تراویح اس نماز کو کہتے ہیں جو رمضان کی راتوں میں جماعت کے ساتھ تراویح
پڑھی جاتی ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"صحیح الصلوٰۃ فی الجماعۃ فی لیالی رمضان
الترویح"

رمضان کی راتوں میں نماز جماعت کا نام تراویح ہے
اور اس نماز کا ذکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں ہے وہ دونوں
ہے جو رمضان اور غیر رمضان بارہ جیسے پر پڑھی جاتی ہے ظاہر ہے کہ یہ تہجد کی
نماز ہو سکتی ہے نہ کہ تراویح کی کیونکہ تراویح تو صرف رمضان ہی میں پڑھی
جاتی ہیں۔

۱۱۔ پھر تراویح ایک سلام سے دو دو رکعت کر کے پڑھی جاتی ہیں پچاس

سے فائدہ کیا ہے ۔

”باب عدد الركعات المستقر بجماع الصحاح والسنن
فی رمضان“

یعنی یہ باب ان رکعات کی تعداد کے بیان میں ہے جو اہل علم و لوگوں
کو رمضان المبارک میں پڑھانے کا۔

اس باب میں امام محمد بن نصر مزیٰ شہزادہ کی رکعات کی تعداد بتانے کے
لیے بہت سی روایتیں لائے ہیں، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس
حدیث کا قول تو دیکھنا اس کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا اس سے صاف ظاہر
ہوتا ہے کہ ان کے علم و تحقیق میں بھی اس حدیث کا ترویج سے کئی تعلق نہیں
پایا جیسا کہ باب دیگر وجہ

بہت سے آثار صحیحہ سے ثابت ہے (جیسا کہ پہلے گزرا) کہ خلفاء
راشدین کے دور میں تلاویح کی رکعات چار ہی پڑھائی جاتی رہیں اس زمانہ میں
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حیات تھیں اگر آپ کی مذکورہ حدیث میں تلاویح
کا ذکر ہوتا تو ممکن تھا کہ وہ خاموشی سے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
کا ان میں ترویج پڑھتے ہوئے نہ دیکھتی رہیں اور یہ نہ کہیں کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم تو آٹھ رکعات تبارک پڑھتے تھے تم لوگ نہیں رکعات
کیوں پڑھتے ہو یہ کہیں کسی بھی صحیح یا ضعیف حدیث سے حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا اور ان کے علاوہ کسی بھی صحابی کا یہیں رکعات پڑھنے والا
کو دیکھنا یا ان پر اعتراض کرنا ثابت نہیں۔ یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا ترویج سے کئی تعلق نہیں۔

حدیث میں ایک سلام سے چار بار رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہے۔ (ابو یوسف
۱۲) اس حدیث میں گیارہ رکعات تنہا پڑھنے کا ذکر ہے نہ کہ جماعت
کے ساتھ بلکہ تبارک کی سات چار ہی جاتی ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے تین دن پڑھی تھیں وہ جماعت کے ساتھ چار ہی تھیں۔ ان باتوں سے
ثابت ہوتا ہے کہ اس حدیث کا تعلق تبارک سے نہیں ہے۔

چوتھی وجہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت
ابو سلمہؓ کا سوال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کی کیفیت کے متعلق تھا نہ کہ تبارک
یعنی حضرت ابو سلمہؓ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ سوال کیا تھا کہ یہ
تاریخ آئینہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں جو رکعت کو نماز پڑھتے
تھے اس کی کیا کیفیت تھی؟ کیا نماز آٹھ؟ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے
آپ کی نماز میں معمول کی رکعات ذکر کر کے نماز کی کیفیت بیان فرمائی
کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی عددگی اور اچھا ناکا کیا ذکر وہ تو پوچھو، یہی
مست۔ اگر حضرت ابو سلمہؓ کا سوال نماز کی رکعات کی تعداد کے متعلق ہوتا
تو اولیٰ تو وہ لفظ کثرت سے سوال کرتے کہ چونکہ وہ مقولہ کثرت ہے
نہ کہ کیفیت ہے دوسرے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہیں اس کے سوال
کے مطابق تعداد رکعات بتلا کر رہیں کہ یہیں آگے یہ نہ فرمائی کہ ان کے
حسن اور اذنی کا تو سوال ہی نہ کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کتابی
کہ ان کے حسن و رازی کا تو سوال ہی نہ کر یہ بتا رہے ہیں کہ ابو سلمہؓ کا سوال
کیفیت ہی کے بارے میں تھا تعداد کے بارے میں نہیں ہی وجہ ہے کہ
امام محمد بن نصر مزیٰ نے اپنی کتاب ”قیام الدلیل“ میں ایک باب اس عنوان

دوسری چیز

غیر متقلدین حضرات جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث سے اکثر رکعات تلاویں گے، ان کے لئے، بنظر انصاف دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود اس حدیث پر عمل نہیں کرتے، عمل کرنا تو کیا طہور اس حدیث کی مخالفت کرنے کی جگہ نہ

(۱) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز چار چار رکعات کر کے پڑھتے تھے لیکن غیر متقلدین دو دو رکعت کر کے پڑھتے ہیں۔

(۲) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز اکیلے پڑھتے تھے مگر اس حدیث میں آپ کے نماز پڑھنے کا ذکر ہے پڑھنے کا نہیں، لیکن غیر متقلدین سارے پچیس یہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

(۳) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز گھر میں پڑھتے تھے (کیونکہ اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں تو آپ نے فرمایا اسے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں مٹی نہیں سوتا، یہ سوال جواباً میرے گھر کی بات ہے کیونکہ حضرت آپ کا سونا گھر میں ہی تھا، لیکن غیر متقلدین سارے رمضان یہ نماز مسجد میں پڑھتے ہیں۔

(۴) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز پڑھ کر سو جاتے تھے، سو کر اٹھ کے وراوا فرماتے تھے مگر غیر متقلدین

حضرات تراویح کے فوراً بعد سوئے سے چلے ہی وراوا کر لیتے ہیں۔

(۵) اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وتر اکیلے اور انفرادی تھے لیکن غیر متقلدین حضرات جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

(۶) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سات سے سات و وتر تین رکعات ایک سلام سے پڑھتے تھے، لیکن غیر متقلدین اکثر ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں اور جب کبھی تین پڑھتے ہیں تو دو سلاموں سے پڑھتے ہیں۔

تہجد اور تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں اور دونوں میں بہت فرق ہے

موجودہ دور کے غیر متقلدین کے سامنے جب یہ ثابت کر دیا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں تہجد کا ذکر ہے تراویح کا نہیں، تو وہ بحث کے گمراہ دیتے ہیں کہ تہجد اور تراویح میں کوئی فرق نہیں، انکو الگ الگ سمجھنا غلط ہے جو فاضل رمضان سے پہلے تہجد پڑھنے جاتے ہیں انہیں کہ رمضان میں تراویح کا جانا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک ملت میں تراویح اور تہجد پڑھنا ثابت نہیں۔

چنانچہ غیر متقلدین کے شیخ الحدیث اسماعیل سلمیٰ صاحب تہجد اور تراویح "بعض لوگ تراویح اور تہجد الگ الگ دو نمازیں سمجھتے ہیں یہ غلط ہے اس کی کافی دلیل حدیث میں نہیں ملتی"

(دعوتِ اکمل، کمانڈنٹ)

حکیم صادق یا کوئی صاحب لکھتے ہیں:-

"وصل اللہ نے لوگوں کو تراویح کی نماز میں وتر پڑھائی اور اس کے بعد آپ نے تہجد ہرگز نہیں پڑھی اور رضی و وتر پڑھے معلوم ہوا

یا ت غل مشہد حتی ینسلخ

و شہد لہما فی حبیبہ

یہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہلیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور شہاد
فرمائی ہیں کہ جب رمضان المبارک آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پوری مستعدی کا یہ فرماتے اور اپنے بستر پر تشریف نہ لاتے
یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا۔

۱۔ عن عائشہ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اذا دخل رمضان تقیر لبنتہ و کثرت
صلواتہ و اجتہل قلب الدعاء منہ

و شہد لہما فی حبیبہ ۳ ص ۱۲۲

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رمضان المبارک آتا
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ بدل جاتا، آپ کی نماز زیادہ
ہو جاتی، خوب گزر گزرا کرتے اور اللہ تعالیٰ سے شکر کرتے۔

۳۔ عن عائشہ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
اذا دخل الصّٰحۃ شدّ مہجذہ و احبّ لیلہ و ابقظ
اہلہ (بخاری، مسند احمد، مسند صحیحہ، ص ۱۲۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رمضان المبارک کا
آخری عشرہ آجاتا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پوری مستعدی کا یہ
فرماتے، رات کو زندہ کرتے (یعنی رات عبادت میں گزار دیتے)
اور ازواج مطہرات کو بھی بچکاتے۔

۴۔ عن الامویہ بن یزید یقول قالت عائشہ کان رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتہد فی الصّٰحۃ الا و اخر
مالک یجتہد فی غلبہ (مسلم ۱ ص ۱۲۲)

حضرت اسود بن یزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے
میں (عبادت کے لئے) جو کوشش فرماتے تھے اتنے اس کے
ملاوہ رمضان کے دیگر عہدوں میں نہیں فرماتے تھے۔

۵۔ اما دیرت مہر کہ کے ساتھ ساتھ وہ احادیث بھی ملاحظہ فرمائیے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا ثابت ہوتا
ہے پھر ہم دیگر بزرگان دین کے متعلق بتلائیں گے کہ وہ بھی تراویح کے بعد تہجد
پڑھتے تھے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک تراویح اور تہجد دو
لگ بگ نمازیں ہیں۔ دونوں ایک نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا

عن انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یسلم فی رمضان فحکمت ففتمت الا جنبہ و جاء
رجل فقتام ایضا حتی کنا رطلنا فلبنا حبش
النبی صلی اللہ علیہ وسلم آما خلعت جعل یقرب
فی الصلوٰۃ ثم دخل رجلہ فسلم صلوٰۃ لا یصلیہا
عندنا قال قلت له حین احببنا اقطعت لنا اللیلۃ
قال فقال انفسہ الذی صنعت حملت علی
الشیء صنعت (مسلم ۱ ص ۱۲۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

رمضان کی پانچ رات حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے یہاں ان کے شاگرد و اصحاب اکٹھے ہو جاتے آپ انہیں نماز تراویح پڑھاتے ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھتے ایسے ہی ختم قرآن تک سلسلہ چلتا رہتا اور سحر کے وقت (تجدید میں) نصف سے تہائی قرآن تک پڑھتے اور سحر کے وقت ہر تین رات میں ایک قرآن ختم کرتے۔

نواب وحید انان اکٹھے ہیں۔

۱۱ امام حاکم ابو عبد اللہ نے بسند روایت کی نسبت مستقیم بن سید سے کہ محمد بن اسماعیل بخاری جب رمضان کی پہلی رات ہوئی تو لوگ ان کے پاس جمع ہوئے وہ نماز پڑھاتے اور ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھتے یہاں تک کہ قرآن کو ختم کرتے پھر سحر کو نصف سے لے کر تہائی قرآن تک پڑھتے اور تین راتوں میں ختم کرتے اور دن کو ایک ختم کرتے اور افطار کے وقت ختم پڑھتا تھا الخ (تیسری جلد ص ۱۵ ص ۱۶)

تقریباً یہی بات عبد السلام مبارکپوری صاحب نے سیرت البخاری ص ۱۶ پر بھی ہے۔

غیر مقلدین کے شیخ النعل میاں ذہیر حسین صاحب مدظلہ ہی بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے

میاں صاحب کے سوانح نگار افضل حسین بھاری لکھتے ہیں
 ۱۱ (میاں صاحب) لیلانی رمضان المبارک میں دو ختم قرآن مجید کا بہالت تمام ہر سال سنتے ایک تو نماز عشاء کے بعد تراویح

میں جس کے امام تھے حافظ احمد عالم، فقیہ، محدث، جو آپ کے شاگرد رشید تھے تین سہارے روزانہ سنتے تریل و تجوید کے ساتھ دوسرا ختم سنتے نماز تہجد میں جس کے امام ہوتے حافظ عبد السلام سلمہ و آپ کے بیٹے پوتے،

(العیاذ باللہ العزیز)

غیر مقلدین بتائیں کہ اگر تراویح اور تہجد دونوں ایک ہی ہیں اور ان کے بقول حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تراویح کے بعد تہجد نہیں پڑھی تو نہ کبر و باہان و ادب کا کیا جواب ہوگا جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تراویح پڑھنا نہیں کیا بلکہ اور نماز بھی پڑھی ہے۔ بالخصوص حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس سے ثابت ہے کہ اگر آپ نے تراویح کے بعد تہجد بھی پڑھی ہے نیز یہ بھی بتائیں کہ اگر تراویح اور تہجد دونوں ایک چیز ہیں تو حضرت طلحہ بن علی رضی اللہ عنہ حضرت امام باکست، حضرت امام بخاری، ان کے علاوہ دیگر بزرگان دین اور غیر مقلدین کے شیخ النعل میاں ذہیر حسین صاحب مدظلہ و تراویح کے بعد تہجد کیوں پڑھتے تھے کیا یہ سب غلط کام کرتے تھے؟ العیاذ باللہ۔

تراویح اور تہجد کے درمیان فرق

(۱) جس کی مشروعت قرآن کریم سے ہوئی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ بِحَمْدِكَ تَلْفَظُ ۱۱۵۰

اور رات کے ایک جگہ میں تہجد پڑھا کیجئے یہ خاص آپ کے لیے ایک نادر چیز ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم کتنی رکعتوں کے ساتھ وتر پڑھتے تھے۔ آپ نے فرمایا ہمارا اور میں کے ساتھ چھ اور میں کے ساتھ آٹھ اور میں کے ساتھ دس اور میں کے ساتھ آپ کی ورتگی رکعتیں نہ سات سے کم ہوتی تھیں نہ تیر سے زیادہ۔

اس روایت میں تھوڑا فرق دروئی پر نو رکعات اطلاق کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے وتر کے علاوہ تھوڑی کبھی چار رکعتیں پڑھیں، کبھی چھ، کبھی آٹھ اور کبھی دس۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تھوڑی رکعات کم زیادہ ہوتی رہتی ہیں معنی طور پر چھتیں نہیں۔ اس کے برعکس تھوڑی رکعات کم از کم میں رکعات سنو میں ۱۷ تراویح سال بھر میں صرف ایک ہی جہت پر پڑھی جاتی ہیں۔ لیکن تھوڑا پچھتہ پڑھی جاتی ہے۔

(۸) تراویح کے بعد تراکجا جمعہ کے ساتھ پڑھنا غلطی و دشواری کی سبب ہے لیکن اگر وتر تھوڑے بعد پڑھیں تو ان کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا صحیح نہیں۔

(۹) نماز تراویح دیگر نمازوں کی طرح اسلام کے ظاہری شمار میں داخل ہے لیکن نماز تھوڑا اسلام کے ظاہری شمار میں داخل نہیں۔

(۱۰) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت ابن ابی کعب رضی اللہ عنہ کی اقتدار میں تراویح پڑھنے والوں سے فرمایا۔

«والتحسنا من جنہا افضل من التحسنا»
قدومین^{۱۱} و تہذیبہ ص ۱۱۱

جس نماز کو سوتھوڑا گزار دیتے ہو (تھوڑا) وہ اس نماز سے بہتر ہے جو پڑھو کر سوتھوڑا ہو (یعنی تراویح)

اس سے بھی تھوڑا و تراویح کا فرق واضح ہے۔

(۱۱) جس میں تراویح (تو رکعتوں کے ساتھ نماز جماعت کے لیے بلانا، جائز نہیں اور تراویح میں اضافہ ہوتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالغنی شرفی ۱۲۳۹ھ میں تھوڑا تراویح کے بیان میں فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

«والتحسنا مروی شدہ اکان یزیدی رمضان وانی غیر وانی اصری مشرق و مکرہ مراد ان نماز تھوڑا جمعہ سے کہ رمضان و غیرہ برابر ہوو اکی ماضیہ امیل کی گفتہ امان تراویح غیر آست کہ صرف شاہ بنیام رمضان مسمی ہو چنا تھوڑا است ممکنہ بالی حدیث اجاباد»
(عاشقینہ ۱۰ بدست ص ۱۱۱)

یہ ہر سو سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان، غیر رمضان گیدہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اس سے مراد تھوڑی نماز ہے جو رمضان اور غیر رمضان برابر تھی اس کو صلوات اٹھل کہتے تھے لیکن تراویح کی نماز اس کے علاوہ ہے ان حضرات کی طرف سے اس کا نام قیام رمضان تھا چنانچہ اس پر وہ حدیث و آلات کی ہے جس میں آپ کا رمضان کے آخری عشر میں عبادت کے اندر زیادہ کوشش کرنا آیا ہے۔

حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمہ اللہ نے اس بات کو اپنے مقدمہ میں بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے لہذا خلاصہ فرمائیے غرض اس پر

غیر متعلمین کے شیخ الاسلام شہداء الشہداء اقرسی صاحب کے
نزدیک بھی تہجد اور تراویح وہ انگ انگ نمازین ہیں کہ کھینچیں

مہربانیاں وال کے غلیب مولوی عبدالرشید چکراوڑی (مہاجرین میں منکر
حدیث جو گئے تھے تراویح کی نماز کو مکروہ دیکھتے تھے اس پر انہوں نے
ایک رسالہ بھی لکھا تھا "البيان المختصر لا يمان كراه" تر
التراديج "ان کا کہنا تھا کہ تراویح اور تہجد دونوں ایک نماز میں ہیں انگ
انگ نہیں۔ مولوی شہداء الشہداء اقرسی صاحب نے ان کی تردید کی اور
بتایا کہ تراویح اور تہجد دونوں کو ایک سمجھنا غلط ہے اور بلا دلیل ہے چنانچہ
موصوف رقمطراز ہیں۔

"ایسے کھافت اور صحیح جواب کو پا کر بھی ان مولوی صاحب (عبدالرشید
چکراوڑی) ناقل نے قبول نہیں کیا بلکہ اس کے جواب میں بہت
کچھ کوشش کی ہے جس میں مدعی کوشش کا خلا صد یہ ہے کہ پہلے
وقت کی نماز اور پچھلے وقت کی نماز ایک ہی ہے دونوں میں یہی
تراویح اور اول وقت پر مشتمل جاتی ہے تہجد کی نماز ہے اور کوئی نہیں
قرآن کا جواب یہ ہے کہ اس دعوے پر بھی دلیل کوئی نہیں بلکہ
اس کے خلاف دلیل موجود ہے۔ کیونکہ تہجد کے معنی نیند سے
اٹھ کر نماز کا پڑھنا قاموس میں سے تہجد جہلۃ استیعظ و مذہبی
حضرت حاکم شہ رضی اللہ عنہما و عن ابیہما کی حدیث سے جو دلیل
میں درج ہے یہ اعتراضات ہوتا ہے کہ اول شب کی نماز اور
آخر شب کی نماز ایک ہی ہے بلکہ اس سے اگر کچھ ثابت ہوتا
ہے تو یہ کہ

ماکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید
فی رمضان ولا فی غیرہ علی احادی عشر رکعت
بہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعتیں ہی رمضان اور غیر رمضان
میں پڑھتے تھے۔

یہی بات کہ جن عین دنوں میں رکاب نے اول شب تراویح پڑھی تھیں ہی
دونوں میں آخر شب بھی نماز پڑھی ہوگی یہ تو گیارہ رکعت سے زیادہ ہوگئی
اور اگر نہیں پڑھی ہوگی تو قرآن خداوندی فتوح جہد کی تائید نہ ہوگی تو اس
کا جواب یہ ہے کہ دونوں صورتیں ممکن ہیں یعنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ
خسوف نے ہی دونوں میں نماز تہجد پڑھی ہو چکر ہو جو قیام عمر کے لحاظ سے
تین دن کی مقدار یا کسی قلیل سے کہ جس کی کوئی نسبت ہی نہیں ملتی اس لیے
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عام طور پر نسی کر دی کہ حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے کسی نیا وہ نہیں پڑھیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان تین دنوں
میں خسوف نہ ہوا اس لیے اول شب کی نماز کو قیام مقام پچھلی رات کی نماز کے
کر کے نہ پڑھی ہو لیکن کسی نماز کا دوسری نماز کے قائم مقام ٹواپ میں
جو چاہے اسے ان دونوں کا ایک ہونا لازم نہیں آتا۔ دیکھو و تہجد کے
قائم مقام ہے مگر دونوں ایک نہیں جس سے اس کے واسطے کہ ایک شرط
ہو جس پر تہجد کے لیے نہیں۔ (الحدیث کا مذہب حلقہ)

شہداء الشہداء اقرسی صاحب سے ایک سوال ہوا کہ

"جو شخص رمضان المبارک میں عشاء کے وقت نماز تراویح پڑھ
سے وہ پھر آخر رات میں تہجد پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؟
جواب : پڑھ سکتا ہے جبکہ وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے
اول شب میں تہجد نہیں ہوتی۔ (نماز و شایع اصطلاح)

لذکر ہے۔

۱۔ بخاری و احکام مسلم و سنن ابی داؤد و الترمذی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے یا سوتا رہ جائے تو اسے چاہیے کہ جب یاد آجائے تو پڑھ لے اس کا کوئی کفارہ نہیں ہے سوائے اس کے، اس حدیث میں حضرت قتادہ نے یہ الفاظ بھی ذکر کئے ہیں و اتم الصلوۃ لذکرہا کہ نماز قائم کر میری یاد کے لیے۔

۲۔ عن انس بن مالک قال قال منی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نسی صلوۃ او نام عنہا فکفارتھا ان یصلیہا اذا ذکرھا، (مسلم ۱۰۳۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے یا سوتا رہ جائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب یاد آئے تو پڑھ لے۔

۳۔ عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغت احدکم من الصلوۃ او غفل عنہا فلیصلہا اذا ذکرھا فان اللہ عزوجل یتول اتم الصلوۃ لذکرہ، (مسلم ۱۰۳۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی سوتا رہ جائے یا غفلت کی وجہ سے نماز رہ جائے تو اسے چاہیے کہ جب یاد آئے پڑھ لے کہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ نماز قائم کر میری یاد کے لیے۔

فاری بن محترم عقلی و نقلی دلائل سے ثابت ہو گیا کہ تہجد اور تراویح دو طہرہ علیہ نمازیں ہیں، خود حضور علیہ الصلوۃ والسلام، صحابہ کرام، دیگر بزرگان دین، حضرت امام بخاری وغیرہ تراویح کے ساتھ تہجد بھی پڑھتے تھے اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ صرف متقدمین ہی ان دونوں نمازوں کو الگ الگ نہیں سمجھتے بلکہ غیر متقدمین کے شیخ النکلی اور شیخ الاسلام بھی الگ الگ سمجھتے ہیں، یہاں تہجد میں صاحب توفیق احمد تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے۔ شہناؤ اللہ امرتسری صاحب کے بیان سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک تراویح اور تہجد دو الگ الگ نمازیں ہیں وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ ان دونوں کو ایک سمجھنے والے اپنے شخص عبداللہ بیکھڑا نوی ہیں جو اپنے غیر مقتدا اور چشماں والی مسجد لاہور کے خطیب تھے بعد میں منکر حدیث ہو گئے تھے، موجودہ دور کے غیر متقدمین غالباً انہیں کی تقلید میں تہجد و تراویح کو ایک سمجھنے لگے ہیں، ہم اس موضوع کو ہمیں پر ختم کرتے ہیں اور فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں وہ خود فیصلہ فرمائیں کہ اس قدر اہل و عیال سے روگردانی کرنا اور لوگوں سے رمضان میں تراویح کے اندر کھانا اور کھانا اور تہجد کی نماز کو تہجد و تراویح حدیث کی مخالفت ہے یا مخالفت؟

وجوب قضاء الفوائت

جو نمازیں قضا ہو گئی ہوں بلا غرض یا کسی قدر کی وجہ سے انکا ادا کرنا ضروری ہے۔

۱۔ عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من نسی صلوۃ فلیصلہا اذا ذکرھا لا کفارة لھا الا ذالک قال قتادہ و اتم الصلوۃ

اوسکے لیے۔

٣- عن جابر بن عبد الله أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه جاء يوم الخندق بعد ما غربت الشمس فجعل يب كفاً ربيش قال يا رسول الله ما كنت أصلي العصر حتى لادت الشمس لتغرب فقال النبي صلى الله عليه وسلم ما صليتها فتبعتها إلى بطحاء فتوضأً للصلاة وتوضأً لها فصلى العصر بعد ما غربت الشمس ثم صلى بعدها المغرب

(بجائی میں احسن و اسلم و احکام)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمود خندق کے موقع پر جس دن خندق کھودی جا رہی تھی سورج غروب ہونے کے بعد آگے اور کٹاہ قریب کرنا کہ جھوکھٹے گئے، عرض کرتے گئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عصا کی غماز نہیں ڈرو سکا یہاں تک کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے بھی عصا نہیں ڈھی، ہم تمام بلخان میں پہنچ کر ٹھہرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا، ہم نے بھی اس نماز کے لیے وضو کیا آپ نے عصا کی غماز سورج غروب ہونے کے بعد پڑھی پھر قریب اس کے بعد ادا فرمائی۔

عن أبي عبيدة بن عبد الله بن مسعود قال قال
عبد الله إن المشركين شعثوا رسول الله صلى الله

وتميزت في ١٠ عصفور

عليه وسلم عن اربع صلوات يوم الخندق حتى ذهب من الليل ماشاء الله فاصبر بلاؤه فافقه ثم اقام فصلي الغنم ثم اقام فصلي النعمي ثم اقام فصلي المغرب ثم اقام فصلي العشاء (ترمذي ۱۰۱۰۰)

حضرت ابو جبرہ ر.ع. اللہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے قرآن غزوہ خندق کے دن مشرکین کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار نمازی پڑھنے سے رکے رکھا یہاں تک کہ رات کا آٹا جھڑپلا گیا جتنا اللہ نے چاہا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بال اوتی اللہ حق، کو حکم دیا تو انہوں نے اذان دی پھر اقامت کہی پس نھر چلی پھر اقامت کہی تو حضرت جی پھر اقامت کہی تو مغرب پڑھی پھر اقامت کہی تو عشاء پڑھی۔

٤- عن عبد الله بن عمر أنه كان يقول من نسي
صلوة فليذكرها إلا وهو مع الإمام فماذا أملم
الإمام فليصل الصلوة التي نسي ثم ليصل
بها أخرى .
(في كتاب الإمام أحمد ١٤٥)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ فرمایا کہ جسے جو شخص نماز پڑھنی شروع کرے اسے چھ امام کے عہد کا دوسرا نماز پڑھتے ہوئے اسے یاد آئے تو جب امام کا نام پھرے تو اسے چاہئے کہ پڑھو وہ معمولی ہوئی نماز پڑھے پھر

اس کے بعد دوسری نماز پڑھے۔

مذکورہ احادیث مبارکہ سے دو چیزیں ثابت ہو رہی ہیں ایک یہ کہ جو نمازیں قضا ہو جائیں جان بوجہ کر یا بھول کر یا سوئے رہ جانے کی وجہ سے تو وہ ذمہ سے ساقط نہیں ہوتیں۔ بلکہ ان کی ادائیگی ضروری ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوئے رہ جانے یا بھول جانے کی وجہ سے قضا ہو جانے والی نماز کو ادا کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ اس بناء پر ان کی ادائیگی ضروری ہوئی، اسی سے معلوم ہوا کہ جو نمازیں ان اذان کے بغیر قضا ہو جائیں ان کا ادا کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ جب مقرر (سوئے رہ جانے یا بھول جانے) کی وجہ سے قضا ہو جانے والی نمازوں کی ادائیگی ضروری ہوئی تو بغیر کسی عذر کے جان بوجہ کر قضا ہو جانے والی نمازوں کی ادائیگی بطریق اولیٰ ضروری ہوگی۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد "اَقِمُوا الصَّلَاةَ" نماز قائم کرو ان صورتوں کو بھی شامل ہے جب نماز کا وقت آجائے اور ان صورتوں کو بھی شامل ہے جب کہ نماز کسی بھی وجہ سے قضا ہو جائے نماز برائے پڑھنی چاہئے گی چاہے اوپر سے یا قضا پڑھے۔ اگر اذانیں پڑھی تو قضا پڑھے، کیونکہ نماز پڑھنے کی صورت میں بندہ پر اللہ کا ایک قرض باقی رہے گا اور ظاہر ہے کہ قرض ادائیگی کے بغیر ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا لہذا نماز بھی جب تک پڑھنے سے ذمہ سے ساقط نہیں ہوگی ادا پڑھے یا قضا نہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں،

« قَاتِلُوا اللَّهَ قِتْلًا آخِثًا يَأْتِيَنَّكُمْ » (بخاری ص ۲۵)

اللہ کا قرض ادا کرو وہ ادائیگی کا نیا دھن وار ہے۔

مزیہ ارشاد فرماتے ہیں :

« قَدْ رَفَعَ اللَّهُ آخِثًا أَنْ يَفْضَحَ » (بخاری ص ۲۵)

اللہ تعالیٰ کا قرض زیادہ حق رکھتا ہے کہ اسے ادا کیا جائے

بام فوی رحمت اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

« قَبْلَهُ وَجِبَ قَضَاءُ الْفَرِيضَةِ الْفَنَاءُ ثَلَاثُونَ مَرَّةً

تَرَكَهَا بِعَذْرٍ كَوْمٍ أَوْ نِسْيَانٍ أَمْ بِغَيْرِ عَذْرٍ أَوْ نَهَا

قَبْلَهُ فِي الْحَدِيثِ بِالنِّسْيَانِ لَخَرُوجِهِ عَلَى

سَبَبٍ وَلَا تَنْتَ إِذَا وَجِبَ الْقَضَاءُ عَلَى الْمُعْذَرِ

فَخِيَرَهُ أَوَّلًا بِالْوَجِبِ وَهُوَ مِنْ بَابِ التَّنْبِيهِ

بِالْإِدْفَاءِ عَلَى الْوَحْدِ وَأَمَّا قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَأَلْفِهِ إِذَا فُكِرَ مَا فُتِحَ مَحْمُولٌ عَلَى التَّحْيَا بِ

قَاتِلَهُ يَجُوزُ تَأْخِيرُ قَضَاءِ الْفَرِيضَةِ بِعَذْرٍ

عَلَى الصَّحِيحِ وَقَدْ صَبَقَ بِأَنَّهُ وَدَلِيلُهُ وَشَذَّ بَعْضُ

أَهْلِ الظَّاهِرِ فَتَالٍ لَا يَجِبُ قَضَاءُ الْفَرِيضَةِ

بِغَيْرِ عَذْرٍ وَنَعِمَ إِنَّهَا أَكْثَرُ عَظَمٍ مِنْ أَنْ

يُخْرِجَ مَنْ وَبَالَ مَعْصِيَتِهَا بِالْقَضَاءِ وَهَذَا خَطَأٌ

مَنْ قَاتَلَهُ وَجَمَالُهُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ »

(نور ص ۱۳۳)

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ جو فرض نماز فراموش ہو

جائے اس کی قضا ضروری ہے خواہ وہ نماز کسی عذر کی وجہ سے

روٹی سوٹنگ ہو گیا یا بھول گیا، یا بغیر عذر کے اور حدیث میں

جو مہول یا سنے کی قید ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث
اسی سبب سے بیان ہوئی ہے اور اسی لیے بھی کہ جب مذہر
والے شخص پر قضا واجب ہے تو وہ شخص جس کا کوئی مذہبی
نہیں اس پر بطریق اولیٰ واجب ہوگی۔ یہ او فستے اعلیٰ تہذیب
کے باب سے ہے، "انفسہ منی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ۔
"اے چاہیے کہ جب یاد آئے تو پڑھئے" یہ استحباب پر
محول ہے کیونکہ فوت شدہ نماز کو کسی مذہر کی وجہ سے
مؤخر کر کے پڑھنا بھی جائز ہے۔ صحیح قول کے مطابق اس کا بیان
اور اس کی دلیل گزرنی اور بیٹن اہل نماہر نے شد و ذکیا ہے جو
یہ کہتا ہے کہ بغیر مذہر کے فوت ہو جانے والی نماز کی قضا واجب
نہیں ہے اور یہ گمان کیا ہے کہ فوت شدہ نماز اس سے بڑی
ہے کہ آدمی اسے قضا کر کے اس کی صحیت سے نکلے یا اس
قائل کی غلطی اور جہالت ہے۔

فوت شدہ نماز کی قضا کے ضروری ہونے پر اجماع امت بھی ہے چنانچہ
علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ شافعیؒ لکھتے ہیں۔

"والقضا علی وجوب قضاء الغواثت"

(رد المحتار ص ۱۰۸)

فقہاء نے فوت شدہ نمازوں کی قضا کے واجب ہونے پر
اتفاق کیا ہے۔

دوسری چیز یہ کہ اگر کسی وقت کی نمازیں قضا ہو جائیں تو ترتیب کے
ساتھ ادا کر لی جائیں جیسا کہ غزوہ خندق کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام اور آپ کے اصحاب کی عین نمازیں لگاتار قضا ہو گئیں یعنی ظہر
عصر۔ مغرب اور آپ نے عشاء کی نماز کے وقت انکی قضا۔ شروع کی
تو ان نمازوں کی ترتیب سے پڑھا۔ پہلے ظہر کی نماز کو پھر عصر کی نماز کو پھر مغرب
کی نماز کو پھر عشاء کی نماز کو۔ ایسا نہیں کیا کہ عشاء کا وقت ہو گئے کی وجہ سے
پہلے عشاء پڑھ لی جو پھر قضا نمازیں پڑھی ہوں۔ آپ کے اس عمل سے یہ
بھی ثابت ہوا کہ اگر قضا نمازیں کم ہوں یعنی پانچ یا پانچ کے اندر اندر
قضا نمازوں کی انکی ترتیب میں وقفہ نماز پر قضا نماز کو اویست پل
ہو گئی یعنی پہلے قضا نماز ادا کی جائے گی پھر وقفہ نماز اگر کوئی فوت شدہ
نماز کو قضا پڑھے بغیر وقفہ نماز پڑھے گا تو اس کی وقفہ نماز نہیں ہوگی اسے
چاہیے کہ پہلے قضا نماز پڑھے پھر وقفہ نماز پڑھے۔ حضرت عبداللہ بن
عمر رضی اللہ عنہما یہی فرماتے دیتے تھے جیسا کہ حدیث قبریہ سے ظاہر ہے
والبتی بات ضرور ہے کہ فوت شدہ اور وقفہ نمازیں بہ ترتیب صاحب
ترتیب کے لیے ہے۔

لیکن ان تمام احادیث اور اجماع امت کے خلاف غیر متقدمین کا کہنا
ہے کہ جو نمازیں میان ہو چکی ہوں ان کی قضا نہیں صرف تو بہ و اشتغال
کا کافی ہے۔ اپنا چھ پر کس دہری صاحب لکھتے ہیں۔

"اگر کوئی ویدہ حالت نمازیں چھوڑ دے اور پھر ان کی قضا کرنا
چاہے تو اس قسم کی نمازوں کی قضا حدیث سے ثابت نہیں ہے
بلکہ ایسے آدمی کے لیے تو بہ و اشتغال کافی ہے۔"

(رد المحتار ص ۱۰۸)

حافظ عبداللہ روایتی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

”بدھ کے بعد اگر غائبی تھوڑی ہوں جو آسانی سے ادا ہو سکتی ہوں تو کر لی جائیں اگر زیادہ مدت کی ہوں جن کو ادا کرنا مشکل ہو تو یہی کافی ہے“ (فتاویٰ مجددیہ ج ۱ ص ۱۸۷)

فقہی عبدالستار صاحب سابق امام جماعت خرابا الہدیریت رقمطراز ہیں۔
”لیکن سوال یہ ہے کہ نذر تھا تو کھول دینی اصل یہ ہے کہ نذر کھول دینی ہے ضرورت میں نہ تھا تو کھولنے کا حکم ہے اور نہ اس کی کوئی صورت ہے۔
چنانچہ انسان سو جائے تو جیب بیلار چھو ہی اس کا وقت ہے اگر بھول جائے تو جیب یاد آئے وہی اس کا وقت ہے اگر یہ کوشش ہو جائے تو جیب ہوش آئے وہی اس کا وقت ہے پھر نذر ہو جائے کہ صورت کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ نذر غائبی نذر بنا کر چھوڑ دی ہے جس کی نذر نہیں اس پر عزم ہے کہ وہ نذر ہو گیا اس لیے مسلمان تو بہرہ کے جوہر سے“

(فتاویٰ مستندہ ج ۲ ص ۱۸۷)

طبریزی کے کشین: الحدیریت سابق امام جماعت صاحب تحفہ صلوٰۃ کی تصدیق صورت میں بنا کر لکھتے ہیں۔

”اپنی صورت جس میں کسی قدر کے بغیر سبب انگاری سے نذر نہ لگ جائے نذر لگ میں شامل ہے اس کے لیے کوئی نذر نہیں“
”چیز میں تو لے صلوٰۃ متعینا میں شامل ہے اس کا تو بہ خصوص کے علاوہ کوئی طلاق نہیں“

(اصول حکم کا نذر ص ۱۸۷)

طی حنفی فرمائیے: امام دیریت سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر کسی

کی نذر فوت ہو جائے کسی قدر کی وجہ سے یا جہذا اس کی نذر ضروری ہے حضور علیہ صلوٰۃ والسلام اس کی ادا کرنا کا حکم فرمادے ہیں اسی پر اجماع ہے بھی ہے لیکن غیر متقدمین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب عمدت فوت شدہ نذر کی نذر نہیں ہے صرف تو بہ استغفار کافی ہے۔

فائدہ میں فیصلہ فرمائیں یہ حدیث کی حوا لغت ہے یا لغت لغت؟
یاد رہے کہ غیر متقدمین نے اس مسئلہ میں داد و دعا پر کسی کی تاکید کی ہے کیونکہ وہی اس بات کے قائل ہیں کہ حجاز رہ جائے والی نذر کی نذر نہیں ہے بلکہ امام زوی رحمہ اللہ کے بیان سے ظاہر ہے۔

وجوب صحیح الہو و کو نذرین السلاخین والتشہد بعد السجود

سجود ہو جاوے ہے اور وہ (قد اخیر میں) سلام بھی کر کیا جاتا ہے اور اس کے بعد تیسرا سجدہ کر کے سلام پھیرا جاتا ہے

۱۔ عن ابن مسعود، مرفوعاً، وأذا شئت أحدكم في صلوٰۃ غلبت حر الصواب فليست عليه شيء ليلتم نعم يسجد سجدتين“ (فتاویٰ ج ۱ ص ۱۸۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ صلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ کسی کو جب اپنی نماز میں شک ہو جائے تو اسے چاہیے کہ صبح کے لیے سوچے یا رکوع اور اس پر اپنی نماز پڑھ کر کھڑے ہو جائے۔

۲۔ عن عبد اللہ بن جعفر بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من شئت في صلوٰۃ فليست عليه سجدة

بعد ما یسلم

و من بعد ما یسلم (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

حضرت عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے اپنا نماز میں شک ہو جائے تو اسے چاہیے کہ سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کرے۔

۲۔ عن ثوبان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لكل سجدتان بعد ما یسلم

(ابوداؤد و اسنک)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہر سجدے کے لیے دو سجدے ہیں سلام پھیرنے کے بعد۔

۳۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سَلَّمَ مَثْمَ سَجْدَةٍ سَجَدَ فِي السُّهُوِ وَ دَخَلَ جَانِبَ مَثْمَ سَلَامِهِ (سنن ابی داؤد و اسنک)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے پر بیٹھے دو سجدے ہو کر کئے پھر سلام پھیرا۔

۴۔ عن محمد بن حصین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صَلَّى ثَلَاثًا مَثْمَ سَلَامِهِ فَقَالَ الْخَبْرَاءُ اَمْتُ صَلَّيْتُ ثَلَاثًا فَصَلِّي بِمِثْلِ الرَّكَعَةِ الْبَاقِيَةِ

مَثْمَ سَلَامِهِ سَجَدَ فِي السُّهُوِ مَثْمَ سَلَامِهِ (سنن ابی داؤد و اسنک)

حضرت محمد بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ جو سجدے سے تین رکعتیں پڑھا کر سلام پھیر دیا حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ نے تین رکعتیں پڑھائی ہیں چنانچہ آپ نے انہیں (باقی) رکعت پڑھا کر سلام پھیرا پھر دو سجدے ہو کر پھر سلام پھیرا۔

۵۔ عن محمد بن حصین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صَلَّى بِمِثْلِ سَجْدَتَيْنِ مَثْمَ سَلَامِهِ (ابوداؤد و اسنک)

حضرت محمد بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نماز پڑھائی تو آپ کو سب ہو گئے آپ نے دو سجدے ہو کر پھر انہماک پڑھی پھر سلام پھیرا۔

۶۔ عن زید بن علقمہ قال صلی بنا الخیرۃ بن شعبۃ فَنَهَضَ فِي الرَّكَعَتَيْنِ قَلْبًا مُبِيعًا لَهِ مَثَالِ سَبْحَانَ اللَّهِ وَمُحْضٍ فَلَمَّا اَنْتَمَّ صَلَوَاتَهُ وَ سَلَّمَ سَجَدَ فِي السُّهُوِ فَلَمَّا اَنْصَرَفَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ كَمَا صَنَعْتُ (ابوداؤد و اسنک)

حضرت زید بن علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے ہمیں نماز پڑھائی تو (سجدے سے) دوسری رکعت پڑھ کر کھڑے ہو گئے ہم نے بان اللہ کہا تو آپ نے بھی بان اللہ

اور اپنی نماز پوری کر لی اور سلام پھیرا تو دو مسجد سے سہو کے پھر نماز سے فارغ ہو کر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے جیسا کہ میں نے کیا۔

۸۔ عن حذیفۃ ان ابن مسعود سجد سجدۃ فی السجود بعد السلام وکس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعل ذلک (ابن ماجہ ص ۱۷۷)
حضرت علقمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دو مسجد سے سہو کے سلام پھیرنے کے بعد اور ذکر کیا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

۹۔ عن ابن عباس عیدۃ قال قال عبداللہ بن مسعود اذا قام احدکون فی قعود او قعد فی قیام او سجد فی الرکعتین فلیستہ ثم لیلم ثم لیجد سجدتین یتشهد فیہما ویسجد

(المعتمدۃ الخ ۱۶ ص ۱۳۷)
حضرت ابو عبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میں سے کوئی جب تعدہ کی جگہ قیام کرے یا قیام کی جگہ تعدہ کرے یا دو رکعتوں میں سلام پھیرے تو اسے چاہیے کہ نماز پوری کر کے سلام پھیرے پھر دو مسجد سے سہو کر کے انتہیات پڑھے اور سلام پھیرے۔

۱۰۔ عن عبداللہ بن عباس قال سجدۃ ما یسجد بعد السلام (طحاوی ص ۱۶۹)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سجدہ سہو سلام پھیرنے کے بعد ہیں۔

۱۱۔ عن عطایہ بن ابی رباح قال صلیت خلف ابن الزبیر فسجد فی الرکعتین فسبح القوم فقامت الصلوۃ فلما سلم سجد سجدتین بعد السلام قال عطایہ فانتقلت الی ابن عباس فتذکرت له ما فعل ابن الزبیر فقال احسن واصاب (طحاوی ص ۱۷۷)

حضرت عطایہ بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھنی انہوں نے (مجھ سے) دو رکعتوں ہی میں سلام پھیر دیا۔ لوگوں نے یہاں اللہ کا تو آپ کھڑے ہو گئے اور نماز پوری کی پھر آپ نے سلام پھیر کر دو سجدہ ہو گئے۔ سلام کے بعد حضرت عطایہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور ان سے ذکر کیا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایسے کیا ہے، آپ نے فرمایا انہوں نے اچھا کیا اور درست کیا۔

۱۲۔ عن ابی عبد الرحمن بن حنظلۃ بن الراعب ان حمص بن الخطاب صلی صلوۃ المغرب فسلم فیسجد فی الرکعتہ الاولى شیئاً فلما کانت الشانیۃ قرأ فیہا بقاء تحت الکتاب وسورۃ مریم

فلما سلم سجدة في السجود.

(حدیث ۱۵۱۵)

حضرت ابو عبد الرحمن بن خلفہ بن اوسب سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ منسوب کی نماز پڑھائی تو پہلی رکعت میں بالکل قرائت نہیں کی دوسری رکعت میں آپ نے سورۃ فاتحہ اور دوسری سورت دوم مرتبہ پڑھیں پھر آپ نے سلام پھیر کر دو سجدہ سہو کر کے۔

۱۲۔ عن حماد بن حصین قال قال محمد بن مسلم

یسجد ثم یسجد ثم یسجد

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سجدہ سہو میں پہلے سلام پھیرے پھر سجدہ سہو کرے پھر سلام پھیرے۔

۱۳۔ عن ابن اشد قال قال الرجل یسجد فی صلوٰۃ لا

یدرک اذا اتم نقص قال یسجد سجدة ین بعد

ما یسجد

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے شخص کے بارے میں جب نماز میں وہم ہوتا ہے اور پتہ نہیں چلتا کہ نیا رکعت کی ہے یا مکی کی ہے فرمایا کہ وہ سلام پھیرنے کے بعد دو سجدہ سہو کرے۔

۱۴۔ عن قتیب بن ابي حازم قال قال یسجد بن مالک

فقد اتم فی الركعتین الاولیین فقالوا سبحان الله

فقال سبحان الله فاحتجوا فلما سلوا سجدة

کمز فی السجود

(حدیث ۱۵۱۵)

حضرت قتیب بن حازم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی تو آپ (سجود سے) پہلی دو رکعتوں میں کھڑے ہو گئے گوئی نے بیان کیا تو آپ نے بھی بیان کیا کہا اور کھڑے ہی رہے پھر نماز پڑھی کر کے سلام پھیرا اور دو سجدہ سہو کر کے۔

حدیث ۱۵۱۵۔ امارت سے دیکھو ذیل امور ثابت ہو گئے۔

- (۱) نماز میں سہو ہو جانے پر جو سجدہ کئے جاتے ہیں وہ واجب ہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سہو ہو جانے پر سجدہ سہو کر لیا حکم دیا ہے۔
- (۲) آخری قعدہ میں سجدہ سہو سلام پھیر کر کرنا چاہیے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد ہی سجدہ سہو کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ محدث نمبر ۲-۱ سے ظاہر ہے۔ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب سہو ہوا تھا تو آپ سلام پھیر کر ہی سجدہ سہو کیا کرتے تھے۔ آپ کے اس عمل کو حضرت ابو ہریرہ، حضرت عمران بن حصین، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم نقل کر رہے ہیں جیسا کہ حدیث نمبر ۵-۶-۷-۸ سے واضح ہے۔

جلیل القدر صحابہ کرام حضرت عمر فاروق، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت عبد اللہ بن زبیر، حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہم کا اسی پر عمل تھا۔ انہیں سہو ہوتا تو سلام پھیر کر ہی سجدہ سہو کیا کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۵-۶-۷-۸ سے واضح ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عمران بن حصین اور حضرت انس رضی اللہ عنہم بھی فتویٰ دیا کرتے تھے کہ سجدہ سہو سلام پھیر کر کیا جائے جیسا کہ حدیث نمبر ۵-۶-۷-۸ سے واضح ہے۔

سلام سے پہلے ادا کرنے ہوتے ہیں۔ (مسئلۃ الفہم ص ۱۲۱)

مزید لکھتے ہیں :

” لیکن جو احکام میں داخل ہے کہ ایک طرف سلام پھیر کر پھر
کے بعد سے کرنے کے بعد انہیات پر عمل تو یہ سنت سے ثابت
نہیں۔“ (مسئلۃ الفہم ص ۱۲۱)

ملاحظہ فرمائیے : حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل بھی موجود ہے
کہ آپ صبح سو سلام پھیرنے کے بعد کہتے تھے اے آپ کا قول بھی وہی
ہے کہ آپ نے صبح کو کلام کر سلام پھیرنے کے بعد ہی سجدہ سہو کرنے کا
حکم دیا۔ اسی پر صبح کلام کا عمل بھی ہے اور طویل القصد صبح کلام کا قتل
بھی ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد ہی سجدہ سہو کیا جائے۔

پھر اس شخص صلی اللہ علیہ وسلم سے سجدہ سہو کرنے کے بعد انہیات ملتا
بھی ثابت ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بھی اسی پر
ہے کہ سجدہ سہو کے بعد انہیات ملتی ہیں جائے صبح سلام پھیر کر قضا کے خلاف
ہوا جائے، لیکن غیر متعین اس قدر احادیث و آثار کی موجودگی میں بھی
یہی کہہ رہے ہیں کہ سجدہ سہو سلام سے پہلے ہی کرنا چاہیے اور سجدہ سہو
کے بعد انہیات نہیں پڑھنی چاہیے کہ سنت سے ثابت نہیں۔ یہ ہے
عمل یا حدیث کے دعو یا دلیل کا علم و عمل۔

قارئین کرام اب فیصلہ آپ کے کہ سجدہ آپ فیصلہ فرمائیں کہ سجدہ
کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

(۲) سجدہ سہو کرنے کے بعد دوبارہ تشہد پڑھا جائے گا اور تشہد سے
فارغ ہو کر سلام پھیر جائے گا۔ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کا تشہد
غیر سے معلوم ہوا ہے کہ حضور علیہ وسلم نے دوبارہ تشہد
پڑھ کر سلام پھیرا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بھی یہی ہے
کہ سجدہ سہو کے بعد دوبارہ تشہد پڑھا جائے جیسا کہ حدیث غیر سے واضح
ہے، انہیں احادیث و آثار کے پیش نظر فقہاء احناف نے سجدہ سہو کا
طرز تشریح بتلایا ہے کہ آخری قعدہ میں تشہد پڑھ کر دائیں طرف سلام پھیریں
پھر دوسرے کے بعد دوبارہ تشہد پڑھیں اور دونوں طرف سلام پھیر کر
فازت سے فارغ ہوں۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متعین کا کہنا ہے کہ سجدہ
سہو سلام پھیرنے سے پہلے کرنا چاہیے اور سجدہ سہو کے بعد تشہد بھی نہیں پڑھنا
چاہیے حکم صاف سیاق و سباق سے ثابت ہے۔

” سجدہ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ قعدہ اخیر میں تشہد، درود اور دعا
پڑھنے کے بعد اتنا کہ سجدہ سہو سے پہلے یا بائیں پھر اٹھ کر بیٹھے
میں جھکیں کہ دوسرا سجدہ کریں اور پھر اٹھ کر سلام پھیر کر نماز سے
فارغ ہوں حدیث متذکرہ میں سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ سہو
کا حکم ہے اس لیے سجدہ کے دو سجدہ سے سلام پھیرنے سے پہلے
کرتے چاہئیں۔“ (مسئلۃ الفہم ص ۱۲۱)

مولوی خالد گرجا صاحب لکھتے ہیں :

” سجدہ یعنی نماز میں قبول جائے سے دو سجدہ سے نماز کے بعد

سَقُوطُ سَجْدَةِ السَّهْوِ عَنِ الْمُتَوَلِّهِ لِمَا هُوَ
مُقْتَدِي كَوَافِرٌ هُوَ جَائِزٌ قَرَأَ اسْ بِسْمِ اللَّهِ هُوَ لَا زَمَ لَيْسَ

۱۔ عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه، قال
ليس عليك من خلف الامام سهو فان سها
الامام فعليه وعلي من خلف السهو وان سها
سها من خلف الامام فليس عليه سهو والامام
كافيه (دارالعلوم لاہور)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت
کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے ہے اس پر
سجدہ سہو نہیں ہے، اگر امام کو سہو ہو جائے تو اس پر اور جو اس
کے پیچھے ہے اس پر سجدہ سہو ہے اور اگر مقتدی کو سہو ہو جائے
تو اس پر سجدہ سہو نہیں ہے اس کو امام کافی ہے۔

۲۔ عن ابراہیم امہ قال اذا سَهَوْتَ خَلْفَ الْاِمَامِ
وَحَفِظَ الْاِمَامُ فَلَيْسَ عَلَيْكَ سَهْوٌ وَاَنْتَ سَاحِ
وَحَفِظْتَ فَعَلَيْكَ السَّهْوُ وَاِنْ لَمْ يَسْجُدِ الْاِمَامُ
فَعَلَيْكَ تَسْجُدُ وَكَذَلِكَ اِذَا سَهَا جَمِيعٌ مِنْ مَحْ
الْاِمَامِ او سَهَا الْاِمَامُ

وکتب اولہ امام ابی شعیبہ روایت امام ابی یوسف سے
حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم امام کے پیچھے
ہو جاؤ اور امام سمجھتا رہے تو تم پر سجدہ سہو نہیں ہے اور اگر امام بھول

جائے اور تم سمجھتو رہو تو تم پر بھی سجدہ سہو ہوگا اور اگر امام سجدہ نہ کرے
تو تم بھی سجدہ نہ کرو اور اسی طرح اگر سارے مقتدی بھی بھول جائیں تو
کسی پر بھی سجدہ سہو نہیں ہوگا اور اگر امام بھول جائے تو سب پر ہوگا
مگر حدیث واضح و روشن سے ثابت ہے کہ اگر مقتدی کو دو بار یا تین بار
ہو جائے تو اس پر سجدہ سہو لازم نہیں اس پر اجماع امت بھی ہے۔ چنانچہ
علامہ محمد بن عبدالرحمن شافعیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

”ولو سها خلف الامام لم يسجد بالا لعتاق“

(رد المحتار اختصار المحتار ص ۳۳۷)

اور اگر مقتدی کو سہو ہو جائے تو وہ بالا لعتاق سجدہ سہو نہیں کرے گا۔
اس اجماع کو امام ابوبکر بن محمد بن ابراہیم بن منذر شافعیؒ نے سنہ ۳۱۸ھ
بھی نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

”واجبوا على ان ليس على من سها خلف الامام
سجود“ (الاجاز ص ۳۷)

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ مقتدی پر سجدہ سہو لازم نہیں ہے۔
لیکن حدیث واضح اور اجماع امت کے خلاف غیر نقیضین کے نواب
صاحب کا کہنا ہے کہ اگر مقتدی کو غم یا غصہ ہو جائے تو اس پر بھی سجدہ
سہو واجب ہے اور اس سے سجدہ سہو کے ساقط ہونے کی کوئی دلیل نہیں
چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

”و اگر خود غم نہ ہو پس امام سو نفس خود گرد و بربادی سجدہ سہو یا
بدخل و دانا سجدہ واجب باشد جو بہ متاویل اندازہ سجدہ از بد است
مترجم و دلی بر سجدہ سہو خود ش مجر و جہر امام نیاید“

(جدید احکام ص ۳۷)

اگر مقتدی کو نام کے نیچے خود اپنی طرف سے سو جہاں تھے، تو اس پر جہاں سو اس سو میں داخل ہونے کے بار پر جہاں جہاں کیونکہ جہاں ہو کے داخل مقتدی کو بھی شامل ہیں اور مقتدی سے نام کی جہاں میں خود اپنے سو سے جہاں سو کے ساتھ ہونے لگا کر دلیل نہیں آتی۔

علامہ فرمائیے: حدیث دار اور اجماع امت سے ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی پر خود اپنے سو سے جہاں سو لازم نہیں آگا لیکن غیر مقتدی کے لوہ صاحب فرما ہے جس کہ نہیں صاحب اس پر جہاں سو لازم ہے اور اس سے جہاں سو ساتھ ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ قاضی عین خرم اپنی ایک حدیث مرفوعہ ایک شہید مقتدی کی کا اثر اور اجماع امت کا ذکر کیا ہے یہ عین دلیل نہیں موجود ہیں لیکن لوہ صاحب فرماتے ہیں کوئی دلیل نہیں، لہذا اب آپ خود فیصلہ فرمائیے یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

استقراء الوضو للجدۃ التلاوة

سو تلاوت کیلئے وضو شرط ہے وضو جہاں تلاوت کی ضرورت نہیں

۱۔ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تقبل صلوۃ بغير وضوء (ترمذی، مستدرک) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی علیہ الصلوۃ والسلام روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، کوئی نماز بغیر طہارت کے قبول نہیں ہوگی۔

۲۔ عن نافع عن ابن عمر انہما قال لا یصحہ الرجل

(سجدة التلاوة) الا وهو طاهر

(بیہقی ۲۰۰۰)

حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کوئی شخص بھی جہاں تلاوت طہارت کے بغیر نہ کرے۔

مگر وہ دونوں احادیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جہاں تلاوت کرنے کے لیے طہارت شرط ہے۔ طہارت کے بغیر جہاں تلاوت جائز نہیں کیونکہ جہاں تلاوت کی جہاں صلوۃ ہے کیونکہ اس میں نماز کی طرح نیست بھی شرط ہے مترجمت بھی شرط ہے، استقبالیہ طہار بھی ضروری ہے، اس میں شہر بھی ہے نہیں بھی ہے، حضرت علی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کوئی نماز بھی طہارت کے بغیر قبول نہیں ہوگی تو جب نماز کے لیے طہارت ضروری ہوگی تو جہاں تلاوت کیسے بھی ہو کہ من جملہ نماز کی ہے طہارت ضروری ہوگی اور جس طرح کوئی نماز طہارت کے بغیر جائز نہیں اسی طرح جہاں تلاوت بھی بغیر طہارت کے جائز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کوئی شخص بھی طہارت کے بغیر جہاں تلاوت نہ کرے۔

لیکن ان دونوں احادیث مبارکہ کے خلاف غیر متعلقہ احادیث کے ساتھ جہاں جہاں وضو کے بغیر بھی جائز ہے۔

چنانچہ غیر متعلقہ احادیث کے شیخ الحدیث ابن دہلی صاحب لکھتے ہیں۔

”یہ جہاں وضو کے ساتھ بھی جائز ہے لیکن بے وضو بھی جائز

اور درست ہے“ (مستدرک مستدرک)

نواب وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں :

”وتجاوز على غيب وضوء واستحب الطهارة

و تزلزل و باده و صاعقه

٤٠

اور سجدہ تلاوت بغیر وضو کے بھی جائز ہے۔ البتہ اس کے لیے طہارت مستحب ہے۔

ای نذیر برکت! اصلہ پر بھی بغیر وضو کے سجدہ تھا دست جابر بن یونس کا فتویٰ ہے کہ جس پر غیر شطرنج کے اکابر مثلاً میاں نذیر حسین صاحب، مولوی اسلام صاحب، محمد ایما حسن صاحب، محمد حسین شاہی صاحب وغیرہم شطرنج سحر و جادو ہے۔

ملاحظہ فرمائیے، اس شخص نے صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ عام سے جو رہا ہے کہ وضو کے بغیر سجدہ تلاوت جائز نہیں، جلیل القدر صحابی رت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فتویٰ دے رہے ہیں کہ کوئی شخص بھی تلاوت کے بغیر سجدہ تلاوت نہ کرے وچرا اس کی اس کے علاوہ اور کیا ہے کہ علماء کرام بغیر یہ سجدہ تلاوت نہیں کیے بغیر سجدہ تلاوت نہ کرے ہیں یہ صاحب سجدہ تلاوت وضو کے بغیر بھی جائز ہے۔

فاریں کرام فیصلہ فرمائیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالف لغت ؟

مسافت القصر
کتنی مسافت پر قصر کرنا چاہیے

١- عن شريح بن هانئ قال أتيت عائشة أسألتها

عن المسيح على المؤمنين زمالت عليك مبادئ

۳۰ عن ابن حجر ان النبي صلى الله عليه وسلم
قال لا تقاض المرأة ثلث حتى ايام الا ميع ذم
محرم . (كتاب النكاح ص ۱۸۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سفر کر کے عورت تین دن
کا محرم کے بغیر۔

۴۰ عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم لا يحل لامرأة ان تقاض
ثلثا الا ومعها ذو محرم منها .

(مسلم ص ۱۸۱)
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کسی بھی عورت کے لیے حلال نہیں ہے
کہ وہ تین دن کا سفر کر کے اپنے محرم کے بغیر۔

۵۰ عن ابن مسعود الخدری قال قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم لا يحل لامرأة قوم من سبا الله
واليوم الاخران تقاض سفرًا سيكون ثلثين
ايام فصاعدا الا ومعها ابوها او ابنها او
زوجها او اخوها او ذو محرم منها .

(مسلم ص ۱۸۱)
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال نہیں ہے کسی بھی ایسی عورت

کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے کہ وہ تین
دن یا تین دن سے زیادہ مسافت کا سفر کرے مگر اس حلال
میں کہ اس کا باپ یا بیٹا، یا شوہر یا بھائی یا کوئی محرم اس
کے ساتھ ہو۔

۱۰ عن علي بن ربيعة الواسلي - الواسلي بطن من بني
اسد بن خزيمه قال سألت عبد الله بن عمر
التي كسرت قصص الصلوة ؟ فقال انصرف السويدي
قال قلت لا ولكن قد سمعت بها فقال هي
ثلث لسيال قوا صد فاذا خرجنا اليها قصرتنا
الصلوة . (كتاب النكاح ص ۱۸۱)
حضرت علی بن ربیعہ واسلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ کتنی مسافت پر نماز
قصر کرنی چاہیے۔ آپ نے فرمایا سو یا دو کہ جانتے ہو میں نے
عرض کیا کہ جانتا تو نہیں لیکن اس کے بارے میں مناسب فرمایا
وہ تین درمیان راتوں کی مسافت پر ہے۔ جب ہم وہاں پہنچا
ہیں تو نماز میں قصر کرتے ہیں۔

۲۰ حدثنا ابراهيم بن عبد الله قال سمعت
سويد بن غفلة الجعفي يقول اذا سافر منك
ثلاثا فاقص . (كتاب النكاح ص ۱۸۱)

حضرت ابراہیم بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سويد بن
غفلة جعفی رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب

تو تین دن کا سفر کرے تو قصر کر۔

۱۔ عن عمر قال تقصر الصلوة في مسيرة ثلاث ليالٍ (کنز العمال ۸ ص ۳۳۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین رات کی مسافت تک سفر میں نماز قصر کی جائے۔

۲۔ عن سالم بن عبد الله عن أبيه انه كتب الى زعيم فقصى الصلوة فيسیر ذالك فقال یحیی فقال مالک و ذالك نحو من اربعة بزی (مسند امام مالک ۱ ص ۱۷۱)

حضرت سالم اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے زعیف تک سفر کیا تو اپنے اس سفر کے دوران نماز میں قصر کیا، یحییٰ کہتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ زعیف مدینہ طیبہ سے تقریباً ۴۴ برید کے برابر فاصلہ ہے۔

۳۔ عن سالم بن عبد الله ان عبد الله بن عمر كتب الى ذات القصب فقصر الصلوة في مسير ذالك قال یحیی فقال مالک و بین ذات القصب و المدینة اربعین برید (مسند امام مالک ۱ ص ۱۷۱)

حضرت سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ذات القصب تک سفر

کیا تو اپنے اس سفر کے دوران نماز میں قصر کیا، یحییٰ کہتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ مدینہ طیبہ اور ذات القصب کے درمیان ۴۴ برید کا فاصلہ ہے۔

۴۔ عن سالم بن ابن عمر خرج الى ارض له بذات القصب فقصر و هو ستین عشر فرسخاً (صحیح ابن شیبہ ۲ ص ۱۳۳)

حضرت سالم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی اس زمین کی طرف سفر کے لیے نکلے جو ذات القصب میں تھی تو آپ نے قصر کیا، مدینہ طیبہ سے اس کا فاصلہ سولہ فرسخ ہے۔

۵۔ عن عطارة بن ابی رباح ان ابی عمر و ابن عباس كانا یصلیان ركعتین و یقطران فت اربعین برید فحقوق ذالك (بیہقی ۳ ص ۳۳۴)

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم دو رکعت پڑھتے تھے (قصر کرتے تھے)، اور روزہ افطار کرتے تھے چار یا اس سے زیادہ برید پر۔

۶۔ وكان ابن عمر و ابن عباس یقصران و یقطران فت اربعین برید و هو ستین عشر فرسخاً (بخاری ۵ ص ۱۳۴)

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے تعیناً ذکر کیا ہے کہ حضرت
عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نمازیں
تھکر کر تھے اور روزہ افطار کرتے تھے ۲ برید پر جو ۶۰ فرسخ
کے ہوتے ہیں۔

۱۴۔ عن عطاء بن ابی رباح قال قلت لابن عباس
اقصر اقلب عن وقتي فقال لا قلت اقصى الى
من قال لا قلت اقصى الى الطائف قال
تسفلان قال نعم وذاك بشا نية واربعون
ميلا وعقد بيده

ومعناه ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ وسندہم شافعی صحیح
حضرت عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ
بن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ میں عرض کر کہ مسافت میں
تھکر کر سکتا ہوں فرمایا نہیں میں نے عرض کیا کہ میں عرض کر کہ مسافت میں
ہوں فرمایا نہیں میں نے عرض کیا طائف اور تسفلان کی مسافت
میں تھکر کر سکتا ہوں فرمایا ہاں، ان کی مسافت آٹھ گز یا بیس میل ہے
یا تھکرے گز انگار (شمار کر کے) دکھایا۔

۱۵۔ عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم يا اهل مكة لا تقصروا العصالوة
في اوقاف من اربعتي بروج من مكة الى مسفلان
ومعناه ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ صحیح الزائد ۲۵۰ مشہد

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اہل مکہ تم چار برید سے کم کے
سفر میں قصر نہ کیا کرو چار برید مکہ مکرمہ سے مسلمان مکہ مجتہدین

ذکر وہ بالا احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے مسافر کے لیے عموماً پر مسیح کی حدت تین دن و تین رات قصر فرمائی
ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۲۰ سے واضح ہے اور آپ نے عورت کو حکم
کے بغیر تین دن کے سفر سے منع فرمایا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۲۲-۲۳ سے ظاہر
ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسافر تین تین دن و رات کو ضرور داخل ہے
اور مسافر کو گناہے کی مستحق دہی ہے جو تین دن و رات کی مسافت کے
سفر کے ارادہ سے گھر سے چلے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے
صاحب زادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور جلیل القدر تابعی حضرت
سوید بن غفلہ رحمہ اللہ کے اقوال سے اس کی صراحت بھی ہو گئی اور معلوم ہوا
کہ نماز میں قصر کے لیے مسافت سفر تین دن و رات کا سفر ہے جیسا کہ حدیث
نمبر ۶-۸ سے ظاہر ہے مگر جس زمانہ میں قافلے پیادہ و اونٹوں وغیرہ
چلا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں اس مسافت کا اندازہ لگا آسان تھا موٹر
رہی اور ہوائی جہاز کے اس دور میں تین دن کی پیدل مسافت کا اندازہ
لگانا بہت مشکل ہے شاید آئندہ اس سے بھی زیادہ تیز رفتاری کا زمانہ
آئے۔ لہذا احکام شرع میں سہولت کے پیش نظر اس مسئلہ کی تعیین
ضروری ہے، چنانچہ محققین علماء امتداد نے ۸ میل کو مسافت قصر قرار
دیا ہے جیسا کہ یہ ائمہ ثلاثہ حضرت امام مالک حضرت امام احمد و امام
روایت کے مطابق حضرت امام شافعی رحمہم اللہ کا بھی مسلک ہے اور
مستند بالا احادیث و آثار بھی اس کے مؤید ہیں۔ اس حضرت صلی اللہ علیہ

دعوت سے مسافت سفر کی تحدید چار ہفتہ - ۱۶ فرسخ = ۳۸ میل ثابت ہو رہی ہے جبکہ حدیث قبرہا سے ظاہر ہے اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اقوال و اعمال سے بھی مسافت سفر کی تحدید چار ہفتہ - ۱۶ فرسخ = ۳۸ میل بنی ثابت ہو رہی ہے جبکہ حدیث نمبر ۱۰-۱۱-۱۲-۱۳ سے واضح ہے، حضرت امام باکست حضرت ابو بکر بن ابی شیبہ حضرت امام بخاری حضرت امام سیوطی رحمہم اللہ سب یہی نقل کر رہے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا عمل اور فتویٰ اسی پر تھا کہ مسافت قصر اذانیں میل ہے۔ لیکن ان تمام امام و محدث و آراء کے خلاف غیر متقدمین کا کہنا ہے کہ مسافت قصر ۳ میل یا نو میل ہے۔

چنانچہ شمار اللہ امر سہری صاحب لکھتے ہیں :
 " مسافروں کو کہتے ہیں جو اپنے وطن سے نکل کر کسی دوسری جگہ کو جائے اس کا کم سے کم مدغم حدیث شریف میں میل ہے۔ (فتاویٰ ثانیہ ص ۱۵۷)
 غیر متقدمین کے معنی جبار و صاحب لکھتے ہیں :
 " نماز قصر میں یا نو میل پر کر سکتا ہے " (فتاویٰ سہارن پور ص ۳۵)

غیر متقدمین کے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی صاحب تحریر فرماتے ہیں :
 " لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ نو میل پر قصر درست ہے " (رسول اکرمؐ کی نماز ص ۱۷)
 ملاحظہ فرمائیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن حضرت عبد اللہ

بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اقوال و اقوال سے مسافت قصر کی تحدید ۴ ہفتہ - ۱۶ فرسخ = ۳۸ میل ثابت ہو رہی ہے اور حضور طیبہ الصلوٰۃ والسلام اس سے کم مسافت کے سفر پر قصر سے منع بھی فرمائیے ہیں۔ صحابہ کرام اور ائمہ عظام اسی پر عمل پیرا ہیں۔ لیکن غیر متقدمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرماتے کے باوجود اور صحابہ و تابعین کے فیصلہ کے خلاف کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب مسافت قصر میں میل یا نو میل ہے اور زیادہ صحیح نو میل ہے۔ تاہم خود فرمائیے اور فرما سوچئے کہ حضور طیبہ الصلوٰۃ والسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی بات زیادہ صحیح ہے یا غیر متقدمین کی؟ اور پھر فیصلہ فرمائیے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

القصور والمینوالاقامة خمسة عشر يوما

مسافرت تک کسی جگہ بندہ دن کی اقامت کی نیٹ کے اس وقت تک کرے گا

۱۔ عن مجاهد قال كان ابن عمر اذا اجمع على اقامة تحس عشرة سراج ظهره وصلى اربعاً (صحیح ابن ماجہ ص ۲۶)
 حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب پندرہ دن ٹھہرنے کا پختہ ارادہ فرماتے تو گوردے سے لیٹے آٹھ دینے اور چار رکعت ادا کرتے۔

۲۔ عن مجاهد عن ابن عمر انهما اذا ارادا ان يقوما بكنة خستتا عشرا يوما سراج ظهره وصلى اربعاً (کتب الحدیث ص ۱۵۷)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ مکرمہ میں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ فرماتے تو گھوڑے سے نرین اتار دیتے اور چار رکعت ادا کرتے۔

۲۔ عن مجاهد عن عبد اللہ بن عمر قال اذا كنت مسافرا وحلت فقلت نفسي على اقامتي فقلت عشر يوما فانتم الصلوة وان كنت لا تدرك فاقصو (کتاب الآثار وادام فی غیۃ ہدایت اہل بیت ص ۱۸۷)
حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب تم مسافر ہو اور اپنے لیے کسی جگہ کو پندرہ دن ٹھہرنے کے لیے وطن بناؤ تو نماز پوری پڑھو اور اگر تیس دن معلوم نہ ہو کہ کتنے دن ٹھہرنا ہے، تو قصر کرو۔

۳۔ عن مجاهد عن ابن عمر وابن عباس رضي الله عنهم فقال اذا حججت باقامتي فقلت عشر يوما فانتم الصلوة (جامع المسانيد ص ۱۸۷)
حضرت مجاہد رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جب تم پندرہ دن اقامت کا ارادہ کرو تو پھر نماز پوری پڑھو
۵۔ عن سعيد بن المسيب قال اذا قدمت بلدة فقلت عشر يوما فانتم الصلوة،

(کتاب الحج ص ۱۸۷)

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب تم کسی شہر

میں آؤ اور اس میں پندرہ دن ٹھہرو تو نماز پوری پڑھو۔

ذکرہ آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ مسافر اگر کسی مقام پر پندرہ یا پندرہ دن زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے تو پھر نماز پوری پڑھنے کا قصر نہیں کرے گا۔ ورنہ قصر کرے گا۔ جلیل القدر صحابی کرام حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا یہی پر عمل تھا اور وہ دوسروں کو بھی قتلے دیکھتے تھے اور نماز ہر وقت کی تعیین کوئی ایسی چیز تو ہے نہیں جس میں عمل و طاعت کو دخل ہو اور ان حضرات نے خود ہی یہ تعیین کر لی جو اس لیے ہی کہا جائیگا کہ ضرور ان حضرات نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنی کہ آپ کے عمل کو دیکھ کر کوئی یہ تعیین کی ہے لہذا ان کے یہ فتاویٰ حدیث مرفوعہ کے حکم میں ہوں گے۔ اسی طرح جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ بھی صحیح روایت کے مطابق اسی پر فتویٰ دیتے تھے۔

لیکن ان آثار کے خلاف غیر متقدمین کا کہنا ہے کہ چار روز کی اقامت کی نیت کر لینے سے قصر ختم ہو جائے گا اور پوری نماز پڑھے گا۔

چنانچہ شمار اللہ اور کسی صاحب سمجھتے ہیں۔

”مقدمین کے نزدیک حکم بحدیث تین روز کی نیت اقامت کرنے پر قصر کرنا جائز ہے چار روز کی کرے گا تو قصر جائز نہ ہے“

(فتاویٰ ثنائیہ ص ۱۸۷)

ملاحظہ فرمائیے : ذکرہ آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ پندرہ دن کی اقامت کی نیت کرنے سے قصر ختم ہو جائے لیکن غیر متقدمین کے نزدیک چار دن کی اقامت کی نیت سے قصر ختم ہو جاتا ہے اور نماز پوری پڑھنی پڑتی ہے قارئین فیصلہ فرمائیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالف؟

وجوب القصو فی السفر وکراهته الاستحمام

ووران سفر قصر کرنا واجب ہے اور پوری نماز پڑھنا مکڑھ ہے

۱- عن عیسیٰ بن حفص بن عاصم قال حدثنی ابی
انہ سمع ابن عمر یقول صحبت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وکان لا ینید فی السفر علی
رکعتین وایاکرو عمر وعثمان کمالا

(مسند احمد ۱/۱۸۱)

حضرت عیسیٰ بن حفص فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت نے حدیث
بائی کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے
جوئے کہ سنا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا۔
آپ سفر میں دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اور میں حضرت
ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ رہا وہ
بھی ایسے نہ کرتے تھے۔

۲- من عبد اللہ بن عمر (ابن حدیث طویل) ابی
صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی السفر
نظم یزد علی رکعتین حتی قبضت اللہ و صحبت
ابابکر فکرم یزد علی رکعتین حتی قبض اللہ و صحبت
عمر فکرم یزد علی رکعتین حتی قبض اللہ و صحبت
عثمان فکرم یزد علی رکعتین حتی قبض
اللہ و عند قال اللہ تعالیٰ لعلہ کان لکوف

رسول اللہ اسوۃ حسنہ (مسلم ۱/۱۸۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں سفر میں رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا آپ نے نماز دو رکعتوں سے زیادہ
نہیں پڑھی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلایا اور میں حضرت
ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا انہوں نے بھی دو رکعت سے زیادہ
نہیں پڑھیں حتیٰ کہ انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے بلایا۔ میں حضرت عمر
کے ساتھ رہا انہوں نے بھی دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھیں حتیٰ کہ
انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے بلایا میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے
ساتھ رہا انہوں نے بھی دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں حتیٰ کہ
انہیں بھی اللہ نے بلایا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سب سے شکست
تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اچھا غرض ہے

۳- عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صلوۃ المسفر رکعتان من قولہ اللہ فقد کفر

(رواہ ابن عزم البیہقی وعلیہ التامیۃ ص ۱۸۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفر کی نماز دو رکعتیں ہیں جس نے سنت
(یعنی اس طریقہ) کو چھوڑا تحقیق اس نے کفر کیا۔

۴- عن مورق قال سألت ابن عمر عن الصلوۃ فی
السفر فقال رکعتین رکعتین من خالف السنۃ
کفر

(بیہقی الذمۃ ۲ ص ۱۸۱)

حضرت مورق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ

بن عمر رضی اللہ عنہما سے دوران سفر نماز کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا وہ دو رکعتیں ہیں جس نے سنت (اس طرح) کی مخالفت کیا اس سے کفر کیا۔

۵۔ عن ابیہ اکتوفہ قال سألت ابن عمر عن صلاة السفر فقال ركعتان تركلتا من السماء فان شعثهم فرجوهما (بخاری المجلد ۲ ص ۲۵۷)

حضرت ابو اکتوفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سفر کی نماز کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا دو رکعتیں ہیں جو آسمان سے اتریں چاہو تو ان کو روک دو۔

۶۔ عن السائب بن يزيد الكندي ابن اخنوخ الميموني قال فرضت الصلاة ركعتين ركعتين مشم زيد في صلاة الحضر واقربت صلاة السفر

(بخاری المجلد ۲ ص ۲۵۸)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نماز کے بارے میں پوچھا تو میں نے فرمایا کہ نماز دو رکعت فرض ہوئی تھی پھر حضرت کی نماز میں اضافہ ہو گیا اور سفر کی نماز میں بھی بقرار رکھی گئی۔

۷۔ عن عائشة بنت ابي بكر رضي الله عنها قالت اول ما فرضت ركعتان فاقربت صلاة السفر واتممت صلاة الحضر الحديث (بخاری المجلد ۲ ص ۲۵۹)

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نماز ابتداء دو رکعتیں ہی فرض ہوئی تھیں سفر کی نماز بقرار

رکھی گئی اور سفر کی نماز پوری کر دی گئی۔

۸۔ عن عمر قال صلاة السفر ركعتان وصلاة الحضر ركعتان والاضحى ركعتان تمام غير قصر على لسان محمد بن علي بن مسلم (رواه ابن ماجه ص ۱۵ ص ۱۶)

حضرت عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سفر کی نماز دو رکعات ہیں جمعہ کی نماز دو رکعات ہیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز دو رکعات ہیں جو پوری ہیں کم نہیں محمد بن علی بن مسلم کی روایت۔

۹۔ عن يونس بن ابي عمير قال قلت لعمر بن الخطاب قُبِلَ خَلْعِيكُمْ جُنَاحَ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ شِطَّكُمْ أَنْ يَذْبُحَتْكُمْ الذُّبُوبُ كَقُرْآنِ أَهْلِ الدُّنْيَا قَالَ قَالَ عَجِبْتُ حَتَّى أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ صَدَقَ اللَّهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَأَقْبِلُوا صَدَقَتْكُمْ (مسند ابن ماجه ص ۱۵ ص ۱۶)

حضرت یونس بن ابی عمیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ قُبِلَ خَلْعِيكُمْ جُنَاحَ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ کے بارے میں عرض کیا کہ آپ تو لوگ امن میں ہو گئے ہیں آپ نے فرمایا تمیں عجیب کی بات وہ بات جو مجھے عجیب لگتی تھی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تھا آپ نے فرمایا تمہاری امت نے تم پر حد کیا ہے ابدا تم اس حد سے

۱۰۔ عن ابن عباس قال فرَضَ اللهُ الصَّلَاةَ عَلَى سَائِرِ
نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَضَرِ أَوْ جَا
وَفِي الْمَسْرِ رَكَعَتَيْنِ وَفِي الْخَوْفِ رَكَعَتَانِ

(مسلم ج ۱ ص ۱۸۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر حضرت میں چار رکعتیں، سفر
میں دو رکعتیں اور خوف کی حالت میں ایک رکعت فرض کی ہے۔

۱۱۔ عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
حين سافر ركعتين ركعتين وحين اقام
اربعا قال وقال ابن عباس حين صلى في السفر
اربعا كنص صلي في الحضر ركعتين الحديث

(بخاری ج ۲ ص ۱۸۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سفر کی تو دو دو رکعتیں پڑھیں اور جب
آپ متعین ہوئے تو پھر پڑھیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ
بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو شخص دو راتیں سفر کرے
پڑھے وہ ایسے ہی ہے جیسے وہ شخص جو سفر میں دو رکعت
پڑھے۔

۱۲۔ عن موسى بن سلمة الهذلي قال سألت ابن عباس
كيف أصلي إذا كنت بمكة إذا لم أصلي مع الإمام

فقال ركعتين سنة إلى الغمام صلى الله
عليه وسلم (مسلم ج ۱ ص ۱۸۷)

حضرت موسی بن سلمہ ہذلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت
عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ جب میں مکہ مکرمہ
میں ہوں اور میں نے امام کے ساتھ نماز پڑھی ہو تو کیسے نماز
پڑھوں آپ نے فرمایا دو رکعتیں ہی سنتے رہو اور امام صلی اللہ علیہ
وسلم کی ۔

۱۳۔ عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم
خرج من المدينة الى مكة لا يخاف ان يرب
المسلمين فصل ركعتين (ترمذی ج ۱ ص ۱۸۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایا یہ ہے کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ گئے اس حال میں
کہ آپ سوائے رب العالمین کے کسی سے نہیں ڈرتے تھے اور
آپ نے دو ہی رکعتیں پڑھیں۔

۱۴۔ عن ابن هريجة قال سألت مع رسول الله صلى الله
عليه وسلم ومع ابن مكر وعمر بن الخطاب
عن حين يخرج من المدينة الى ان يجمع ايها
ركعتين في المسير والمقام بمكة

(بخاری ج ۲ ص ۱۸۷)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر

کیا ہے سب نے مدینہ طیبہ سے چلتے اور واپس مدینہ طیبہ
آئے مکہ دو رکعتیں ہی پڑھیں سفر کے دوران بھی اور مکہ مکرمہ
آگامی کے دوران بھی۔

۱۵۔ عن خلف بن حفص عن انس انطلق بنا الى الشام
الى عبد الملك و نحن اربعون رجلا من الانصار
فيخرج من لنا فلما رجع وكنا بطيح الناقص صل
بنا الظهر ركعتين ثم دخل ضحطاً طمراً و هنام
القوم يضيضون الى ركعتيهم و ركعتين اخرين
فقال قبح الله الوجوه فوالله ما اصابنا السنة
ولا قبلت الاختصاص فاشهد لمحدث رسول
الله صلى الله عليه وسلم يقول انما قومنا
يتعمقون في الدين يمسقون كما يمسق السهم
من الرمية، (مجمع الزوائد ۲: ۲۸۸)

حضرت خلف بن حفص حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت
کرتے ہیں کہ (انہوں نے فرمایا) ہمیں مکہ شام عبد الملک
بن مروان کے پاس سے جایا گیا ہم چالیس انصار کی مرتھے
مقصود تھا کہ وہ ہمارے ولیفہ مقرر کر دے، جب ہم واپس گئے
اور فجر الیٰ قریب پہنچے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہمیں خبر کیا دو
رکعتیں پڑھائیں اور اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے لوگ اٹھے
اور پڑھیں ہوئی، دو رکعتوں کے ساتھ دوسری دو رکعتوں کا اضافہ
کرنے لگے، آپ نے فرمایا خدا ان کا بڑا کرے اللہ کی قسم یہ سنت

کو نہ پہنچے نہ انہوں نے رخصت کو قبول کیا، گواہ رہے ہیں نے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم سے کنا ہے آپ فرما رہے تھے کہ بہت سے
لوگ دین میں خوب گہرائی میں جائیں گے لیکن وہ دین سے ایسے
نکل جائیں گے جیسے تیرکیاں سے نکلتا ہے۔

۱۶۔ عن عطاء بن يسار قال ان شاسا هتلموا يا رسول
الله كذا مع ثمان في السفر متباين الا ان يصلي لنا
اربعا اربعا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم
اذأ والذي نفسي بيده تضلون، (الحديث الصحيح ۱: ۱۸۸)
حضرت عطاء بن يسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے عرض کیا اسے
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم فلاں صاحب کے ساتھ سفر
میں تھے انہوں نے میں نماز پڑھانے سے انکار کیا بجز اس صورت
کے کہ وہ چار بار رکعت پڑھائیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان
ہے ایسی صورت میں تم گمراہ ہو جاؤ گے۔

۱۷۔ عن ابراهيم ان ابن مسعود قال من صلى الف
السفر اربعا احاد الصلوة، (مجموع الزوائد ۱: ۱۸۸)
حضرت ابراہیم بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ
بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے سفر میں چار رکعتیں پڑھیں
وہ اپنی نماز کرنا سکے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ دوران سفر نماز میں قصر کرنا
غریبیت ہے نہ کہ رخصت، نیز قصر کرنا واجب اور ضروری ہے نہ کہ کمال

کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین نے جو حدیث ادا کی ہے اس میں
ہو یا غرض (سفر میں قصر کی کیا ہے) جیسا کہ حدیث نمبر ۲۰-۲۱-۲۲ سے
واضح ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں قصر کو کرنے کا کھڑا ہی امتنا
اور قصر سے انکار کو گوارا ہی فرمادیا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۲-۱۹ اور ۱۶ سے
ظاہر ہے، کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے دوران سفر نماز پوری پڑھی ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدین کا دوران سفر نماز میں قصر
یا بغیر ترک کے مواظبت فرمنا نیز اس کے ترک پر عید فرمنا یہ اس بات کی
دلیل ہے کہ دوران سفر قصر کرنا عزیمت اور واجب ہے۔

دوسرے، حضرت عمر حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس
رضی اللہ عنہم کا احادیث (۵، ۳، ۱۰۰) سے ثابت ہو رہا ہے کہ سفر
کی نذر ہے ہی دو رکعت کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نذر
صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سفر ہے۔ اور عیدین کی نماز دو رکعتیں میں پوری
ہو گئی ہیں کسی کے بغیر۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں
کہ دوران سفر وہی رکعتیں آسانی سے پڑھتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس
رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی
حضرت چار اور سفر میں دو رکعتیں فرض کی ہیں۔ ان احادیث سے صاف
ثابت ہو رہا ہے کہ دوران سفر قصر ہی عزیمت ہے اور قصر کرنا واجب ہے۔
تیسرے، حضرت سائب بن یزید اور حضرت عاتقہ رضی اللہ عنہما کی
احادیث نمبر ۷-۸ سے ثابت ہو رہا ہے کہ ابتداء نماز وہی رکعتیں فرض ہوئی
تھیں بعد میں حضرت چار رکعتیں کر دی گئیں اور سفر میں جو رکعتیں توں دو رکعتیں

ہو گئی تھیں یہ بھی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دوران سفر قصر عزیمت
ہے اور واجب ہے۔

چوتھے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ فرما کہ جس نے
دوران سفر فرض کی چار رکعتیں پڑھیں وہ اہل بیت ہے جیسے اس نے سفر میں چار
کی جگہ دو رکعتیں پڑھیں (جیسا کہ حدیث نمبر ۱ میں ہے) اس سے بھی ثابت
ہوتا ہے کہ قصر عزیمت ہے اور واجب ہے، ذکر و غصت کیونکہ آپ کے
ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جیسے حضرت چار رکعت والی نماز کو دو رکعت کے
نہیں پڑھا جاسکتا ایسے ہی دوران سفر دو رکعت کو چار کر کے پڑھنا صحیح نہیں
یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فتویٰ دیا ہے کہ اگر
شخص سفر میں دو رکعت کی جگہ چار رکعت پڑھے وہ نماز ٹوٹا ہے جیسا کہ
حدیث نمبر ۱۷ سے ثابت ہے۔

پانچویں، حضرت انس رضی اللہ عنہ کا دوران سفر دو رکعت کی جگہ چار
رکعت پڑھنے والوں کو بدو نماز بنا اور یہ فرمایا کہ انہوں نے سنت کی مخالفت
کی ہے یہ بھی اس بات کی علامت ہے کہ قصر عزیمت ہے، غصت نہیں
کیونکہ اگر دوران سفر تمام جائز ہوتا تو آپ بدو نماز دیکھتے اور توبہ فرماتے
کہ انہوں نے سنت کی مخالفت کی ہے۔

چھٹے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرما کہ قصر اللہ کا صدقہ ہے
جو اس سے بندوں پر کیا ہے لہذا تم اس کے صدقہ کو قبول کرو، جیسا کہ حدیث
نمبر ۱۱ میں ہے، اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ قصر عزیمت ہے، ذکر و غصت
کیونکہ دوران سفر پوری نماز پڑھنے سے اس صدقہ سے اعراض ہوتا ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متعلقہ کا کتاب ہے کہ دوران

مصرف صرف افضل ہے لہذا کوئی پوری نماز پڑھے تو بھی صحیح ہے۔

چنانچہ غیر متقدمین کے شیخ الحدیث اسماعیل طعنی صاحب لکھتے ہیں۔

” سفر میں قصر کرنا افضل ہے جس نماز کے چار فرض ہوں دو پڑھے

بائیں جمع اور مغرب کی نماز قصر نہیں ہوں گی وہ بدستور دو اور تین

رکعت چھٹی جائیں گی اگر کوئی پوری نماز ادا کرنا چاہے تو بھی درست

ہے۔“ (دول اکرم کا نماز مشق)

قواب وحید الزماں صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

” والاصبح عندنا ان القصص افضل“

(نزل الابرار ص ۱۰۷)

نیا دیکھنا ہمارے نزدیک یہ ہے کہ قصر افضل ہے۔

موصوف ایک دوسری جگہ رقمطراز ہیں۔

” فانا لافضل له قصص الربا حیة وان سلی ار لہما

اجنأتی“ (کنز العمال ص ۱۰۷)

مسافر کے لیے چار رکعت والی نماز میں قصر کرنا افضل ہے اور

اگر چار رکعت پوری پڑھے تو بھی جائز ہے۔

مولوی خالد گربا بھی صاحب لکھتے ہیں۔

” یہ ایک مسئلہ ہے کہ کیا مسافر شخص نماز پوری پڑھ سکتا ہے

یا نہیں ؟ یا افضل کیا چیز ہے اس میں اصل حقیقت یہ ہے کہ

مسافر کو قصر کرنا افضل ہے..... گویا کہ افضل اگرچہ

مسافر کے لیے قصر ہے لیکن اتمام منع نہیں ہے خصوصاً جب کہ

(صلوۃ النبی ص ۱۰۷)

ملا حاکم فرماتے ہیں : حضور علیہ السلام اور خلفاء راشدین سفر

میں ہمیشہ قصر کی رکعتیں پڑھیں یا ان جوان کے لیے بھی اتمام نہیں کرتے عام

معاذ کرام کا معمول یہی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قصر کو اللہ تعالیٰ کا

صدقہ قرار دے کر اس کے قبول کرنے کا حکم دے رہے ہیں نیز قصر کو کونے

لکھنا نعمت اور گمراہی قرار دے رہے ہیں اور آپ فرما رہے ہیں کہ

مغریٰ نماز ہے ہی دو رکعت اللہ تعالیٰ نے سفر کی نماز دو رکعت ہی فرض کی

ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ چار رکعت پڑھتے والوں کو سنت کا مخالفت

بلا کر انہیں بددعا دیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سفر میں

گر کوئی چار رکعت پڑھے تو اس کے ٹوٹنے کا حکم دیتے ہیں۔ ان سب

باتوں سے روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ سفر میں قصر افضل نہیں ہے

ہے۔ لیکن ان تمام باتوں سے صرف ظاہر ہوتا ہے کہ سفر میں قصر افضل نہیں ہے

خیر قصر صرف افضل ہے اگر کوئی پوری نماز پڑھے تو بھی صحیح ہے۔

قاضی ابن کرام غور فرماتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خلفاء راشدین اور

معاذ کرام کے فعل سے قصر کا وجوب ثابت ہوتا ہے جس کا مطلب ہے

کہ اتمام جائز نہیں غیر متقدمین صرف افضل قرار دیتے ہیں جس کا مطلب ہے

انجام بھی جائز ہے اور فیصلہ فرماتے ہیں کہ اس قدر احادیث سے وجوب کے

بہت ہوتے ہوتے صرف افضلیت کا قول کرنا یہ حدیث کی مخالفت

بھی مخالفت ؟

التطوع في السفر

دوران سفر اگر ممکن ہو تو سب سے بھی پڑھنی چاہییں

۱- عن البراء بن عازب قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم ثمانية عشر سجدة فقرأ فيها وأبیت ثم ترك الركعتين إذا زالت الشمس قبل الغروب، (ترمذی ۱۵ ص ۱۵)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں انھما سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے سورج ڈھلنے کے بعد ظہر سے پہلے دو رکعتیں پڑھواری ہوں۔

۲- عن ابن عمر قال سمعت مع النبي صلى الله عليه وسلم في الحضر والسفر فصلية معه في الحضر الظهر ان يقرأ بعد ركعتين وصليته معه في السفر الظهر ركعتين وبعد ركعتين والعصر ركعتين ولو يصل بعد شيتا والمغرب في الحضر والسفر سواء ثلث ركعات لا ينقص في حضر ولا سفر وهي وثلاث ركعات بعد ركعتين، (ترمذی ۱۵ ص ۱۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر و حضر میں نماز پڑھی ہے

میں آپ کے ساتھ حضر میں ظہر کی چار رکعتیں اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں، سفر میں ظہر کی دو رکعتیں اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں، ایسے ہی عصر کی دو رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد پھر میں پڑھا، مغرب کی نماز سفر و حضر میں بارہ سجدے، یہ مکمل تین رکعتیں ہیں جو شکم بھرتی ہیں نہ بڑھتی ہیں اور یہ دن کے وتر ہیں، ان کے بعد بھی دو رکعتیں پڑھی ہیں۔

۳- عن ابن عمر انه قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يقرأ بعد ما شئت وصلي المغرب ثلثا وبعد ركعتين و قال هي وثلاث ركعات في سفر ولا حض ولا عصر والعشاء ركعتين وصلي بعد ركعتين قال وصلي في السفر الظهر ركعتين وصلي بعد ركعتين وصلي العصر ركعتين وليس بعد ما شئت وصلي المغرب ثلثا وبعد ركعتين وصلي العشاء ركعتين وبعد ركعتين، (ترمذی ۱۵ ص ۱۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (حضر میں عصر کی) چار رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد چھ نہیں۔ مغرب کی تین رکعات پڑھیں اور اس کے بعد دو رکعتیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دن کے وتر ہیں جو سفر و حضر میں کم نہیں ہوتے، عشاء کی چار رکعتیں

پڑھیں اور ان کے بعد دو رکعتیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں ظہر کی دو رکعتیں پڑھیں اور ان کے بعد دو رکعتیں۔

پھر عصر کی دو رکعتیں پڑھیں اور ان کے بعد کچھ نہیں مغرب کی تین رکعتیں پڑھیں اور ان کے بعد دو رکعتیں، عشاء کی دو رکعتیں پڑھیں اور ان کے بعد دو رکعتیں۔

۲۔ عن ابی ہریرۃ قتال قتال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تمھوا رکعتی الفجر ولو حلر تلک الخیل، ومنادۃ مسندک، ابوداؤد اسننک۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر کی دو سنتوں کو نہ چھوڑو اگر چہ آپ گھوڑے دوڑاتے لیے چلے جا رہے ہوں۔

۳۔ عن عبد اللہ بن رباح الانصاری ما بوقت اذ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان فی سفر لم یصل النبی صلی اللہ علیہ وسلم وملت معه فقتال انظر فقلت هذا راكب فذان راكب اولاد ثلثت حتی صرنا سبعۃ فقتال احفظوا علینا صلواتنا یعنی صلاۃ الفجر فضرِب علی اذانہم منما انقطعہم الاحمر الشمس فقاموا فصاروا مکتبۃ شمس انزلوا فتوضؤوا واذن بدل فصلوا رکعتی الفجر شمس صلوا الفجر رکبوا

فقتال بعضهم بعض قد فرطنا فی صلواتنا فقتال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه لا یفریط قلب النعم انما التفریط فی التلطۃ الحدیث (ابوداؤد اسننک)

حضرت عبداللہ بن رباح انصاری سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حضرت ابو ثناء دو رضی اللہ عنہ سے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک سفر میں تھے، آپ راستے سے ہٹ کر ایک جانب ہو گئے۔ آپ کے ساتھ میں بھی ایسی حرکت پڑا، آپ سے فرمایا دیکھو میں نے عرض کیا یہ ایک سوار چڑھ کر دوسواریں، یہ تین ہیں یہاں تاکہ ہم ساتھ آدھی ہو گئے آپ نے فرمایا ہماری فوج کی نماز کی نگرانی رکھنا۔ ان کے کان بند ہو گئے (یعنی سو رہے) پس کسی چیز نے ان کو نہ بنگایا سولے آفتاب کی تیزی کے پھر لوگ اٹھے اور تھوڑی دیر چلے، پھر ایک جنگ اترے اور حضور کیا حضرت جلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی سب نے فجر کی دو سنتیں پڑھیں پھر فرض پڑھے اور سوار ہوئے، ایک دوسرے سے کہتے تھے ہم نے تصور کیا نمازیں، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سونے میں کوئی تصور نہیں۔ قصور یہ ہے کہ جانتا ہوا اور پھر نہ پڑھے۔

۴۔ عن عاصم بن ربیعۃ انه رأى النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصل السجۃ فی السیل فی السفر علی علیہ راحلتی حیث توجهت بہ۔ (ابوداؤد اسننک مسندک)

محدث عامر بن ربیع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روک کر کہا کہ آپ وہاں شراست میں نکل ادا
فرما دیجئے تجھے اپنی سواری کی پشت پر دو سواری آپ کو کہے کہ جس
طرف کا بھی رخ کرے۔

۴۔ عن ام حانئ قالت لما كان يوم فتح مكة
جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم بجوار ومثني
ام حانئ وام سليم ام انس بن مالك بمنعة
مشم دخل بيت ام حانئ فجلس على الفحل اربع
ركعات (تجلیۃ النعمان ۲ ص ۳۳۳)

حضرت ام حانئ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن (محل کے لیے) پانی منگوا لیا، ام
حانئ اور ام سلیم یعنی انس بن مالک کی والدہ نے چاروں سے
پر دو کئے رکھا۔ پھر آپ (محل کر کے) ام حانئ کے گھر
کثرت سے گئے اور چاشت کی چار رکعتیں پڑھیں۔

۵۔ عن ابن عباس قال قد فرغ من رسول الله صلى الله
عليه وسلم الصلوة في الحضر اربعاً وثلث
السفر اربعين فكما ينقطع ههنا قبلها
ومن بعدها فكذلك في السفر قبلها
وبعدها (نور الداعية ۱ ص ۲۵۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تحقیق
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فرض کی گئی ہیں حضرت

چار رکعت اور سفر میں دو رکعت، پس بیٹے نماز سے پہلے
اور نماز کے بعد یہاں نفل پڑھے جاسکتے ہیں ایسے ہی سفر میں
بھی نماز سے پہلے اور نماز کے بعد نفل پڑھا کرتے ہیں۔

۹۔ عن قتادة ان ابن مسعود وعاشتراً كانا
يتحلوان في السفر قبل الصلوة وبعدھا،
(تجلیۃ النعمان ۲ ص ۳۳۳)

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت
عاشتر رضی اللہ عنہما سفر میں نماز سے پہلے اور نماز کے بعد نوافل
پڑھا کرتے تھے۔

قال الامام الشافعی

مشم اختلعت اهل العلم بعد النبي صلى الله عليه وسلم
فرائي بعض اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم ان
يتلوع الرجل في السفر وبه يقول احمد واسحق
ولم ير مثلاً لقتل من اهل العلم ان يصل قبلها
ولا بعدها ومعنى من لم يتلوع في السفر يقول
الرحمته ومن تلوع قبله في ذلك فضل كثير
وهو قول اكثر اهل العلم يخارون التلوع
في السفر (ترمذی ۱ ص ۳۳۳)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اہل علم نے اس بارے میں اختلاف
کیا ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض صحابہ کرام کا مذہب ہے

کہ آدمی سفر میں نفل پڑھے امام احمد بن حنبلؒ اور اسلمی بن داہویہؒ کے قائل ہیں اور اہل طبرک کی ایک جماعت نے ناز سے پہلے ادریسہ میں نفل پڑھنے کو صحیح نہیں سمجھا اور مراد اس سے کہ میں نے سفر میں نفل نہیں پڑھے یہ ہے کہ اس کے وقت کہ قبول کیا اور یہ کوئی نفل پڑھے تو اس کے لیے بہت ثواب ہے اور یہ قول اہل طبرک علیٰ علم کا ہے وہ سفر میں نفل پڑھنے کو اختیار کرتے اور پشیمان کرتے ہیں

قال الامام النووي

- قد اتفق العلماء على استحباب النوافل المطلقة في السفر واشتغلوا في استحباب الراتب فتركها ابن عمر وآخرون واستحبها الشافعي وأصحابه والجمهور الخ (نزهة مشرق سلم، ص ۱۸۸)

حضرت امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

وہابی سفر مطلق تو نفل کے استحباب پر تو سب علماء کا اتفاق ہے البتہ مسافر ہو کر کہ بارہ میں اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور دوسروں نے تو انہیں چھوڑ دیا، امام شافعیؒ ان کے اصحاب اور پھر علماء ان کو پڑھنے کو مستحب جانتے ہیں۔

قال ابن القتيب الجوزي

- قد سئل الامام احمد بن حنبل عن المفلوج في السفر فقال ارجو ان لا يموت ان يفلوج في السفر بان قال ورواه عن الحسن انه قال لان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يافرون فيعطون قسيل المكتوبة

وہدھا متالی وروی ہذا من عمن وعلی و ابن مسعود و جابر و انس و ابن عباس و ابی ذرؓ

انوار علماء فی حدیث خیر العباد (۱ ص ۱۸۸)

علامہ ابن قیم جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ رحمہ اللہ سے وہابی سفر نفل اہل پڑھنے کے متعلق سوال ہوا تو آپؒ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ سفر میں نفل پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سفر کرتے تھے تو فرض نماز سے پہلے اور بعد میں نفل کی پڑھتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہی حضرت عمرؓ حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابابکرؓ حضرت انسؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابوذرؓ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار اور اقوال محدثین سے ثابت ہے کہ مسافر کو حالت طہیث میں جب کوئی تشویش اور طہری نہ ہو فرض نمازوں میں قصر کے ساتھ سنتیں بھی ادا کرنی چاہئیں، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام مسافرت میں فرضوں کے ساتھ سنتیں بھی ادا کرتے تھے۔

حضرت ابوسبرۃ اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہما کی احادیث، ترمذیؒ سے معلوم ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے دوران کھجور کی سنتیں ادا فرماتے تھے کہ اگر جب آپ صحابہ کرام کو فرماتے ہیں کہ ان سنتوں کو کسی حال میں بھی نہ چھوڑو تو کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ آپؐ خود چھوڑ دیتے ہوں۔ چنانچہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے صراحت ہو گئی کہ آپؐ وہابی سفر میں سنتیں پڑھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی

دولوں اماموں (۲-۳) کے ساتھ ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم،
 غیر مغرب، اور عشاء و تینوں نمازوں کے بعد دو رکعت صحت ادا فرماتے
 تھے۔ حضرت ہر اس ہی عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث و فقہان کے ثابت ہوتا ہے
 کہ آپ نماز کے بعد کھڑے رہتے تھے اور رکعت اٹھ چکا کرتے تھے۔
 حضرت ہر اس ہی رضی اللہ عنہ کی حدیث و فقہان (۴) کے آپ کا دعویٰ غیر
 تصدیق شدہ اور حضرت امام حنفی رضی اللہ عنہ کی حدیث و فقہان (۵) کے آپ کا چاہت
 کہ نماز پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ کی حدیث (۶) سے حضرت عائشہ صدیقہ
 اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا یہ قول ثابت ہوتا ہے کہ یہ
 دونوں حضرات مسافرت میں نماز کے پچھلے دو رکعت کے بعد صحت و نوافل پڑھا
 کرتے تھے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے
 کہ امام حنفیہ کرم کا معمول ہی تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے
 حامی ثابت و ذکر فرمایا کہ جیسے حضرت بنی خنیس سے چلتے اور مدینہ میں منتقل
 ہو جاتے ہیں ایسے ہی سفر میں بھی فرض سے پچھلے اور بعد میں سنتیں اور
 نفل پڑھتے رہتے ہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق حضرت عمر فاروق
 رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت جابر، حضرت انس، حضرت عبداللہ
 بن عباس اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم مسافرت میں منوں و نوافل ادا کیا کرتے تھے
 حضرت امام قرطبی کے قول کے مطابق امام اہل علم اور امام نووی کے
 قائل کے مطابق محمد و خالد اس کے قائل ہیں کہ مسافرت کی حالت میں منوں
 و نوافل پڑھنے چاہیے، انہیں امام ابوہریرہ، قتادہ اور قتیبہ محدثین کے پیش نظر

فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ سفر کی حالت میں اگر انسان ایمان سے ہوا اور کوئی
 تشویش یا جلدی نہ ہو تو فرض کے ساتھ سنتیں اور نوافل بھی ادا کرے چاہیے،
 ان اگر کوئی تشویش ہو یا جلدی ہو تو پھر پچھلے میں نماز ہے۔
 لیکن ان تمام اماموں کا ذکر کے خلاف غیر متعلق ہی بغیر کسی تفصیل کے
 اس صحت کے قائل ہیں کہ دعویٰ سفر سنتیں صحت میں اس لیے ان کا نہ
 پڑھنا ہی اولیٰ و بہتر ہے، چنانچہ یہ لوگ دوران سفر سنتیں و نوافل ادا نہیں
 پڑھتے اور اگر کوئی پڑھے تو اس سے ایسے الجھتے اور اسے دھکتے ہیں کہ وہ
 حدیث سے ثابت نہیں۔

حکیم صادق یا کنگی صاحب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مثال
 حدیث ذکر کر کے لکھتے ہیں۔

”معلوم ہوا کہ سفر میں سنتیں نفل سب صحت ہیں“

(اصول اربعہ ص ۱۸۷)

نواب و میرزا مال صاحب تحریر فرماتے ہیں

”ولا تسمن للمصافرة صلاة الترتيب الا الفجر والناس
 ومن صعدوا صعدوا بانس عليهم ان تركها اولاً“
 (کنز الدواعی ص ۱۸۷)

اور سافر کے لیے کسبنا مذکور کا پڑھنا سنوئی نہیں ہے مولیٰ
 لہذا وہ ترک کرے اور اگر کوئی پچھلے کو کوئی صحت فقہی نہیں تاہم اولیٰ
 و بہتر پڑھنا ہی ہے۔

لا حظ فرمائیے، حضرت علی اللہ علیہ وسلم کا مسافرت میں فجر،
 فجر مغرب، عشاء کی سنتیں پڑھنا ثابت ہے بلکہ طہر سے پچھلے کے دو

نقل ہے اور پچاسٹ پڑھنا بھی ثابت ہے عام صحابہ کرام کا معمول بھی ہے کہ وہ مسافرت میں قرآن کے ساتھ سفر میں لیا کرتے تھے ہیں جو اہل علم اسی کے قائل ہیں کہ وہ ان سفر میں لیا کرتے تھے بشرط سہولت ادا کر کے پڑھنا یا کسی غیر متقلدین کہہ رہے ہیں کہ سفر میں سفر میں لیا کرتے تھے پڑھنا اولیٰ و بہتر ہے سوال یہ ہے کہ اگر یہ معاف ہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام کیوں پڑھتے تھے؟ نیز اگر ان کا پڑھنا اولیٰ و بہتر ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سفر میں لیا کرتے تھے اور غیر اہل کام کر کے تھے اعلیٰ ذی القدر قارین کرام یہ سنیہ غیر متقلدین کا قائل یا حدیث اور یہ ہے ان کی تحقیق و ادب تھا کہ حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام کے عمل کو غیر اولیٰ و بہتر قرار دے کر کچھ نہیں در کوئی پڑا نہیں۔

تاریخ فیصلہ آپ کے سر ہے اب آپ خود فیصد فرمائیں کہ یہ حدیث کی روایت سجدہ یا نہ تھی؟

ابواب الجعۃ

عذر جواز الجعۃ فی القرۃ
گائوں و بہات میں جمعہ جائز نہیں ہے

عن عائشۃ فی حدیث طویل حتی نزل بہم فہم بیخی مہر بن حوف و ذالک یوم الاثنین من کلھن ربیع الاول فتنام ابو بکر فنام و جلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صامتا فلفظ من

جاء من الاخصار من لم یز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجئ ایاہم کرحی اصابہ الشیخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقبل ابو بکر حتی خلق علیہ برداشہ فعرث الناس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند ذلک خلیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فہم بنی مہر بن حوف اضع عشرة لیلة (روی روایت ابن مالک از ربع عشرة لیلة) و استحسن المسجد الہی آمین علی التفتی و صلی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم رکب و احدث فاریعوشی معہ الناس حتی برکت عند مسجد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بالمدينة و هو یصلی فیہ یومئذ رجال من المہاجر و کسان مریداً لہم شہر لکھیل و تسلسل ظلامین یقیحون فی حجر اسعد بن ذرارة فتعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحین برکت بہ و احدثہ ہذا اثنتاء اللہ المنزل ثم دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القومین قسماً و تمہم بالمرید لیتخذہ مسجدک فتعال بل اہبہ لک یا رسول اللہ ہذا فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقبلہ متھماً مہمتی حتی ابتاعن متھماً ثم یناء مسجداً الحدیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام قیامین قبیلہ بنو نضیر میں عوف کے یہاں نزول فرمایا اور یہاں رجب الاول کا پیر کا دن تھا ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اسے لوگوں سے ملنے کے لیے کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش بیٹھے رہے انصار میں سے جو بھی آتا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے نہیں دیکھا تھا وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آتا یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو روپ گئے گی ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس طرف تہجد پڑھتے اور اپنی چادر سے آپ پر سایہ کیا اس وقت لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنو نضیر میں عوف کے دس رات سے کچھ اوپر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی رہائش کے مطابق چودہ رات ، قیام فرما رہے تھے اور آپ نے وہاں اس مسجد کی بنیاد رکھی جس کی بنیاد تنویر پر رکھی گئی ہے (یعنی مسجد مبارک) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں نماز پڑھتے تھے پھر آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے تو لوگ چلے آپ کے ساتھ چلنے لگے ، یہاں تک کہ آپ کی سواری دربنہ علیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے پاس آکر ٹھہر گئی اس جگہ اس وقت کچھ غلامانہ نماز پڑھا کرتے تھے اور یہ جگہ وہیں تھیں جہاں سہیل اور سہیل جو اسعد بن زرارہ کی پرورش میں تھے ان کی کج رویوں سے شک کر کے ان کی جگہ تھی ، جس وقت آپ کی سواری آپ کو لے کر اس جگہ پہنچی تو آپ نے

آپ نے فرمایا ان شاء اللہ میری منزل ہوگی ، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو لے کر لایا اور اس جگہ کا ان سے مجازہ کرتے گئے تاکہ آپ وہاں مسجد بنائیں وہ دونوں پہنچ گئے گئے ہم آپ کو یہ جگہ حیدر کہتے ہیں اسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حیدر کو قبول کر کے سے انکار فرمایا اور ان سے وہ جگہ انورہ لی پھر وہاں مسجد بنائی ۔

۲۔ عن جابر بن عبد اللہ (فی حدیث طویلہ فی صحیحہ الشیخ صلی اللہ علیہ وسلم قال) فاجاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی اقام عرفتہ فوجہد القلبی قد ضربت له بشجرة فشنزل به بطريق اذا ناضت الشمس اصبر بالقصور فخلعت له فاقب بطريق الوادى فقتلنا الناس (المنى أن قتال) نعم آخذت ثم اقام فصلی الظہر ثم اقام فصلی العصر ولم یصل بینہما شیئا ، (مسلم ۱۵ ص ۳۹۹)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں ایک ایسی حدیث میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ آپ عرفات میں تشریف لے گئے تو آپ نے ایک قبۃ دیکھا جو آپ کے لیے دعاری دار چادر سے بنایا گیا تھا ، آپ اس میں تشریف فرما ہو گئے تھے کہ جب شورش اٹھ لی تو آپ نے (اپنی اوشنی) قصار کے لئے لاکھ دیا چنانچہ دو کجاوہ ڈال کر حاضر کر دی گئی ۔ آپ نے بطریق الوادی

پہنچ کر لوگوں سے خطاب فرمایا پھر مشیت برآں گئے اذان پھر پھر
اقامت کہی اور آپ نے تہنیک نماز پڑھائی (حضرت برآں گئے) پھر
اقامت کہی تو حصر نماز پڑھائی اور ان دونوں نمازوں کے درمیان
کوئی نماز نہیں پڑھی۔

۳۔ عن عائشہ زید بن اسلمی عن رسول اللہ علیہ وسلم قالت
کان الناس ینتاجون الجمعة من عتار لهم والعوا
الحنیف۔ (بخاری ۵۱۵۱ ص ۱۱۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بائیس لوگ مدینہ طیبہ
میں نماز جمعہ پڑھنے کے لیے اپنی اپنی منازل اور عروا سے نہایت
نہایت یعنی باری باری آتے تھے۔

۴۔ عن ابن عباس قال ان اولی جمعة جمعت بعد جمعة
فمجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فی مسجد عبدالعزیز بن جحاش من البعثرین

(بخاری ۵۱۵۱ ص ۱۱۱)
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں جمعہ قائم ہونے کے بعد سب سے
پہلے جو بچہ کے ایک شہر جو ان میں عبداللہ کی مسجد میں جمعہ
کی نماز پڑھتی تھی۔

۵۔ کان النبی فی قصہ احياناً یجمع و احياناً لا یجمع و
هو بالترابیت علی فرسخین۔ (بخاری ۵۱۵۱ ص ۱۱۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے قصہ میں بیستم نواہ جو بصرہ شہر ہے

پھر میل دور قرار دیتے تھے کبھی وہ نماز جمعہ پڑھتے تھے اور کبھی نہیں
پڑھتے تھے۔

۶۔ عن ابی البختری قال رأیت ابا عبد اللہ العجمی
من الترابیت وہی فرسخان من البصرہ
(مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۱۱)

حضرت ابو البختری فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ
عنہ کو دیکھا کہ آپ جمعہ پڑھنے کے لیے نواہ سے تشریف لے گئے
جو بصرہ سے پانچ میل کے فاصلہ پر ہے۔

۷۔ عن ابن عباس عن قال استباح الفضل علی من تعجب
علیہ الجمعة والجمعة علی من یأق اھلہ
اسرۃ اسنی واکتہ جمعی ۵۱ ص ۱۱۱

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں
جس پر جمعہ واجب ہے اسی پر غسل ہے اور جمعہ اس شخص پر واجب
ہے جو جمعہ پڑھ کر گھر واپس آسکا ہو۔

۸۔ قال ابو عبدہ بن شہدت العید مع عثمان بن
عفان نحباء فصلی ثم انصرف فخطب و قال
اھلہ قد اجتمع کسم فنب یومکم هذا عیدان
منمن احب من اھل العالیق ان یتخلل الجمعة
فلیتخللھا ومن احب ان یجمع فقد اذنت لہ
(مسند امام مالک ص ۱۱۱)

حضرت ابو عبدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پھر میں حاضر ہوا عید کی

نماز پڑھنے کے لیے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ
آپ شریف لائے، نماز پڑھائی پھر لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا
اس دن تمہاری دو میریں اکٹھی ہو گئی ہیں۔ اہل عراقی میں سے
جو یہ چاہتے کہ وہ جمعہ کی نماز کا اٹھارہ گیسے تو وہ کرے اور جو
یہ چاہتے کہ وہ اس چار گیسے تو میری طرف سے اسے اپنا رکھو۔
عن ابی عبد الرحمن السجسی عن علی قال لا جمعة
ولا تشریق الا فی مصر جامع،

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۸۱)

حضرت ابو عبد الرحمن سلمی رحمہ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت
کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جائز نہیں ہے جمعہ اور تشریق (عید)
مگر مصر جامع (جسے شہر) میں۔

۱۰۔ عن ابی عبد الرحمن قال قال علی لا جمعة ولا تشریق
ولا صلوة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع
او حدیثی حلیہ، (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۸۱)
حضرت ابو عبد الرحمن سلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی
رضی اللہ عنہ نے فرمایا جائز نہیں ہے جمعہ، تشریق، عید الفطر اور
عید الاضحیٰ کی نماز مگر مصر جامع میں یا جسے شہر میں۔

۱۱۔ عن ابی عبد الرحمن السجسی عن علی قال لا تشریق
ولا جمعة الا فی مصر جامع،

(معرفۃ السنن والآثار ص ۲۵ ص ۱۸۱)

حضرت ابو عبد الرحمن سلمی رحمہ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے

روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جائز نہیں ہے جمعہ اور عید
مگر مصر جامع (جسے شہر) میں۔

۱۲۔ عن حدیثی قال لیس علی اهل القریۃ
جمعتی انما الی جمیع علی اهل الامصار مثل
المدائن، (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۸۱)
حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل قریہ (گلاؤں و دیہات
والوں) پر جمعہ واجب نہیں ہے بلکہ شہر والوں ہی پر ہے جیسے
شہر مدائن۔

۱۳۔ قال الامام الشافعی

”قد کان سعید بن زید وابو ہریرۃ یکونان
بالشجرة علی اقل من ستین امیال فیشهدان
الجمعة یدعانا وقتا کان یروی ان احدہما
کان سیکون بالحقیق فیترک الجمعة ویشهدہا
ویروی ان عبد اللہ بن عمرو بن العاص کان علی
میلین من الطائف فیشهد الجمعة یدعہا“
(کتاب الاوم ۱ ص ۱۸۱)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن زید اور
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما مقام شجرہ میں ہوتے تھے چوبیس
سے کچھ اسیل پر وہ کبھی تو جمعہ کے لیے تشریف لاتے اور کبھی جمہور
دیتے تھے اور یہی روایت کیا جاتا ہے کہ ان دونوں حضرات میں
سے کوئی مقام عقیق پر ہوتا تھا تو کبھی وہ جمعہ چھوڑ بھی دیتا تھا اور کبھی

جمعہ کے لیے حاضر بھی ہوتا تھا، اور روایت کیا جاتا ہے کہ حضرت
عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ طائف سے دو میل کے فاصلے پر تھے
وہاں بھی جمعہ کے لیے تشریف لاتے تھے اور کسی جمعہ چھوڑ دیتے تھے
۱۲۔ عن هشام بن الحسن ومحمد انهما قالا البعثة
قبيل الامصار (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۵ ص ۲۷)
حضرت ہشام، حضرت حسن بصری اور حضرت محمد بن سیرینؒ
اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں حضرات نے فرمایا، جمعہ
شہروں ہی میں ہوتا ہے۔

۱۳۔ عن ابی یحییٰ بن محمد انہما وصل الی اذی الحلیفۃ
ان لا تجبوا بها وان استدخلوا الی المحمد مسجد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۵ ص ۲۷)
حضرت ابو یحییٰ مگر سے روایت ہے کہ انہوں نے فواہلیہ
والوکی کو قیام بھیجا کہ تم وہاں جمعہ قائم نہ کرو بلکہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی مسجد میں آکر جمعہ پڑھو۔

۱۴۔ عن ابراہیم قال لا فواہی یحبون فی الصاكر
(مصنف ابن ابی شیبہ ۲۵ ص ۲۷)
حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ و تابعین انگوٹوں
میں جمعہ قائم نہیں کرتے تھے۔

۱۵۔ عن ابراہیم قال لا جمعة ولا تشریق الا فی
مصر جامع (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۵ ص ۲۷)
حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یا نہ جمہ اور تشریق

تشریق (عید) منگوترے شہر میں۔

۱۸۔ قتال حجاج ومسجد عطار یقول مثل ذالک

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۲۷)

حضرت حجاج فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطار بن ابی رباح
رحمہ اللہ کو کسی یحیٰ فرماتے سنا ہے کہ جمعہ اور تشریق جائز ہیں
ہے منگوترے شہر میں،

خدا رکھ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ اور عیدین کی نماز بڑے شہر
ہی میں جائز ہے۔ چھوٹی بستی یا چھوٹے گاؤں میں جمعہ و عیدین کی نماز جائز
نہیں کیونکہ پہلی حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے جب مکہ منکر سے ہجرت فرمائی تو مقام قبا میں جو پرنہ طہیر سے تین
کوسس کے فاصلہ پر ہے پیر کے دن اپنے اور قبیلہ بنی عمرو بن لوف کے
یہاں نزول اجل فرمایا وہاں مسجد کی بنیاد ڈالی گئی۔ مائتہ مسلمین کی جماعت
کے ساتھ ملائیم غانا جاسے لگی اور آپ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی دعا
کے مطابق چودہ شب وہاں رہے پھر آپ نے وہاں سے مدینہ طہیرہ کو ہجرت
فرمایا اور بنو نجار کے مکہ میں پہنچ کر حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ
کے مکان میں تشریف فرما ہوئے اور مینوں وہیں رہے یہاں تک کہ آپ
کے لیے مسجد و مکانات تعمیر ہو گئے، جب صبح بخاری سے یہ ثابت ہوا
کہ آپ قبا چودہ روز رہے تو لاڈ لیا ہوا ہے کہ اس دوران وہ بڑے
جی آئے منگوترے کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں کہ وہاں آپ نے نماز جمعہ
اور فواہی پڑھ کر آپ کی پہلی نماز جمعہ و تہذیب طہیرہ میں پہنچی یا بنو سالم کی مسجد
مکہ میں جو مدینہ طہیرہ کا ایک محلہ ہے جو شہر سے باہر ہے اب قابل غور

بابت یہ ہے کہ باوجودیکہ نماز بعد فرض ہونے لگی ۔ قبا میں آپ نے نماز پڑھ کر کیوں نہ کر کہ اگر آپ مسافر تھے تو قبا والوں کو کیوں تکم نہیں دیا ۔ اور جب مسافر کے لیے بعد جائز ہے اور بالعرض قبا والوں پر نماز بعد فرض بھی تو آپ قبا میں نماز بعد ضرور قائم فرماتے ، آپ کے خود بعد قائم نہ فرماتے تھے اور اہل قبا کو بعد قائم کرنے کا حکم نہ دیتے تھے ۔ ثبوت یہ تھا کہ آپ نے قبا میں نماز بعد درست ہی نہ لگی اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ گاؤں والوں پر بعد فرض نہیں ۔

دوسری حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کی نویں و دہائی کے مقام عرفات میں توقف فرمایا تو وہاں آپ نے تمہارے نماز اور فرائض کا حکم یہ تھا کہ نماز بعد فرض کے لیے وہاں تک کہ چنانچہ امام بیہقیؒ لکھتے ہیں ، " شد بدینا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه یوم عرفات جہج بین الضحی والظہر مشم راجع الی الموقف مکان فافہج یرم جہج و سرخا من و کوارہ ص ۱۱۱ " ، جس نے یہ طریقہ الصلوۃ والسلام سے روایت کیا ہے کہ آپ نے عرفات کے دن تمہارے حکم کے چنانچہ پھر شام کو آپ عرفات گئے اور یہ کہ وہاں تھا ، اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز بعد و اہل مسافر جہج کے وجہ سے فرض نہ تھی مگر اہل حکم پر نماز بعد فرض کی تھی انہوں نے یہی وجہ کہ نماز نہیں پڑھی تمہارے پڑھیں ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اہل مکہ کا نماز بعد نہ پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ غیر آبادی کی وجہ سے مقام عرفات نماز بعد کا مکمل ہی نہ تھا اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل قرینہ پر بعد فرض نہیں ۔

تیسری حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ اہل حوالی جہج میں ترکیب ہونے کے لیے مدینہ طیبہ قربت یعنی ہجرت کے لیے تھے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل حوالی پر بعد فرض نہ تھا ، کیونکہ اگر اہل حوالی پر بعد فرض ہوتا تو وہ وہیں جہج کر دیا کرتے انہیں اتنی دور آگے کی ضرورت نہیں تھی ، لیکن کسی حدیث سے بھی اُن کا حوالی نہیں ہوا کہ وہاں ثابت نہیں ، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ گاؤں والوں پر بابت میں بعد جائز نہیں ۔

چوتھی حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ جب مکہ جو اہل حوالی میں بعد قائم نہیں ہوا ۔ مسجد نبوی کے سوا کسی اور مقام میں بعد نہیں ہوتا تھا ۔ اسے دیکھنا یہ ہے کہ حجرت کے کھنڈے اُن بعد جو اہل حوالی میں بعد قائم ہوا ، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق اہل حوالی نے بعد اس وقت قائم کیا تھا جب ان کے وفد مدینہ طیبہ کے چکر واپس چلے گئے تھے سلعہ اور قاضی عیاضؒ وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ یہ لوگ شہر ہجری میں مدینہ طیبہ آگئے تھے اس سے معلوم ہوا کہ جو اہل حوالی میں بعد حجرت کے آخر سال بعد قائم ہوا ہے ۔

سوال یہ ہے کہ اتنی مدت تک کیونکہ اہل حوالی والی قرینہ مسلمان ہو چکے تھے ، اسلام و روزگار کی بستیوں کا کس پرچہ چکا تھا ہفت سہ ہستیاں مسلمانوں کے قبضے میں آگئی تھیں غیر ہی فتح ہو چکا تھا ، مابجا مسجد ہی تھیں پھر مسجد نبوی کے سوا کسی اور جگہ نماز بعد کیوں نہیں ہوتی ؟ اور تو ان کو فتح قبا بعد مدینہ طیبہ کے میں کو کس کے واسطے پڑھا جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرت کی ۔

علیہ وسلم ہر ہفتہ تشریف لے جاتے تھے جہاں کی مسجد کی اتنی بڑی فضیلت کہ اس کی بنیاد خود آپ نے رکھی جس کی شان میں تکران مجید میں آیتیں حلقہ تشریف دار ہوا۔ ایسی مسجد کی مسجد پھر بھی وہاں آپ نے نہ تو اس وقت جمعہ پڑھا جب کہ آپ نے ہجرت کے بعد وہاں قیام فرمایا تھا اور نہ یہ قیام قیام کے بعد آپ نے وہاں جمعہ قائم فرمایا۔ فرض تو فرض اگر وہاں صرف جائز ہوتا تو اگر فرض نہ ہو جب بھی جہاں سے ہست پست وہاں ضرور جمعہ قائم ہو جاتا تا کہ جو لوگ جس کے روز قیاسی رہ جاسکتے تھے اور نہ یہ طبع نہیں کہتے تھے وہ نماز جمعہ سے محروم نہ رہتے، قبا وغیرہ مقامات میں جمعہ نہ ہونا بلکہ مسجد نبوی کے بعد پہلا جمعہ ہجرت کے آٹھ برس بعد جو ان میں ہونا جو کہی میں واقع ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس موضع محل اقامت جمعہ نہ تھے، اور چھوٹی چھوٹی بستیوں اور چھوٹے چھوٹے گاؤں اور چھوٹے جائزین پانچویں اور چھٹی حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ شہر بصرہ سے چھ میل دور زاویہ نامی بستی میں اپنے قصے میں رہتے تھے جب آپ کو جمعہ پڑھنا ہوتا تو آپ بصرہ شہر میں تشریف لے کر جمعہ ادا فرماتے اور اگر آپ وہاں رہتے تو جمعہ ادا نہ فرماتے یہ بھی اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ گاؤں و دیہات میں جمعہ جائز نہیں کیونکہ اگر گاؤں میں جمعہ جائز ہوتا تو ان تو حضرت انس رضی اللہ عنہ وہاں جمعہ قائم فرمالتے۔ شہر میں تشریف نہ لے لے دو سو کے آپ وہاں رہتے ہوئے جمعہ نہ پڑھ سکتے۔

ساتھ ہی حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس شخص پر جو شہر سے اتنی فاصلہ تھا جو کہ شام کا شہر تھا اس کے بعد فرض نہیں۔ لہذا یہ حدیث ان لوگوں کے خلاف ہوئی

جو کہتے ہیں کہ ہر گز ہر مقام پر جمعہ فرض ہے۔

انھوں ہی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عید کی نماز کے بعد اہل موالیٰ کو اپنا نذر دے دی کہ جس کا جی چاہے مسجد کا انشاء کرے اور جس کا جی چاہے گھر بنائے۔ اس کی وجہ سے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ چھ اہل باہیہ ہونے کی وجہ سے ان پر نماز جمعہ فرض نہ تھی اس لیے آپ نے انہیں گھر جانے کا اہانت دے دی۔

حدیث نمبر ۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶ اس کے واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ گاؤں و دیہات میں جمعہ جائز نہیں کیونکہ اگر گاؤں و دیہات میں جمعہ جائز ہوتا تو علیہ السلام حضرت علی رضی اللہ عنہ، جلیل القدر صحابی حضرت زید بن میان رضی اللہ عنہ اور اعلیٰ تابعین حضرت حسن بصری، حضرت محمد بن سیرین، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت عطاء بن ابی رباح، جہم اللہ عنہ، یزید بن زفر کے کہ جمعہ صرف شہر ہی میں ہو سکتا ہے کیونکہ کسی عکبر نماز کا ہونا یا نہ ہونا یہ ایسا امر نہیں کہ جس میں اپنی رائے و قیاس کو دخل ہو، ضرور ان حضرات تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس مسئلہ میں کوئی قرابت کاہلی ہوگی جس کی وجہ سے ان حضرات کے لیے بات کہی۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی مروی حدیث (نمبر ۱۲) سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت سعید بن زید حضرت ابو ہریرہ، حضرت عمر بن عباس رضی اللہ عنہما جب شہر سے باہر گاؤں و دیہات میں ہوتے تھے تو اگر جمعہ پڑھنا ہوتا تو شہر پر گرجہ پڑھتے ورنہ اپنے مستقر پر رہتے اور جمعہ نہ پڑھتے۔ یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ اہل باہیہ پر جمعہ فرض نہیں ورنہ یہ حضرات ہرگز جمعہ نہ پڑھتے نیز گاؤں و دیہات میں جمعہ جائز نہیں ورنہ یہ حضرات وہاں جمعہ کو پڑھتے شہر

میں نہ آئے، حدیث نمبر ۵۱۵ اسے معلوم ہوا ہے کہ حضرت ابو بکر بن محمد رحمہ اللہ کے نزدیک بھی گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں اسی لیے وہ اہل ذوالحجۃ کو مسجد نبوی میں جمعہ پڑھنے کا حکم دیتے تھے اور ذوالحجۃ میں جمعہ پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔ حدیث نمبر ۵۱۶ اسے معلوم ہوا ہے کہ دو صحابہ و تابعین میں فوجی مشغول ہیں جو کوہِ شہر سے باہر ہو سکتے ہیں جمعہ نہیں پڑھنا تھا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جمعہ پڑھنے پر فرض نہیں رہتا یہ لوگ جہاں ہوتے وہیں جمعہ پڑھ لیتے یہ وہ تصریحات ہیں جن کے پیش نظر فقہ کرام نے اقامت جمعہ کے لیے صحر کی شرط لگائی اور فرمایا کہ جمعہ صحر (بڑے شہر) میں جائز ہے گاؤں دیہات میں نہیں یہ فقہاء کی اپنی اختراع نہیں بلکہ مذکورہ امام و محدث و آثار ہیں جن کی بنا پر یہ شرط لگانا ناگزیر ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متدین کا کہنا ہے کہ گاؤں میں چھوٹا بڑا جمعہ فرض ہے اور گاؤں میں جمعہ سے روکنے والے گنہگار ہیں اس کا خیا زہ ان کو کھرت میں جھگٹنا پڑے گا۔

پشانیہ غیر متدین کے شیخ الحدیث ابو سعید بن ابراہیم نے فرمایا ہے کہ صاحب کھتے ہیں۔
- جمعہ کی نماز شہر اور گاؤں والوں پر فرض ہے جو لوگ گاؤں والوں پر تبعہ سادہ کرتے ہیں وہ اللہ کے فرض سے لوگوں کو روک رہے ہیں اس کا خیا زہ آخرت میں ان کو جھگٹنا پڑے گا۔

(دستور امتی ۱۵۵)

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب کھتے ہیں

اس سے ثابت ہے کہ گاؤں میں جمعہ جائز ہے۔ اگر لوگ گاؤں میں جمعہ پڑھیں گے تو گنہگار ہوں گے۔ (مسئلہ اصول ۲۹۹)

میاں ذریعہ حسین صاحب دہلوی ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔
"وامن ہوا کہ جمعہ پڑھنے کے لیے کسی خاص قسم کی بستی بڑی کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ بات کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں ہے، بلکہ شرعی دلیل سے یہ ثابت ہے کہ جمعہ کا پڑھنا ہر جگہ فرض ہے طواہ شہر و دیہاتوں اور خواہ بڑا گاؤں ہو یا چھوٹا گاؤں۔"

(فتاویٰ مذہبیہ ۱ ص ۵۵۵)

ملاحظہ فرمائیے: اس حضرت علی الشافعی و سلم شہر سے باہر تشریف فرما ہوتے ہیں۔ تبا اور عرفات جیسی جگہوں میں جمعہ کاؤں آتا ہے جمعہ فرض بھی ہو چکا ہے لیکن آپ ان مقامات پر نہ خود جمعہ پڑھتے ہیں نہ صحابہ کرام کا اقامت جمعہ کا حکم فرماتے ہیں، صحابہ کرام شہر سے باہر گاؤں دیہات سے جمعہ پڑھنے کے لیے مدینہ طیبہ یا یان مقرر کر کے آتے ہیں وہاں جمعہ نہیں پڑھتے، ائمہ حجازی ملک اسلام کے دور و دور تک پھیل جانے کے باوجود سوائے مسجد نبوی علی صاحب الصلوٰۃ والسلام کے کسی جگہ جمعہ قائم نہیں ہوتا، حالانکہ اس کی ضرورت موجود تھی۔ حضرت سعید بن زید، حضرت ابو بکر، حضرت عمرو بن طلحہ رضی اللہ عنہم جب گاؤں میں ہوتے تھے تو جمعہ نہیں پڑھتے تھے، اگر جمعہ پڑھنا ہوتا تو شہر تشریف آتے تھے، آخر ایسا کیوں ہوتا تھا؟ کیا اسی لیے نہیں لگاؤں دیہات میں تبعہ جائز نہیں، یقیناً اسی لیے ہوتا تھا، خلیفہ راشد حضرت علی اور حضرت عذیبہ بن یان رضی اللہ عنہما جیسے علیل القدر صحابہ اور حضرت خواجہ حسن بصری، حضرت محمد بن سید بنی انصوت، ابراہیم غسانی، حضرت عطاء بن ابی اہلہ، ابو جہم رضی اللہ عنہ جیسے علیل القدر تابعین فرماتے ہیں کہ جمعہ صرف مسجد، شہر سی

میں ہو سکتا ہے، جس کا صاف مطلب ہے کہ گاؤں دیہات میں جو عمارتیں
 نہیں، گویا صحابہ کرام اور تابعین نظام گاؤں میں جو پڑھنے سے روک رہے ہیں
 اور ظاہر ہے کہ یہ از کو دیکھ کر روک سکتے ہیں جب تک ان کے پاس اس
 سلسلہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی ہدایت نہ ہو، لیکن ان تمام تصریحات
 کے خلاف غیر متقلدین فرما رہے ہیں کہ گاؤں والوں پر جبر فرض ہے نہ پڑھنے
 واسطے نہ پڑھا رہوں گے اور روکنے والوں کو آخرت میں اس کا عذاب و علقہ پڑے گا
 اور گاؤں میں جو سے روکنے کا کوئی شرعی ثبوت نہیں۔ غیر متقلدین فرما دیں
 پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ مذکورہ احادیث سے ثابت ہے کہ آخرت میں علی الطہیر
 وسلم کے گاؤں دیہات میں جبر نہیں تھا۔ جلیل القدر صحابہ کرام نہیں پڑھتے تھے
 البتہ بالشرائط علیہم السلام وانشاء اللہ کہ یہ گناہ نہ ہو؟ ' سحر صحابہ و تابعین گاؤں دیہات
 میں جبر سے روک رہے ہیں ان کو اس کا عذاب آخرت میں جگہ نہ پڑے گا؟
 نیز ائمہ مجتہدین اور اہل علم کے کوڑوں متبعین جو گاؤں دیہات میں جبر نہیں پڑھتے
 بلکہ منع کرتے ہیں کیا یہ سب گناہگار ہیں؟ اور یہ جو اس قدر احادیث و آثار اور
 تذکرہ جو لکھے گئے ہیں گاؤں دیہات میں جبر کے جائز ہونے کے شرعی ثبوت
 نہیں؟ قارئین کرام فرما دیجئے کہ غیر متقلدین کیسے پر غور سے واضح رہے ہیں؟
 کس کو گناہگار قرار دے رہے ہیں؟ کیا کسی کا نام عمل یا حدیث ہے؟ اور
 فیصلہ کیجئے کہ یہ حدیث کی مرافقت ہے یا مخالفت۔

شرح اٹل صحتہ الجمعۃ

جو کہ جس نے کہنے چند شرطیں ہیں جسکے بغیر جو عمارتیں نہیں،

لَا يَتَمَسَّكُ الْوَيْدِيْنَ اَمْسَمَا اِذَا حُذِيَ بِالصَّلٰوةِ جَنَّتْ يَدَيَا

الشَّيْخَ حَقَّ مَا شَعَوْا اِلَّا اَنْ يَزَالَ اللَّهُ وَدَعَا الْكَلْبَ حَقَّ
 حَقِّكَ كَلْبُكَ اِنْ كَلْبُكَ تَمَسَّكَكَ • مَاذَا تَنْبِيْهِ
 اَسْتَلُوْا وَمَا تَنْبِيْهُوْا • اَلَّذِيْنَ وَاَبْتَعُوْا وَنَ
 فَضَّلِ اللّٰهَ وَاَذْكُرُوا اللّٰهَ كَلْبُكَ اَلَّذِيْنَ لَعَنَ اللّٰهُ فَعَلِمْ •
 ۱۰۰۹۰۰۶۲۴

اے ایمان والو حسب اذانی ہونا ان کی جگہ کے دی تو وہ اللہ کی یاد
 کو اور محمود و وفور و غنت یہ ہر چیز ہے تمہارے حق کو اگر تم کو
 سمجھو ہے، پھر حسب تمام جو کہ نماز تو پھیل پڑو زمین میں اور
 ڈھونڈو فضل اللہ کا اور یاد کرو اللہ کو بہت سزا کہ تمہارا بھلا ہو۔
 (ترجمہ صحتہ الجمعۃ)

۱۔ عن مولیٰ قول سعید بن العاص اسند سال ابن عمر
 عن العترة السج بین مكة والمدينة ما قرأ
 فی الجمعۃ قال أقسم اذا كان علیہم اربعین علیہم
 (مصرعہ اسند و آثار ص ۳۶ ص ۳۷)

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی آل کے ایک مولیٰ سے
 روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے
 سوال کیا کہ وہ بستانوں جو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ہیں
 ہیں ان میں جہد کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے
 فرمایا ان اگر کوئی ان پر میرے عذر پر قنود انہیں جہد نہیں پڑا دے۔

۲۔ عن جعفر بن برکتان قال کتب عمر بن عبدالعزیز
 الخ عدی بن عدی امیحا اهل قریبتی لیسوا

باعتل عموہ یشتعلون فتاحر علیہم امیرا
 یجمع بہم، (مسند ابن ابی شیبہ ۱/ ۱۰۱) سلطان مروی سنو ۲۰۱ھ
 حضرت جعفر بن محمد بن عثمان فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے
 حضرت مدنی بن ہدی کو لکھا کہ ایسے بستیوں والے جو ستونوں
 والے نہ ہوں جو مشکل جوتے رہتے ہیں تو آپ ان پر ایک امیر
 مقرر کر دیجئے جو انہیں جمع کر لے۔

۳۔ عن ابن رافع ان ابا ہریرۃ کتب الی عمر
 یسئلہ عن الحبۃ وہو بالبحرین منکتب
 الیہم ان جمعا حیث ما کنتم،
 (مسند ابن خزیمرہ ۱/ ۱۰۱) سنو ۲۰۱ھ

حضرت ابو رافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ
 رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اقامت جمعہ کے بارے
 میں سوال کے متعلق خط لکھا جن دنوں آپ بحیرین میں عامل تھے
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ تم جہاں بھی جو جمعہ
 قائم کرو۔

۴۔ عن ابی سعید الخدی قال خطبتہ النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم فقتل النبی
 کتب علیکم الحبۃ فی مقامی هذا فی ساعتی
 هذه فی شریعی هذا فی عامی هذا الی یوم القیامۃ
 من قرکھا من غیر عذر مع امام جاثق ہذا
 جمیع اللہ لہ مشغلہ ولا جورک لہ فی امرہ الا

ولا صلوة لہ الا ولا حج لہ الا ولا برکۃ الا ولا
 صدقت لہ۔ (معجم النبی ۲/ ۲۰۱)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوۃ
 والسلام نے ہمیں ایک دن خطاب دیا تو فرمایا ہے شک النبی تعالیٰ
 نے تم پر بعد فرض فرمایا ہے میرا اس جگہ میں اس گھر میں میں میرے
 آنحضرتؐ اس سال میں قیامت تک کے لیے جس نے ہذا
 جمعہ چھوڑا امام عادل یا امام جائز (ظالم) کے ہوتے ہوئے
 تو اللہ تعالیٰ اسے دیکھیں اور اس کا کام نصیب نہ فرمائے اور
 اس کے کاروبار میں برکت نہ ہو۔ خبردار ایسے شخص کی نماز قبول
 نہیں، خبردار ایسے شخص کا حج قبول نہیں، خبردار ایسے شخص کی
 کوئی نیکی قبول نہیں، خبردار ایسے شخص کا کوئی صدقہ قبول نہیں۔

۵۔ عن القاسم بن الولید قال قتال علی لا جمعة
 یوم الحبۃ الا مع امام،

(مسند ابن ابی شیبہ ۲/ ۲۰۱)
 حضرت قاسم بن ولید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ
 عنہ نے فرمایا جمعہ کے دن جمعہ بازنہیں ہے مگر امام کے ساتھ،

۶۔ عن الحسن مثاقی ارجعت الی السلطان انکازا
 واصلوۃ (الحبۃ) والحدود والقضاء،

(مسند ابن ابی شیبہ ۲/ ۲۰۱)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں پادشاه یا بادشاہ کے
 فرمان کی روئے (کی وصولی) نماز (جمعہ) کی اقامت موقوف

کی اقامت اور حشر اور حشر۔

۷۔ عن ابن عباس بن قتال الجبجج والحدود والزكوة والفتی الى السلطان (مصنف ابن ابی شیبہ ۹۵ ص ۳۳۳) حضرت ابن عباس رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے کی اقامت عروہ کی اقامت، زکوٰۃ اور خیر کی وصولی بادشاہ کے ذمہ ہے۔

۸۔ عن عطاء الخراسانی قتال الى السلطان الزكوة والجبجج والحدود (مصنف ابن ابی شیبہ ۹۵ ص ۳۳۳) حضرت عطاء خراسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں بادشاہ کے ذمہ ہے زکوٰۃ کی وصولی، مجھے کی اقامت اور عروہ کی اقامت۔

قتال ابو بکر بن المتوفی ۳۲۸ھ

۹۔ مضت السنہ بان النعم بعجم الجبجج السلطان اقرن قتال بها باقر السلطان، وكان سليمان بن يسار يقول لا يعقيم الجبجج الا من اقام الحدود، وقال الحسن البصري اربع الى السلطان الحدود والجبجج والزكوة ونسئ الرازي الحديث الرابع وقال حبيب بن ابي ثابث لا تكون الجبجج الا باسير وخطبتہ (الوسط في السنن والاموال لابن المنذر ۳ ص ۳۳۳)

حضرت ابو بکر بن متوفی ۳۲۸ھ فرماتے ہیں کہ سنت پر نبی جاری ہے کہ مجھ سلطان قائم کرتا ہے اس کا نائب اس کے

حکم سے حضرت سلیمان بن یسار رحمہ اللہ فرماتے تھے نہ قائم کرے مجھ مجھ کو جو حدود قائم کرتا ہے، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں چار چیزیں سلطان کے ذمہ ہیں اقامت حدود اقامت مجھ اور زکوٰۃ کی وصولی چوتھی پانچ راوی بھول گیا حضرت حبیب بن ثابت رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھ جائز نہیں ہوا مجھ امیر اور طلبہ کے ساتھ۔

۹۔ عن طارق بن شهاب عن النبي صلى الله عليه وسلم قال الجبجج حق واجب على كل مسلم في جماعته، الحديث (ابوداؤد ۱ ص ۳۳۳) حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مجھ حق ہے واجب ہے ہر مسلمان پر جماعت میں۔

۱۰۔ عن ام عبد الله العوسیة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الجبجج واجب على كل قریبة وان لم يكن فيها الا اربعة یعنی بالقرنی المدائن، (داؤد بن ۲ ص ۳۳۳)

حضرت ام عبد اللہ عوسیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ واجب ہے ہر قریبہ والوں پر اگرچہ اس میں چار ہی آدمی کیوں نہ ہوں اور قریبہ سے مراد شہر ہے ۱۱۔ عن عبد الله بن مسعود قال من ادله الخبلة فالجبجج ركستان ومن لم يدركها فليصل

اربابا ومن لم يدرك فلا يستد بالمسجد حتى
يدرك الركعة

(مجموع فی الکبریٰ ص ۱۰۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے خطبہ پایا
تو مسجد کی دو رکعتیں پڑھیں اور جس نے خطبہ نہیں پایا (محققانہ مکان) وہ
پارہ رکعتیں پڑھے اور جس نے کوئی خطبہ نہیں پایا وہ مسجد کو شہر میں نہ
لائے یہاں تک کہ کوئی کوپالے۔

۱۲۔ عن عمر بن الخطاب اسند قال استجاب جعلت الخطبة

مکان الركعتين فان لم يدرك الخطبة فليصل الينا

(صحيح ابن أبي شيبة ۱۲۸۱، صحيح ابن ماجہ ۳۳۷۲)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر مسجد کا خطبہ دو
رکعتوں کی بجگہ رکھا گیا ہے تو خطبہ پڑھنا پڑے نہ تحقیقاً نہ مکان، وہ
پارہ رکعتیں پڑھے۔

۱۳۔ عن ابن شهاب قال بلغني انه لا جمعة الا بخطبة

فمن لم يخطب صلى الظهر اربعا

(مسند ابن ماجہ ۱۰۱۷۱)

حضرت ابن شہاب زہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعات یعنی جمعے
کو مسجد خطبہ کے بغیر پڑنا نہیں ہے بلکہ جو خطبہ پڑھائے وہ گمراہی
پارہ رکعتیں پڑھے۔

۱۴۔ عن سعيد بن جبیر قال كانت الجمعة اربعا

فصلت ركعتين بخطبتين (الترمذی ۱۰۱۷۱)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کی پارہ رکعتیں تھیں دو

خطبے کی وجہ سے کم ہو گئیں۔

قال الامام محمد بن عبد الرحمن الشافعي

« واقفوا على ان الخطبتين شرط في الجمعة

الجمعة فلا تصح الجمعة حتى يتقدمها خطبتان

(مختار الشافعی ۱۰۱۷۱)

مذکورہ آیت کریں، امام شافعیؒ کا ارادہ اقول محدثین سے ثابت ہے کہ جمعہ کی پارہ

جمعات دو نمازوں میں فرق ہے، اتفاقاً جمعہ کے لیے پندرہ شرطیں ہیں، جن

کے بغیر جمعہ جائز نہیں وہ شرطیں درج ذیل ہیں:

ع ۱۔ مسجد جامع، بڑے شہر کا ہونا، گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں،

کیونکہ آیت مبارکہ میں جملہ وقتاً للتباعد (چھوڑ دو فرقہ و فرشتہ) سے

ثابت ہے ہر ایک کو اپنے اپنے شہر والوں ہی کے واسطے ہے، اس لیے کہ اس

میں انان کے وقت جمعہ کے پھوڑا دینا کا حکم ہے اور بن و شرا کے جو تجارت

کا جاتا ہے شہر ہی میں ہوتا ہے، ڈروڑا کے خطبہ اہل شہر ہی جو جمعہ کے

فعل کے ساتھ موصوف ہوتے ہیں باقی رہیں وہ امام و پیشوا سے اقامت

جمعہ کے لیے صراحتاً شرط ہونا ثابت ہوتا ہے وہ تفصیلاً پچھلے باب میں بیان

ہو چکی ہیں۔

ع ۲۔ امیر اس کے نائب کا ہونا جسے امیر کی طرف سے اقامت

جمعہ کی جازت ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام یعنی امیر کے جوتے

ہوئے جمعہ نہ پڑھنے پر وحید فرمائی ہے، اس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک

فرد کی نماز جمعہ اور دیگر نمازوں میں فرق ہے کیونکہ جمعہ کے ترک پر وحید فرمایا

وقت ہے جب کہ اقامت جمعہ نہ لے لے امیر اس کا نائب موجود ہوا دیگر

فائدہ کی کے ترک پر دھیر ہو چلی ہیں، چہ، مصلحتی بابت یہ معلوم ہو چکی کہ اقامت
 جمعہ کے لیے امام باس کے نائب کا ہونا شرط ہے۔ حدیث کہ حدیث فیر کے
 قابل ہر جہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ وہ جب طبر
 کے دو مہینے واقع ہستیوں میں اقامت جمعہ کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے
 اسے امریکہ کی شرط سے مطرہ فرمایا یعنی اگر ان ہستیوں کا کوئی امیر ہو جو جمعہ
 قائم کر سکے تو پھر جائز ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱۸۵۰ سے واضح ہے اس حدیث
 سے کہ ان میں معلوم ہوا کہ اقامت جمعہ کے لیے امیر باس کے نائب ہونا شرط
 ہے وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ عام حالات میں ہستیوں میں ہر جائز نہیں ہوں اگر
 وہاں امیر ہستیوں کا نہ ہو تو فاضل ہو تو پھر اس کی قرصیت عام ہے کہ نہ ہے
 گئی بلکہ ایک طرف سے وہ شہر کے حکم ہیں چوکی اور اس میں امیر یا اس کا نائب
 اقامت جمعہ کر سکتا گا، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے حضرت مدنی سے
 مدی — کو اہل قریہ پر امیر مقرر کرنے کا حکم دیا جو انہیں مہر چھلانے
 اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اقامت جمعہ کے لیے امیر باس کا نائب ہونا ضروری
 ہے، حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھی اس کے
 قابل اور گواہ تھے، اس کے بعد وہ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اقامت
 جمعہ کا بیان کیا چوکی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم بیشیہ امیر ہوں یا جو
 جمعہ قائم کر سکتے ہو اس سے بھی معلوم ہوا کہ اقامت جمعہ کے لیے امیر باس
 کے نائب کا ہونا ضروری ہے، ورنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس اقتدار
 کی طرف سے ہی پیش آئی، حضرت اہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے
 دن امام کے بغیر ہر جائز نہیں اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اقامت جمعہ
 کے لیے امیر باس کا نائب ہونا ضروری ہے، حضرت ابن جبریل حضرت

ابن جبریل، حضرت عطاء بن رستم اللہ فرماتے ہیں کہ اقامت جمعہ اقامت
 حدود، اگر کوئی وصولی وغیرہ سب کے سب اقامت کے فور میں اسی طرح
 حضرت سلمان بن ابی ہریرہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعد وہی قائم کر سکتا ہے جو
 قائم کر سکتا ہے، حضرت حبیب بن ثابت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعد امیر اور
 خطبہ کے بغیر جائز نہیں ان فتاویٰ سے بھی ثابت ہوا ہے کہ اقامت جمعہ
 کے لیے امیر باس کے نائب کا ہونا ضروری ہے، وہی وجہ ہے کہ حضرت
 ابو بکر بن منذر رحمہ اللہ متوفی ۳۱۰ھ فرماتے ہیں کہ شفت ہی نہیں جاتی ہے کہ
 بعد سلطان قائم کر سکتا ہے یا اس کی امانت سے اس کا نائب ہے۔

حکم و جماعت کا ہونا، اقامت جمعہ کے لیے جماعت بھی شرط ہے
 جماعت کے بغیر ہر جائز نہیں، اور جماعت میں امام کے سوا تین افراد کا ہونا
 ضروری ہے اس کے بغیر جماعت حضور نہ ہوگی، اقامت جمعہ کے لیے جماعت
 کی شرط اودا تو ثابت مبارک ہے: *فَاِذَا تَجَمُّعَتِ الشُّعْبَةُ خَلَّتْ شُكْرًا فِيْ*
الْمَدِينَةِ، (پھر جب تمام ہر جگہ نماز تو پہلی پلڑ زمین میں، سے متناوب
 رہی ہے، کبر تک اس میں مسجد کی باجماعت اور ان کا جی نہ کرے، تاہنا ان حضرت
 علی رضی اللہ عنہ وسلم کے ہر بار شاہ فرمایا کہ مسجد میں دو واجب ہے ہر مسلمان ہر
 جماعت میں اس سے بھی ثابت ہوا ہے کہ اقامت جمعہ کے لیے جماعت
 شرط ہے، تاہنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوا کہ حضور صلیہ وسلم اور اسلام
 خدا شریفی، صلیہ وسلم میں سے کسی نے بھی بغیر جماعت کے بعد چلنا ہوا، اس
 سے ثابت ہوتا ہے کہ اقامت جمعہ کے لیے جماعت شرط ہے۔ راہلہ ان
 جموع کے لیے جماعت، کے شرط ہونے پر ایمانہ استقامت بھی ہے۔

پناہی حرمین رحمہ اللہ تھے ہیں۔

قلت الاصل ان الجماعة من مشايخ اهل الجماعة
لانها مشتق من معنا واجبة الامت على ان
الجماعة لا تصح من المتفردين الا ما ذكر ابن حزم
في المحلى عن بعض الناس ان الفقه جئى الجماعة
كالعلماء " (عن احمد بن حنبل في مسنده ۲ ص ۱۸۸)
یہ کہتا ہوں کہ جماعت جس کے شرائط میں سے ہے اس لیے کہ
جماعت سے مشتق ہے اور امت نے اس پر اتفاق کیا
ہے کہ منفر د کا جہر پڑھنا صحیح نہیں سوائے اس کے جو ان حرم
نے نکالی ہیں بعض لوگوں سے ذکر کیا ہے کہ منفر د نہ کی طرف جموع
چلے سکتا ہے۔

ابو جہد کی جماعت کے لیے امام کے علاوہ کم از کم چار افراد کا ہونا یہ بھی
اولاً تو ثابت ہے بلکہ میں اذنا دلیلی فتا شیعہ اذنا دلی (ذی اللہ) سے استفادہ
ہو رہا ہے کیونکہ اس میں ذکر اللہ یعنی خطبہ کی طرف سے کسی کا حکم جیسفندہ میں
ہے اور جمیع کا اطلاق اصل وضع میں کرنا کہ تم میں پر ہو سکتا ہے اس سے معلوم
ہو اگر کسی کرنے والے کے کہ ان کم میں ہوں گے اور پھر ان کی کسی خطبہ کی طرف
ہے۔ تو لازمی ثابت ہے کہ خطیب ان کے سامنے ہونا چاہیے وہ امام ہو گا اور
جماعت کا خطبہ ہونا پہلے معلوم ہو چکا ہے پس اس آیت سے معلوم ہوا کہ
جماعت کے لیے امام کے علاوہ کم از کم تین افراد ہونے چاہئیں تو اس کے
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان سے کہ جموعا جب جمع ہو کر
قریب ہوں اگرچہ ان میں (تین) پڑھنے والے، چار ہی آدمی ہوں اس سے
بھی ثابت ہو رہا ہے کہ جموع کی جماعت کے لیے کم از کم چار آدمی ہونے

ضروری ہے کہ جماعت میں سے ایک امام ہو گا باقی تین مقتدیہ ان کے بغیر جماعت
نہیں ہو گی ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرما دیتے کہ چاہتے ہیں یہ
افراد ہوں چاہتے ہو کہ ان افراد میں خاص طور پر چار کا ذکر نہ فرماتے۔
مگر نماز جمعہ سے پہلے خطبہ پڑھنا۔ اقامت جمعہ کے لیے خطبہ بھی شرط
ہے خطبہ کے بغیر جمعہ جائز نہیں یہ شرط بھی اولاً تو ثابت ہے بلکہ میں اللہ تعالیٰ
کے فرمان "ما سئلوا الا فی" ذی اللہ سے مستفاد ہو رہا ہے کہ کوئی بالاتفاق
سب کے نزدیک اس آیت میں ذکر اللہ سے مراد خطبہ جمعہ ہے، دوسرا
کسی حدیث سے ثابت نہیں ہو گا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، علماء و اشہر
اور صحابہ کرام نے بغیر خطبہ کے جمعہ پڑھا ہوتا ہے خطبہ کے شرط ہونے کی دلیل
ہے، تیسرے حدیث میں فرما رہی تھی اللہ عز کا یہ فرما کہ خطبہ جمعہ دو رکعتوں
کی جگہ ہے ابتدا جو خطبہ پڑھتا ہے (محققین نہ سمجھا) وہ ظہر کی چار رکعت پڑھے
اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ فرما کہ جس نے خطبہ پڑھا وہ دو
رکعتیں پڑھے اور جس نے نہیں پڑھا (محققین نہ سمجھا) وہ چار پڑھے نیز حضرت
سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا یہ فرما کہ اگر جموع کی چار رکعتیں تھیں خطبہ کی جگہ
دو رکعتوں کی گئیں ان سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جموع کے لیے خطبہ شرط ہے
اس کے بغیر جموع نہیں ہو گا کیونکہ اگر خطبہ کے بغیر بھی جموع ہوتا تو یہ خطبہ
پڑھنے والے کو یہ پڑھنا ہوتا کہ وہ اس صورت میں چار رکعتیں پڑھے حضرت
ابن شہاب زہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جگہ یہ حدیث پہنچی ہے کہ خطبہ کے
بغیر جمعہ ہوتا ہی نہیں ابتدا جو خطبہ پڑھتا ہے (محققین نہ سمجھا) وہ ظہر کی چار
رکعتیں پڑھے اس سے تو خطبہ کا شرط ہونا بالکل ہی واضح طور پر ثابت
ہوتا ہے۔

ایک بات کی وجہ سے ضروری ہے وہ یہ کہ ایک قریب خطبہ کا پڑنا حقیقت ہے اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص مسجد میں اس وقت آئے جب کہ خطبہ غم ہو چکا ہو اس صورت میں اس شخص نے حقیقت خطبہ نہیں پڑایا اور ایک خطبہ کا پڑنا کھانا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اس وقت آئے جبکہ نماز جمعہ بھی ہو چکی ہو اس صورت میں اس شخص نے خطبہ جو نہ حقیقت پڑا نہ کھانا کیونکہ جو شخص جماعت میں شریک ہو جائے ہے وہ اتباع امام کی وجہ سے کھانا خطبہ کو پڑا لیتا ہے اور اس کی نماز ہوتا ہے اس لیے ہم نے حضرت بدیش برکاتہ سے عرض کیا کہ رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن شہاب زہری رضی اللہ عنہما کی امامیت کے ترجمہ میں خطبہ کے حقیقت اور کھانا دونوں طرف سے پڑانے کی قیہ لگائی ہے یہ کہ ان حضرات کے دیگر فرامین سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نے جبکہ ایک رکعت پائی وہ دوسری بھی پڑانے اور اس کا جمعہ ہو گیا حالانکہ خطبہ تو اس کا نہ گیا وجہ نماز ہے کہ اگر خطبہ حقیقت نہ گیا لیکن کھانا ہو گیا اس وجہ سے نماز ہو گئی ہاں اگر حقیقت اور کھانا دونوں طرح نہ پڑا تو نماز نہ ہوتی۔

پچھتے خطبہ کے شرط ہونے پر اجماع امت بھی ہے جیسا کہ حضرت محمد بن عبد الرحمن الشافعی کے بیان سے معلوم ہوا۔

لیکن مذکورہ آیات کریمہ امام ویرث و آثار اور اجماع امت کے خلاف غیر متطابق کا کتنا ہے کہ جبکہ نماز اور دوسری نمازوں میں کوئی فرق نہیں تھا اور جو جبکہ شرطیں مانگ کر نہ ہیں ان پر کوئی دلیل نہیں اور یہ سب بیکار ہیں۔

چنانچہ غیر متطابق کے امام غاضی شوکانی لکھتے ہیں۔

وہی کسائر اعتقاد کتب لا تتخالف علیہا

جبکہ نماز دوسری نمازوں کی ہی طرح ہے ان کے خلاف نہیں ہے (یعنی اس میں اور دوسری نمازوں میں کوئی فرق نہیں ہے) قرابہ میں سن سال صاحب اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔

لکھو فیہا لیسویات ما یبدل علی انہا تحالفنا فی حنیث اللہ وقت هذا الکلام اشارۃ الخ رہ ما قبل اسند یشرط فی وجوبہا التمام الا حظم والمصر الجامع والعدد المخصوص فان هذه الشروط لو بدلت علیہا دلیل ضعیف استحبابہا فضل عن وجوبہا فضل عن كونہا شرطاً میل اذا حصل رجلاں الجسد فی مکان لم یکن فیہ غیرہما جماعت فقد فسد ما یجب علیہما فان خطب احدہما فقد عمل بالسنن وان ترکا الخطبتہ فہی منسختہ فقط ولولا حدیث طارق بن شہاب المسد کور قریباً من تعقید لو جرد علی کل مسلم بکونہ فی جماعت ومن عدم اتفاقہما حصل اللہ علیہ وسلم فی زمین وقت عنین جماعت لکان فعلہما قرابہی محبذ لاکثرہما من الصلوات۔ (بروایت الشریعہ ص ۱۳۲)

جبکہ نماز کے دیگر نمازوں کے خلاف نہ ہونے کی وجہ سے کہ کوئی ایسی دلیل نہیں آئی جو جبکہ نماز کے دیگر نمازوں کے خلاف نہ ہونے پر دلالت کرے اور اس کلام میں اشارہ ہے

وقت الجمعة

جمعة کا وقت وہی ہے جو ظہر کی نماز کی ہے

حدیث میں۔ مشترک ہے یعنی شہر کا ہونا یا کسی مبارک اور عاصیہ و آثار سے متعلق ہے۔ سلطان یا اس کے نائب کا ہونا، یہ اس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمان اور آثار صحابہ و تابعین کے مستند و سچے اجتماعات کا ہونا آیت مبارکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل، صحابہ کرام کے تعامل اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ آثار سے چلے غلبہ پڑھنا، یہ بھی آیت مبارکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سواطیت، صحابہ و تابعین کے آثار اور اجماع امت سے ثابت ہے، خیر القرآن کے اندر جہدین سننے پر مشرط ذکر کی ہیں اور قرینہ تیر و سو سال سے ان پر تعامل و قوارض ہے۔ لیکن حیرت انگیز بات ہے کہ غیر متدین مذکورہ دلائل یا آیت مبارکہ اعادہ و آثار اور اجماع امت سے صرف نظر کرتے ہوئے کس طرف ان شرائط کا انکار کر رہے ہیں؟ اور اس سے کیا توقع ہے اس بات پر ہے کہ اتنے واضح دلائل کے ہوتے ہوئے کس طرح ان شرائط کو بے دلیل قرار دے رہے ہیں؟ کیا یہ آیات اعادہ و آثار اور اجماع امت جو قطعاً اور یقیناً موجود ہیں ان شرائط کے دلائل نہیں؟

قواب قواب! حسن صاحب نے قرآن شریف کے بارے میں حدیث کی وحی کا بیان کر دیا ہے اور ضرور اہل فہم کو سمجھ کر دے گا۔ قاضی بن کرام سوچتے کہ غیر متدین حضرات خیر القرآن کے اندر جہدین اور ان کے بعد کے اسلافین علم و فضل جو ان کے فاضل و فاضل ہیں ان کی حضوری پر کیا پائی پھیر رہے ہیں۔ اور ان مسائل کو جو اس قدر دلائل سے مدلل ہیں کیسے بے دلیل قرار دے رہے ہیں، اور فیصلہ فرمائیے کہ اس قدر اعادہ و آثار کے خلاف باتیں کرنا یہ حدیث کی مخالفت ہے یا مخالفت؟

- ۱۔ عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی الجمعة حین تمیل الشمس، (بخاری ص ۱۸۷)
- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اس وقت پڑھتے تھے جب سورج ڈھل رہا تھا۔
- ۲۔ عن ایاس بن سہیل بن الکوخ عن اہلبہ قتال ان نجمع مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا زالت الشمس ثم نرجع لجمع الغنیم، (مسلم ص ۱۸۷)

- حضرت سلم بن اکوع رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے یاس نے والد سلم بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ دعا کرتے جب کہ سورج ڈھل جاتا پھر ہم سایہ تلاش کرتے ہوئے لڑتے۔
- ۳۔ عن جابر بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا زالت الشمس صلی الجمعة۔

(مسلم طرغی اصل بحوالہ الترمذی، ص ۱۸۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج ڈھل جاتا تھا تو جمعہ پڑھتے تھے۔

۴۔ عن صالح بن ابي عامر انه قال كنت اركب
طليقاً فاعتزلت بن ابي طالب يوم الجمعة
تطرح الى جدار المسجد العسوي عتادا غشوا
الطليق فاعتزلت خلف الجدار خرج صومر بن الضحان
وصلى الجمعة فقال اللهم ترجع بعد صلاة الجمعة
فمن قبل فثلاثة الضحان (مسند امام احمد ص ۲۸۷)
حضرت ابي بن ابي عامر فرماتے ہیں کہ میں حضرت حذیفہ بن ابی طالب
رضی اللہ عنہ کی یاد رکھتا ہوں کہ تمنا ہو کہ مجھ کو مغربی دیوار پر نکال
جاتی تھی، جب پوری یاد رکھ دو دیوار کا سایہ ڈھانچ لیتا تو حضرت
حماد بن عطاء رضی اللہ عنہ تشریف لے آتے اور مجھ پر بیٹھتے، انکے
ابی عامر کہتے ہیں کہ پھر ہم جمعہ کے بعد ٹھٹھے اور دوپہر کا قیلولہ کرتے

۵۔ عن ابی القیس عمرو بن مروان عن ابيه قال كنت
نجمع مع علي اذا زالت الشمس،

(مسند ابن ابی شیبہ ۲ ص ۲۸۷)

حضرت ابو القیس عمرو بن مروان اپنے والد سے روایت کرتے
ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمعہ
پڑھا کرتے تھے جب کہ سورۃ اہل بیت

۶۔ عن صالح قال كان النعمان بن بشير
يجملي الجمعة بعد ما تزول الشمس،

(مسند ابن ابی شیبہ ۲ ص ۲۸۷)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی

اللہ عنہ جمعہ سورۃ اہل بیت کے بعد پڑھا کرتے تھے۔

۷۔ عن الوليد بن العيص قال قال ما رأيت اماماً
كان احسن صلاة للجمعة من عمرو بن
حريش كان يصليها اذا زالت الشمس،
(مسند ابن ابی شیبہ ۲ ص ۲۸۷)

حضرت ولید بن العیص فرماتے ہیں کہ میں نے جمعہ کی نماز بہترین
طریق سے پڑھا نے والا کوئی امام حضرت عمرو بن حریش رضی اللہ
عنہ سے بھرا کر نہیں دیکھا، آپ جمعہ اس وقت پڑھتے تھے
جب سورۃ اہل بیت

۸۔ عن الحسن قال وقت الجمعة عند زوال
الشمس، (مسند ابن ابی شیبہ ۲ ص ۲۸۷)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کا وقت
سورۃ اہل بیت کے وقت ہے۔

۹۔ عن ابراهيم قال وقت الجمعة وقت الظهور
(مسند ابن ابی شیبہ ۲ ص ۲۸۷)

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کا وقت وہی
جسے ظہر کا وقت ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کا وقت زوال کے
بعد ہے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ثلثاً را مشہدین اور دیگر
صحابہ کرام جمعہ کی نماز زوال کے بعد ہی پڑھا کرتے تھے۔ جلیل القدر
کاہلین حضرت حسن بصری اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہما اللہ عنہما فرماتے ہیں

تھے کہ جبکہ کا وقت زوال کے بعد ہے، حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے
 جمعہ کا وقت تہائے کے لیے اس طرح باب قائم کیا ہے۔ "باسب
 وقت الجمعة اذا زالت الشمس وكذا الطل يدرك من عمرو
 علي والنعمان بن بشير وعمرو بن حريث" (بخاری ص ۱۸۷)
 یعنی جمعہ کا وقت اس وقت ہوتا ہے جب سورج ڈھل جائے اور ایسے
 ہی ذکر کیا جاتا ہے۔ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت نعمان بن بشیر اور حضرت
 عمرو بن حریث رضی اللہ عنہم سے، ان چاروں بزرگوں کی روایات اور دیگر
 روایات ہیں، دیکھیں حدیث نمبر ۵۰۰-۶۰۰-۱۰۰۰ انہی احادیث و آثار کے پیش
 نظر فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ جبکہ نماز کا وقت وہی ہے جو ظہر کی نماز کا وقت
 ہے، لہذا اگر کوئی جمعہ ظہر کے وقت یعنی زوال سے پہلے پڑھے گا تو اس
 کا جمعہ نہیں ہوگا۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متقدمین کا کہنا ہے کہ جبکہ
 زوال سے پہلے بھی جائز ہے اور غیر متقدمین کے فقہیہ نوآباد وحید الزماں
 کا کہنا ہے کہ جبکہ کا وقت تو سورج کے نینو بھر پائے ہو جانے سے ہی شروع
 ہو جاتا ہے، چنانچہ نوآباد صدیق حسن خانی صاحب لکھتے ہیں۔
 "وقد ورد ما يدل على انها تجزئ
 قبل الزوال" الخ (الدفتر الشريف ص ۱۸۷)
 اور تحقیق ایسی حدیث بھی آئی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی
 ہے کہ جبکہ زوال سے پہلے جائز ہے، (کچھ آگے چل کر آپ
 نے جمعہ کے زوال سے پہلے جائز ہونے کو حق قرار دیا ہے،
 نوآباد نور الحسن خاں صاحب لکھتے ہیں

"وقت نماز جمعہ نماز ظہر سے قبل از زوال ہم جائز باشد"
 (المجمع استدل فی شرح الرسول ص ۱۸۷)
 نماز جمعہ کا وقت وہی ہے جو نماز ظہر کا ہے ایسے زوال سے
 پہلے بھی جائز ہے۔
 نوآباد وحید الزماں صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"وقتها من حين ارتفاع الشمس عند
 رُجوع الى انقضاء وقت الظهور" (فتاویٰ دارالافتاء ص ۱۸۷)
 جمعہ کا وقت اس وقت سے شروع ہو جاتا ہے جبکہ سورج ایک
 نیزہ کے برابر پائے ہو جائے (یعنی عید کی نماز کے اول وقت سے)
 اور ظہر کے اخیر وقت تک رہتا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے: صحیح احادیث و آثار کے ثابت ہو رہا ہے کہ جبکہ
 نماز کا وقت زوال کے بعد سب سے حق کا صاف مطلب یہ ہے کہ زوال سے پہلے
 جمعہ جائز نہیں، لیکن غیر متقدمین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب حق یہ ہے کہ زوال
 سے پہلے بھی جائز ہے اور آفرین ہے نوآباد وحید الزماں صاحب پر بھی کہ
 نزدیک جمعہ کا وقت برج اشراق کے وقت سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔
 قائدین کرام آپ فیصلہ فرمائیے یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

الاذان للجمعة

جمعہ کی دو اذانیں سنوں ہیں

عن السائب بن يزيد يقول ان الاذان يوم الجمعة
 كان اوله حين يجلس الامام يوم الجمعة على
 المنبر فـ "عوض رسول الله صلى الله عليه

و مسلم و ابی یکر و عمر فلما کان فی خلافت عثمان
 و کثر و اکثر عثمان یوم الحجة بالاذن
 الثالث فتألفن یم علی التقریر فی ثلث الايام
 علی ذالک ، و تخریج المسائل ، و ما رواه ابو یوسف و یسائی و
 حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم ، حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما
 کے سامنے میں مسجد کی اذان اس وقت ہوئی تھی جب امام منبر
 پر بیٹھ جاتا تھا پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دو غلامت
 آیا اور لوگ زیادہ ہو گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے
 عمری اذان (جمہور کی پہلی اذان) کا حکم دیا چنانچہ زور پر وہ اذان
 کہی گئی اور پھر یہ ایک مستقل سنت بن گئی۔

حدیث مذکور سے ثابت ہو رہا ہے کہ عہد رسالت اور عہد خلافت راشدہ
 میں سے حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں جمہور کی ایک ہی اذان
 ہوتی تھی جو امام کے سامنے منبر کے پاس دی جاتی تھی۔ حضرت عثمان غنی
 رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب لوگ زیادہ ہو گئے تو آپ کے حکم
 سے ایک اذان اور دی جانے لگی۔ یہ اذان بھی پر کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
 کی موجودگی میں دی جاتی تھی، صحابہ پر کرام میں سے کسی نے بھی اس پر
 اعتراض نہیں کیا، چنانچہ یہ اذان باجماع صحابہ رائج ہو گئی اور ہر غلام
 میں اس پر عمل جتنا کر، کسی امام اور کسی فقید و مجتہد نے اس سے اختلاف
 نہیں کیا اور اختلاف کر بھی کیسے کہتے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا
 حکم ہے کہ میری اور خلفاء راشدین کی سنت کو لازم نہ کر دو، یہ اذان چوتھی

راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم سے جاری ہوئی ہے اس لیے یہ بھی
 سنت ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کے مطابق اس پر عمل کیا
 ہے۔ چنانچہ یہ اذان زور پر دی جاتی تھی بعد میں مسجد میں دی جانے لگی،
 آج بھی تمام اسلامی ممالک میں یہ اذان مسجد میں دی جا رہی ہے، مگر پر
 جانے والے خوش نصیب اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ محرمہ میں
 یہ اذان مسجد حرام کے اندر اور مدینہ منورہ میں مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام
 کے اندر دی جاتی ہے، الحمد للہ راقم المحروف بھی اپنی آنکھوں سے اس کا
 مشاہدہ کر چکا ہے، اس اذان کے مسجد کے اندر دیتے جانے پر کوئی
 اعتراض نہیں کرتا۔

لیکن حدیث مبارکہ اجماع امت، تعامل و قرار امت کے
 خلاف، جو غیر متقلدین میں رکعات تراویح کو بدعت قرار دیتے تھے انہوں
 نے جمہور کی اس اذان کو بھی بدعت قرار دیا، ان غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ یہ اذان
 چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت نہیں ہے اس لیے بدعت
 نہیں ہو سکتی بھی وجہ ہے کہ غیر متقلدین یہ اذان نہیں دیتے بلکہ اس کے
 مسجد میں دینے سے منع کرتے ہیں۔ اذان دیتے ہوئے اس سے روکتے ہیں
 چنانچہ مولوی محمد صاحب جو ناگزیر ہی سمجھتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور آپ کے بعد کے دو غرض
 کے زمانہ میں قواس و دوسری اذان کا وجود بھی نہ تھا بال حضرت عثمان
 رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ کچھ ہوئی موجود وقت معلوم کرنے کے
 لیے نثار بلاناز کی فنڈنگ کماؤنی جاتی تھی ذکر مسجد میں ہیں ہمارے
 نامہ میں مسجد میں پرورد اذانیں ہوتی ہیں وہ صریح بدعت ہیں

جمعہ کے دن خطبہ کے وقت اذان خبر کے پاس خطیب کے سامنے منوں؟ اور خطبہ عید عربی زبان میں پڑنا ضروری ہے

عن السائب بن يزيد قال كان سبلال يؤذن اذا جلس رسول الله صلى الله عليه وسلم على المنبر يوم الجمعة فنادوا نزل امامهم كان كذا الف في زمن ابي بكر وعمر رضي الله عنهما (مسند احمد ۳ ص ۱۷۱)

حضرت سائب بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عید کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے، پھر جب آپ منبر سے نیچے تشریف لاتے تو آقا صمت کہتے، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں بھی اسی طرح ہوتا تھا۔

۴۔ عن ابن عمر قال كان النبي صلى الله عليه وسلم يخطب خطبتين كان يجلس اذا صعد المنبر حتى يعزغ اراه المؤذن ثم يقوم فيخطب ثم يجلس فلا يتكلم ثم يقوم فيخطب (ابن ماجه ۱ ص ۱۷۱)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے دیتے تھے، جب آپ منبر پر چڑھتے تو

بیٹھ جاتے، یہاں تک کہ مؤذن اذان سے فارغ ہوتا، پھر آپ کھڑے ہوتے اور (پہلا) خطبہ ارشاد فرماتے، پھر بیٹھ جاتے اور کوئی کلام نہ کرتے، پھر کھڑے ہو کر (دوسرا) خطبہ ارشاد فرماتے۔

۳۔ عن ابن عمر قال كان النبي صلى الله عليه وسلم يخطب فتامعا ثم يقعد ثم يقوم كما تفعلون الآن (بخاری ۱ ص ۱۷۱)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے ارشاد فرماتے پھر بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہوتے جیسا کہ تم ابھی کرتے ہو۔

۴۔ عن عبد الله قال كان النبي صلى الله عليه وسلم يخطب خطبتين يقعد بينهما

(بخاری ۱ ص ۱۷۱)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے دیتے تھے اور دونوں کے درمیان بیٹھتے تھے۔

۵۔ عن جابر بن سمرة قال كانت قس بنه صلى الله عليه وسلم خطبتان يجلس بينهما يومئذ القرآن ويذكر الناس (مسلم ۱ ص ۱۷۱)

حضرت جابر بن سمیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے دیتے تھے اور دونوں کے درمیان بیٹھتے تھے، ان میں قرآن مجید پڑھتے اور لوگوں کو نصیحت فرماتے۔

۶۔ عن ابی وائل خطبنا عمارنا وحیرنا واسبغ
فلما نزل قلنا یا ابا الحیقظان لعتد ابلفست و
او جزت منلوکنت تنقست فعتال انی سمعت
رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ان
طول صلوة الریحیل وقصر خطبتی مثنی من
فقههم فاطیلوا الصلوة واقصروا الخطبة وان
من البیان سحرًا (مسلم ۱۵ ص ۱۵۷)

حضرت ابو اعلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمار
رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ یا تو بہت مختصر اور انتہائی بلیغ خطبہ دیا
جب وہ منبر سے اترے تو ہم نے کہا کہ اسے ابو الحیقظان آپ
نے نہایت بلیغ اور مختصر خطبہ دیا۔ اگر آپ اسے ذرا طویل کر سکتے
تو اچھا ہوتا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ آدمی کا نماز کو کم کرنا
اور خطبہ کو مختصر کرنا اس کے سمجھدار ہونے کی نشانی ہے سو تم نماز
کو کم کیا کرو اور خطبہ کو مختصر اور بعض بیان بجا دو جو سوتے ہیں۔

۷۔ عن ابن شہاب قال بلغنا ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یبدأ فی جلس على المنبر
فاذا سمعت المؤذن قام فخطب الخطبة الاولى
ثم جلس شیئًا یمینًا ثم قام فخطب الخطبة
الثانیة حتی اذا قلنا ها استغفر الله ثم نزل
صلی قال ابن شہاب وكان اذا قام اخذ عصا

فتوكاً علیها وهو تاسم على المنبر ثم كان (ابو یزید)
الصديق وعمر وعثمان یفعلون ذلك
ورسائل الی داود بن سنان الی داود ص ۱۵۷

حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات
پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابتداً منبر پر کھڑے ہو کر
فرماتے، پھر جب مؤذن اذان دے کہ کاعوش جو ہانا تو کھڑے
ہو کر پھر خطبہ ارشاد فرماتے پھر تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جاتے
پھر کھڑے ہو کر دوسرا خطبہ ارشاد فرماتے یہاں تک کہ جب خطبہ
پورا فرما لیتے تو راستحضر اللہ کہتے اور پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھتے
حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب آپ کھڑے
ہوتے تھے تو داعی پکڑ کر اس پر ٹیک لگاتے تھے اس مال
میں کہ آپ منبر پر کھڑے ہوتے۔ پھر حضرت ابو بکر حضرت عمر
رضی اللہ عنہم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

۸۔ عن عمر بن الخطاب عند قتال اسما جعلت
الخطبة مکان المرتضین ، العديف ،
ومنت الی اثنتی ۲ مثلاً ، صحت عبد اللہ ۳۵ ص ۱۵۷
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ احمد کا خطبہ
دو رکعتوں کی جگہ رکھا گیا ہے۔

۹۔ عن سعید بن جبیر عن قتال كانت البعثة اربعاً
فخطبت ركعتان للخطبة ، (المدة المحررة ص ۱۵۷)
حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے چار کھیتیں
کیں

وہ غلبے کی وجہ سے کم ہو گئیں۔

حکمران احمد ریٹ وائزر سے درج ذیل امر ثابت ہوئے۔

ع۔ جب امام غلبہ مسجد کے سید آئے تو انکی پہلے منبر پر بیٹھے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب غلبہ مسجد کے لیے مسجد میں تشریف لاتے تھے تو پہلے آپ منبر پر بیٹھتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۱۰ اور ۶ سے واضح ہے۔
ع۔ جب امام منبر پر بیٹھ جاتے تو وہاں منبر کے پاس امام کے ساتھ انکان دسے کچھ لوگ حضرت جلال رضی اللہ عنہ ایسے ہی کیا کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۱ سے ظاہر ہے، اسی پر اجماع ہے اور اسی پر چودہ صدیوں سے توارث و قسائل جاری ہے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ متوفی ۲۱۸ھ دیکھتے ہیں۔

”والله اعلم“ طیبہ سجل اهل العلم من طلبة
”مصار ما يفعلہ الاشیخہ و هو جلوس الامام
عل المنبر اول من یرقی المنبر و یؤذن المؤذن
والامام حالس و اذا فرغ المؤذن من الاذان
قام الامام فخطب خطبۃ شتم جلس وهو
فی حال جلوس من خطب فخطب ولا ینتھم مشو
یتھم فی خطب الخطبۃ الشانیۃ شتم یتھل
منہ فرأیہ“
(الادب المفرد ص ۴۸)

اور جس پر عمل، اصحاب کا عمل ہے و وہی ہے جو امر مساجد کیا
کرتے ہیں یعنی جب امام ابتدا منبر پر جڑتا ہے تو بیٹھ جاتا ہے
اور امام کے بیٹھے بیٹھے مؤذن اذان دیتا ہے، پھر جب مؤذن

اذان سے فارغ ہوتا ہے تو امام کھڑے ہو کر (پہلے) غلبہ دیتا ہے
پھر بیٹھ جاتا ہے اور اس حالت میں منبر کی کوٹا طیب کرتا ہے
شکام کرتا ہے پھر کھڑے ہو کر دوسرا غلبہ دیتا ہے، چودہ صدی
غلبے سے فارغ ہو کر منبر سے اُتر آتا ہے۔

شیخ حسن بن عمار بن علی شریفی رحمہ اللہ متوفی ۱۰۹۹ھ دیکھتے ہیں۔

”وذكرنا: الجلس على المنبر قبل الشروع
في الخطبة والاذان بيضا و يده جبري
بعد التلويث (كالقائمة) بعد الخطبة“
”مصار ما يفعلہ الاشیخہ و هو جلوس الامام
عل المنبر اول من یرقی المنبر و یؤذن المؤذن
والامام حالس و اذا فرغ المؤذن من الاذان
قام الامام فخطب خطبۃ شتم جلس وهو
فی حال جلوس من خطب فخطب ولا ینتھم مشو
یتھم فی خطب الخطبۃ الشانیۃ شتم یتھل
منہ فرأیہ“
(الادب المفرد ص ۴۸)

اور مسنون ہے، منبر پر بیٹھنا طیبہ شروع کرنے سے پہلے،
اور مسنون ہے، اذان دینا امام کے ساتھ۔ اسی پر اجماع
توارث جاری ہے، مثل امامت کے جو کہ غلبہ کے بعد ہوتی ہے۔

ع۔ امام کو چاہیے کہ وہ منبر پر کھڑے ہو کر وہ غلبے دے۔ پہلا غلبہ پڑھ
کر تھوڑی دیر بیٹھے پھر کھڑے ہو کر دوسرا غلبہ دے۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۲-۳-۴-۵-۱۰ سے
ظاہر رہا ہے۔

ع۔ خطبہ حمد نماز جمعہ کے مختصر ہونا چاہیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کا یہی حکم ہے۔ جیسا کہ حدیث نمبر ۹ سے واضح ہے۔

ع۔ مسجد کے دونوں غلبے عربی زبان میں ہوتے چاہئیں، عربی
کہلاو کسی اور زبان میں خطب پڑھنا مکروہ تحریری ہے۔ اس کی بہت
سی وجہات ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ خطبہ کی اصل حقیقت "ذکر اللہ" ہے، تو کئی حکیم میں اللہ تعالیٰ نے خطبہ کو ذکر اللہ ہی سے تعبیر فرمایا ہے ارشاد ہے
 إِذَا خَرُجَ عَنِ الْمَلَأُوَّةِ مِنْ يَتِيمٍ أَلْبَسَ حَبْرَةً ذَاكِرًا
 بِاللَّهِ

جب انسان ہوناز کی جگہ کے دن تو روئے اللہ کی یاد کو۔

عام مفسرین کا کہنا ہے کہ اس آیت مبارکہ میں ذکر اللہ سے مراد خطبہ جمعہ ہے۔ ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خطبہ جمعہ کو ذکر اللہ سے تعبیر فرمایا ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

"اذا كان يوم الجمعة وقفت الملائكة على باب المسجد يكتبون الأول فثانول ومثل المهجر كمثل الذي يهدي بنبغة ثم قال يومه كماله يهدي بكرة كبشا ثم جاجنة ثم بينة فاذا خشي الامام خلقا واحدا منهم وبتمعون المذكور"

(بخاری ۱۰۱۸۱، مسند ۱ ص ۱۷۸)
 جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور شروع میں آئے والوں کے نام لکھتے ہیں بعد لکھتے گئے ہیں اور اول وقت دوپہر میں آئے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اللہ کے حضور میں اور اللہ کی قربانی پیش کرتا ہے پھر اس کے بعد دم قبر پر آئے والے کی مثال اس شخص کی ہے جو گناہ پیش کرتا ہے پھر اس کے بعد آئے والے کی مثال میں دعا پیش کرنے والے کی، اس کے بعد عمری پیش کرنے

والے کی، اس کے بعد اذان پیش کرنے والے کی، پھر خطبہ کے لیے منبر کی طرف جاتا ہے تو یہ فرشتے اپنے اپنے وقت پر لیٹ جیتے ہیں اور ذکر سنتے ہیں شریک ہو جاتے ہیں۔

اس حدیث میں فرشتوں کے ذکر سنتے ہیں شریک ہوئے سے مراد خطبہ جمعہ سنتے ہیں شریک ہوئے ہے۔ قرآن اور حدیث دونوں سے ثابت ہوا کہ خطبہ کی حقیقت ذکر اللہ ہے، خطبہ کے کچھ کتب انسان ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تعامل سے ثابت ہیں مثلاً (۱) ہمارے، (۲) حضور علیہ پڑھنا مکروہ ہے (۳) خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا (۴) گوں کی طرف رخ کر کے پڑھنا (۵) خطبہ شروع کرنے سے پہلے آیت (حمد بشار پڑھنا (۶) خطبہ کا لوگوں کو سنانا۔ اگر آیت خط پڑھا تو تو فرشتہ ادا ہو گیا لیکن مکروہ ہوا (۷) خطبہ مختصر پڑھنا جو کس چیزوں پر مشتمل ہے۔

مقدمہ شروع کن، اللہ تعالیٰ کی شاد کرنا، حمد شہادتین کا پڑھنا، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دو سجود، غلطو نصیحت کرنا، قرآن پاک کی کوئی آیت پڑھنا، دونوں خطبوں کے درمیان تحویلی دیر مینا، دوسرے خطبے میں دوبارہ الحمد شہادت اور دو پڑھنا، تمام مسلمان مرد و عورت کے لیے دعا مانگنا، دونوں خطبوں کو مختصر کرنا، خطبہ کے ان آداب و سنن سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ کا اصلی مقصد ذکر اللہ ہے، غلطو تبلیغ اس کے متعصبانہ طریقہ میں داخل نہیں ورنہ ان آداب و سنن کا غلطو تبلیغ سے کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا۔

اسی طرح خطبے کے کچھ احکام و شرائط میں جھکا پایا جائے ضروری ہے شرط،

(۱) خطبہ جمعہ، جمعہ کے وقت میں یعنی نوال کے بعد پڑھنا، اگر خطبہ نوال سے پہلے پڑھ لیا گیا تو وہ معتبر نہیں ہوگا۔

(۲) خطبہ جمعہ نمازِ تہجد سے پہلے پڑھنا ضروری ہے اگر خطبہ نمازِ جمعہ کے بعد پڑھا گیا تو اس کے سے نماز ہی نہیں ہوگی، کچھ سمیت نماز کا اعادہ ضروری ہوگا۔

(۳) خطبہ کے وقت مردوں کا مسجد ہونا ضروری ہے۔ اگر فقط عورتوں کے ساتھ خطبہ پڑھا گیا تو وہ ناکافی ہوگا۔ مردوں کے آنے کے بعد دوبارہ پڑھنا پڑے گا۔

(۴) شہد و شہداء کسی اور وجہ سے سامعین نہ سمجھیں تب بھی خطبہ پڑھا جائے گا اور وہ معتبر ہوگا۔

(۵) اگر حاضرین سب ہی جہکے ہوں یا سب سو رہے ہوں تب بھی خطبہ پڑھنا ضروری ہے اگر اس حال میں خطبہ نہ پڑھا گیا تو نماز مجسمہ صحیح نہیں ہوگی۔

(۶) خطبہ کے وقت سامعین سب علماء، فضلاء، ہوں کو بھی جاہل نہ ہو تب بھی خطبہ پڑھا جائیگا ورنہ نماز جمعہ صحیح نہ ہوگی۔ ان احکام و شرائط سے بھی بے گشت ہو کر خطبہ کی اصل حقیقت، ذکرِ اللہ ہے، محض دعا و تبلیغ نہیں کیونکہ وعظ و تبلیغ کے یہ احکام نہیں ہیں، اگر خطبہ محض دعا و نصیحت ہو تا تو اس کے لیے یہ پابندیوں کی ضرورت نہیں کہ وہ نوال کے بعد ہو، جمعہ کی نماز سے پہلے ہو، سامعین میں مردوں کی موجودگی ضروری ہو وغیرہ وغیرہ۔

فتوا کرام کا کہنا بھی یہی ہے کہ خطبہ کی حقیقت اگر اللہ ہے چنانچہ

محمد بن احمد شمس، انوار الشریعہ رحمہ اللہ متوفی ۲۹۰ھ تحریر فرماتے ہیں۔
"ولسان الخطیبة ذکر"
(مسند ۲۵۵۷)
ہماری دلیل یہ ہے کہ خطبہ ذکر ہے۔

جب قرآن و حدیث وغیرہ سے خطبہ کا ذکر اللہ بنا ثابت ہوا تو جس طرح تہجد، قسب، بیع، تحیر، شہاد، اتقیات وغیرہ ذکرِ شریعہ اور بالاتفاق ہونے کے لیے عربی زبان استعمال ہوتی ہے غیر عربی کا تصور بھی نہیں آتا، ایسے ہی خطبہ جمعہ کے لیے عربی زبان ہونا ضروری ہوگا غیر عربی زبان میں خطبہ درست نہ ہوگا۔

دوسری وجہ: خطبہ نمازِ جمعہ کی دو رکعتوں کے قائم مقام ہے جیسا کہ ایک دلیل قرآن و حدیث میں جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما حضرت سید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ خطبہ دو رکعتوں کی جگہ رکھا گیا ہے۔ حضرت سید جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کی چار رکعتیں تیس دو رکعتیں خطبہ کی دو سے کم ہو گئیں اور

دوسری دلیل یہ ہے کہ جو افعال و عہد کائنات، کائنات نمازِ جمعہ میں خطبہ میں بھی حرام ہیں، سامعین خطبہ کے لیے اس وقت کھانا پینا، بولنا چلنا یا ان ملک کے سلام کا جواب دینا اور اگر کسی مسیح پڑھنا بھی جائز نہیں اور بہت سے احکام جو نماز کے ہیں وہ خطبہ کے بھی ہیں جیسا کہ تفصیل اوپر لکھی ہے اس طرح کی قیودات بتلا رہی ہیں کہ خطبہ کی مجلس صرف و ملائکہ کی مجلس نہیں بلکہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے نماز کی طرح ہے، جب خطبہ نماز کی

طرح ہو اس کے قائم مقام ہے تو ضروری ہے کہ خطبہ جمعہ عربی میں ہو، کیونکہ نماز کی زبان عربی ہے نماز کسی اور زبان میں نہیں ہوتی۔
تیسری وجہ: خطبہ جمعہ بالا جامع شرط مسقطہ ہے اس لیے جو زبان

صلوۃ و نماز جمعہ کی وجہ سے ہی زبان شرط یعنی خطبہ کی ہونی چاہیے یہ نہیں ہرکتا کہ شرط صلوۃ کسی محدث طریقے یعنی غیر عربی زبان سے ادا کی جائے۔

چوتھی وجہ ۱ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ خطبہ مختصر کر دو اور نماز کو دوا کر دو اس لحاظ سے اگر کھٹے آدھے کھٹے کی اردو تقریر کو خطبہ قرار دیا جائے تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے حکم کی کھلی مخالفت لازم آئے گی۔

پانچویں وجہ ۲ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں عربی زبان پر مواظبت فرمائی ہے یعنی آپؐ نے ہمیشہ عربی زبان ہی میں خطبہ دیا ہے۔

حالانکہ آپؐ کے خطبے میں عرب کے علاوہ عجم کے لوگ بھی شریک ہوتے تھے اور ان کو تبلیغ دین کی ضرورت بھی تھی لیکن آپؐ نے کبھی بھی انکی رعایت کرتے

ہونے نہ تو خود عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ دیا نہ شریک صحابی سے

ان لوگوں کی زبان میں اس کا ترجمہ کرایا۔ خلفاء راشدین نے بھی ہمیشہ عربی زبان

ہی میں خطبہ دیا حالانکہ ان کے خطبوں میں بھی کثرت سے عجمی لوگ شریک ہوتے تھے جو مختلف ممالک سے آئے تھے، اسی طرح صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین

عظام اور ان کے متبعین عرب سے نکل کر جہم میں گئے۔ مشرق و مغرب میں اسلام پھیلایا لیکن ہر خطبہ ہمیشہ خطبہ جمعہ عربی ہی میں دیا جاتا تھا ان حضرات

کو تبلیغ دین کی ضرورت تھی اس لئے زیادہ سختی اور یہ بات نہیں کہ حضرت صحابہ تابعین

عجمیوں کی زبان میں جانتے تھے مگر خوب جانتے تھے لیکن پھر بھی خطبہ جمعہ عربی زبان میں دیا کرتے تھے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام، خلفاء راشدین، دیگر صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین کے تعامل اور مواظبت اور اسکی امت کے قیادت کے قیادت سے یہ بات روز بروز

کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ قرون سابقہ کی طرح آج بھی خطبہ جمعہ عربی ہی

میں ہونا چاہیے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

۱۔ چون خطبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و خلفاء و علم فقہاء و خطبہ کرام

متبعین آں وجود چند چیز است حمد و شادمانی و صلوۃ براہ حضرت صلی

اللہ علیہ وسلم و امر بتقوی و تلاوت آیت و دعا براہ مسلمان و

سلامت و عمر کی بودن خطبہ و عربی بودن نیز

و محبت عمل مسلمان و مشرق و مغرب یا وجود آنکہ در بسیار کے

از اہل ایمان خطباں بھی بودند۔ (موسیٰ صنی شریف، نظام، ج ۱، ص ۱۵۱)

جب ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت خلفاء راشدین، صحابہ

کرام، تابعین، تبع تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین اور اسی طرح ائمہ

مجتہدین، محدثین و غیر ہم کے خطبوں کو دیکھا کیا تو یہ بات شیع ہو کر

سامنے آئی کہ ان خطبوں میں چند چیزیں ضرور ہوا کرتی تھیں، مثلاً اللہ

تعالیٰ کی حمد و ثنا، کلمہ شادمانی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود

تقویٰ کا حکم، کبھی آیت کا چرچا اور تمام مسلمان مرد و زن کے لیے

دعا کرنا، اور خطبہ کا عربی زبان میں ہونا۔ آنحضرت شاہ صاحب اگے

فرماتے ہیں کہ خطبہ کا خاص عربی زبان میں ہونا اس لیے ضروری ہے

کہ تمام مسلمانوں کا مشرق و مغرب میں ہمیشہ اسی پر عمل رہا ہے

دکھو کہ خطبہ عربی میں پڑھتے تھے، بادجو دیگر بہت سے ممالک میں

ان کے مضاف بھی لوگ جوتے تھے۔

نہی وجہ سے کہ امام نووی شافعی اور امام زہری شافعی خطبہ جمعہ کے عربی میں

ہونے کی شرط لگاتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک اگر خطبہ

اربی کے علاوہ کسی اور زبان میں پڑھا گیا تو مسجد کی نماز ہی نہیں ہوگی۔

چنانچہ نام لکھتے ہیں :

وہ پیش شرط کو نہا بالعربیۃ (کتاب الاذکار ص ۱۷)

اور یہ شرط لگائی جاتی ہے کہ خطبہ عربی میں ہو۔

علامہ زبیدی تحریر فرماتے ہیں۔

”فتاویٰ الرافضی وہل یشتغل ان یمکن الخطبۃ

کلمہ بالعربیۃ ؟ وجہان والصحیح اشتراطہ

شان لم یکن فیہم من یحسن العربیۃ خطب

بمعنی ہا ویجب علیہم التعلیم والاصحاح

ولہ جملة لهم“ (اختصار السائد المتعین ص ۲۵)

امام رافضی فرماتے ہیں ادیکہ سار کے خطبہ کا عربی میں ہونا شرط ہے،

اس میں دو باتیں ہیں : صحیح ہے کہ عربی میں ہونا شرط ہے میں

اگر کوئی ایسا آدمی حاضر ہے میں مذہب جو عربی پڑھ سکے تو عربی کے سوا

دوسری زبان میں خطبہ پڑھے، اور ان پر واجب ہے کہ عربی سیکھیں

وہ سب شہکار بولتے تھے اور ان کا مسجد بھی نہیں ہوگا۔

اسی طرح احناف میں سے حضرت قاضی ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ بھی

خطبہ کے عربی زبان میں ہونے کی شرط عائد کرتے ہیں

چنانچہ علامہ ابن عابدین شافعی تحریر فرماتے ہیں۔

”لم یقید الخطبۃ بكونها بالعربیۃ التمسلا

بما قدمہ فی باب صفتہ الصلوۃ من انها

عنہ شرط و نومع القدرة علی العربیۃ عنہ

خلافت الہما حیث شرطہا الا عند الصغیر

کمال خلافت فی الشروع فی الصلوۃ۔ (دعا مرقوم ص ۱۷)

مصنف نے خطبہ کے عربی میں ہونے کی قید نہیں لگائی، اس پر

اکتفا کرتے ہوئے جو باب صفتہ الصلوۃ میں گزر چکا کہ حدیث امام

ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ شرط نہیں اگرچہ دعویٰ پر قادر رہی ہو،

بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک عربی میں ہونا شرط ہے،

اکیس کہ وہ عربی کے عاجز ہو، یہ اختلاف ایسا ہی ہے جیسا کہ شرط

نماز میں تحریر تحریر میں حضرت امام ابو یوسفؒ اور صاحبین کا اختلاف ہے۔

ولہذا عبدالحی لکھنوی رقم فرماتے ہیں۔

”ولا یشتغل بكونها بالعربیۃ منوطہ خطبہ بالفاویۃ

او بعضہا جاز کذا متناولہ والمراد بالجواز هو الجواز

فی حق الصلوۃ بمعنی اسہ یعنی بقاۃ الشرطیۃ

وتصح الصلوۃ لاجل الجواز بمعنی الاباحۃ المطلقت

فانہ لا شک فی ان الخطبۃ بشیر العربیۃ من

السنة التوارثت من النبي صلى الله عليه وسلم

والصحابۃ فیکون مکروہا تحریمہ

(عمدة الطالب عاشرہ شروط فایہ ص ۱۷)

خطبہ کا عربی میں ہونا شرط نہیں ہے بلکہ اگر فارسی یا کسی اور زبان

میں بھی خطبہ دے دیا تو جائز ہوگا، جیسا کہ فقہائے فرمایا ہے

اور جائز ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ نماز کے حق میں جائز ہوگا،

جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز جمعہ کے ادا کرنے کے لیے خطبہ

کی جو شرا ہے وہ پوری ہو جائے گی اور فساد ہو جائے گی۔ یہ مطلب نہیں کہ خطبہ کا غیر عربی میں ہونا مطلقاً مباح ہے نہ کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ دینا اس سنت کے خلاف ہے جو امت شریف صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے بعد سے متواتر اس مسئلہ پر آ رہی ہے۔ لہذا عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ دینا مکروہ تحریمی ہوگا۔

لیکن ان تمام روایات و آثار، اجماع اور تعامل و تعامل است کے خلاف غیر متفقین کا کہنا ہے کہ دوسری زبان کی کوئی بھی قسمیں نہیں ہے اور اس زبان کو منبر کے نزدیک قبول نہایت ہے۔ اور خطبہ عربی کے علاوہ دوسری زبان میں بھی دیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کا یہ دستور ہے کہ ان کا خطیب ہر وقت منبر پر ہونے چاہئے۔ چنانچہ ان کے ہوتے تو وہ اٹھ کر اردو میں تقریر شروع کرتے ہیں اور عربی نہ لکھتے تقریر کر کے بیٹھ جاتے ہیں اور یہ کہنے سے کہ عربی کا ایک ہی خطبہ پڑھ کر نکلے آ جاتا ہے اور نماز چلے جاتا ہے۔

غیر متفقین کے ترجمان اور انصاف کے منافی لکھتے ہیں۔

”یہ ان کا وقت خطبہ نماز کا مسند و امام کے سامنے کسی بلند جگہ پر کھڑی یا بیٹھنے، بیٹھنے اور انہیں بلند آواز سے کہی جاتی ہیں ویسے یہ ان کی بھی کوئی نیا چیز ہے۔ منبر کے نزدیک اس زبان کو کہنا خلاف سنت ہے بلکہ جہت ہے“ (فتاویٰ احمدیہ ص ۵۷۷، ص ۵۷۸)۔

غیر متفقین کے جملہ اصحاب و خطباء و علماء عربی صاحب لکھتے ہیں۔ ”انہوں نے مستند و اعلیٰ ہے خواہ پہلی عربی خطبہ کی پس جو جگہ احادیث کے لئے زیادہ مناسب ہے وہ عربی یا بیٹھنے اگر امام کے سامنے

مصلیٰ جگہ پر تو سامنے دہی ہوتے وقت کوئی اور جگہ منادی کی جگہ یا سامنے خواہ مسجد کے اندر ہو یا باہر خواہ دائیں طرف ہو یا بائیں طرف ہو (فتاویٰ احمدیہ ص ۵۷۷، ص ۵۷۸)۔

حافظ صاحب خطبہ جگہ کی بابت لکھتے ہیں۔

”فلا حدیث کہ خطبہ عام و اعلیٰ کی طرح ایک وقت ہے خواہ عید کا ہو یا عیدین کا جو خطیب کو اس میں کلام و غیرہ جانتے ہے، زبان کی پابندی اس میں ضروری نہیں کیونکہ خطبہ کی فرض کے خلاف ہر خطبہ کے خلاف کے خلاف ہے کیونکہ خطبہ خطاب ہے جو سامعین کی زبان میں ہوتا ہے“ (فتاویٰ احمدیہ ص ۵۷۷، ص ۵۷۸)۔

جماعت خواہ راہ احمدیہ کے منافی عبد الصمد صاحب سے سوال ہوا کہ ”نیز کہتا ہے کہ خطبہ صبر اپنی مادری زبان میں کہنا جائز ہے بلکہ کہتا ہے کہ اپنی زبان میں کہنا حق ہے؟“ موصوف نے جواب دیا کہ

”نیز حق ہے کہ کیونکہ خطبہ کی فرض اور مقصد جو ہے اس پر نظر ڈالنی چاہئے۔ خطبہ یہاں کرنے کا جو مقصد ہے وہ یہ ہے کہ لوگ راہ راست پر آجائیں اور ان کی ضرورت محبت کے حامل ہو جائیں۔ بخلاف اس کے جب ان کی سمجھ میں کچھ نہ آئے گا اور امام کھڑا ہوا عربی میں خطبہ پڑھ رہا ہو اور سامعین پیچھے کے بتوں کی طرح بھیجے ہوں اور کچھ ان کے پیچھے نہ پڑے تو کیا خاک مل کر گی؟ لہذا سامعین کو غیر زبان میں خطبہ نہ کر کے سامنے سے کچھ فائدہ نہیں۔“

(فتاویٰ احمدیہ ص ۵۷۷، ص ۵۷۸)۔

لاحظہ فرمائیے : احادیث و آثار، اجماع، تعامل و تعامل است

سے ثابت ہو رہا ہے کہ خطبہ کی اذان امام کے سامنے منبر کے نزدیک ہونی چاہیے۔ یہی سنت ہے۔ لیکن غیر مسلمین، اعاویث و آثار، اجماع اور تواتر و تعامل کے سبب اسل قطع نظر کے اسے دعوت قرار دے رہے ہیں، یا تعصب نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، خلفاء راشدین، صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین عظام اور بعد کے سب علماء و فقہاء خطبہ جمعہ عربی زبان میں دینے پر موافقت فرماتے ہیں ان میں سے کوئی بھی عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ نہیں دیتا۔ قرآن و حدیث اس کا تقاضا کر رہے ہیں کہ خطبہ جمعہ عربی میں ہو۔ فقہ امت خطبہ جمعہ کے عربی زبان میں ہونے کو ضروری قرار دیتے ہیں لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خلفاء راشدین، صحابہ و تابعین اور امت کے تواتر و تعامل کے خلاف غیر مسلمین کو دے رہے ہیں کہ خطبہ جمعہ میں عربی زبان کی کوئی قید نہیں ہے زبان میں جائز ہے فارسی، کرام یہ سب غیر متعلقین کا مل بالحدیث اب فیصلہ آپ کے مرجع ہے آپ فیصلہ فرمائیے یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

کراهۃ الصلوٰۃ والکلام عند الخطبۃ

خطبہ جمعہ کے درمیان نماز پڑھنا اور بات چیت کرنا مکروہ ہے

- ۱۔ عن سلمان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اغتسل يوم الجمعة و طهر بما استطاع من طهر ثم اودهن او نسي من طيب ثم راح فلم يفرق بين اثنين فصل ما كتب له ثم اذا خرج الامام اثنى غفر له ما بينه وبين الجمعة الاخرى (بخاری ۵۰۸۷)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور جس حد تک جس کے صفائی کرے، پھر تیل لگا دے یا خوشبو ہو تو وہ لگائے پھر جمعہ کے لیے بندے تو وہ آدمیوں کے درمیان نہ بیٹھے پھر عین نماز اس کے لیے مقتدر ہے پڑھے، پھر جب امام خطبہ کے لیے نکل آئے تو خاموش رہے تو اسے شخص کے اس جمعہ سے اس جمعہ تک کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

۲۔ عن ابی هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من اغتسل يوم الجمعة ثم اتى الجمعة فمضى ما قدر له بشؤ أو ضمت حتى يفرغ من خطبته ثم يصلي معه غفر له ما بينه وبين الجمعة الاخرى وفضل ثلاثة ايام (مسلم ۵۰۸۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس نے غسل کیا پھر وہ جمعہ کے لیے (مسجد میں) آیا پھر عین نماز اس کے لیے مقتدر تھی پھر امام کے خطبہ سے فارغ ہونے تک خاموش رہا پھر امام کے ساتھ نماز پڑھی تو اس کے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ معاف کر دیے جاسکے ہیں اور تین دن مزید کے بھی۔

۳۔ عن عطاء الخراساني قال كان نبیشت الہندی یحدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ان

المسلم اذا اغتسل يوم الجمعة ثم اقبل الى
المسجد لا يؤذى احداً فان لم يجد الامام
خرج صلى ما يذله وان وجد الامام فتم
خرج جلس فاستمع وانصت حتى ينعى الغاء
جمعة ولا صد ان لم يغفر له في جمعة
تلف في يومه كلها ان تكون كفارة للجمعة
التي قبلها . (مسند احمد ۵ ص ۵۵۰)

حضرت عطاء قراسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی شریف
رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتے
تھے کہ جب مسلمان جمعہ کے دن غسل کر کے مسجد آئے اس طرح
سے کہ کسی کو ایذا نہ دے، پھر اگر دیکھے کہ امام ابھی (خطبہ کے
لیے) نہیں نکلا تو عین چاہے نماز پڑھتا رہے، اور اگر دیکھے
کہ امام نکل آیا ہے تو بیٹھ جائے اور خاموشی سے خطبہ سننے
لگے یہاں تک کہ امام خطبہ و نماز سے فارغ ہو جائے تو اگر اس
جمعہ کے اس کے سارے گناہ معاف نہ ہوتے تو دوسرے
جمعہ کے لیے یہ کفارہ ہو جائے گا۔

۴۔ عن ابی ہریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم اذا کان يوم الجمعة وقفت الملائکۃ
على باب المسجد یکتبون الاول فالاول ومثل
للہاجر کمثل الذی یهدی سبیۃ منہ ثم کالذی
یهدی بنتہ ثم کما ثم حاجۃ ثم

یضیئ، فاذا خرج طوا وأصبحہم ویستمعون
الذکر، (بخاری ۵ ص ۵۴۸، مسلم ۵ ص ۵۵۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے
دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور شروع میں آگے والوں
کے نام کیے بعد دیگرے نکلتے ہیں اور اول وقت دوپہر میں
آگے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اللہ کے حضور
میں اونٹ کی قربانی پیش کرتا ہے پھر اس کے بعد دوم نمبر پر
آگے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو گائے پیش کرتا
ہے پھر اس کے بعد آگے والے کی مثال مینٹھا پیش کرنے
والے کی، اس کے بعد مرغی پیش کرنے والے کی اس کے
بعد اندا پیش کر کے والے کی، پھر جب امام خطبہ کے لیے
منبر کی طرف ہوتا ہے تو یہ فرشتے اپنے کھنکھنے کے فقر لپیٹ
لیتے ہیں اور ذکر سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

۵۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال اذا مثلت لصاحبیٹ يوم الجمعة انصت
والامام یحطب فقد لغوت (بخاری ۵ ص ۵۴۸)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم نے جمعہ کے دن اپنے ساتھی
سے کہا کہ خاموش رہا اس سال میں کہ امام خطبہ دے رہا تھا تو تم
لے نہ ہو جو کیا کرنا کام کیا۔

۶- عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
من تكلم يوم الجمعة والامام يخطب
فهو كمثل الحمار يحمل اسفارا والذئب
يقول لئلا انصت ليست له جمعة .

(مسند احمد ۱ ص ۱۱۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کے خطبہ دینے کی نیت
میں جو بات کرے وہ ایسے ہے جیسے گدھے نے کتابیں اٹھا
رکھی ہوں اور جو اس سے کہے کہ چپ رہ تو اس کا بھید بھی نہیں
۷- عن ابن عمر قال سمعت النبی صلی اللہ
علیہ وسلم يقول اذا دخل احدکم المسجد

والامام علی المنبر فمنا صلوة ولا كلام
حتى يفرغ الامام

(رواج الزوائد ۲ ص ۲۵۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی
علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے
کوئی شخص جب مسجد میں اس وقت داخل ہو چیکہ امام منبر پر
ہو تو اس صورت میں نہ نماز پارتے نہ کلام جب تک کہ امام
(خطبہ سے) فارغ نہ ہو جائے۔

۸- عن ابن شہاب عن ثعلبہ بن ابی مالک القنطری انه
اخببرہ انہم كانوا فی زمن عمر بن الخطاب
یصلون يوم الجمعة حتی یشیخ عمر بن الخطاب

فاذا خرج عمر وجلس علی المنبر واذا
المؤذنون وقال ثعلبہ جلستا نتحدث فافا
سکت المؤذنون وقام عمر یخطب انصت
فلما یتکلم منا احدک فقال ابن شہاب فخرج
الامام یقطع الصلوة وكلامه یقطع الکلام۔

(مثلاً امام ابوبکر ص ۱۱۱)

حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ حضرت ثعلبہ بن ابی مالک رضی اللہ عنہ
سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے انہیں خبر دی کہ حضرت عمر
رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ عید کے دن نماز پڑھتے رہتے تھے
یہاں تک کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تشریف لائے
جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لاکر منبر پر بیٹھے جاتے اور
مؤذن اذان کہتے تو ثعلبہ کہتے ہیں کہ ہم بیٹھے بیٹھے بات کر لیا کرتے
تھے ، پھر جب مؤذن خاموش ہو جاتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ
خطبہ کے لیے کھڑے ہو جاتے تو ہم خاموش ہو جاتے اور ہم
میں سے کوئی شخص کلام نہ کرتا ، حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ
فرماتے ہیں کہ امام کا اعلان نماز کو اور اس کا کلام کرنا گفتگو کو ختم کر دیتا

۹-

عن ابن شہاب قال حدثنی ثعلبہ بن ابی مالک ان
قعود الامام یقطع الجمعة وان كلامه یقطع

(مسند امام احمد ۱ ص ۱۱۱)

الکلام ، احدث
حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ثعلبہ
بن ابی مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ امام کا منبر پر بیٹھنا

نماز کو ختم کر دیتا ہے اور اس کا کلام گنگو کو ختم کر دیتا ہے۔

۱۔ عن ثعلب بن ابی صالح القزظی قال اذ رکعت عصر وعشاء رضى الله عنهما فكان الامام اذا خرج تركنا الصلوة، (صحت ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۸۷)
حضرت ثعلب بن ابی صالح قزظی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا نماز نہ پایا (اس دور میں جب کہ دن ایسا چمکا تھا کہ) جب امام عجب کے دن ثعلب کے لیے نکل آتا تو ہم نماز چھوڑ دیتے تھے۔

۲۔ عن سائب بن یزید قال كنا فصل في زمن عمر يوم الجمعة فاذا خرج عمر وجلس على المنبر قطعنا الصلوة وسكنا نتحدث ويحدثونا وربما لسأل الرجل الذي يليه عن سؤفته ومعاظم فاذا سكنت المؤذن خطب ولىه يتكلم احد حتى يفرغ (۱۳۱۱ ابن جریر بحوالہ ثعلب المیتة ۲ ص ۱۸۷)
حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب کہ دن نماز پڑھتے تھے پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لاکر منبر پر بیٹے تو ہم نماز بند کر دیتے تھے اور لوگ آپس میں بات چیت کر لیا کرتے تھے اور

کبھی ہم اپنے قریب کے شخص سے اس کے بازار اور معاش کا حال احوال بھی پوچھ لیتے تھے پھر جب مؤذن خاموش ہو جاتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دیتے اور ان کے خیلے سے فارغ ہونے

نہج ہم میں سے کوئی شخص بات نہ کرتا۔

۳۔ عن حلی قال الناس في الجمعة غلات، رحيل شهداء يسكون ووفار وانصابت وذاق الله يطرأ مسابحين الجمعتين قال حبيبك قال وزيارة ثلث ايام، قال يشاهد شهداء يلعنو فذا لك حظر منها ورجل صل بعد خروج الامام فليست بفسقة ان شاء اعطاه وان شاء منعته

(صحت حلی بن ابراہیم ۳ ص ۱۸۷)
حضرت حلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعہ میں تین قسم کے لوگ شریک ہوتے ہیں، ایک وہ شخص جو جمعہ میں سکون، وقار اور خاموشی کے ساتھ حاضر ہو یا یہ تو ایسا شخص ہے کہ اس کے جمعہ سے جمعہ تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں راوی کا کہنا ہے کہ میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اور عین دن مرتجع یعنی ویرانہ شخص ہے جو جمعہ میں شریک ہو کر نماز کلام کرتا ہے اس کا حصہ تو یہی لغو و بیکار کام ہے، اور میرا وہ شخص ہے جس سے امام کے (خطبہ کے لیے) بٹکنے کے بعد نماز پڑھی اس کی یہ نافرمانی کے مطابق نہیں، اللہ چاہے تو اس کو (غائب) دے اور چاہے تو نہ دے

۴۔ عن الحارث عن حلی امته كره الصلوة يوم الجمعة والامام يخطب، (المندة النجاشی ۵ ص ۱۸۷)
حضرت حارث رحمہ اللہ حضرت حلی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے

ہیں کہ جمعہ کے دن جب کہ امام خطبہ دے رہا ہو نماز پڑھنے کو

مکروہ سمجھتے تھے۔

۱۲۔ عن عطاء عن ابن عباس وابن عمر انهما كانا
بمكة فان الصلوة والكلام بعد خروج الامام۔

(صحت ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۱۷)

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ حضرت عبد اللہ بن عباس اور
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ دونوں
بزرگ کلام کے خطبہ کے لیے غل آئے کہ بغیر پڑھنے اور کلام کرنے
کو مکروہ جانتے تھے۔

۱۵۔ عن ابن عباس قال سألوه عن الرجل يصلي والامام
يخطب ؟ فقال آيأت لو فحصل ذاك قال لا۔

كان حسناً ؟ (صحت عبد الرزاق ۳۵ ص ۱۱۷)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے لوگوں نے سوال
کیا کہ خطبہ کے دوران آدمی نماز پڑھ سکتا ہے ؟ آپ نے فرمایا اگر
سب ہی پڑھنے لگیں تو کیا یہ ٹھیک ہوگا ؟

۱۶۔ عن منافع قال كان ابن عمر يصلي يوم الجمعة
فماذا انكسر يخرج الامام فعد قبل خروجه۔

(صحت عبد الرزاق ۲ ص ۱۱۷)

حضرت منافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ
عنہما جمعہ کے دن نماز پڑھتے رہتے اور جب امام کے آنے
کا وقت ہو جاتا تو اس کے آنے سے پہلے ہی نماز میں کوکے
بیٹھ جاتے۔

۱۷۔ عن عقيته بن حمار قال الصلوة والامام على
المنبر معصية (طحاوی ۱ ص ۱۱۷)۔

حضرت عقیب بن حمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام کے منبر
کے وقت، منبر پر چھوٹنے کی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

۱۸۔ عن هشام بن حروة قال رأيت عبد الله بن
صفوان دخل المسجد يوم الجمعة وعبد الله بن

بن الزبير يخطب على المنبر وعليه ازار
ورعاء وفعلان وهو متمم بمطامة فاستلم

الركن منم قال السلام عليك يا امير المؤمنين
ودرحمة الله وبركاته ثم جلس ولم يركع

(طحاوی ۱ ص ۱۱۷)۔

حضرت ہشام بن حروہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عبد اللہ
بن صفوان رحمہ اللہ کو دیکھا کہ وہ جمعہ کے دن مسجد حرام میں اس

وقت کثیف لائے جب کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما
منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ اور ان کے جمہور اس

وقت جمہور تھا اور چاروں طرف سے آتے تھے اور نماز پڑھتے
تھے انہوں نے اگر حجر اسود کو ہر دیا پھر کہا السلام علیک یا امیر المؤمنین

ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر بیٹھ گئے اور سنتیں نہیں پڑھیں۔

۱۹۔ عن قبيصة السجري قال قال الشافعي رأيت
الحسن حين يجيئ وقد خرج الامام فحصل

عمن اخذ هذا فعند رأيت شوبحا اذا
جاء وقد خرج الامام لم يصلي۔

(طحاوی ۱ ص ۱۱۷)۔

حضرت توبہ عنبری فرماتے ہیں کہ حضرت امام شعبی رحمہ اللہ نے فرمایا کیا تم نے حسن بصری کو دیکھا ہے کہ جب وہ جمعہ کے لیے آتے ہیں تو باوجودیکہ امام خطبہ کے لیے نکل کر اچکا ہوتا ہے پھر بھی وہ نماز پڑھتے ہیں یہ طریقہ انہوں نے کس سے لیا ہے؟ میں نے تھامنی مشرقی کو دیکھا ہے کہ جب وہ جمعہ کے لیے تشریف لاتے اور امام خطبہ کے لیے نکل کر اچکا ہوتا تو پھر وہ نماز میں پڑھتے تھے۔

۲۔ عن الشعبي قال كان مشرئج اذا اتى الجمعة هنان لم يكن خراج الامام صلياً ركعتين وان كان خراج جلس واحتج واستقبل الامام فلم يلتفت يميناً ولا شمالاً

وحدثنا ابن التيمية ٢٥٥ ص ٢٥٥ . حضرت عبد الرزاق ٢٥٥ ص ٢٥٥
حضرت امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام شعبی رحمہ اللہ جب جمعہ کے لیے تشریف لاتے اور امام اجمعی خطبہ کے لیے نہ نکلا ہوتا تو آپ دو رکعتیں (تیمتہ المسجد) پڑھ لیتے تھے اور اگر امام خطبہ کے لیے اچکا ہوتا تو گوشتدار کر میٹھ جاتے اور امام کی طرف توجہ فرماتے انہیں بائیں انعامت نہ فرماتے۔

۳۔ عن حاله الحذاد ان ابا عبد الله جاء يوم الجمعة والامام يخطب فجلس ولم يصل
(طحاوی ۵۱۵ ص ۲۵۴)

حضرت خالد خدا، رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ذر رحمہ اللہ جب جمعہ کے دن مسجد میں تشریف لاتے تو امام خطبہ دے

را تھا آپ بیٹھ گئے اور آپ نے نماز نہیں پڑھی۔

۲۲۔ عن معمر قال سألت قتادة عن الرجل يافت والامام يخطب يوم الجمعة ولم يكن صلياً يصلي؟ فقال أما انا فقلت جالساً
(مصنف عبد الرزاق ۲۵ ص ۲۵۴)

حضرت معمر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کوئی شخص جمعہ کے دن مسجد میں اس وقت آتا ہے جبکہ امام خطبہ دے رہا ہوتا ہے اور اس شخص نے نماز تیمتہ المسجد یا سنت نہیں پڑھی تو کیا وہ اس حالت میں بیٹھ لے؟ آپ نے فرمایا کہ جی ہاں تو ایسی صورت میں بیٹھ جاتا ہوں (مفسر نہیں پڑھتا)

۲۳۔ عن ابن جبريج عن عطاء قال قلت له جئت والامام يخطب يوم الجمعة اتركه؟ فقال أما والامام يخطب فسلم اكن اركع
(صنف عبد الرزاق ۳۵ ص ۲۵۴)

حضرت ابن جبرج فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء بن ابی رباح سے سوال کیا کہ اگر آپ جمعہ کے دن اس وقت تشریف لائیں جس وقت امام خطبہ دے رہا ہو تو کیا آپ نماز تیمتہ المسجد یا سنت پڑھیں گے؟ آپ نے فرمایا اگر امام خطبہ دے رہا ہو تو پھر نہیں پڑھوں گا۔

۲۴۔ عن ابن سبيو بن اسد كان يقول اذا خرج الامام

فلا یصل احدکم حتی ینفرخ الامام
 (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۱۱)
 حضرت ابن مسیر بن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب امام خطبہ کے
 لئے نکل کر چکا ہو تو پھر اس کے خطبہ سے نافرغ ہونے تک
 کوئی شخص نماز نہ پڑھے۔

۲۵۔ عن هشام بن عروۃ عن اجد قال اذا اقتعد الامام
 علی المنبر فلا صلوة (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۱۱)
 حضرت ہشام بن عروۃ رحمہما اللہ اپنے والد حضرت عروۃ بن
 زہیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ
 امام خطبہ کے لیے منبر پر بیٹھ جائے تو پھر کوئی نماز گزار نہیں۔

۲۶۔ عن معمر بن الزہری فی الرجل یجیئ یوم
 الحبۃ والامام یخطب یجلس ولا یصلی
 (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۱۱) (حدیث ۱۵۱۱)
 حضرت معمر بن زہیر رحمہما اللہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جو شخص عید کے دن اس
 وقت آئے جب کہ امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ بیٹھ جائے
 نماز نہ پڑھے۔

۲۷۔ عن الزہری عن ابن المسیب قال خروج الامام
 یتقطع الصلوۃ کلامہ یتقطع الکلام (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۱۱)
 حضرت ابن شہاب زہری رحمہما اللہ حضرت سعید بن مسعود
 رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ امام خطبہ کے

لئے نکلنا تا کہ وہ اس کا کلام کرنا گھٹکا گو بند کر دیتا ہے۔

۲۸۔ عن لیث عن مجاہد۔ اشد نکرۃ ان یصل والامام
 یخطب (حدیث ۱۵۱۲)

حضرت لیث رحمہ اللہ حضرت مجاہد رحمہما اللہ سے روایت کرتے
 ہیں کہ وہ خطبہ کے وقت نماز پڑھنے کو نہ کر دیتے تھے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ عید کے خطبہ کے دوران نماز
 (نکبتہ المسببہ منقبتہ) پڑھنا اور انہیں کرنا محکوم و تحریمی ہے۔

حضرت سلمان فارسی، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابیہ بن ریحان
 جنہم کی احادیث (حدیث ۱۵۱۳) سے دو باتیں معلوم ہو رہی ہیں۔ ایک تو
 یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم نے نماز پڑھنے کی حد خطبہ سے پہلے نکلا دیکھا
 فرمائی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص خطبہ شروع ہونے کے بعد نماز پڑھتا
 ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منکر کردہ حد سے تجاوز کرتا ہے۔
 دوسری بات یہ کہ ان احادیث میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے نماز کو رکھنا
 کو حائل نہ کر فرمایا ہے، خطبہ سے پہلے نماز اور خطبہ کے دوران انصاف
 یعنی خاموش رہنا، جس سے واضح ہوتا ہے کہ خطبہ کے دوران نماز پڑھنا
 سکوت کے خلاف ہے، چونکہ اس حالت میں سکوت واجب ہے
 لہذا نماز اور کلام دونوں ممنوع ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث (حدیث ۱۵۱۴) سے معلوم ہوتا
 ہے کہ جب امام خطبہ کے لئے نکلے تو فرشتے اپنے صحیفے لپیٹ کر
 رکھ دیتے ہیں اور ذکر خطبہ اٹھنے میں مشغول ہو جاتے ہیں، امام کے
 نکلنے کے بعد فرشتوں کا نماز اعمال لپیٹ کر ذکر سننے میں مشغول ہو جانا

کا منی مشرق کو (جو کہ حضرت عمرؓ کا دوقضی الشرحہ کے دو دفعہ سنت میں نامی
 باقیہ تھا) دیکھا ہے وہ نماز کے طہر کے لیے نکل آنے کے بعد نماز میں
 پڑھا کرتے تھے۔ یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ طہر کے دوران نماز صحیح نہیں
 ہوتا آپ کو اس پر اتنا کہ کیا ضرورت تھی، تیز سی سے بھی معلوم ہوا کہ عام
 سونے و تانبے میں طہر کے دوران نماز نہیں پڑھتے تھے ورنہ اہم صحابی و اہل الشریعہ
 قرآن کے کراؤ جس امر کی بناء اللہ کے لیے فرماتے ہیں کیا ہے۔
 حدیث (مسند) سے ثابت ہوا ہے کہ حضرت کا منی شریح و اہل الشرحہ کا
 معمول تھا کہ وہ طہر شروع ہونے سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے اور اگر کام
 ہو تو طہر شروع کر دیتا تو پھر نہیں پڑھتے تھے۔
 حدیث (مسند) سے ثابت ہوا ہے کہ حضرت ابوقبیلہ حضرت
 قتادہ، حضرت عطار رحمہم اللہ و ابن طہر شریح المسلمین پڑھتے تھے۔
 حدیث (مسند) سے ثابت ہوا ہے کہ حضرت ابن سیرین حضرت
 عروہ بن زبیر حضرت ابن شہاب زہری، حضرت حید بن المسیب رحمہم اللہ بھی
 جلیل القدر تابعین یہ فتویٰ دیتے تھے کہ کام کے طہر کے لیے نکل آنے کے بعد
 نماز پڑھیں۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متدین کا کہنا ہے کہ دوران طہر
 آتے دھو کر نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں ہے بلکہ دو رکعتیں پڑھیں تو ضروری ہیں، چنانچہ
 یونس قرطبی صاحب لکھتے ہیں
 "اذا طہر من جوارگہ انہیں جگہ سی دو رکعتیں پڑھتے
 پڑھتے پھر یعنی ضروری ہیں۔
 (روستہ العقی ص ۱۱۱)
 یہ مسئلہ تمام غیر متدین کا متفق ہے حرام کی فتویٰ کی کتابوں میں درج ہے۔

السنة قبل صلاة الجمعة وبعدها

جمعہ کی نماز سے پہلے اور جمعہ میں دس کمات سنت تک کہ ہیں
 ۱۔ عن علی بن مالکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 یصلی قبل الجمعة اربعاً وبعدها اربعاً یجعل
 التسلیم فی آخرهن رکعتاً

(تکم طبرانی اوسط مجازاً نصب الراية ص ۲۷)
 حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

چار رکعات جمعہ سے پہلے پڑھتے تھے اور چار جمعہ کے بعد اور
سلام آخری (جمعہ کی) رکعت میں پھیلتے تھے۔

۲۔ عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یکبر قبل الحجة اربعاً وبعدها اربعاً
(یعنی اربعاً و ۲ رکعات)
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعات جمعہ سے پہلے پڑھتے تھے اور چار
رکعات جمعہ کے بعد اور ان رکعتوں میں (دو رکعات) دو رکعتوں
پر سلام پھیر کر، فصل نہیں کرتے تھے۔

۳۔ عن ابی ہریرۃ (مرفوعاً) من کان مصلیاً (یعنی
الحجۃ) فلیصل قبلہا اربعاً وبعدها اربعاً
(رواہ البخاری بحوالہ کنز العمال ج ۷ ص ۵۹۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت
کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جمعہ کے دن جو نماز پڑھے وہ چار رکعات
جمعہ سے پہلے پڑھے اور چار رکعات جمعہ کے بعد۔

۴۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا صلی احدکم الحجة فلیصل
بعدها اربعاً (مسلم ج ۱ ص ۲۵۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جب کوئی شخص تم میں سے جمعہ پڑھے تو اسے چار رکعات
جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھنے۔

۵۔ عن سالم عن ابيہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
کان یصلی بعد الحجة رکعتین

(بخاری ج ۱ ص ۲۸۷، مسلم ج ۱ ص ۲۸۷، والذہبی ج ۱ ص ۲۸۷)
حضرت سالم رحمہ اللہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور چار رکعات جمعہ کے بعد دو
رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

۶۔ عن ابن مسعود قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یصلی بعد الحجة رکعتین فی بیتہ
(ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۸۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم جمعہ کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے اپنے گھر میں۔

۷۔ عن قتادۃ ان ابن مسعود کان یصلی قبل الحجة
اربع رکعات وبعدها اربع رکعات

(صحت عبداللہ ج ۱ ص ۲۸۷)
حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن
مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ سے پہلے بھی چار رکعتیں پڑھتے تھے اور
جمعہ کے بعد بھی چار رکعتیں پڑھتے تھے۔

۸۔ عن ابی عبد الرحمن السیسی قال کان عبد اللہ یا مسک
ان یصلی قبل الحجة اربعاً وبعدها اربعاً
حق جواد حاصل ہوا ہے کہ ان نصاب میں چار رکعتیں
مشم اربعاً (صحت عبداللہ ج ۱ ص ۲۸۷)

حضرت ابو عبد الرحمن سلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم عید کے پہلے بھی چار رکعتیں پڑھیں اور عید کے بعد بھی چار رکعتیں پڑھیں حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قشربل لاسے قراؤں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم عید کے بعد پچھتر دو رکعتیں پڑھیں پھر چار رکعتیں پڑھیں۔

۹۔ عن ابی عبد الرحمن قال کان عبد اللہ بن مسعود یصلیٰ من اربع رکعات بعد الجمعة حق سبحانه قول علی صلوا ایضا قال ابو عبد الرحمن فحق فیصلیٰ مستأ قال عطاء ابو عبد الرحمن یمسئ

رکعتین مشم اربعاء (مجموعہ ۱ ص ۱۰۷) (مستطاب ۱۰۷) حضرت ابو عبد الرحمن سلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم عید کے بعد چار رکعتیں پڑھا کریں حتیٰ کہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول سنا کہ عید کے بعد چار رکعتیں پڑھو حضرت ابو عبد الرحمن کہتے ہیں کہ پھر ہم چار رکعتیں پڑھنے لگے۔ حضرت عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابو عبد الرحمن سلمی عید کے بعد پچھتر دو رکعتیں پڑھتے تھے پھر چار رکعتیں۔

۱۰۔ عن ابی عبد الرحمن عن علی بن ائمہ قال من کان یصلیٰ بعد الجمعة فلیصل مستأ

(مجموعہ ۱ ص ۱۰۷) حضرت ابو عبد الرحمن سلمی رحمہ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص عید کے بعد نماز پڑھے

اسے پانچ گنا کر دو چار رکعتیں پڑھے۔

قال الامام الشافعی وروی عن عبد اللہ بن مسعود انه کان یصلیٰ قبل الجمعة اربعاً و بعدھا اربعاً وروی عن ابی طالب انه امر ان یصلیٰ بعد الجمعة رکعتین مشم اربعاً الخ (ترمذی ص ۱۰۷)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ چار رکعتیں عید سے پہلے پڑھتے تھے اور چار رکعتیں بعد اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عید کے بعد پچھتر دو رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

۱۱۔ عن جبلة بن سحیم عن عبد اللہ بن عمر انه کان یصلیٰ قبل الجمعة اربعاً فی یصلیٰ بینہم بسلام مشم بعد الجمعة رکعتین مشم اربعاً (مجموعہ ۱ ص ۱۰۷)

حضرت جبلة بن سحیم رحمہ اللہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ عید سے پہلے چار رکعات پڑھتے تھے اور ان کے بعد حیوان (دو رکعت پر) سلام پھر کر فصل نہیں کرتے تھے پھر عید کے بعد پچھتر دو رکعتیں پڑھتے تھے پھر چار رکعتیں۔

۱۲۔ عن عطاء قال کان ابن عمر اذا جسی الجمعة صلیٰ بعدھا سبک رکعات رکعتین مشم اربعاً (مصنف ابن حنبلہ ۲ ص ۱۰۷) (ترمذی ص ۱۰۷)

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر

جب مسجد پڑھتے تو مسجد کے بعد چور رکعتیں پڑھتے پہلے دو رکعتیں پھر چار رکعتیں۔

۱۱- عن ابی بکر بن ابی موسیٰ عن ابيہ انہ کان یصلی بعد الحجۃ ست رکعات ،

(صحیح ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۱۱)

حضرت ابو بکر بن ابی موسیٰ اپنے والد حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ مسجد کے بعد چور رکعتیں پڑھتے تھے۔

۱۲- عن محمد بن المنذر عن مسروق عن قتال کان یصلی بعد الحجۃ ستا رکعتین واربعاً ،

(صحیح ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۱۱)

حضرت محمد بن منذر حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت مسروق رضی اللہ عنہ مسجد کے بعد چور رکعتیں پڑھا کرتے تھے پہلے دو رکعتیں پھر چار۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ مسجد کی دس سنتیں ہیں چار رکعات سنت مذکورہ نماز مسجد سے پہلے اور چور رکعات سنت مذکورہ نماز مسجد کے بعد ان کے بعد حضرت حماد اور عدل سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ چار رکعات مسجد سے پہلے اور چار رکعات مسجد کے بعد پڑھا کرتے تھے اور حدیث نمبر ۱۲ اور ۱۱ سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ کرام علیہم الرضوان کو بھی چار رکعات مسجد سے پہلے اور چار رکعات مسجد کے بعد پڑھنے کا حکم دیتے تھے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول و فعل اسی پر تھا جیسا کہ حدیث نمبر ۹

سے ظاہر ہے۔ حدیث ۱۱ سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے بعد دو رکعتیں بھی پڑھا کرتے تھے۔ اگلے صبح جب کہ یہ دو رکعات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان چار رکعتوں کے ساتھ ہی پڑھا کرتے تھے جو آپ کا معمول تھا اور جن کی آپ صمت کو تعلیم دیتے تھے۔

اس کا ایک قرینہ تو یہ ہے کہ غزیرہ دواشد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھانہ کھانے کے بعد دیا کرتے تھے کہ وہ مسجد کے بعد چور رکعتیں پڑھا کریں، جیسا کہ حدیث ۱۱ سے واضح ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد کے

بعد چور رکعتیں پڑھنے کا حکم دینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ضرور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و فعل ہی سے اخذ کر کے یہ حکم دیا کرتے تھے کیونکہ یہ تو ان کے لیے کہ آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و فعل کے خوف اپنی رائے و قیاس سے کوئی حکم نہ لیں اور نہ ہی یہ کوئی ایسی چیز ہے جس میں رائے و قیاس کو دخل ہو، اس لیے یہی کہا جاسکے گا کہ آپ نے یا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چور رکعتیں پڑھنے دیکھا ہے یا اس بارے میں آپ سے کوئی ہدایت پائی ہے۔

دوسرا قرینہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو صحابہ کرام میں انتہائی متبع سنت صحابی شمار کئے جاتے ہیں ان کا معمول بھی مسجد کے بعد چور رکعات پڑھنے ہی کا تھا جیسا کہ حدیث ۱۱ سے ظاہر ہے یعنی ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ چار رکعات مسجد سے پہلے اور چار رکعات مسجد کے بعد پڑھا کرتے تھے اور حدیث نمبر ۱۲ سے بھی یا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مسجد کے بعد چور رکعتیں پڑھنے دیکھا ہو گا یا اس بارے میں آپ سے کوئی ہدایت پائی ہو گی۔ ہر گز حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حکم اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل نیز خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چار چھل اور صمت کو اس کی تعلیم

یہ سب اس بات کے قرینہ ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد کے بعد چار رکعت کے ساتھ ہی دو رکعت چھکارتے تھے۔ ائمہ اہلبیت پر اگر مسجد کے بعد چار رکعات ہی سنت ہو تو کہہ دیں۔ عام صحابی کرام اور تابعین عظام کا عمل بھی یہ تھا کہ وہ مسجد کے بعد چار رکعات ہی چار رکعت تھے چار رکعت اور دوسری اشرفی رضی اللہ عنہ مسجد کے بعد چار رکعات پڑھا کرتے تھے جیسا کہ حدیث مسند عطاء بن یسار ہے۔ حضرت ابو عبد الرحمن علی اور حضرت مسروق رحمہما اللہ بھی مسجد کے بعد چار رکعات ہی پڑھا کرتے تھے جیسا کہ حدیث مسند ابی نعیم ہے۔ انہی ائمہ کا ذکر بنا رہے ہیں کہ وہ مسجد کے بعد چار رکعات ہی پڑھا کرتے تھے جیسا کہ حدیث مسند ابی نعیم ہے۔ انہی ائمہ کا ذکر بنا رہے ہیں کہ وہ مسجد کے بعد چار رکعات ہی پڑھا کرتے تھے جیسا کہ حدیث مسند ابی نعیم ہے۔

لیکن ان تمام ائمہ حدیث و آثار کے خلاف غیر مستندین کا عمل یہ ہے کہ وہ مسجد کے بعد کی سفوفی میں دو اور چار رکعت پڑھنے میں اختیار دیتے ہیں چاہے تو وہ چھکارتے اور چاہے چار پڑھ لے اور ان کا عمل بالعموم دو رکعت چھکارتے ہے۔ چنانچہ مسجد میں مشاہد ہوتا ہے کہ وہ دو رکعت پڑھ کر پچھتاتے ہیں اور چار پڑھنے والوں سے اچھے ہیں کہ چار پڑھ کر پچھتاتے ہیں جو دو پڑھا کر۔

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔

۱۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پاک کے مطابق مسجد کے بعد چار رکعات سنتیں پڑھنا اپنا معمول بنا لیا۔ (مسند ابی یوسف ج ۱ ص ۱۸۷)

۲۔ وہیں کان مصلیٰ بعد الحجبۃ فیصلہ اربعہ فی المسجد اور رکعتین اوست رکعات فی بیتہ وایس

لہا قبلہا سنتہ راقبہ ۱۰ (ترجمہ ہدایہ اصطلاح)

برخلاف مسجد کے بعد نماز پڑھے اور چار رکعت پڑھ کر وہ مسجد میں تھکا رہا ہو مگر یہیں پڑھے تو چاہے وہ پڑھ لے چاہے چار اور مسجد سے پہلے سنت کر کہ کوئی نہیں ہیں۔

خلا حفظ فرمائیے: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و عمل دونوں سے مسجد سے پہلے چار رکعات پڑھنا ثابت ہے، آپ خود بھی پڑھتے تھے اور امت کو بھی پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔ جلیل القدر صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول بھی یہی تھا کہ وہ طواف مسجد سے پہلے چار رکعات پڑھا کرتے تھے اور اپنے اصحاب کو بھی اس کی تعلیم دیتے تھے۔ لیکن فواب و حیانہ ان صاحب فرماتے ہیں کہ مسجد سے قبل کی سنت ہو تو کہہ دیں۔ مسجد کے بعد چار رکعات پڑھنا خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فعل سے ثابت ہے۔ نیز امامت حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد کے بعد چار رکعات پڑھنے کا حکم دے چکے ہیں۔ حضرت سہل بن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اشرفی رضی اللہ عنہ اور جلیل القدر تابعی حضرت ابو عبد الرحمن علی اور حضرت مسروق رحمہما اللہ کا عمل بھی یہی ہے کہ وہ مسجد کے بعد چار رکعات پڑھتے ہیں سنت ثابت ہوتا ہے کہ مسجد کے بعد چار رکعات ہی سنت ہیں لہذا مسجد کے بعد چار ہی چار یعنی ضروری ہیں، لیکن غیر متقدرو عمل بالحدیث کے وہ طریقہ ہیں ان کے نزدیک اختیار ہے چاہے وہ چار پڑھے یا چار پڑھ لے اور یہی پڑھنے کا ہے۔

اب ہم فیصلہ قارئین کے سر رکھتے ہیں وہ فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟ ۹

اذا اجتمع العید والجمعة لا تقطع الجمعة به

کسی دن عید اور جمعہ اکٹھے ہو جائیں تو اس دن جمعہ کی نماز کا قضا نہیں ہوتی اس کی پڑھنا فرض ہی رہتا ہے
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُتِلَ وَفِيكُمْ قَتِيلٌ فَذُكِّرُوا الْكُتْبُ
الْحَبِطُ قَاتِلُوا الْكُفْرَ وَالْظُّلْمَ وَذُكِّرُوا الْكُتْبُ
ذِكْرُكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ -

اے ایمان والو جبہ افغان ہو نماز کی جگہ کہ دن قتل ہو تو ذکر اللہ کی یاد
کو اور چھوڑ دو ظلم و فساد سے یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم
کو سمجھ ہے۔

- ۱۔ عن الزہری قال حدثني ابو حبيب مولى ابن
ازهر انه شهد العید يوم الاضحی مع عمار بن
الخطاب فقبل الخطبة ثم خطب الناس
فقال يا ايها الناس ان رسول الله صلى الله عليه
وسلم قد نهانا عن صيام هذين العیدین
اما احد هما يوم فطرکم من صیامکم واما
الآخر فهو ما تكونون من تسکون فقال ابو حبيب ثم
شهدت مع عثمان بن عفان وكان ذاک يوم
الجمعة فقبل الخطبة ثم خطب فقال
يا ايها الناس ان هذا يوم قد اجتمع لکم فيه
عیدان فمن احب ان يرجع فقد اذنت له
الحديث - (الترمذی ج ۱ ص ۱۸۷، مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۸۷)

۸۳ نہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی اہم حدیث سے
کہ وہ عید الاضحی کے موقعہ پر نماز کے لیے حضرت عمر بن خطاب
رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوئے آپ نے خطبہ سے پہلے نماز
پڑھائی، پھر لوگوں کو خطبہ دیا، فرمایا اے لوگو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے تم کو ان دونوں عیدوں کے دنوں سے کھینے سے منع
کیا ہے ان دونوں میں سے ایک عید غریبہ الفطر ہے دوسری وہ ہے
جس میں تم اپنی قربانیوں کے گوشت کھاتے ہو۔

ابو حیدر رحمہ اللہ کہتے ہیں پھر میں عید کی نماز کے لیے حضرت عثمان
بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا یہ اتفاق سے تبہ کا دن
تھا آپ نے بھی خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا فرمایا لوگو
یہ ایسا دن ہے جس میں تمہارے لیے دو عید کی انہی ہو گئی ہیں
اہل محافل میں سے جو عید کا انتظار کرنا چاہے وہ انتظار کرے اور
جو واپس جانا چاہے میری طرف سے اسے اجازت ہے۔

- ۲۔ عن عمر بن حیدر العزین قال اجتمع عیدان حلی
عید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال من
احب ان یجلس من اهل العالیۃ فلیجلس
فا عین حرج، (کتاب الام ج ۱ ص ۱۸۷)
حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے دنوں میں دو عیدیں آکشی ہو گئیں تو آپ نے
فرمایا اہل محافل میں سے جو (نماز جمعہ کے لیے) بیٹھنا چاہے وہ
بیٹھ جائے بغیر کسی ٹی کے۔

- ۳۔ عن النعمان بن بشیر قال کان النبی صلی اللہ

علیہ وسلم یقرأ فی العیدین وفي الجمعة سبع
اسم ربك الاعلى وهل اشك حديث الغاشية
وربما اجتمعوا في يوم واحد فقرأ بهما ،

(ترمذی ۱۱۱۱، سنن ابی داود ۱۵۵۵)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
عیدین اور عید کی نمازیں میں سبع اسم ربك الاعلى اور هل
اشك حديث الغاشية پڑھتے تھے بسا اوقات عید اور
جمعا ایک ہی دن آکھتے ہو جاتے تو ابھی آپ دونوں نمازوں میں
یہی سورتیں پڑھتے تھے۔

محمد بن یعقوب عن ابی حلیفۃ عیدان
اجتمعوا فی یوم واحد فالاول سنت والاخر فریضۃ
ولا یسئل واحد منهما (جامع الصغیر ۳۱۱)

حضرت امام محمد رحمہ اللہ روایت قاضی ابی یوسف حضرت امام ابو یوسف
رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب دو
عیدیں (عید اور جمعہ) ایک دن آکھیں تو اول سنت
ہے (یعنی اس کا وجہ سنت سے ثابت ہے) اور دوسری
عید (جمعہ) فرض ہے اور ان دونوں میں سے کسی کو بھی
حرک نہیں کیا جاسکتا۔

”وقال الشافعی و اذا کان یوم الفطر یوم الجمعة
صلی الامام العیدین تحل الصلوٰۃ ثم
اذن لمن حمیہ من غیر اهل المنصرف

ان یقوموا ان شاء والى اهلهم ولا
یمودون الى الجمعة والاختیار لہم ان
یتیموا حتی یجمعوا او یعودوا ولم
انصرفہم ان قدروا حتی یجمعوا وان لم
یقدروا فلا یرج ان شاء اللہ تعالیٰ مثال
الشافعی ولا یجوز ہذا لاحد من اهل المصن
ان یدعوا ان یجمعوا الخ من عذر یجوز لہم
بہ ترک الجمعة وان کان یوم عید ، مثال
الشافعی و ہکذا ان کان یوم الاضحی لا یختلف
اذا کان ببہل یجمع فیہ الجمعة ویصلی
العید ولا یصلی اهل منی صلاة الاضحی ولا
الجمعة لانہا لیت بمصر۔

(کتاب الام ۱۵۱۱)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب عید الفطر کا دن
جمعا کا دن ہو تو عید کی نماز امام شافعی نے جس وقت نماز جائز
ہو جاتی ہے پھر جو شہر واسے نہیں ہیں ان کو جائزت دے
دے کہ وہ اگر چاہیں تو اپنے اہل کی طرف واپس پہلے
جائیں اور جمعہ پڑھنے کے لیے واپس نہ آئیں اور انہیں اختیار
ہے کہ وہ جمعہ پڑھنے کے لیے شہر سے واپس نہ آئیں اور جمعہ پڑھنے کے لیے
اگر قدرت ہو تو جمعہ پڑھنے کے لیے واپس آجائیں اور جمعہ پڑھنا
کریں۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو بھی کوئی حرج نہیں ہے

انصار اللہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور کسی شہری کے لیے جائز نہیں کہ بغیر کسی شہید مفید کے مجبوراً ترک کرے اگرچہ عید ہی کا دن کیوں نہ ہو۔ اسی طرح عید الاضحیٰ کا سب سے کئی اختلاف کے بغیر یہ ایسے شہری ہیں جو جہاں مجبوراً جائز ہوتا ہے اور عید کی نماز پڑھی جاتی ہے کہ عید بھی پڑھے اور عید کی نماز بھی پڑھے شکوک و بہات والوں کے لیے اختیار ہے) اور اہل مثنیٰ عید الاضحیٰ اور عید کی نماز نہ پڑھیں کیونکہ مثنیٰ مشرک نہیں ہے۔

قال الزرقانی المتوفی ۱۱۲۲ھ

”وبعد مثال ثالث فی ردائیة علی وابن وھب وعطوف وابن الماجشون واشکو وادویة ابن التمام بالفتح وبالحوار مثال الشافعی وابو حنیفة (شرح الزرقانی فی منیٰ ص ۱۰۸)“

علامہ زرقانی رحمہ اللہ متوفی ۱۱۲۲ھ فرماتے ہیں علی، ابن وھب، ابن الماجشون، رحمہم اللہ کی روایت کے مطابق حضرت امام مالک رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں اور ان بزرگوں نے ابن التمام کی روایت والی روایت کا انکار کیا ہے ذکر یہ روایت صحیح نہیں ہے، اور اسی جواز کے ذکر اہل قرنیٰ و حوالی کے لیے ترک عید جائز ہے حضرت امام شافعی اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ قائل ہیں۔

قال العلامة بدالین العینی

”و فی المحلی والاشراف علیٰ حشمان العید ثم خطب فقال امسوا قد اجتمع فی یومکم لهذا السیطان

منین احب من اهل الصائبة ان یلتقط الحیة فلیتسلط من احب ان یرجع الخا اھلہ فلیرجح فقد اذنت لہ وانا محبھون قوله وانا محبھون دلیل علی ان ترکھا لایجوز وقال ابن عبد البر سقوط الحیمة والظھر بصولة العبد متروک مسجد لا یسوی علیہ وانا ویل ذالھ فی حق اهل الصائبة ومن لا تجب علیہ الحیمة (البیہ فی شرح البیہ ص ۲ مسئلہ)

علامہ بدالین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

محلی اور اشراف میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عید کی نماز پڑھائی پھر شہید کیا، فرمایا قبلہ سے اس دن میں دو عیدیں ہیں جو گئی ہیں اہل محالی میں سے جو شخص پسند کرتا ہے عید کے انتظار کو کرے اور عید کے انتظار کرے اور جو پسند نہیں کرتا ہے چلا جائے میری طرف سے اسے اجازت ہے، ہم عید کی نماز ادا کریں گے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول انا محبھون۔ کہ ہم تو عید کی نماز ضرور ادا کریں گے۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ عید کا ترک جائز نہیں۔ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عید اور ظہر کی نماز کا سقوط ہونا عید کی نماز کی وجہ سے یہ متروک، مسجد وغیرہ متقدم ہے اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ترک عید کی اجازت دینا اہل محالی اور اہل کے لیے ہے جن پر عید واجب نہیں ہے۔

یا نہ ہے۔

میاں نذیر حسین صاحب سے ایک سوال ہوا کہ

”اگر اتفاق سے عید و جمعہ دونوں ایک ہی دن میں جمع ہو جائیں تو اس میں جمعہ کا پڑھنا رخصت ہے یا نہیں۔ ذرا ایسے دنوں میں عید نہیں ادا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ایک صفت مردہ کو زندہ کرتا ہوں یہ کتنا کیسا ہے؟“

اس سوال کے جواب میں آپ کے شاگرد مولوی عبد الرحیم صاحب لکھتے ہیں

”جب عید اور جمعہ ایک دن میں جمع ہو جائیں تو اس دن اختیار ہے کہ جس کا بھی چاہے جمعہ پڑھے اور جس کا بھی نہ چاہے نہ پڑھے اور ایسے دنوں میں نذیر جو نماز ادا نہیں کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ایک مردہ صفت کو زندہ کرتا ہوں سو اس کا یہ کہنا اچھا ہے“

(فتاویٰ نذیریہ ص ۱۸۷)

نوٹ :- یہ نذیری میاں نذیر حسین صاحب جگر کا مصلحت ہے۔

فتاویٰ نورانی صاحب لکھتے ہیں۔

”وچوں عید و جمعہ فراموش نہ کروں کہ روز جمعہ رخصت باشد و نکاح نہ کرے۔ رخصت تمام سنت اور بارے تمام نمازوں میں“

(عرفان الہادی ص ۱۸۷)

اور جب عید اور جمعہ ایک ہی دن آئے ہو جائیں تو جمعہ میں رخصت ہوگئے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ رخصت تمام لوگوں اور امام کے لیے عام ہے۔

فتاویٰ نورانی صاحب و قسطنطنیہ۔

”والجمعة فی یوم العید رخصت مطلقاً لا حول القید و عنہم فان شاء وصل العید والجمعة علیہما وان شاء وصل العید فقط ولم یصل والجمعة و فی سقوط الظہر خلاص والحق جواز ترکہ ایضاً“

(ترجمہ دارالحدیث ص ۱۸۷)

اور محمد کی عید کے دن رخصت ہے۔ شہر والوں اور غیر شہر والوں کے لیے اگر چاہیں تو عید اور جمعہ دونوں پڑھ لیں چاہیں تو صرف عید پڑھ لیں اور عید نہ پڑھیں البتہ ظہر کے ساتھ پڑھنے میں مشکوک ہے حق بات یہ ہے کہ اس دن نذیر پڑھنا بھی جائز ہے،

ملاحظہ فرمائیے : محمد کی رخصت ظہر قطعی ہے ثابت ہے جس

میں کسی دن کا کوئی شخص بھی نہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بلا عید و جمعہ پڑھتے

پڑھتے و عید بیان فرماتے ہیں آپ کے ہاتھ میں اگر عید و جمعہ ایک دن

آکھٹے ہوتے تھے تو آپ عید اور جمعہ دونوں پڑھتے تھے، البتہ جن پر عید فرض

ہی نہیں ان کا دل ویسا تھا، انہیں آپ جانتے تھے کہ عید کی عبادت سے عید

تھے، شہر والے سب آپ کے ساتھ عید اور جمعہ دونوں پڑھتے تھے، علیہ

السلام عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا معمول یہی تھا، ائمہ مجتہدین کا کیا بھی رہا

ہے کہ اگر عید و جمعہ ایک دن آکھٹے ہو جائیں تو وہ دن ظاہری چھٹی ہو جائے گی،

علامہ ابن عبد البر الحلیؒ ان لوگوں کے قول کو جو ظاہر عید کی وجہ سے نماز جمعہ

کے سقوط کے قائل ہیں، مرتکب و مجرم قائل اعتماد و قائل اعتبار قرار دیتے

ہیں، لیکن غیر متقدمین اس سبب سے قطع نظر کہ عید کی نماز کو رخصت قرار

دیتے ہیں جس کا مطلب ہے کہ پڑھنے کو بھی ٹھیک نہ پڑھے تو بھی ٹھیک

بلکہ ان کے نزدیک اس دن عید نہ چھاندرہ سنت کو زندہ کرنا ہے ، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ۔

تاریخ محرم قرآن کریم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فعل کے مقابلہ میں اپنی مرضی اور رائے پر عمل کرنا حدیث کی مخالفت ہے یا مخالفت ؟

غیر متقلدین کو کجیصلوٰۃ سے چڑھے
ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے
غیر متقلدین کو کجیصلوٰۃ

سے کچھ چڑھیں سچ کیا کہ

(۱) فرض نمازوں کے بعد قرائل یہ نہیں پڑھتے الا ماشاء اللہ

(۲) شب بخت میں قرائل پڑھتے کو یہ جہت کہتے ہیں ۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۵۸)

(۳) وتر میں گے بھائے ایک رکعت پڑھنے پر یہ اکتفا کرتے ہیں ۔

(۴) تلاوت کا جس رکعات کے بھائے آخر رکعات پر یہ نہ دیتے ہیں ۔

(۵) تراویح کے بعد حمد پڑھتے کو یہ اچھا نہیں سمجھتے ۔

(۶) صاف کر کے لیے حالت فرصت و اطمینان میں بھی سفتیں پڑھتے

کے یہ قائل نہیں ہیں ۔

(۷) اگر کسی مثالی صلوٰۃ عمل کرنے سے نماز نامہ بھی ہو جائے تاہم حضرت

سیدہ سہو پر اکتفا کر لینے کو یہ کافی سمجھتے ہیں اسے لٹانے کا ضرورت

ہی محسوس نہیں کرتے ۔

(۸) اگر سب وضو یا جنبی امام نماز پڑھا دے تو ان کے یہاں منتہیوں

کو نماز لٹانے کا ضرورت نہیں ۔

(۹) یکس نے جان بوجھ کر نمازیں نہ پڑھی ہوں تو ان نمازوں کی انکے

یہاں قصداً نہیں ہے صرف توبہ کافی ہے ۔

(۱۰) حمد کے دن جمعہ کے بعد صرف ۲ رکعات پڑھ کر یہ باطل قرار دیتے ہیں کہتے ہیں ۔

(۱۱) حمد اور عید و قریب ایک دن اکٹھے ہو جائیں تو حمد کی تلاوت ان کے یہاں خلعت جعفری ہے پڑھو یا نہ پڑھو ۔

قال اللہ الشیخ

صلوٰۃ الیومین بہت تکبیرات رواشد

عیدین کی نمازیں زائد تکبیریں چھ کہنی چٹا ہینیں

۱۔ عن العباس بن عبد الرحمن انہ قال حدثنی بعض

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال صلی

بنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم عید فکبیر

اربعا واربعاً ثم اقبل علینا بوجهہ حین انصرف

فقال لا تنسوا کتبیر الجنان والشارب صابغہ

وقبض ابھامہ (طحاوی ص ۲ مشکوٰۃ)

ابو عبد الرحمن قاسم رضا لڑتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے کسی صحابی نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں عید کا باز

پڑھائی تو دشمنوں تکبیر کو گے ، چار بار تکبیریں کہیں جب تک نماز

سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا صبر ! ہاں عید

کی تکبیریں جنازہ کی طرح چار ہیں ، آپ نے اٹھک انگلیوں سے اشارہ

فرمایا اور انگوٹھا بند کر لیا ۔

۲۔ عن مسحول قال اخبرنی ابو عائشہ جلیس و جب

تھا ان سے کہ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا
چنانچہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا
تو آپ نے فرمایا چار تجزیہ کی جگہ (بشمول تجزیہ کریمہ) پھر قراءت
کرے پھر تجزیہ کرے کہ رکوع کرے پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑا
ہو اور قراءت کرے پھر چار تجزیہ کی (بشمول تجزیہ کریمہ) جگہ
قراءت کے بعد

۵۔ عن کریم بن قتال ارسل الولید ابی عبد اللہ بن
مسعود وحذیفہ بن ابی مسعود و ابی موسیٰ الأشعری
بعد التیمۃ فقال ان هذا عید المسلمین تکبیر
الصلاة ؟ فقالوا بل ابی عبد الرحمن فآله فقال
يقوم تکبیرا ربعا ثم یقرأ بماتحة الکتاب
وسورة من المفصل ثم یکبر ویرکع فقلت خمس
ثم یقوم فیکبر بماتحة الکتاب وسورة من
المفصل ثم یکبر اربعا یرکع فی آخر هن فقلت
تسح فی العیدین هنا انکم واحد منهم
(صحیح لملائی کبریہ ۹ ص ۱۱۱ و تصنیف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۱۱)

حضرت کریم بن محمد الشافعی نے اس کے حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ
عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت البرص
حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کے پاس ایک تہائی رات
کے بعد پیغام بھیجا (جس میں انہوں نے کہا کہ) یہ مسلمانوں کی عید کا دن
ہے اس میں نماز کا کیا طریقہ ہے؟ ان سب بزرگوں نے کہا کہ اگر

عبدالرحمن (عبداللہ بن مسعود) سے پوچھو، چنانچہ قاصد نے
ان سے دریافت کیا، آپ نے فرمایا کھڑے ہو کر چار تجزیہ (بشمول
تجزیہ کریمہ) کے پھر سورة فاتحہ اور مفصل سورتوں میں سے
کوئی سورت پڑھے، پھر تجزیہ کرے کہ رکوع میں چار جگہ ہیں یہ پانچ
تجزیہ ہیں جو ہیں، پھر کھڑے ہو کر سورة فاتحہ اور مفصل سورتوں میں
سے کوئی سورت پڑھے پھر چار تجزیہ کے جن میں سے آخری تجزیہ کریمہ
کہ رکوع میں چار جگہ ہیں پس یہ تجزیہ ہیں دونوں عیدوں میں
ان بزرگوں میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔

۶۔ عن ابی مسعود و ابی موسیٰ و حذیفہ بن ابی مسعود و ابی
المرکۃ و تکبیرۃ الانسلیفات و فی المراتۃ (الآخری)
اربعة تکبیرۃ الاربعة۔ (تصنیف عبداللہ بن مسعود ۳ ص ۱۱۱)
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (عید کی
نمازیں) پہلی رکعت میں پانچ تجزیہ ہیں۔ رکوع کی تجزیہ اور تجزیہ
تحریم کو ملا کر اور دوسری رکعت میں چار تجزیہ ہیں رکوع والی
تجزیہ ملا کر۔

۷۔ عن علقمۃ و الاسود بن یزید ان ابن مسعود کان
یکبر فی العیدین قعا قعا اربعا قبل القراءة
ثم کبر فکرم و فی الشانیتہ یقرأ فناذا حشر
کبر اربعا ثم رکع،

(تصنیف عبداللہ بن مسعود ۳ ص ۱۱۱ و صحیح لملائی کبریہ ۹ ص ۱۱۱)
حضرت علقمہ اور حضرت اسود بن یزید سے روایت ہے کہ حضرت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عیدین میں نو رکعتیں کہتے تھے
چار تکبیریں (بشمول تکبیر تحریمہ کے) قرأت سے پہلے پھر تکبیر کہہ کر رکعت
کرتے اور دوسری رکعت میں پہلے قرأت کرتے پھر قرأت سے
فارغ ہو کر چار تکبیریں (بشمول تکبیروں کے) کہتے اور رکوع کرتے
۸۔ عن کر و س قال کان عبداللہ بن مسعود یکبیر ف
الاضحی والاعطری تسعا تسعا یبدأ فیکبر اربعاً ثم
یقرا ثم یکبر واحدة فیکبر بھاشم یتوم ف
الرکعتی الآخرۃ فیبدأ فیقرا ثم یکبر اربعاً
یکبر باحدھن ، (معجم طبرانی کبیر ۹ ص ۳۰۷)

حضرت کر و س فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ
عنہ عید الاضحیٰ اور عید الاعطری میں نو رکعتیں کہتے تھے۔ آپ نماز
شروع فرماتے تو (بشمول تکبیر تحریمہ کے) چار تکبیریں کہتے، پھر
قرأت کرتے پھر ایک تکبیر کہہ کر رکوع کرتے، پھر دوسری رکعت
کے لیے کھڑے ہوتے تو قرأت سے ابتدا کرتے، پھر چار
تکبیریں کہتے اور ان چار میں سے ایک کے ساتھ رکوع کرتے۔

۹۔ عن عبد اللہ قال التکبیر فی العید اربعاً کالصلوۃ
علی المیت ، (معجم طبرانی کبیر ۹ ص ۳۰۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عید میں
پندرہ تکبیریں ہوتی ہیں جیسا کہ نماز جنازہ میں۔

۱۰۔ عن عامران عمر و عبد اللہ رضی اللہ عنہما اجتماع
رأبھما فی تکبیر العیدین علی تسع تکبیرات خمس

فی الاولیاء واربیع فی الآخرۃ ویرو الی بیعت
القرادین ، (ترمذی ۵ ص ۳۳۴)

حضرت عامر شیبی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر اور
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا اس پر اتفاق رائے ہوا
کہ عیدین کی تکبیریں نو نہیں پانچ پہلی رکعت میں (بشمول تکبیر تحریمہ
و تکبیر رکوع کے) اور چار دوسری میں (بشمول تکبیر رکوع کے) اور
دو غول رکعتوں میں قرأت پہلے درپے کرے۔

۱۱۔ عن حماد عن ابراہیم فی حدیث طویل فاجمعوا
امرہم علی ان یحصلوا التکبیر علی الجنائز مثل
التکبیر فی الاضحی والاعطری اربع تکبیرات فاجمع
امرہم علی ذالک ، (ترمذی ۱۵ ص ۳۳۴)

حضرت حماد رحمہ اللہ حضرت ابراہیم خثعمی سے روایت کرتے
ہیں۔ ایک طویل حدیث کے ذیل میں کہ پس ان سب کا اس
پر اتفاق ہوا کہ جنازہ کی تکبیریں اتنی ہوں جتنی عیدین کی نماز میں
ہیں یعنی پندرہ تکبیریں۔

۱۲۔ عن عبد اللہ بن الحارث قال شہدت ابن عباس
کبری صلوۃ العید بالبصوۃ تسع تکبیرات والی سبع
القرادین قال وشہدت المغیرۃ بن شعبہ فعل
ذالک ایضاً الحدیث ،

(مصنف عبدالرزاق ۳ ص ۲۲۱، مصنف ابن ابی شیبہ ۱۲ ص ۱۱۱)

حضرت عبداللہ بن عامر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت عبداللہ

بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر ہوا۔ انہوں نے بصرہ میں عید کی نمازیں تو بخیر پڑھیں، اور دونوں رکعتوں میں (قرأتیں پڑھے) دیکھ لیں، حضرت عبداللہ بن عمارت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت معمر بن شیبہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔

۱۳۔ عن عبد اللہ بن الحارث اسدہ صلی خلف ابن عباس رضی اللہ عنہما فی العید تکبیرا ربعا ثم قرأ ثم کبر فرفع ثم قام فی المناجیة فقرأ ثم کبر ثم نشأ ثم کبر فرفع، (ترمذی ۲۵ ص ۱۱۱)

حضرت عبداللہ بن عمارت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے عید کی نماز پڑھی تو انہوں نے پہلے چار تکبیریں کیں، پھر قرأت کی، پھر تکبیر کہہ کر رکعت کیا، پھر آپ دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے تو پہلے قرأت کا پھر تین تکبیریں کیں، پھر تکبیر کہہ کر رکعت کیا۔

۱۴۔ عن ابن جریج قال ثنا یوسف بن سعید بن مہلث اخبرنی ان ابن الزبیر لم یکن یکبر الا ربعا سوی تکبیرین ینقر کعبتین، (ترمذی ۲۵ ص ۱۱۱)

حضرت ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں حدیث بیان کی پر سعید بن ابی کعب نے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما چار تکبیریں کہتے تھے، دونوں رکعتوں کی تکبیروں کے علاوہ۔

۱۵۔ عن قتادة عن جابر بن عبد الله وسعيد بن المسيب

قال اتسع تكبیرات دیوانی بین القراءتین (مسند ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۱۱)

حضرت قتادہ رحمہ اللہ حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت سعید بن ابی کعب رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں بزرگوں نے فرمایا کہ دونوں عیدوں میں نو تکبیریں ہیں اور دونوں قرأتیں پڑھے درپے ہوں۔

۱۶۔ عن محمد بن حنفیہ عن انس بن مالك رضي الله عنه انه قال اتسع تكبیرات خمس في الاولى واربع في الثانية مع تكبيرة الصلوة، (ترمذی ۲۵ ص ۱۱۱)

حضرت محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا عید کی نمازیں نو تکبیریں ہیں، پہلی پہلی رکعت میں چار دوسری رکعت میں نماز کی تجویزیت ۱۶۔ عن محمد بن حنفیہ عن انس بن مالك رضي الله عنه انه قال اتسع تكبیرات خمس في الاولى واربع في الثانية مع تكبيرة الصلوة، (مسند ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۱۱)

حضرت محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ عید کی نمازیں نو تکبیریں کہتے تھے۔ ۱۸۔ عن ابن عسیم ان اصحاب عبد الله كانوا يكبرون في العید تسع تكبیرات،

(مسند ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۱۱)

حضرت ابن عسیم ان اصحاب عبد اللہ کا ہوا ایک تیسرے

بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب جبہ کی نماز میں نو تکبیریں کہتے تھے (پانچ پہلی رکعت میں اور چار دوسری رکعت میں)

۱۹۔ عن الشعبي قال ارسل نبياه الى مسروق انما يشغلنا اشتغال فكيف المتكبر في العدين قتال تسع تكبيرات قتال خمس في الاول واربعا في الاخرة والى بين القراوتين

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۸۷، مسند جلال الدین ص ۱۸۷)

حضرت امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زیادہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا کہ ہمیں تو کاموں میں ہی مصروفیت رہتی ہے، آپ یہ بتائیے کہ عیدین کی نماز میں تکبیریں کس طرح کی جاتی ہیں، آپ نے فرمایا نو تکبیریں ہیں پانچ پہلی رکعت میں (بشمول تکبیر تحریمہ و تکبیر رکوع کے) اور چار دوسری رکعت میں (بشمول تکبیر رکوع کے) اور دونوں قرائتیں پے درپے کرے۔

۲۰۔ عن ابراهيم عن الاسود ومسروق انه كانا يكبران في العيد تسع تكبيرات

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۸۷)

حضرت ابراہیم غفرلہ رحمہ اللہ حضرت اسود و حضرت مسروق رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ عید کی نماز میں نو تکبیریں کہتے تھے (پہلی رکعت میں پانچ بشمول تکبیر تحریمہ و تکبیر رکوع کے) اور دوسری میں چار بشمول تکبیر رکوع کے)

۲۱۔ عن هشام بن الحسن ومحمد انهما كانا

يكبران تسع تكبيرات (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۸۷)

حضرت ہشام رحمہ اللہ حضرت حسن بصری اور حضرت محمد بن سیرین رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ عید کی نماز میں نو تکبیریں کہتے تھے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازوں میں چھ زائد تکبیریں واجب ہیں۔ عین پہلی رکعت میں شمار کے بعد اور قرائت سے پہلے، اور عین دوسری رکعت میں قرائت سے فارغ ہونے کے بعد رکوع میں ہاتھ سے پہلے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم عیدین کی نماز میں چھ تکبیریں ہی زائد کہتے تھے جیسا کہ حدیث ص ۱۲۰ سے واضح ہے، یہی اصل جلیل القدر صحابہ کرام کا تھا چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول عیدین کی نماز میں چھ زائد تکبیریں ہی کہنے کا تھا جیسا حدیث ص ۸۷ سے ظاہر ہے، اور جب آپ سے عیدین کی نماز میں تکبیرات کے متعلق سوال ہوا تھا تو آپ چھ زائد تکبیریں کہنے کا فتویٰ دیتے تھے، حضرت سعید بن العاص اور حضرت ولید بن عتبہ رضی اللہ عنہما نے عیدین کی تکبیروں کے متعلق آپ سے دریافت کیا تو آپ نے چھ ہی تکبیریں بتائیں جیسا کہ حدیث ص ۱۰۵ سے ظاہر ہے۔ حضرت حذیفہ بن یمان حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ سے آپ کی تصدیق و تصویب یا آپ سے موافقت منقول ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا اس پر اتفاق رائے ہوا کہ عیدین کی نماز میں نو تکبیریں ہونی چاہئیں۔ پانچ پہلی رکعت میں بشمول تکبیر تحریمہ اور تکبیر رکوع کے اور چار دوسری میں بشمول تکبیر رکوع کے

قرارت کے بعد کسی جائیں، اسی پر آپ کا مل ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ
 کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی پر اتفاق دانتے ثابت ہے
 چنانچہ آپ نے نماز جنازہ میں پانچ گیسریں اسی پر قیاس کر کے مقرر فرمائیں۔
 دیگر صحابہ کرام مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت
 عبداللہ بن زبیر، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم
 بھی اسی کے قائل و فاعل ہیں، اسی طرح جلیل القدر تابعین حضرت سعید بن
 المسیب، حضرت اسود بن زید، حضرت مسروق، حضرت حسن بصری، حضرت
 ابن سیرین رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل و فاعل ہیں کیونکہ ان میں سے عمل بالحدیث
 کے شہکاروں پر وہ اس سب سے آنکھیں موند کر یکے تلخ حیدر کی نماز
 کی دونوں رکعتوں میں پچنانچہ گیسروں کو بدعت قرار دے رہے ہیں،
 یا صاحب کارین محرم گرضہ علیہ الصلوٰۃ والسلام، صواب کلام، تابعین عظام
 سے ثابت مل بھی بدعت ہے، نہ پھر غیر متقدم ہی بتلائیں کہ وہ بدعت کس عمل
 کو قرار دیں گے۔

جب کہ خود غیر متقدم جو سعید بن کی نماز میں پانچ گیسرات کے بجائے نارا
 گیسریں بارہ کہتے ہیں، اس کے ثبوت میں ان کے پاس ایک بھی صحیح صحیح
 مرفوع حدیث نہیں۔

اب ہم تاریکی سے پرچھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، صواب کلام،
 تابعین عظام سے ثابت مل بھی کہ جو پچانوہ صدیوں سے امت میں جاری و ساری
 ہے اسے بدعت قرار دینا یہ حدیث کی مخالفت ہے یا امتاعت؟

ثلاث رفع الیدین فی غیر الافتتاح فی صلوٰۃ الجنائزۃ

ثلاث جنازۃ میں صرف پکی گیسریں، رفع یدین کچھ پانچ بیاتی میں نہیں

۱۔ عن ابن عمرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کبر علی الجنائزۃ قروح یدید فی اول تکبیرۃ
 ووضع الیمن علی السورۃ،
 (ترمذی ۵۱۳۱، دارقطنی ۱۰۸۱، ابن ماجہ ۲۵۳۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز جنازہ پڑھتے تھے تو پکی گیسریں رفع
 یدین کرتے تھے اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ لیتے تھے۔

۲۔ عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 یرفع یدید علی الجنائزۃ فی اول تکبیرۃ مشوۃ
 یدود،
 (دارقطنی ۱۰۸۱، صفحہ ۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں صرف پکی گیسریں
 رفع یدین کرتے تھے، پھر دوبارہ انہیں کہتے تھے۔

۳۔ عن الولید بن حید اللہ بن جمیع الزہری قال
 رأیت ابراہیم اذا صلی علی الجنائزۃ رفع یدید
 فکبر ثم لا یرفع یدید فیما یقی وکان یحیرا ربعا،
 (مسند ابن الاشبہ ۲۰۲، ص ۱۱۱)

حضرت ولید بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم غفر

مسائل ابن الحزم

” ولا ترفع اليدين في الصلوة على الجنازة الا في اول تكبيرة فقط لا سندا لم يأت برفع الايدي مباحا عدا ذلك نص وروى مثل قولنا هذا عن ابن مسعود وابن عباس ، وهو قول اوجب حنفيتنا وسلفيان “ (الجلد ۳ ص ۱۱۱)

علامہ ابن حزم تحریر فرماتے ہیں۔

کہ رفع یدین کیا جانے نماز جنازہ میں سوائے پہلی تکبیر کے ، کیونکہ پہلی تکبیر کے علاوہ باقی تکبیروں میں رفع یدین کسی جگہ کوئی نص نہیں آئی ، اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت سفیانؒ اور دیگر محدثین بھی یہی قول سید۔

قال القاضي الشوكاني

” والحاصل ان سند لم يثبت في غير التكبيرة الاولى شئ يصلح الاحتجاج به عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم واقتوال الصحابة واقتوالهم لاحجية فيها فحينئذ ان يقتصر على الرفع عند تكبيرة الاحرام “

(نیل الاوطار ۲ ص ۶۷)

علامہ شامیؒ یہ سب کہ پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کے بارے میں کسی علیرہ اسلئے والسلام سے کوئی ایسی حدیث ثابت نہیں ہے جو دلیل ہنسنے کے قابل ہو اور صحابہ کرام کے افعال ، اقوال و عبتائیں

رحمہ اللہ کو دیکھا ہے وہ جب نماز جنازہ پڑھتے تھے تو دونوں ہاتھ اٹھا کر (پہلی تکبیر کہتے تھے) پھر باقی تکبیروں میں رفع یدین نہیں کرتے تھے اور آپؐ چار تکبیریں کہتے تھے۔

۲۔ عن الحسن بن عبيد الله انه كان يرفع يديه في اول تكبيرة على الجنازة “ (صنف ابن أبي شيبة ۳ ص ۱۱۱)

حضرت حسن بن عبيد اللہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ نماز جنازہ میں پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے

” (مسائل) وقال مالك بن انس ترفع الايدي في الصلوة على الجنازة في اول التكبير قال ابن القاسم وحضرة غير مرة يصلي على الجنازة من بعد ايتى يرفع يديه الا في اول التكبيرة قال ابن القاسم ولان مالك لا يرفع يديه في الصلوة على الجنازة الا في اول تكبيرة “

(اللمعة النكح ۵ ص ۱۱۱)

مضرب امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں رفع یدین صرف پہلی تکبیر میں کیا جائے ، حضرت ابن القاسمؒ فرماتے ہیں کہ میں کوئی وعدہ آپ کے پاس حاضر ہوں۔ آپ نماز جنازہ پڑھا رہے تھے میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کیا جو۔ ابن القاسمؒ کہتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔

فتاویٰ کیسے فیہا قراءۃ شیعہ من القرآن،

(جانبی الصلوٰۃ ص ۱۵۷)

حضرت عبدالعزیز بن عوف اور حضرت عبدالعزیز بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے فرمایا نماز جنازہ میں قرآن کے کسی حصے کی بھی قراءت نہیں ہے۔

۶۔ عن علی ابنہ کان اذا حصل علی میت یدعی بحدیث اللہ ویصل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یقول اللہم اغفر لہ حیاتہ وامواتہ وألفت بین قلوبنا واسلح ذات بیذنا واجعل قلوبنا علی قلوب خیارنا (مسند ابن ابی شیبہ ص ۲۷۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ جب کسی میت کی نماز جنازہ پڑھتے تو اللہ کی حمد و ثناء سے ابتدا کرتے تھے پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھتے پھر یہ دعا مانگتے، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَیَاتِہٖ وَاَمَوَاتِہٖ وَاَلْفَ بَیْنَ قُلُوْبِنَا وَاَسْلِحْ ذَاتَ بَیْزِنَا وَاَجْعَلْ قُلُوْبِنَا عَلٰی قُلُوْبِ خَیَارِنَا

۷۔ عن الشعمی قال فی التکیبۃ الاولی یدعی بحدیث اللہ والشفاء علیہ والشافیۃ صلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والشافیۃ دعا لکسبیت والراۃ فتسلیم (مسند ابن ابی شیبہ ص ۲۷۷) مسند عبدالرحمن بن عوف حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں نماز جنازہ میں پہلی تکبیر میں

اللہ کی حمد و ثناء سے ابتدا کرتے دوسری تکبیر کے بعد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھتے تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا مانگتے اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرتے۔

۸۔ عن عبد اللہ بن یاسر عن ابی اہیم و عن ابی الحصین عن الشعمی قال لیس فی الجنائزۃ قراءۃ (مسند ابن ابی شیبہ ص ۲۷۷)

ابو اہیم نخعی اور امام شافعی رحمہما اللہ فرماتے ہیں نماز جنازہ میں قراءت نہیں ہے۔

۹۔ عن ابویوب عن محمد ابنہ کان لا یقرأ علی المیت (مسند ابن ابی شیبہ ص ۲۷۷) صحف جابر بن ابی سفيان ص ۲۷۷ حضرت الربیع بن خثیمہ رحمہ اللہ نے سیر بن سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نماز جنازہ میں قراءت نہیں کرتے تھے۔

۱۰۔ عن حجاج فتاں سألت عطافہ عن القراءۃ علی الجنائزۃ فقال ما سمعنا بهذا (مسند ابن ابی شیبہ ص ۲۷۷)

حضرت حجاج فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطافہ بن ابی ربیع رحمہ اللہ سے نماز جنازہ میں قراءت کرنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا ہم نے یہ نہیں سنا۔

۱۱۔ عن ابی طاووس عن امیہ وعطاء انہما حکا (مسند ابن ابی شیبہ ص ۲۷۷) یسکران القراءۃ علی الجنائزۃ

(مسند ابن ابی شیبہ ص ۲۷۷)

حضرت ابوہریرہؓ اپنے والد ابوسلمہؓ اور حضرت عمار بن ابی براءؓ
 رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ نماز جنازہ میں
 قراست کا اٹھ کر کھڑے تھے۔

۱۲۔ عن یحییٰ بن عبد اللہ قال سالت اباہم فیہا قراۃ
 (صحیفۃ ابن ابی شیبہ ۳۵ ص ۲۹۹)

حضرت یحییٰ بن عبد اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نماز جنازہ میں
 قراست کو نہیں جانتا۔

۱۳۔ عن مفضل قال سألت میموناً علی الجنائزۃ
 قراۃ او صلوة علی الشیخ صلی اللہ علیہ وسلم
 قال ما علمت (صحیفۃ ابن ابی شیبہ ۳۵ ص ۲۹۹)

حضرت مفضلؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت میمونؓ رحمہ اللہ سے
 نماز جنازہ میں قراست یا وردو کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے
 فرمایا مجھے معلوم نہیں۔

۱۴۔ عن محمد بن عبد اللہ بن ابی سارۃ قال سألت
 سالمًا فقلت الصلوة علی الجنائزۃ فقال لا قراۃ
 علی الجنائزۃ (صحیفۃ ابن ابی شیبہ ۳۵ ص ۲۹۹)

حضرت محمد بن عبد اللہ بن ابی سارہؓ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے
 حضرت سالمؓ رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ میں نماز جنازہ میں قراست
 کروں تو آپ نے فرمایا نماز جنازہ میں قراست نہیں ہے۔

۱۵۔ عن ابی المنہال قال سألت ابا العالیۃ عن
 الصلوة فی الصلوة علی الجنائزۃ یفعل تحت الکتاب

فقال ما علمت احسب ان فافعلۃ الکتاب تقرئ
 الا فی صلوة یمہا رکوع وصعود
 (صحیفۃ ابن ابی شیبہ ۳۵ ص ۲۹۹)

حضرت ابو المنہالؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو العالیہؓ
 الریاضی رحمہ اللہ سے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کے متعلق
 دریافت کیا تو آپ نے فرمایا میرا قوی خیال ہے کہ سورۃ فاتحہ
 صرف رکوع و رکود والی نماز ہی میں پڑھی جاتی ہے۔

۱۶۔ عن موسیٰ بن حلی عن ابیہ قال قلت
 لفضالۃ بن عیینۃ هل یقرئ علی المیت شیئ
 قال لا (صحیفۃ ابن ابی شیبہ ۳۵ ص ۲۹۹)

حضرت موسیٰ بن علیؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ
 انہوں نے حضرت فضالہ بن عیینہؓ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا
 کہ کیا میت پر (نماز جنازہ میں) قراست کیا جاتی ہے آپ نے
 فرمایا، نہیں۔

۱۷۔ عن سعید بن الجبیر عن ابیہ عن قتادۃ
 بن زبیل اقرئ علی الجنائزۃ یفعل تحت الکتاب
 قال لا تقرئ (صحیفۃ ابن ابی شیبہ ۳۵ ص ۲۹۹)

حضرت سعیدؓ اپنے والد ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ کُن
 سے کسی نے پوچھا کہ کیا میں نماز جنازہ میں قراست کر لیا کروں تو
 آپ نے فرمایا نہیں۔

۱۸۔ عن حماد عن ابی اہیم قال سألتہ یعز علی

المیت اذا صلی علیہ ۹ قتال لا .

(صحیح عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۷۷)

حضرت حماد کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ کیا نماز جنازہ میں قرأت کی جا سکتی ہے ؟ آپ نے فرمایا نہیں۔

۱۹- عن طلحة بن عبد الله بن عوف قال صليت خلف ابن عباس على جنازة فقرأت بفاتحة الكتاب وسورة وحده حتى استمعنا فلما فرغ اخذت بيده فقلت له فقال مستتر وحق ،

(سنن ابی حاتم ج ۱ ص ۲۷۷)

حضرت طلحہ بن عبد اللہ بن عوف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو آپ نے سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ جبرائیل علیہ السلام نے جیسے سنایا آپ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اس بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا یہ سنت الہی ہے۔

۲۰- عن طلحة بن عبد الله بن عوف قال صليت خلف ابن عباس على جنازة فسمعته يقرأ بفاتحة الكتاب فلما انصرفت اخذت بيده فقلت له فقال مستتر وحق ،

(سنن ابی حاتم ج ۱ ص ۲۷۷)

حضرت طلحہ بن عبد اللہ بن عوف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو میں نے آپ کو سورۃ فاتحہ پڑھتے ہوئے سنا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہ آپ قرأت کر رہے تھے آپ نے فرمایا ہاں یہ حق اور سنت ہے۔

قال سحوت قلت لعبد الرحمن بن القاسم اعم شئ يقال على الميت في قول مالك قال الدعاء للميت قلت نعم يقرأ على الجنازة في قول مالك قتال لا ابن وهب عن رجال من اهل الطول عن عمن بن الخطاب وصلى ابن الجب طالب وعبد الله بن عمر وعبيد بن غصن له والي هريقة وجابر بن عبد الله وثلاث بن الاسقع والقاسم وسالون بن عبد الله وابن المسيب وربيعة وعطاء وبيحيى بن سعيد انهم لم يقرأوا يقرؤن قلب الصلوة على الميت وقال مالك ليس ذلك بمعول به انما هو الدعاء اذ ركت اهل بلادنا على ذلك ، (مسند ابی حاتم ج ۱ ص ۲۷۷)

حضرت سحوت فرماتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمن بن القاسم رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے قول میں کیا میت پر کیا پڑھنا چاہیے ؟ فرمایا میت کے لیے دعائیں نہ کہی گئی امام مالک رحمہ اللہ کے قول کے مطابق نماز جنازہ میں قرأت ہوتی ہے ؟ فرمایا نہیں۔ ابن وهب کہتے ہیں کہ بہت سے اہل علم

واعتل عند ما لم يعتل من قراءة الفاتحة
والصلوة عليه صلى الله عليه وسلم،

(زاد المعاد ج ۱ ص ۱۷۷)

نماز جنازہ سے تصور میت کے لیے دعا کرنا سب سے ادراسی سلسلہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنازہ کی دعائیں اس کثرت کے ساتھ
نقل کی گئی ہیں کہ فاتحہ اور دو شریعت کا پڑھنا اس طرح نقل نہیں کیا گیا
سورت مزید نکلتے ہیں،

”و يذكر عن النبي صلى الله عليه وسلم انه امر ان
يقرأ على الجنازة بعناحة الكتاب ولا يصح
استناده“

(زاد المعاد ج ۱ ص ۱۷۷)

اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ذکر کیا جاتا ہے کہ آپ نے نماز
جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا حکم فرمایا ہے لیکن اس کی سند
صحیح نہیں ہے،

یہی وجہ ہے کہ خلفاء راشدین و سب سے پہلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے امین
ہیں ان میں سے کسی بھی عقیدہ راشد سے نماز جنازہ میں قرأت فاتحہ منقول
نہیں جب کہ حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہما کا قرأت نہ کرنا صراحتاً
منقول ہے جیسا کہ وہ نہ کبیر کی عہدیت سے واضح ہے۔ حدیث علی
سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب نماز جنازہ پڑھا
تو شروع میں اللہ کی حمد پڑھا کرتے پھر ہی علی الصلوٰۃ والسلام پر دو بھیجتے
پھر میت کے لیے دعا کرتے ۱۰ اسی طرح دیگر علی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ابو ہریرہ حضرت عبدالرحمن بن عوف حضرت عبداللہ بن عمر حضرت فضالہ

شیخ حضرت عمر بن خطاب حضرت علی بن ابی طالب حضرت
عبداللہ بن عمر حضرت بلال بن فضالہ حضرت ابو ہریرہ حضرت
بابر بن عبداللہ حضرت داؤد بن اسحاق رضی اللہ عنہم اور حضرت
قاسم بن محمد حضرت سالم بن عبداللہ حضرت سعید بن مسیب
حضرت عمار بن ابی دینار حضرت یحییٰ بن سعید رحمہم اللہ نماز جنازہ
میں قرأت تیس کیا کرتے تھے۔ ابن وہب رحمہ اللہ فرماتے
ہیں کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہمارے شہر مدینہ
میں سچا نہیں نماز جنازہ صرف دعا ہے، میں نے اپنے شہر کے
اہل علم کو اس پر پایا ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز جنازہ میت کے حق
میں درحقیقت دعا و استغفار ہے، اس لیے اس میں اللہ کی حمد و ثناء
نہی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دو پھر میت کے لیے دعا ہوئی چاہے جیسے
جیسا کہ دعا کا طریقہ ہے۔ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ اور دوسری سورت بطور
قرأت پڑھنا صحیح نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میت کے لیے خود ہی دعا فرماتے تھے
اور دوسروں کو بھی اقل اس کے ساتھ دعا مانگنے کا حکم دیتے تھے لیکن کسی
لیک بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز
جنازہ میں قرأت کرتے تھے یا دوسروں کو قرأت کا حکم دیتے تھے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

”ومقصود الصلوة على الجنازة هو الحمد والحمية
وكتالفت حفظ عن النبي صلى الله عليه وسلم

سنت قرار دینا تو اس سے سنت مصطفیٰ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت مراد نہیں ہے کہ اگرچہ پہلے حکم یا پکا جائے کہ کسی بھی صحیح حدیث کے خلاف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نماز جنازہ میں قراوت کرنا یا رسول کو گم دینا ثابت نہیں، لیکن بغیر ارشاد میں اور انسانی تہمت سنت صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نماز جنازہ میں قراوت کرنا ثابت ہے، حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے بقول حدیث ضعیفہ میں نماز جنازہ میں قراوت کا کوئی معمول نہیں ہے، اگر نماز جنازہ میں قراوت سنت ہو تو اس میں تھا کہ ایک سنت عمل کو تمام اہل حدیث ترک کر دیتے اور اس پر کوئی بھی عمل نہ کرتا، اس لیے اس کی توجہ میں ہی کہا جاسکتا ہے کہ اس سے مراد سنت لغویہ یعنی طریقہ ہے اور آپ کا مطلب واللہ اعلم ہے کہ محدثوں کی جگہ فاتحہ وغیرہ کے پڑھنے کا بھی ایک طریقہ ہے کوئی اگر کوئی شاکہ کی جگہ فاتحہ وغیرہ بھی پڑھ لے تو صحیح ہے۔ ذہنی احادیث میں کی مسئلہ ایسے ملتے ہیں جہاں صاحب ذکر اس نے لفظ سنت استعمال کیا ہے لیکن وہاں اس سے سنت لغویہ مراد ہے سنت مصطفیٰ مراد نہیں۔

بہر کیف یہی وہ احادیث و آثار ہیں جن کی وجہ سے فقہ کرام فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں سون یا پڑھنے کی پہلی جگہ کے بعد شہادت پڑھے، دوم کے بعد درود، تیسری کے بعد دُعا اور چوتھی کے بعد سلام پھر دسے نماز جنازہ میں قراوت کرنا خلاف سنت ہے ہاں اگر کوئی بطور محدثانہ کے یا بطور دُعا کے سورۃ فاتحہ پڑھے تو گناہ گناہ نہیں ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متقدمین کا کتاب ہے کہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے اگر کسی نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز باطل ہوگی اور قبول بلعین شرط ہے جس کے بغیر نماز جنازہ

ہوگی ہی نہیں۔

چنانچہ غیر متقدمین کے شیخ الحدیث مولوی یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں نماز جنازہ میں پہلی جگہ کے بعد دسے یا سورۃ فاتحہ پڑھ کر امام اور تہمتی کو سورۃ فاتحہ پڑھنی ضروری ہے..... اگر امام یا تہمتی نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو نماز باطل ہوگی (فتاویٰ دارالحدیث، ص ۵۷)

نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

”وچوں نماز جنازہ کے ارکان دست کہ دعاں وصولی اصل اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ الا بفتحہ الکتاب ارشاد فرمودہ پس اس قدر اور فرہمیت قراوت فاتحہ دین نماز بجز در شریعتش کہ حدیث مضمون فاتحہ شد کافی است“ (مبداء الاعجاز، ص ۱۷)

چونکہ نماز جنازہ بھی نمازوں میں سے ایک نماز ہے جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا صلوٰۃ الا بفتحہ الکتاب، پس اتنی بات ہی نماز جنازہ کے اندر سورۃ فاتحہ کے فرض ہونے کے لیے بجز شرط ہونے کے لیے کہ جس کے پڑھنے جاتے سے نماز ہی نہ ہو۔ کافی ہے۔

ملاحظہ فرمائیے: اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور علماء راستہ کی نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا یا اس کا حکم دینا کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں بلکہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں حدیث میں کتاب ہے کہ وہ نماز جنازہ میں قراوت نہیں کرتے تھے، اسی طرح دیگر صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین عظام بھی نماز جنازہ میں قراوت کے قائل نہیں تھے

خیر القرون میں ہو گا۔ اسلام حدیث طیبہ، حکم و مکررہ کہہ کر۔ بصورتیں کہیں اس کا
مذہب نہیں تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کو فرض
یا شرط قرار دینا تو کیا سنت قرار دینا بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ اگر یہ سنت ہوگی
تو حق و دانشدین اور ان کے بعد والی خیر القرون کے دور میں اس کا وادی ضرور
ہوتا۔ خیر القرون پر تعجب ہے کہ وہ ایک ایسے عمل کو جس کا سنت قرار دینا
بھی عمل نظر ہے اسے فرض بلکہ شرط کا درجہ دے کر یہ فتویٰ نکال رہے ہیں کہ
اگر نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھی تو نماز ہی نہ ہوگی۔

سوال یہ ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت ابوہریرہؓ حضرت
عبداللہ بن عمرؓ رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ دیگر صحابہ و تابعین اور ترمذی تابعین
اور ان کے کردہوں پر کیا وجہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل
نہیں تھے کیا ان سب کی نمازیں باطل و بیکار تھیں اور یہ سب بغیر نماز ہی
کے مرنے و فتنے رہے؟ غیر متذکرہ ایسی ہی جرأت کر سکتے ہیں کہ ان سب
کی نمازوں کو باطل قرار دیں ان کے علاوہ کسی بھی اتنی جرأت نہیں ہے۔

ایک کار اندہ تو یہی آید و مردان چہیں کنند
قادیان محترم فیصلہ فرمائیے طویل القند صحابہ کرام، تابعین و ترمذی تابعین
عظام اور ان کے کردہوں نے تبعین کی نمازوں کو بیکہ کلم باطل و بے کار قرار
دینا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

قول الجہر فی الجنازۃ

نماز جنازہ میں دعائیں غیر آہستہ آواز سے پڑھنی چاہئیں یا گواہی آواز
آہستہ آواز سے کہ قصداً و تحقیقاً، امثلاً لا یجب
الاعتدالاً ۲۵۷۱

پکارا اور حسب گواہی گواہی چکے، اس کو فرض نہیں آتے
حد کے تھا و اگر حد کے واسطے۔

۱۔ عن ابی امامۃ قتال السفتی فی الصلوۃ علی الجنازۃ
لما یقرأ فیہ التکبیرۃ الاولی یا م القرآن مخاضاً
مطم یکن ثلثاً و التسلیم عند الآخرۃ،

دعائی ۱۵۱۱

حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد سورۃ فاتحہ آہستہ
آواز سے پڑھی جائے پھر تیسری تکبیر کی پانچواں سورت میں سے آخری
کے بعد سلام پھیرا جائے۔

۲۔ عن جابر و قتال صابح لما سئل عن الصلوۃ علی النہ
علیہ و صلواتہ ابوہریرہؓ و لا عمرؓ فی شہیق ما ادا صوا
فہ الصلوۃ علی المیت یسئلہم یوفت،

دعائی ۱۵۱۱

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوہریرہؓ حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہما نے جہاں سے

لیجے نماز جنازہ میں کوئی چیز مقرر نہیں فرمائی۔

قال العاصم بن حذیر رحمہ اللہ

”وروی احمد بن محمد بن علی بن ابی الزبیر عن جابر بن عبد اللہ بن شہاب عن عمار الجندی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: «یومئذ لا یجوز فی جنازۃ من لم یصل» یعنی

تہذیب والذی وقفت علیہ یومئذ ای جہنم

(المعنی: المیرۃ ۲ ص ۱۱۱)

حافظ ابن حجر متکلفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام احمد نے ابو زبیر کے طریق سے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے حدیث نقل کی ہے کہ: ہمارے لیے نماز جنازہ کی دعا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے کچھ مقرر نہیں کیا۔ اس حدیث میں لفظ اتباع کی تفسیر قدس سے کی ہے یعنی مقرر نہیں کیا، لیکن جہاں تک میری معلومات ہیں اتباع کے معنی جیکھنے کے ہیں (گرمی معنی یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ میں دعا اور کئی آواز سے نہیں پڑھی۔

قال الامام النووی رحمہ اللہ

”وحدثنا عن اصحابنا علی بن احمد ان علیہا بالنہار اسما بالعتراۃ وان علی بن علی بن فضال فقیہ وجہان الصحیح الثانی علیہ الحدیث لیسوا بالثافت

یعنی جہنم و اما المعاصم فہی بلا خلاف“

(فرغی شریعہ ص ۱۱۱)

حضرت امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

ہمارے اصحاب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر نماز جنازہ دن میں پڑھی جائے تو قراۃت آہستہ ہوگی، اور اگر رات میں پڑھی جائے تو اس جگہ سے میں دودھ نہیں پڑے، پہلی وجہ جو میری ہے اور میں پرکھ بڑ کا عمل ہے یہ ہے کہ رات میں بھی آہستہ ہی ہوگی، دوسری وجہ یہ ہے کہ رات میں دعا کا قیود تو بغیر کسی اختلاف کے آہستہ ہی پڑھی جائے گی۔

قال ابن قدامۃ الحنبلی ص ۲۰۰

”وینسب العتراء والدماء فی صلاة الجنائز لا لعلوبین اہل المذہب خلافا“

(المعنی: وہی قدامۃ ۲ ص ۱۱۱)

حضرت امام ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں قراۃت اور دعا آہستہ پڑھی جائے گی اور اس سلسلہ میں ہم اہل مذہب کے درمیان کوئی اختلاف نہیں پاتے۔

قال العاصم بن الشوکانی

”وذهب الحیوہورانی استاذنا یتحب لہجہ فی صلاة الجنائز وسمکوا یقول ابن عاصم المتعذر لم اکرأ آی جہنم الا لعلوبین استہ سنحت و یقولہ فی حدیث ابی امامۃ سنو فی نفسہ“

(زین العود ص ۳ ص ۱۱۱)

پہا جماع ہے کی کا بھی اس میں اختلاف نہیں ہے۔

تنبیہ ۱۰ - ہم پہلے باب میں ذکر کر چکے ہیں کہ ہمارے نزدیک نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کا بطور معدوم ثناء کے پڑھنا جائز ہے۔ لہذا اگر کوئی سورۃ فاتحہ ثناء کے ساتھ پڑھنا چاہے تو آہستہ آواز ہی سے پڑھے۔ لیکن آیت کریمہ ۱۰ احادیث مبارکہ اور اجماع امت کے خلاف غیر متقدمین کا کہنا ہے کہ نماز جنازہ میں بلند آواز کے ساتھ جنازہ پڑھنا افضل قوی، بلکہ مسنون ہے۔

چنانچہ مولوی ابوالحسنات علی محمد سعیدی لکھتے ہیں۔

”دائل کے لحاظ سے بلند آواز کے ساتھ جنازہ پڑھنا افضل اور قوی ہے۔“ (مآذیٰ حماد، حدیث، صفحہ ۱۵۵)

ماقتدا احمد صاحب پڑھی لکھتے ہیں۔

”جنازہ کی نماز میں سورۃ فاتحہ اور اس کے بعد کی سورۃ با آواز بلند پڑھنا جائز بلکہ سنت ہے۔“ (فتاویٰ نعیمیہ، صفحہ ۴)

علامہ فخر فرماتے ہیں: آیت کریمہ ۱۰ احادیث مبارکہ اور اجماع امت میں دائل سے ثابت ہے پڑھنے کے لئے نماز جنازہ آہستہ آواز سے پڑھنی چاہیئے، اللہ تعالیٰ آہستہ آواز سے دعا کرے گا کہ جو دعا اس کے ساتھ ہو، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہما آہستہ آواز سے پڑھنے کو سنت قرار دے دے وہی حضرت جابر رضی اللہ عنہما حضرت عمر رضی اللہ عنہما حضرت ابوبکر حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے بلند آواز سے جنازہ کی نفی ذکر کر رہے ہیں اسی پر اجماع امت بھی ہے ان دائل کا اتفاق ضائق ہے کہ اپنی آواز سے جنازہ جائز ہی نہ ہو لیکن غیر متقدمین اس سب سے قطع نظر کہ اپنی آواز سے جنازہ پڑھنے کو افضل

جمود طار اس طرف گئے ہیں کہ نماز جنازہ میں جہرا پڑھنا مستحب نہیں ہے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول سے جو پہلے گزارش کرنا چکے ہیں یعنی آپ نے فرمایا کہ میں نے جنازہ اس لیے پڑھا ہے کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ سنت ہے اور جو روئے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہما کے اس قول (مسنوئی نسف) سے بھی استدلال کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ آہستہ ہی میں آہستہ پڑھے۔

آیت کریمہ ۱۰ احادیث مبارکہ اور اجماع امت سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز جنازہ میں ثناء درود، دعاء وغیرہ سب آہستہ آواز سے پڑھی جائیگی، کیونکہ نماز جنازہ حقیقتاً مسیت کے لیے دعاء ہے اور دعا کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اگر گڑبگڑا کر اور چپکے چپکے مانگو۔

حضرت ابوامامہ بن سہیل بن طہیف رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ میں آہستہ آواز سے قرأت کو سنت قرار دیا ہے جیسا کہ حدیث ۱۰ سے واضح ہے اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ میں کہنے والے قضاہات کی تفسیر ابن حجر مطلق رحمہ اللہ کے فرماتے کے مطابق ہے۔ اس صورت میں حدیث شریف کے متنی میں ہوتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ میں جہرا نہیں کیا، اس لحاظ سے نماز جنازہ کے اندر ثناء درود و دعا کے آہستہ آواز سے پڑھنے کا مسنون ہونا ظاہر ہے۔ حضرت امام قوی شافعی، حضرت ابن قدامہ مہلبی اور قاضی شوکانی رحمہم اللہ کے یہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز جنازہ میں دعا وغیرہ کے آہستہ آواز سے پڑھنے

و قریٰ بکر سنت قرار دے رہے ہیں، خود فرمائیے خدا و رسول کے عمل کے خلاف
اور ساری امت کے عمل کے خلاف کوئی عمل افضل ہو سکتا ہے؟ کیا ایسا عمل
جس کا ثبوت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت علیؓ و راشدین رضی اللہ عنہم
سے نہیں وہ عمل سنت قرار دیا جا سکتا ہے؟ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ اہل
سنت کے چاروں طبقوں یعنی، مانکی، شافعی، حنبلی میں سے کوئی بھی ائمہ
آوار سے جنازہ کا ناکل نہیں، تو کیا ایسا عمل جس پر اہل سنت میں سے کسی
بھی مسک کا عمل نہ ہو وہ افضل، قوی اور مستون ہو سکتا ہے؟

نارہین محترم اب فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ ایسے عمل کر سنت قرار
دینا جس پر چودہ صدیوں کے کسی کامل نہیں یہ حدیث کی موافقت ہے
یا مخالفت؟

یاد رہے کہ شیعہ حضرات نماز جنازہ اور بھی آوار سے پڑھتے ہیں اور
غیر شیعہ پاس ملنے کی تکلیف تعین مقررین میں بھی نماز جنازہ آہستہ آواز
پڑھتے ہیں۔

کراہۃ صلوٰۃ الجنائزۃ فی المسجد

بغیر کسی مذکر کے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے

۱۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم من صلی علی جنازۃ فی المسجد

مذنب شیئ لہ، (مسند احمد، ۲/۱۱۱، ابن ماجہ، ۱/۳۵۵، مسند علی بن ابی طالب، ۲/۳۵۵)

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے

لیجہ کوئی اجر نہیں ہے۔

۲۔ عن صالح مولى التوامسة عن ابی ہریرۃ قال

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی

علی جنازۃ فی المسجد مذنب شیئ لہ، قال

صالح واد رکت رجلا من احدکوا النبی صلی

اللہ علیہ وسلم واد بکرا فا جاؤا فتلو یجد

الان یسمعون فی المسجد رجعا فلو یصلوا،

وخطہ المحدث فی تریبہ مسند النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۱/۱۱۱)

حضرت صالح مولى التوامسة حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کا ارشاد ہے کہ جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لیجہ

کوئی اجر نہیں ہے، حضرت صالح فرماتے ہیں کہ میں نے بہت

سے ایسے لوگوں کو جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کو پایا ہے۔ دیکھا کہ وہ جب نماز

جنازہ کے لیجہ آتے اور ان میں نماز جنازہ کے لیجہ مسجد کے

سوا کوئی جگہ نہ ملتی تو وہ واپس ہو جاتے اور مسجد میں نماز جنازہ

نہ پڑھتے۔

۳۔ عن صالح مولى التوامسة عن ابی ہریرۃ قال قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی

جنازۃ فی المسجد مذنب شیئ لہ قال وکان

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا

قتلوا یبسم المسکن رجعا فلو یصلوا،

وتمت المسند (۱/۱۱۱، مسند علی بن ابی طالب، ۲/۳۵۵)

حضرت صالح مولى قرآن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے مسجد میں نماز گزارہ کر لی اس کے لیے کوئی اجر نہیں۔ حضرت صالحؑ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرامؑ جب نماز گزارہ کے لیے جگہ ٹھگ رہے ہوتے تو وہاں پہلے جاتے تھے۔ مسجد میں نماز گزارہ نہیں پڑھتے تھے۔

۲۔ عن صالح حول التواضع عن ابي بكر وحسن
انهم كانوا اذا تضايق بهم المصلى انصرفوا ولم
يصلوا على الجنازة في المسجد،

(صحیح ابن ابی شیبہ ۳۵۰ ص ۱۲۵)

حضرت صالح مولى قرآنؑ ای صحابہؓ کے ہمراہ ہیں جنہوں نے حضرت ابوہریرہؓ و عمر رضی اللہ عنہما کو بلائے کہ جب نماز گزارہ پڑھنے کی جگہ ٹھگ رہے ہوتے تو وہ وہاں پہلے جاتے تھے۔ مسجد میں نماز گزارہ نہیں پڑھتے تھے۔

۵۔ عن كشيح بن عباس قال: قد عرفنا صاحبيت على
جنازة في المسجد،

(صحیح ابن ابی شیبہ ۳۵۰ ص ۱۲۵، صحیح عبدالمناق ۵ ص ۱۲۵)

حضرت کثیر بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ (محمد نبویؐ میں) کسی بھی جنازہ کی نماز مسجد نبویؐ میں نہیں پڑھی گئی۔

۶۔ عن واسط بن داود قال: سمعت قال لهما مات
ابراهم بن النضر صلي الله عليه وسلم صلي عليه

رسول الله صلى الله عليه وسلم في المقام

(ابوداؤد ۲۵ ص ۱۲۵)

حضرت وائل بن داود فرماتے ہیں کہ میں نے..... حضرت انولؑ نے فرمایا کہ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جنازہ سے ابراہیمؑ کی وفات ہوئی تو آپؐ نے ان کی نماز جنازہ مختارہ صلی جنابؐ میں پڑھی۔

۷۔ انبأ ابن جريج قال قلت لنافع أكان ابن حجر يكره
ان يصل وسط القبر ومثال ذلك صليتنا على عائشة
وام حليمة رضي الله عنهما وسط البقيع والامام
يؤمن صليتنا على عائشة رضي الله عنها أبوهريرة رضي
الله عنه وحضوره عبد الله بن عمر،

(سنن ترمذی ۲۵ ص ۱۲۵، صحیح عبدالمناق ۳ ص ۱۲۵)

حضرت ابن جریجؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت نافعؒ سے عرض کیا کہ کیا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قبروں کے درمیان نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے؟ تو آپؓ نے فرمایا ہم سب نے حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ بقیع کے درمیان میں پڑھی تھی، جب ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی نماز پڑھی تو امام حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہ تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔

۸۔ عن عائشة انها كتبتا قوفي مع عبد بن ابي وقاص
ارسل ارجاج النضر صلي الله عليه وسلم ان يصلي

بجائزہ فی المسجد فیصلین علیہ ففعلوا فوقہ
 مہ من حجر من یصلین علیہ ثم اخرج بہ
 من باب الجنائز الذی کان فی المقاعد فیلحقہن
 ان الناس عاجلوا ذلک وقاتلوا ما کانت الجنائز یدخل
 بہا المسجد فبلغ ذلک عاصفک فقاتل ما اصرع
 الناس اذا ان یصلوا ما علم لہم بہ عاجلوا
 علیہ ان یسبح بجائزہ فی المسجد وما عمل رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم علی سہیل بن یسناد الا ان
 جوف المسجد،

رسلہ اسلام

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت
 سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی (سفارش میں) وفات ہوئی
 تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات نے پیغام بھیجا کہ
 گوکہ اُن کا جنازہ کے لئے مسجد میں سے گزیرنا کہ وہ ان کے لیے
 دعا کر سکیں، چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا، جنازہ ان کے حوروں کے
 سامنے نکلا گیا، ازواج مطہرات دعا کرتی رہیں پھر باب الجنائز
 سے جو مساعدا کی طرف تھا جنازہ سے بھاگ گیا ازواج مطہرات کو
 یہ خبر پہنچی کہ لوگوں نے اس فعل کو محبوب کہا ہے اور وہ کہہ رہے
 ہیں کہ جنازہ کے لئے مسجد میں داخل نہیں کئے جاتے تھے۔ یہ خبر
 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی پہنچی۔ آپ نے فرمایا لوگ کس
 قدر بے ادب چیزیں گریہ کر کے لگے جس کا انہیں علم نہیں،
 انہوں نے جنازہ کے لئے مسجد میں گزرا کرے جانے پر ہمارا عیب

گیری کی ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو سہیل بن یسناد
 کی نماز جنازہ جوف مسجد میں ہی پڑھی تھی۔

۹۔ عن ابن الجب ذئب عن المغیرہ انہ رؤی حرقس
 مروان بن الحکموی یطرحون الناس من المسجد
 یمنعونہم ان یصلوا فیہ علی الجنائز،

(رقاء الوفا بخیر دارالاصطفیٰ ج ۲ ص ۱۱۱)

حضرت ابن ابی ذئب نے سید بن ابی یزید ثوری (رحمہ اللہ) سے روایت کی ہے
 کہ انہوں نے مروان بن الحکم کے سپاہیوں کو لوگوں کو مسجد میں نماز
 جنازہ پڑھنے سے روکتے اور نکالتے ہوئے دیکھا ہے۔

۱۰۔ عن کثیر بن زید قال نظرت فی حرم حجر بن
 عبد العزیز یطردون الناس من المسجد ان یصلی
 علی الجنائز فید، (رقاء الوفا بخیر دارالاصطفیٰ ج ۲ ص ۱۱۱)
 حضرت کثیر بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر
 بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے سپاہیوں کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے
 سے روکتے ہوئے دیکھا ہے۔

۱۱۔ عن ابن شہاب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 اذا هلک العاقل شہدہ یصلی علیہ حیث یدفون
 فلما قتل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکنت
 نعقل الیہ المؤمنون مواتہم فصری علیہم رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الجنائز عند بیتہ فی موضع
 الجنائز النیوم ولسم یزل ذالک جاریا۔

(رقاء الوفا بخیر دارالاصطفیٰ ج ۲ ص ۱۱۱)

حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کسی کی ولادت ہو جاتی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوقتِ وفات نماز پڑھانے کے لیے تشریف لے جاتے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود بھاری ہو گیا (اور آپ کے لیے جانا دشوار ہو گیا) تو صحابہ کرام نے میت کو آپ کے مکان کے قریب ہی لے جانا شروع کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان کے قریب ہی موضع جناز میں نماز جنازہ پڑھاتے، یہی دستور آج تک چلا آ رہا ہے۔

۱۲- عن ابن شہاب قتال حدثني سعيد بن المسيب ان ابا هريرة قال ان النبي صلى الله عليه وسلم وضع يده على قبري علي بن ابي طالب (بخاری ص ۱۵۷)
حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مصلی جناز میں لوگوں کی صحت بخیر کی اور نماز جنازہ میں چادر بکریں۔

۱۳- عن عبد الله بن عمر أن اليهود حلفوا أن النبي صلى الله عليه وسلم يرحلني منهم وامرأة ذاتها فامر بها فحيما قرياً من موضع الجنائز عند المسجد (بخاری ص ۱۵۷)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہودی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس اپنے ایک ایسے مرد کو لے کر آئے جنہوں نے نہ کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے

بارت میں شگسا کر کے کاٹ کر وہاں چھپا دیے انہیں موضع جناز کے قریب مسجد نبوی سے قتل شگسا کر دیا گیا۔

قال و قتال مالك وأكره ان توضع الجنازة في المسجد فان وضعت قرب المسجد فصلاة عليها مندأى ان يصلى من في المسجد عليها بصلاة الامام الذي يصلى اذا خاف حناج المسجد باهله (المؤنة البخاری ص ۱۵۷)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں جنازہ کے مسجد میں رکھ جانے کو مکروہ سمجھتا ہوں، اے اگر نماز جنازہ کے لیے مسجد کے قریب جنازہ لٹکا جائے تو پھر اس شخص کے لیے نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جو مسجد میں ہوا اور جنازہ پڑھانے والے امام کی اتباع میں جنازہ پڑھے یہ بھی اس وقت ہے جب کہ مسجد کے باہر کی جگہ جنازہ پڑھنے والوں کی وجہ سے تنگ ہو جائے۔

قال محمد لا يصلى على جنازة في المسجد وكذلك يفتا عن ابى هريرة وموضع الجنازة بالمدينة خارج من المسجد وهو الموضع الذي كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلى على الجنازة فيه (مؤنة امام محمد ص ۱۵۷)

حضرت امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھی جائے، ایسے ہی پہنچا ہے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

۱۰۔ درین طیبہ میں موضع بنائے مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام سے باہر ہے اور وہی جگہ ہے جہاں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کی تحقیق

قال ابن القیوم المحمدي رحمه الله

” والصواب ما ذكرناه أولاً وان سخطت هذه الصلوة على الجنازة خارج المسجد الا لعذر وحكمة الا مریین جنازة الا فصول الصلوة علیها خارج المسجد“ (تذکار اہل حق ص ۱۵۷) مشکوٰۃ طبع ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

درست ثابت وہی ہے جو ہم پہلے ذکر کر چکے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت اور آپ کا طریقہ نماز جنازہ مسجد سے باہر ہی پڑھنا ہے (اگر کوئی حدیث پیش آجائے اور دونوں امور باہر ہی یا داخل ہی ہے کہ نماز جنازہ مسجد سے باہر پڑھی جائے۔

مگر وہ ہذا حدیث و آثار اور اقوال محدثین سے دور توکل اس قدر ثابت ہو رہے ہیں۔

۱۱۔ ہجرت کے بعد درین طیبہ میں شروع دور میں یہ دستور تھا کہ جب کسی صحابی کی وفات پہنچتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گھر تشریف لے جاکر موقع دفن نماز جنازہ پڑھا دیتے تھے، لیکن جب صحابہ کرام نے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشقت اور تکلیف کا احساس کیا تو انہوں نے سمیت آپ کے درود وصلا کی لائق شروع کر دی اور آپ

کے گھر کے قریب ایک جگہ تجویز کر لی جہاں میت کو رکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اطلاع کی جاتی، آپ تشریف لاکر اس مقیم جگہ پر نماز جنازہ پڑھاتے جیسا کہ حدیث و آثار سے واضح ہے۔

۱۲۔ مقیم جگہ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی مشرقی دیوار کی طرف مسجد سے باہر تھی اسی جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مستطافاً بنائے جاتے تھے۔ اس جگہ کا نام موضع جنازہ اور مصلى جنازہ تھا، جیسا کہ حضرت امام محمد رحمہ اللہ کے بیان سے ظاہر ہے۔

۱۳۔ اسی جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شاہ عدشہ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی، اس جگہ کے قریب دو ذکار نبوی مرود وصلا کو سنگسار کیا گیا تھا چنانچہ بتائے کہ تشریف کی حدیث (ع ۱۲) سے واضح ہے۔

۱۴۔ اسی موضع جنازہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صاحبزادے ابیہیم رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی جیسا کہ ابو داؤد تشریف کی حدیث (ع ۱) سے ظاہر ہے۔

۱۵۔ بلیل القدرہ ابی حنیفہ ابن شہاب زہریؒ ہیں کی وفات ۲۵۰ھ میں ہوئی ہے اس وقت تک درین طیبہ میں نماز جنازہ اسی موضع جنازہ میں پڑھنے کا رواج تھا، جیسا کہ حدیث و آثار سے واضح ہے۔

۱۶۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے شاید اسی لیے آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں نماز جنازہ پڑھا ہے اسے کوئی اجر نہیں ملے، چنانچہ حدیث (ع ۱۲) سے ظاہر ہے۔

۱۷۔ حضرت کشیر بن عباس رضی اللہ عنہما کے بیان کے مطابق درود وصلا میں مسجد نبوی میں کسی بھی جنازہ کی نماز نہیں پڑھو گی جیسا کہ حدیث و آثار سے

”پس معلوم ہوا کہ مسجد میں جنازہ کی نماز پڑھنا سنت ہے اور اس سے انکار کرنا سنت کی مخالفت کا سبب۔“

(رد المحتار مع تفسیر جواز نماز جنازہ ص ۲۵۰ ص ۲۵۱)

یاد رہے کہ غیر متعلقہ کا یہ متعلق علیحدہ مسئلہ ہے ان کے تقریباً سب فتاویٰ میں نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے : احادیث سے ثابت ہوا ہے کہ بدینہ طبع میں نماز جنازہ پڑھنے کے لیے مسجد نبوی سے باہر ایک جگہ مفتوحہ جیسے موضع جنازہ اور مصلیٰ بنائے نہ جاتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک اسی جگہ نماز جنازہ پڑھانے کا تھا، اسی جگہ آپ نے کچا شی کی نماز جنازہ پڑھائی، اسی جگہ آپ نے اپنے صاحبزادے ابی جحیم کی نماز جنازہ پڑھائی، حضرت ابن عباس نہر کھدوا کر اللہ کے جان کے مطابق ان کے نہالے میں اسی جگہ نماز جنازہ پڑھانے کا دستور تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبر میں نماز جنازہ پڑھانے کو چاہتے تھے اسی لیے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لیے کوئی عذر نہیں ہے ورنہ ہر ایک کو مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے جگہ میں جگہ تنگ نہ ہوتی مگر تمہاری قوم میں جگہ ہوتی تھی۔ مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جنازہ مسجد میں لائے کہ کوئی تو اس پر صحابہ کرام نے اعتراض کیا کہ پھر تو جنازہ مسجد میں نہیں لائے جاتے تھے۔ حضرت کثیر بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ وہ بدعت ہے کسی کی نماز جنازہ مسجد میں نہیں پڑھی گئی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ مسجد سے باہر پڑھی گئی، ورنہ جنازہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز اور مروان بن الحکم نے پہرے دار مقبرہ کے

تھے کہ وہ لوگوں کو مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے سے منع کریں، ان سب باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا درست نہیں بلکہ مکروہ ہے لیکن غیر متعلقین کا عمل (حدیث کے دھور واروں ان کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا نہ صرف جائز بلکہ سنت ہے۔

خود فرمائیے کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا سنت ہے تو پھر علماء و نماز جنازہ کے لیے حدینہ طبع میں مسجد سے باہر جگہ کیوں بنائی گئی؟ مثلاً : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے (سوائے ایک واقعہ کے جو کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ذکر کرتی ہیں) مسجد نبوی میں نماز جنازہ پڑھنا کیوں منقول نہیں کیجئے آپ کی زندگی میں آپ کے بیٹوں کو جانشین فرستے؟ مثلاً : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی شاہی سنی کہ اپنے صاحبزادے ابی جحیم کی نماز جنازہ مسجد سے باہر کیوں پڑھائی؟

مثلاً : صحابہ کرام موضع جنازہ میں جگہ تنگ ہونے کے باعث نماز جنازہ پڑھنے سے منع کریں چھ جاتے تھے مسجد نبوی جو اس کے متصل تھی اس میں کیوں نہیں پڑھ جاتے؟

مثلاً زمانہ معاویہ کے کھٹے جب جنازہ مسجد میں پڑھی گئی تو اس پر صحابہ کرام نے کیوں اعتراض کیا؟

مثلاً اعدیہ کیوں لگا کر جنازہ تو مسجد میں نہیں لائے جاتے تھے؟ مثلاً : سیدہ عائشہ و ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ مسجد سے باہر کیوں پڑھی گئی؟

مثلاً وہ صحابہ میں مسجد میں نماز جنازہ سے روکنے کے لیے پہرے دار کیوں مقرر نہ تھے، کیا حضرت عمر بن عبدالعزیز و جناب عمر ثانی کا جانا ہے ان میں معلوم نہیں

حقاً کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا تو سنت ہے ؟ انہوں نے منہ سے یہ کلمہ کہنے سے روک رکھا ہے لیکن ہر جاہل کو یہی مقرر کئے تھے ۔

۱۔ اگر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مستحب ہے تو پھر حضرت کثیر بن عباس رضی اللہ عنہما نے کیا کیجئے فرما دیجئے کہ سلام ہے کہ وہ درمالت میں مسجد نبوی میں کسی کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی ؟

۲۔ مثلاً : خیر القرون کے پورے دور میں اس واسطے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کے جو باہر مسجد نبوی میں پڑھی گئی تھی ، اور لوگوں کی نماز جنازہ مسجد نبوی میں کسی صحیح حدیث کے بغیر نہ پڑھتے تھے ؟

۳۔ مگر اگر مسجد میں نماز جنازہ سنت ہے تو پھر امام دارالجمہور حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے مسجد میں نماز جنازہ کو کیسے مکروہ قرار دے دیا ؟

۴۔ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہ کہا کہ مکروہ ہے البتہ مطلقاً و بالکلیۃ کی سنت تو نماز جنازہ مسجد میں باہر پڑھنا ہے ، اسی لیے افضل یہی ہے کہ نماز جنازہ مسجد کے باہر پڑھیں جاسکے ؟

۵۔ کارکنین کفر ان تمام اہل حق سے صرف نظر کرتے ہوئے فریقہ بندی کا نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے کو سنت قرار دینا یہ حدیث کی مخالفت جیسا مخالفت ؟

کتابیات

قرآن مجید

۱۔ تفسیر قرآن مجید

۲۔ اشارۃ السبیل

۳۔ لطائف القرآن شرح احیاء

۴۔ علوم الدین

۵۔ انبیاوت آئینہ عالمگیری

۶۔ الاحجام

۷۔ احادیث نبویہ

۸۔ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان

۹۔ احسن الفتاویٰ

۱۰۔ احسن الکلام فی قرآن العزیز

۱۱۔ احیاء علوم الدین

۱۲۔ استنباط حقیقۃ اصحابہ

۱۳۔ عقوبۃ امت کا المیہ

۱۔ احیاء علوم الدین

۲۔ احیاء علوم الدین

۳۔ احیاء علوم الدین

۴۔ احیاء علوم الدین

۵۔ احیاء علوم الدین

۶۔ احیاء علوم الدین

۷۔ احیاء علوم الدین

۸۔ احیاء علوم الدین

۹۔ احیاء علوم الدین

۱۰۔ احیاء علوم الدین

۱۱۔ احیاء علوم الدین

۱۲۔ احیاء علوم الدین

۱۳۔ احیاء علوم الدین

۱۴۔ احیاء علوم الدین

۱۔ احیاء علوم الدین

۲۔ احیاء علوم الدین

۳۔ احیاء علوم الدین

۴۔ احیاء علوم الدین

۵۔ احیاء علوم الدین

۶۔ احیاء علوم الدین

۷۔ احیاء علوم الدین

۸۔ احیاء علوم الدین

۹۔ احیاء علوم الدین

۱۰۔ احیاء علوم الدین

۱۱۔ احیاء علوم الدین

۱۲۔ احیاء علوم الدین

۱۳۔ احیاء علوم الدین

٢٩ تفسير القرآن العظيم : الحافظ عماد الدين ابن كثير ، دار المعرفة بيروت
٣٠ التفسير الكبير : فخر الدين ابو عبد الله محمد بن عمر بن حسين الشافعي ،

دار الكتب العلمية طران

٣٨ التلخيص الجبير في تخريج احاديث الرافي الكبير :

احمد بن علي بن محمد العسقلاني ، المكتبة الاثرية سانكلير

٣٩ التوحيد والسنة - في رد اهل الاتحاد والبدعة ، قاضي عبد الوهاب بن

٥٠ التوضيح عن ركعات التراويح : ابو القاسم فيقن ولاوي ، اسلامبول

اندون لولاري كيت لايبور

٥١ تيسير اليازي ترجمه شرح صحيح بخاري : وحيد لثان حيد آبادي ، نعماني كيتب دار اودبازار لايبور

٥٢ جامع البيان في تفسير القرآن : ابو جعفر محمد بن جرير الطبري ، المطبعة الكبرى الاميرية بدمشق

٥٣ جامع الترمذي : محمد بن عيسى بن موسى الترمذي ، ايج ايم سعيدانيه كيتبي كراچي

٥٤ جامع الصغير : امام محمد بن حسن الشيباني الحنفي ، عالم الكتاب بيروت

٥٥ جامع الحسانيد : ابو المؤيد محمد بن محمود الخوارزمي ، المكتبة الاسلامية سمندري

٥٦ الجانبان في تحقيق عدد ركعات قيام رمضان : يوميو دكتور محمد شيبانم

متصل مدرسة فيض العلوم في دار السلطنة بالهند

٥٧ جزر رفع اليدين : امام محمد بن اسماعيل البخاري ، المطبع العلمى دلهي

٥٨ الجسدي البليغ (مشتمل على مسائل الحديث جلد دوم) : حافظ غنياتنا لثانسي ، جمعيت انجمنت لايبور

٥٩ الجوهر النقي : علاء الدين بن علي بن عثمان المادني المعروف بابن الزمكاني ،

مجلس دائرة المعارف العثمانية كيتب كراچي

٦٠ حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح : احمد بن محمد بن اسماعيل الطحطاوي الحنفي ،

شركة مكتبة ومطبعة مصطفى الباني المحلى مصر

٦١ حاشية مالابدمنه (فارسي) ، كتب خانه مجيدية ملتان

٦٢ حجة الله البالغة (عربي) : الشيخ احمد بن عبد الرحيم المعروف بشاه ولي الله ،

دار نشر المكتبة الاسلامية ٢ - شيش محل دلهي لايبور

٦٣ حديث نهاز : عبد المتين ميم ، الدار الحديثية متصل الحديث منزل نواز كيتب دلهي لايبور

٦٤ حضرت مولانا داود غزنوي : سيد ابو بكر غزنوي ، مكتبة غزنوية كيتبي محل دلهي لايبور

٦٥ الحطة في ذكر الصحاح الستة : سبيصق حسن ثاب ، اسلامي كيتبي اردوبازار لايبور

٦٦ حقايت مسلك اهل الحديث : عبد الرحمن بن راجو والوي ، مندي راجو دار كيتبي لايبور

٦٧ حقيقت الفقه : محمد يوسف جوي ، اودا اشاعت دين كيتب من پوره ميدي

٦٨ حلية الاولياء وطبقات الاصفياء : ابو نعم احمد بن عبد الله الاصبهاني ،

دار الكتاب العربي بيروت لبنان

٦٩ حياة امام طحاوي ، مولانا سيرة فخر الحسن صاحب

٧٠ الحياة بعد الممات : فضل حسين بهاري ، المكتبة الاثرية سانكلير

٧١ حيوة الحيوان : كمال الدين محمد بن موسى الهمداني ، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى الباني محلي مصر

٧٢ خطبات شهيد اسلام : حبيب الرحمن بزداني ، سباني كيتبي اردوبازار لايبور

٧٣ خطبة امارت : ابو محمد عبدالستار ، شعبة تبليغ جماعت غزبارا بخريش بيش دلهي كراچي

٧٤ خلافت راشده : يحيم فيض عالم صديقي

٧٥ الخيرات الحسان في مناقب اليعام الاعظم ابو حنيفة النعمان :

شهاب الدين احمد بن محمد البهيمي المكي الشافعي ، ايج ايم سعيدانيه كيتبي كراچي

٧٦ الدراية في تخريج احاديث الهداية : احمد بن علي بن محمد العسقلاني الشافعي

٧٧ الدرر البهية (مع شرح الروضة النورية) : محمد بن علي بن محمد الشوكاني ، دار نشر المكتبة

الاسلامية لايبور

- ٨ الدر المختار في شرح تنوير الابصار : محمد طه الدين بكسفي الحنفی ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی
- ٩ الدر المنثور في التفسير بالماثور : جلال الدين عبد الرحمن بن ابی بکر السبکی
- المکتبۃ الجعفری طهران
- ١٠ دستور المتهقی فی احکام النبی : محمد نیر تهرانی دہلوی ، اسلامک پبلیشنگ فزس
شیش محل روڈ لاہور
- ١١ الدلیل المبین علی ترک القراءۃ للمعتدین : مولانا محمد حسن فیض پوری
مطبعت مجتہبی بیرون شیر نوازہ روڈ لاہور
- ١٢ الدین لیسر : سید جعفر شاہ جھلاروی ، ادارہ ثقافت اسلامیکلپ روڈ لاہور
- ١٣ رحمۃ الامۃ فی اختلاف الاثمة : ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن الشافعی ، مکتبہ اعلیٰ دہلی
- ١٤ رد المحتار علی الدر المختار : محمد امین عابدین بن السید الشریف عمر عابدین ،
ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی
- ١٥ رسول اکرم کا طریقہ نماز : مفتی جمیل احمد ندوی ، ادارہ اسلامیات ١٩- انارکلی لاہور
- ١٦ رسول اکرم کی نماز : محمد اسماعیل بسنی ، اسلامک پبلیشنگ ڈوکس لاہور
- ١٧ الروضۃ الندیۃ شرح الدر البھیة : سید صفی حسن قلوب ، دار نشر المکتبۃ السلطانیہ
- ١٨ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد : ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر الشیرازی بن ابراہیم کجلی
دار المکتب العلمیۃ بیروت لبنان
- ١٩ سبیل الرسول : حکیم صادق سیالکوٹی ، نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور
- ٢٠ السعایۃ فی کشف ما فی شرح الوفاۃ : مولانا عبدالحی کھنڈوی ،
سبیل اکیڈمی اردو بازار لاہور
- ٩١ سنن ابن ماجہ : ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ القشیری ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

- ٩٢ سنن ابی داود : ابو داود سليمان بن اشعث البجستانی ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی
- ٩٣ سنن دارقطنی : ابی الحسن علی بن عمر بن احمد الدارقطنی ، دار نشر المکتبۃ السلطانیہ لاہور
- ٩٤ سنن دارمی : ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی
- ٩٥ السنن الکبریٰ : ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی ،
مطبعت مجلس ائمۃ المعارف الشیعہ آباد کین
- ٩٦ سنن نسائی : ابو عبد الرحمن احمد بن حشیب بن علی النسائی ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی
- ٩٧ سنیۃ رفع الیدین فی الدعاء بعد الصلوٰۃ المکتوبۃ لمن شاء :
محمد بن عبد الرحمن الزبیدی ، المطبع العلمی دہلی
- ٩٨ سوانح مولانا نور حسین گرجا کھی : خواجہ طاهر الشیرازی ، سیٹلائیٹ ٹاؤن گوجرانوالہ
- ٩٩ سیاحت الجنان بمناکحۃ اهل الایمان دشمولہ رسائل الجہیت جلد دوم ،
ابو اشکور عبد القادر صنادوی ، جمعیت اہل سنت لاہور
- ١٠٠ سیر اعلام النبلاء : ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی ،
مکتبۃ الرسالہ بیروت لبنان
- ١٠١ سیرت البخاری : عبد السلام مبارکپوری ، فاروقی کتب خانہ اردو بازار لاہور
- ١٠٢ سیرت النعمان : علامہ شبلی نعمانی ، اسلامی اکیڈمی اردو بازار لاہور
- ١٠٣ السیف الصامم لمتکثر شان الامام الاعظم : فقیر محمد جمیلی ، سلج المطابع جیل
- ١٠٤ شوح الزرقانی علی مؤطا الامام مالک : سید محمد انور ثانی ،
مطبعت الاستقامۃ قاہرہ مصر
- ١٠٥ شرح معانی الآثار : ابو جعفر احمد بن محمد بن سلمۃ الطحاوی ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی
- ١٠٦ شوح النقایۃ : علی بن سلطان محمد القادری ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی
- ١٠٧ شعب الایمان : ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی ، دار المکتب العلمیۃ بیروت لبنان

- ۱۲۱ الغنية لطالبی طریق الحق (عربی) : الشيخ محي الدين عبدالقادر الجيلاني الحنبلي،
شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي مصر
- ۱۲۳ فتاوى املائية : مولانا اشرف علي تھانوي، مكتبة دارالعلوم دہلوی
- ۱۲۴ فتاوى اهل الحديث : حافظ عبدالنور دہلوی، ادارہ احیاء السنۃ النبویہ
ڈی ہاک سیٹلائٹ ہاؤس گڑگوا
- ۱۲۵ فتاوى برکاتہ : ابوالبرکات احمد، جامعہ اسلامیہ گلشن آباد گوجرانوالہ
- ۱۲۶ فتاوى ثنائیہ : ثناء اللہ امرتسری، اسلامک پبلیک اؤٹس پشیش محل روڈ لاہور
- ۱۲۷ فتاوى دارالعلوم : مفتی عزیز الرحمن دیوبندی، مکتبہ اندلسیہ ملتان
- ۱۲۸ فتاوى ستاریہ : ابو محمد عبدالستار دہلوی، مکتبہ الیومیہ حدیث محل علیہ السلام دہلوی
- ۱۲۹ فتاوى علماء الحديث : ابوالحسنات علی محمد سعیدی، مکتبہ سعید فانیوال
- ۱۳۰ فتاوى قاضی خان : فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی الحنفی
- ۱۳۱ الفتاوى الکبریٰ : ابوالعباس تقی الدین احمد بن عبدالحلیم المعروف بابن تیمیہ الحنبلی
دارالمعرفۃ بیروت
- ۱۳۲ فتاوى نذیریہ : میان نذیر حسین دہلوی، ادارہ نورالایمان اسلام آباد امیر گیٹ دہلی
- ۱۳۳ فتوى امام ربانی برصغیر اعظم احمد قاضیانی : عبدالحق خان بشیر،
مکتبہ فیصلہ اردو بازار گوجرانوالہ
- ۱۳۴ فتح الباری بشرح البخاری : احمد بن علی بن حجر العسقلانی، شرکت مکتبہ ومطبعة مصطفى البابي
الحلبي مصر
- ۱۳۵ فتح القتيں للعاجز الفقير : کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الحاجم الحنفی،
مکتبہ رشیدیہ سرک روڈ کوئٹہ
- ۱۳۶ فتح المبين في كشف مکائد غیر الحقلین : محمد منصور علی بن محمد حسن علی مراد آبادی
دہلی کتب خانہ نوفا کریکٹ گجرانوالہ

- ۱۰۸ صحيح ابن خزيمة : ابوبکر محمد بن الحسن بن خزيمة، المكتبة الاسلامیة بیروت لبنان
- ۱۰۹ صحيح البخاری : ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مبارک بن یزید بن زبید بن ابیہ،
ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی
- ۱۱۰ الصحيح لمسلم : ابوالحسن مسلم بن الحجاج القشیری النیشاپوری،
ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی
- ۱۱۱ صدیقة کاشفات : حکیم فیض عالم صدیقی
- ۱۱۲ ضلوة الرسول : حکیم صادق سیالکوٹی، نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور
- ۱۱۳ ضلوة النبی : خالد گرجاکی، ادارہ احیاء السنۃ گرجا گھر
- ۱۱۴ عرف الجادی من جنان هدى الهادی : میر نور الحسن خان قواب،
جمعیت الانصاف لاہور
- ۱۱۵ علماء احناف اور تحریک مجاہدین : پروفیسر محمد مبارک
- ۱۱۶ عمدة الرعاية حاشية شرح وقاية : مولانا علی گھنوی، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی
- ۱۱۷ عمدة القاری فی شرح صحيح البخاری : بدر الدین ابو محمد محمد بن احمد بن محمد بن الحنفی
مکتبہ رشیدیہ سرک روڈ کوئٹہ
- ۱۱۸ عمل اليوم والليلة : ابوبکر محمد بن محمد بن الحسن السی، مکتبہ التراث الاسلامی بھارادہ مصر
- ۱۱۹ غایة المقصود فی حل سنن ابی داود : شمس الحق عظیم آبادی،
المطبع الانصاری دہلی
- ۱۲۰ غنیة الطالبین (مترجم اردو عربی) : ابو نعیم محمد بن عبدالقادر الجيلاني الحنبلي،
مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور
- ۱۲۱ غنیة الطالبین (مترجم انگریزی) : ابو نعیم محمد بن عبدالقادر الجيلاني الحنبلي،
مکتبہ خانہ سعودی حدیث منزلت انس روڈ کراچی

- ١٣٤ فردوس الاخبار : مآظ شويهر بن شهرادرين شيريه الديلمي ، دار الكتب العلمية بيروت
 ١٣٨ الفتحة على المذهب الاربعة : عبد الرحمن الخزرجي ، دار احياء التراث العربي بيروت
 ١٣٩ فيصله رفع يدين (شمس تيسيل تعليم) : مولوي علي غفره زباني ، دار فقه كوفه اربابا لاله
 ١٤٠ قرة العيين في اشيات رفع اليدين : مولوي نور حسين كركاكي ،
 اداره احياء السنه كركاكي كركاكي
 ١٤١ قيام الليل : ابو عبد الله محمد بن نصر المروزي ، مطبع رفاه عام لاهور
 ١٤٢ الكامل في ضعفاء الرجال : ابو احمد عبد الله بن مدي الجرجاني ، المكتبة الاثرية كركاكي
 ١٤٣ كتاب الآثار للامام ابي حنيفة بروايت ابي يوسف القاضي ،
 المكتبة الاثرية كركاكي
 ١٤٤ كتاب الآثار للامام ابي حنيفة بروايت الامام محمد بن حسن الشيباني ،
 مكتبة الادوية لبنان
 ١٤٥ كتاب الام : ابو عبد الله محمد بن ادريس الشافعي ، مكتبة الكليات الانزهرية شارع صانعي انزهر
 ١٤٦ كتاب الحججة على اهل المدينة : امام محمد بن عثمان الشافعي ،
 دار المعارف النعمانية جامع نصير لاهور
 ١٤٧ كتاب الزهد والرفائق : شيخ الاسلام عبد الله بن مبارك المروزي ،
 مجلس احياء المعارف واليكادون ناسك الهند
 ١٤٨ كتاب القراءة : ابو جعفر محمد بن الحسين بن علي الهيثمي ، اداره احياء السنه كركاكي
 ١٤٩ كشف الاستار عن نوازل الزاوي على الكتب الستة : نور الدين علي بن ابي بكر الهيثمي ،
 مؤسسة الرسالة بيروت لبنان
 ١٥٠ كشف الحجاب (متتم) : قاضي عبد الرحمن محدث باني ، مطبع حسين علي كركاكي
 ١٥١ كنز الحقائق : جليل الزمان حيدركاكي ، جمعية اهل سنت لاهور

- ١٥٢ كنز العمال في ستن الاقوال والافعال : العلامة ملا الدين علي الحسين بن جاسم الدين الهندي ،
 مؤسسة الرسالة بيروت
 ١٥٣ لغات الحديث (ادو) : جليل الزمان حيدركاكي ، مير محمد كركاكي خاندان اكرام باغ كركاكي
 ١٥٤ مآثبات من السنة في ايام السنة : الشيخ عبد الرحمن محدث دبلوي ، دار الاشاعت كركاكي
 ١٥٥ مآثر صديقي : سيد علي حسن خان ، جمعية اهل سنت لاهور
 ١٥٦ المبسوط : محمد بن احمد بن ابي سهل ابو جعفر شمس الامنة الشافعي ، مطبعة السعادة بجوار محافظة مصر
 ١٥٧ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد : نور الدين علي بن ابي بكر الهيثمي ،
 دار الكتاب العربي بيروت
 ١٥٨ المجموع شرح المذهب : محي الدين ابو بكر باي كركاكي بن شرف النوازي ،
 المكتبة السلفية مدينة منوره
 ١٥٩ مجموع فتاوى شيخ الاسلام ابن تيميه ، طبع سعودي
 ١٦٠ مجموعه رسائل مكمل نماز وهدية النبي ، طبع كركاكي
 ١٦١ المحلى : ابو جعفر علي بن حزم الظاهري ، مطبعة الامام ١٣ شارع قرقول مصر
 ١٦٢ مختصر المنزني (محقق بكتاب الام) ، مكتبة الكليات الانزهرية مصر
 ١٦٣ المدخل : محمد بن محمد عبد الله المعروف بابن الحاج ، دار الكتاب العربي بيروت
 ١٦٤ المدونة الكبرى : امام مالك بن انس ، مطبع السعادة بجوار محافظة مصر
 ١٦٥ المراسيل (محقق بنسب ابي داود) : سليمان بن اشعث السجستاني ،
 ابيك ايم سعيد ابي كركاكي
 ١٦٦ مراقي الفلاح شرح نور الايضاح ، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي مصر
 ١٦٧ المعوقات : فضل امام خير كركاكي ، قديم كركاكي خاندان اكرام باغ كركاكي
 ١٦٨ مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح : علي بن سبطا بن محمد القاري الحنفي ،
 مكتبة الادوية لبنان

١٢٩ المستدرک علی الصحیحین فی الحدیث : ابو یوسف محمد بن یونس المدنی ، دار الکتب العلمیة بیروت

مکتبة النصارى محمد شریاض

١٤٠ المسند : ابو یوسف عبد الله بن زبیر الحمیدی ، مکتبة السلفیة مدینة منوره

١٤١ مسند ابی عوانة : ابو یونس یعقوب بن اسحق الاسفرائینی ، دار المعرفه بیروت لبنان

١٤٢ مسند ابی یعلی الموصلی : الحافظ احمد بن علی بن المثنی الثقفی ، دار المانوسکریپت بیروت

١٤٣ مسند الامام احمد بن حنبل : دار الکتب بیروت لبنان

١٤٤ مسند الامام ابی عبد الله الشافعی ، دار الکتب العلمیة بیروت

١٤٥ (المنتخبین) مسند عبد بن حمید : ابو یوسف عبد بن حمید ، مکتبة السنه قاهره مصر

١٤٦ مسوی مصفی شوح مؤطا امام مالک : شیخ احمد بن جلالیم المعروف بشاة فی الله

محمد علی کافخانه اسلامي کتب خان محل کراچی

١٤٧ المصنّف : ابو یوسف عبد الله بن محمد بن ابی شیبّه ، اداره القرآن دارالعلوم الاسلامیة کراچی

١٤٨ المصنّف : ابو یوسف عبد الرزاق بن همام الصنفانی ، مجلس علی و ذهابیل هندوستان

١٤٩ المختصر من المختصر من مشکی الآثار : ابو الحسین یوسف بن موسی النخعی ،

دارة المعارف العثمانیة حیدرآباد دکن

١٥٠ المعجم الصغیر : ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی ،

شركة مطبع وطبعة الزمراء الحیدریة مؤسسه مطبعه العراق

المعجم الكبير : ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی ،

شركة مطبع وطبعة الزمراء الحیدریة مؤسسه مطبعه العراق

١٥١ معرفة السنن والآثار : ابو یوسف احمد بن الحسین بن علی البیهقی ،

جامعة الدراسات الاسلامیة کراچی

١٥٢ المغنی : ابو یوسف عبد الله بن احمد بن محمد بن قدامة الحنبلی ، مکتبة الیاض الحیدریة ریاض

١٨٣ المقاصد الحسنه : شمس الدین محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن ابی یحیی عثمانی افشاری ٩٠٢ هـ

١٨٥ مقدمة كتاب التعلیم : مسعود بن شیبّه مدنی ، لجنة احیاء الادب السندی

حیدرآباد پاکستان

١٨٦ مناقب ابی حنیفة : حافظ الدین بن محمد المعروف بالکدوری ، دار الکتب العربیة بیروت لبنان

١٨٧ مناقب ابی حنیفة : صدر الامام موفی بن احمد المصطفی ، دار الکتب العربیة بیروت لبنان

١٨٨ مناقب الامام ابی حنیفة : ابو عبد الله محمد بن احمد بن عثمان الذهبی ،

ایم اے سعید اینڈ بکس کراچی

١٨٩ مناقب الامام الاعظم (ذیل البحار المصیفة) : علی بن سلطان محمد القاری

مجلس ائمة المعارف النظامیة حیدرآباد دکن

١٩٠ منتخب كنز العمال (بر مسند احمد)

١٩١ منتخب الاخبار من احادیث سید الاخبار (من مخرج) : ابو العباس قلی الدین احمد بن

علی الخلیف المعروف بابن حمید ، شركة مکتبة مطبعة مصطفی البانی مصر

١٩٢ منحة المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابی داود ، المکتبة الاسلامیة بیروت لبنان

١٩٣ موارد الظلمات الی زوائد ابن حبان : نور الدین علی بن ابی یحیی النخعی ،

المطبعة السلفیة و مکتبة دار و فتنة

١٩٤ میزان المتکلمین : مولوی اشرف سلیم ، مکتبة تعمیر انسانیت قلعة پیدار علیہ کراچی

١٩٥ نزل الانوار من فقه النبی المختار : وحید الزمان حیدر آبادی ، جمعیة المہنت لادب

١٩٦ نصب الرایة لاحادیث الهدایة : جمال الدین ابو یوسف عبد الله بن یوسف النخعی البیہقی ،

دار نشر الکتب الاسلامیة شیش محل و فی لاہور

١٩٧ نصب السعود فی مسألة تجافی المرأة فی الرکوع والسجود والفقود :

ابو یوسف عبد الرحمن الحاشمی ، المطبعة العربیة الحیدریة القاهرة

